

عمران سیریز جلد نمبر 13

# آتشی بادل

- 43 - بلی چھنٹی ہے

- 44 - لو بولی لا

- 45 - سہ رنگا شعلہ

- 46 - آتشی بادل

ابن صفحی

## پیشہس

اس دوران میں ایک صاحب نے تحریر فرمایا تھا۔ ”بھتی ڈاکٹر دعا گو سے کہنے دعا فرمائیں کہ جلدی سے بیلی چیخ بھی چکے....!“  
آن کا خیال قطعی درست تھا۔ ”ڈاکٹر دعا گو“ ہی کے چکر میں یہ  
کتاب دیر سے شائع ہو سکی.....! بہر حال جو کچھ بھی ہے حاضر ہے۔  
کئی پڑھنے والوں نے لکھا ہے کہ شائد آپ ”روزنامہ حریت“  
کے چکر میں پڑکر اب صرف اسی کے ہو کر رہ جائیں گے۔ جاسوسی  
دنیا اور عمران سیریز بند کر دیں گے!

ان کا خیال درست نہیں۔ دیر سویر ہو سکتی ہے لیکن یہ کسی  
طرح ممکن نہیں کہ یہ دونوں سلسلے بند کر کے میں صرف اخبار ہی کا  
ہو رہوں!

جاسوسی دنیا کی پچھلی کتاب بیچارہ / بیچاری پسند بھی کی گئی اور  
ناپسند بھی۔ ناپسند کرنے والوں نے توہیناں تک لکھ دیا ہے کہ اب  
میں خود ہی بالکل ناکارہ ہو کر رہ گیا ہوں۔ پسند کرنے والوں میں ایک  
صاحب کی رائے ہے کہ اگر اس تھیم کا کوئی ناول انگریزی میں آیا ہوتا  
تو انگریزی کے نہ جانے کتنے کارنا مے گرد ہو کر رہ گئے ہوتے۔!

لیکن میرا خیال ان دونوں سے مختلف ہے۔

میں نے اپنے پڑھنے والوں سے ایک نفیاتی قسم کا مذاق کیا تھا!  
جو سو فیصد کامیاب رہا.... آپ تو جو جی میں آئے لکھ کر کبھی مجھے  
ہنسائیں اور کبھی جھنجھلا ہٹوں میں بتلا کریں.... کیا مجھے اتنا حق بھی  
نہیں پہنچتا۔

آپ سمجھے تھے اس بار پھر فریدی ایک ولی ریاست سے نکلا یا  
ہے۔ ذرا ذردار قسم کے مکالموں کا تبادلہ ہو گا۔ کچھ دھول دھپے....  
اور پھر فریدی بعد کرو فرا سے رگڑ کر رکھ دے گا.... لیکن نکلا  
چونہا.... وہ بھی.... ایسا کہ بس....!

کیسا دلچسپ مذاق رہا.... اب آپ بیٹھے کہانی کے متعلق  
موشگان فرمایا کجھ تھے!

زیر نظر کہانی۔ عمران کے اس دور سے تعلق رکھتی ہے جب وہ  
سرکاری ملازمتوں کے چکر میں نہیں پڑا تھا۔

## اب صفحہ

۱۳ مارچ ۱۹۶۳ء

ان دونوں حماقیں شباب پر تھیں.... یعنی عمران نے بوڑھوں کی سی و ضع قطع اختیار کر لی  
تھی.... تھری پیس سوٹ میں رہتا تھا.... سر پر اوچی دیواروں والی فلت ہیئت ہوتی اور واسکٹ کی  
جب میں گھری جس کی زنجیر پیٹ پر جھولا کرتی.... بغل میں چھوٹی سی چھتری دبا کر چلتا...  
چال میں وسیعی متنانت پائی جاتی.... جوانگینڈ کے قدیم لارڈوں کا طراۃ امتیاز تھی۔ کبھی کبھی عینک  
سے بھی شوق فرمایا جاتا۔ تاپ ہیئت کے سائے میں "معنک" قسم کی حماقت انگیز سنجیدگی اس کی  
شخصیت کے گرد عجیب سی فضایدا کردیت تھی.... جو دیکھتا بس دیکھتا ہی رہ جاتا.... دیکھنے والے  
فیصلہ نہ کرپاتے کہ اسے دیکھ کر قہقہے لگائیں یا خود بھی سنجیدہ ہو جائیں۔

لیکن یہ سب کچھ کسی خاص مقصد کے تحت نہیں تھا۔ بس لہر طبیعت کی.... زندگی میں نئے  
پن کی علاش کا نتیجہ.... قریبی احباب نے دل کھول کر قہقہے لگائے تھے۔ لیکن ان دونوں اس کے  
ساتھ کسی پیک مقام پر جانے سے کترانے لگے تھے۔ راہ چلتے دیکھ پاتے تو نظر انداز کر کے لکھے  
چلے جانے کی کوشش کرتے.... ویسے خود عمران کا خیال تھا کہ ایسے دوستوں کی ہم نیشنی سے تو  
یہی بہتر ہے کہ آدمی پانچ دس گدھے پال لے اور فرست کے لمحات ان کے ساتھ گزار دے۔

یہ ان دونوں کی بات ہے جب عمران بیکار تھا....؟ سیکرٹ سروس سے تعلق نہیں ہوا تھا۔  
قیام بھی رحمان صاحب کے ساتھ ہی تھا.... کبھی کبھی فیاض اپنی دشواریوں سمیت آدم حکمتا اور  
عمران کو اس کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا.... لیکن آج کل تو کھیاں بھی نہیں تھیں جو بیکاری کا  
احساس نہ ہونے دیتیں۔

خیر تو اس وقت اسے ایک نیکی کا انتظار تھا جو اسے ہائی سرکل نائب کلب تک پہنچادیتی۔ جہاں

کہرا تھا اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ٹیکسی رکی۔ وہ تیزی سے جھپٹا لیکن قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ کسی دوسرے نے ہاتھ دے کر اسے روکایا تھا.... دوسرا آدمی فاتحانہ انداز سے اس کی طرف دیکھ کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا... اور ٹیکسی نہ میں آگے بڑھ گئی۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لی... اور متکرانہ انداز میں منہ چلانے لگا۔

کچھ دیر بعد ایک ٹیکسی آتی دکھائی دی بیتابانہ انداز میں آگے بڑھ کر اس نے ہاتھ اٹھایا۔ ٹیکسی رک گئی.... لیکن قبل اس کے کہ وہ اس کے قریب پہنچتا ایک معمر عورت پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ اس طرح اس ٹیکسی سے بھی ہاتھ دھونے پڑے اور بھرائی ہوئی آواز میں بڑی بڑیا۔ "یا اللہ مجھے صبر کی توفیق عطا کر...!"

پھر ایک موڑ رکشا نظر آیا.... عمران نے ہاتھ اٹھایا لیکن رکشے والا فرعونوں کی طرح گردن اکڑائے قریب ہی سے گذر گیا۔

"اے اللہ میرے گناہ معاف کر...!" عمران گز گزایا۔

پھر اس نے سوچا کہ کچھ اور آگے بڑھ کر کھڑے ہونا چاہئے... اس طرح ٹیکسی حاصل کرنے میں یقینی طور پر کامیابی نصیب ہو گی۔ لیکن وہاں بھی کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد اندازہ ہوا کہ وہ جگہ بھی اس کے ستاروں سے مطابقت نہیں رکھتی۔

پھر کچھ اور آگے بڑھا۔ اور اسے یقین ہی آگیا کہ پورا شہر سے چوت دے جانے پر آمادہ ہے... وہ یہاں تھہرا تو کچھ اور آگے سے لوگوں نے خالی ٹیکسیوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اسے پ پ ناٹ کلب تک جانا تھا.... لہذا وہ ٹیکسی حاصل کر لینے کی موقع پر تھوڑا تھوڑا حکستا ہوا پ ناٹ پک پیدل ہی آپنچا۔ ایک ٹیکسی پ ناٹ کے کپاؤٹ سے نکل زدی تھی اور خالی بھی تھی.... عمران اسے دیکھ کر پر مسرت لجھ میں چینا۔ "ٹھہر جاؤ...!" ٹیکسی رکی اور وہ بالکل ایسے ہی انداز میں اس کی طرف جبھتا جیسے اس پر بھی کسی دوسرے کا قبضہ ہو جانے کا اندر یشدہ ہو۔!

جب وہ پچھلی نشست پر بیٹھ چکا تو ڈرائیور نے میٹر ڈاون کرتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں چلوں صاحب؟" "پ پ ناٹ... پ پ ناٹ کلب...!" عمران ہانپاہ ہوا بولा۔

"بھی...!" ڈرائیور چوک کر مڑا.... اندر کا بلب روشن کیا اور عمران کو گھورنے لگا۔ لیکن وہاں گھری سنجیدگی کے علاوہ اور کیا ملت۔

"آپ کیفار بمار ہے ہیں جناب...!" اس نے حیرت سے کہا۔

"پ پ ناٹ کلب...!" عمران نے غصیلے لجھ میں کہا۔ "کیا تم بھرے ہو؟"

"نہیں جناب...! کیا آپ اس شہر میں ابھی ہیں...!"

"نہیں...! میں اسی شہر کا باشندہ ہوں...!"

"پھر تو شاکد...!"

"جلدی کرو...!"

"آپ پ پ ناٹ کے چھانک ہی پر موجود ہیں...!"

"میں جانتا ہوں...!" عمران غریبا۔

"یعنی کہ...! پھر...!"

"میں کہتا ہوں چلو...! میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے...!"

"کہاں چلوں...! یہ گاڑی ہاں کے اندر تو نہ جائے گی...!"

"میں کچھ نہیں جانتا...!" عمران نے کسی ضمی نبچے کے سے انداز میں کہا۔

بات بڑھ گئی... کتنی لوگ چلتے رکے بھی تھے... لیکن شائد معاملات کی نوعیت نہ سمجھ سکنے کی بنا پر پھر آگے بڑھ گئے تھے۔

ڈرائیور بھی کوئی شریف ہی آدمی معلوم ہوتا تھا.... اگر اکھر قسم کا کوئی جاہل آدمی ہوتا تو

کبھی کا عمران کو کھنچ کھانچ کر نیچے اتار چکا ہوتا۔

"کیا قصہ ہے بھتی...!" دفعتا ایک تماثلی بارہ سے پوچھتی بیٹھا۔

یہ ایک معمر لیکن حیرت انگیز طور پر صحت مند آدمی تھا.... بے داغ سفید اور گھنی موچھیں رکھتا تھا.... چیڑہ بڑا اور پیشانی کشادہ تھی۔ سیاہ رنگ کے سوت میں ملبوس تھا.... اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی.... خوبصورت اور اسماڑ۔

"مم... میں... پ پ ناٹ کلب جانا چاہتا ہوں!" عمران نے جھلائے ہوئے لجھ میں کہا۔

"اوہ... تو آپ...! پ پ ناٹ ہی کے چھانک پر موجود ہیں...!" بڑھنے لگا۔

”تو اس سے کیا ہوتا ہے....!“  
”جی....!“ بوڑھے کے لمحے میں حیرت تھی۔  
”جی ہاں....!“

”میں بالکل نہیں سمجھا جناب....!“ بوڑھے نے تشویش کن لمحے میں کہا۔  
”اچھا سمجھئے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں شپ ٹاپ کے لئے ٹیکسی کی تلاش میں تین میل سے پیدل چلا آ رہا ہوں.... یہاں بڑی مشکل سے ایک ملی بھی تو یہ مصیبت.... میری بات ڈرائیور کی سمجھی میں نہیں آ رہی!“

”لیکن اب تو آپ شپ ٹاپ کے چھانک ہی پر ہیں....!“ بوڑھے نے ہس کر کہا۔  
”ہوا کروں.... اس سے کیا ہوتا ہے....!“ عمران کے لمحے میں جلاہٹ تھی۔

”تمال ہے بھی....!“ بوڑھا انہیں پڑا۔ اس بار لڑکی بھی بھی تھی۔

بوڑھا چند لمحے سوچتا ہا پھر پچھلی نشست کا دروازہ کھولتا ہوا لڑکی سے بولا۔ ”اندر بیٹھ جاؤ!“  
عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں دوسری طرف کھسک گیا۔ ٹیکسی ایک الیکٹرک پول کے قریب کھڑی تھی اس لئے اس کے اندر تار کی نہیں تھی۔ عمران کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا جس پر شدید ترین بوکھلاہٹ کے آثار بخوبی دیکھے جاسکتے تھے۔

لڑکی بیٹھ پہنچی تو بوڑھا لگا دروازہ کھول کر ڈرائیور کے پاس جایا۔

”اب گاڑی کو سڑک پر نکال کر گھماو۔ اور چپ چاپ دوبارہ اندر چل جلو۔!“ اس نے ڈرائیور سے کہا۔

”جناب.... جناب.... آپ بھی....!“ ڈرائیور ہکلایا۔

”مفت نہیں.... اجرت ملے گی....!“ بوڑھا اس کاشانہ ٹھپکتا ہوا بولا۔  
ڈرائیور نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑاتے ہوئے گاڑی بڑھائی اور پھر اسے موڑ کر دوبارہ چھانک سے گذر تا چلا گیا۔ پورچ میں گاڑی رکی۔

”اڑتےے جناب!“ بوڑھے نے مزکر عمران سے کہا۔ ”اس وقت آپ عمارت کی پورچ میں ہیں!“  
عمران دوسری طرف کا دروازہ کھول کر نیچے اڑتے آیا۔ اور لڑکی کے لئے دروازہ کھولے رکھنے کی بجائے جھپٹ کر ڈرائیور کے پاس آیا۔ جیب سے پانچ کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا

بول۔ ”آئندہ کسی شریف آدمی سے بحث نہ کرنا سمجھے!“

”بہت اچھا صاحب....!“ ڈرائیور نے نوٹ لیتے ہوئے ہنس کر کہا۔ ”شکریہ!“

عمران آگے بڑھ گیا۔ دفتار پشت سے آواز آئی۔ ”ارے جناب ایسی بھی کیا بے مردوں!“

عمران رک کر مڑا۔ یوڑھا اور لڑکی اس کی جانب بڑھے آرہے تھے۔

”م..... معاف... فرمائیے....!“ عمران نے جھینپی ہوئے انداز میں کہا۔

”میں سمجھا شاہد... یہاں لوگ ایسی ہی بے مردوں سے پیش آتے ہوں گے!“ بوڑھے نے کہا۔

اور عمران ہونٹوں ہی میں کچھ بڑھا کرہ گیا۔

ہال میں پیچ کرہا انہیں اپنی مخصوص میز پر لے گیا۔

”بہت بہت شکریہ....!“ یوڑھا پیٹھتا ہوا بولا۔ ”ہم یہاں اجھی ہیں.... یہ میری بیٹی میرا

تھدق ہے.... میں تصدق صدیق ہوں.... کینیا کا باشندہ.... نیروں میں گھر ہے.... اصلاً تو

یہیں کا باشندہ سمجھنا چاہئے.... دادا جان کینیا ہی میں جا بے تھے.... اب وہاں کا شہری سمجھے!“

”بب.... بڑی.... وہ ہوئی.... کیا؟ خوشی....!“ عمران نے اس سے مصافہ کیا۔

”میں جس فرم کا پار نہ ہوں اس کی ایک شاخ یہاں بھی ہے۔ میں اس کی دیکھ بھال کے لئے

یہاں آیا ہوں....!“

”بب.... بڑی خوشی ہوئی....!“

”مجھے نیروں ہی میں معلوم ہوا تھا کہ آپ لوگ بہت ملن سار اور خوش اخلاق ہوتے ہیں!“

”پپ.... پتہ نہیں....!“

”آپ کا نام....!“

”علی عمران.... امک۔ امی۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ذی۔ (آکسن)“

”پی۔ ایچ۔ ذی!“ اس نے حیرت سے دھرایا۔

”جی ہاں.... آئس کریم کے ڈاکٹروں کو پی۔ ایچ۔ ذی ہی ملتی ہے....!“

”تو آپ آئس کریم کے ڈاکٹر ہیں....!“

”جی ہاں....!“

”بد قسمتی ہے کہ سر دیوں کا زمانہ ہے ورنہ دیکھتے کہ آپ کیسی آئس کریم بناتے ہیں!“

وہی آر کشرا دھن بد لئے کیلیئر کا اور فضا پر اسی بو جھل سی خوشی مسلط ہو گئی جیسے وہاں کوئی نہ ہو۔  
پھر اچانک کسی بُلی کے چینخے کی آواز آئی.... اور عمران کا بوڑھا مہمان بیساختہ اچھل پڑا....  
بُھری اور کانٹا ہاتھوں سے چھوٹ کر پلیٹ میں آر ہے۔

اب عمران نے دیکھا کہ وہ نیپکن سے اپنے ہاتھ صاف کر رہا ہے... چھرے پر خوف کے آثار بھی  
ٹھر آر ہے تھے۔ لڑکی بھی کچھ بد خواس کی سے لگ رہی تھی اور اس نے بھی اپنے ہاتھ روک لئے تھے  
آر کشرا نے سماں تھا امریکن کاک ٹیل شروع کر دی۔

”کیوں جتاب کھائیے نا....!“ عمران نے بوڑھے کو گھورتے ہوئے کہا۔  
”بُب... بُس.... شکریہ....!“

”آپ نے کھایا ہی کیا....?“

”بس اتنا ہی کھاتا ہوں....!“ وہ غالباً بردستی مسکرا یا۔

لڑکی کی آنکھوں سے بے چینی مترش تھی.... اس نے مستفسرانہ نظرؤں سے بوڑھے کی  
طرف دیکھا.... اور بوڑھا اٹھتا ہوا بولा۔ ”میں ابھی آیا۔“

”مُم.... میں....!“ لڑکی نے کچھ کہنا چاہا۔

”تم بیوی....!“ بوڑھے نے کہا اور تیری سے آمد و رفت کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔  
”آپ تو کھائیے نا....!“ عمران نے لڑکی سے کہا۔

”جج.... جی ہاں....!“ لڑکی چوک پڑی اور دروازے کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

”یہ کلکش لیجے....!“

”جی شکریہ.... جی ہاں.... کھاؤں گی....!“

”نیروں میں مرغ کیا حساب ملتے ہیں....!“

”پتہ نہیں....!“ وہ اسے غور سے دیکھتی ہوئی بوی۔

”میں اکثر سوچتا ہوں....؟“ عمران ٹھہڑی سانس لیکر بولا اور جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

”کیا سوچتے ہیں....!“

”کچھ نہیں.... چھوڑیے.... جانے دیجئے....!“ عمران نے شرما کر کہا۔

”اوہ.... بتائیے نا.... کیا حرج ہے....!“

”بھری ہوئی تھی.... عجیب خواب تاک سماحوں تھا۔

”گریسوں میں سکی....!“ عمران احتفانہ انداز میں مسکرا یا۔

”یہ شہر مجھے بہت پسند آیا ہے....!“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہی کو اشارے سے بلا کر تین آدمیوں کے کھانے کے لئے کہا۔  
”ارے تکلیف نہ کیجئے....!“ بوڑھے نے کہا۔

”جیں تکلیف کی کیا بات.... آپ مہمان ہیں ہمارے!“

”واقعی بڑے خوش اخلاق ہیں آپ لوگ....!“

”میں آپ سے متفق نہیں ہوں پاپا....!“ فتحعلیزادی بول پڑی۔

”کیوں....?“

”انہوں نے ابھی تک مجھ سے بات بھی نہیں کی.... کیا یہ بد اخلاقی نہیں ہے....!“

”ارے نہیں بھی....!“ بوڑھا جلدی سے بولا۔

”مُم.... میں.... مُم.... معاف چاہتا ہوں....!“ عمران گھس گیا۔

”آپ کچھ خیال نہ کیجئے گا.... یہ بہت زندہ دل لڑکی ہے۔“

”ہونا چاہئے.... ہونا چاہئے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”کیا ہونا چاہئے....!“ لڑکی نے پوچھا۔

”مل... لڑکی۔“ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا اور وہ دونوں ہی ہنس پڑے۔

کھانے کی ٹرالی آئی.... میں تاپ میں بھتے میں ایک دن مستقل مبڑوں کو انتظامیہ کی پسند

کھانا بھی زہر مار کر تاپتا تھا.... آج وہی دن تھا۔

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے....!“ بوڑھے نے کہا۔ ”خود کھانوں کے انتخاب کی جھنجھٹ میں

نہیں پڑتا ہوتا۔!“

”بھتے میں ایک دن!“ عمران بولا اور پھر بوڑھے کے استفادار پر کلب کے قواعد بتائے۔

”پڑھتے میں ایک ہی دن سکی... اس الجھن سے نجات تو مل ہی جاتی ہے کہ کیا کھانا چاہے۔“

کھانے کے دوران میں وہ خاموش ہی رہے... کبھی کبھی لڑکی عمران کو متھرانہ انداز میں

گھورنے لگتی تھی۔ آر کشرا سلو فوس ٹروٹ بجارتا تھا.... پورے ہاں میں مدھم سی نیلی روڑڑ

بکھری ہوئی تھی.... عجیب خواب تاک سماحوں تھا۔

”یقین سمجھے کہ سب نمیک ہے....!“

”میرا سر پہلے سے بڑا ہو گیا ہے....!“

”میرا خیال ہے کہ آپ اس وقت بذریعہ میکنیکی لیگ گلاس سوچ رہی ہیں!“

”میرا مذاق از رہے ہیں آپ....!“ اس نے تلخ لجھ میں پوچھا۔

”ارے.... تو بہ.... تو بہ....!“ عمران اپنا منہ پیشے لگا۔

”نہیں.... بھی بات ہے....!“

”مم.... میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں....!“

”تم گدھے ہو....!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”مح.... مح....!“

”شت.... اپ....!“

”خدا کسی موڑ ملکیک کی یہوی بنائے آپ کو....!“ عمران نے اسے بد دعا دی۔

”میں تھپٹ مار دوں گی.... اگر بد تمزی کی....!“

”اس صورت میں کھانے کامل آپ ہی کو ادا کرنا پڑے گا کیونکہ لاکیوں سے تھپٹ کھانے کے بعد مجھے ہوش نہیں رہتا!“

”سور!“ اس نے سامنے رکھی ہوئی پلیٹ عمران کے منہ پر دے ماری اور عمران اچھل کر کرڑا ہو گیا۔ پلیٹ خالی تھی۔ ورنہ حلیہ ہی بگڑ کر رہ جاتا۔ وہ بڑی پھرتی سے کرسی ہٹا کر پچھے ہٹ گیا۔ اب تو میز پر رکھی ہوئی ساری ہی چیزیں اس پر برس رہی تھیں۔ اور وہ اچھل کو دکھو دکھو کو ان کی زد سے بچا رہا تھا۔ اس ہڑبوگ سے ہال کے دوسرا لوگ بھی متاثر ہوئے۔ لڑکی کی چیلکی ہوئی چیزیں دوسروں پر پڑی تھیں۔

لوگ جی رہے تھے۔ اور کلب کے منتظمین اس طرح اوہر اور بھاگ رہے تھے جیسے ان کی کچھ میں نہ آرہا ہو کہ اس ہنگامے پر کس طرح قابو پائیں۔

پھر لڑکی نے میز الٹ دی اور ایک بوڑھے آدی کی چھڑی چھین کر عمران پر حملہ کر دیا۔

اور کوٹ اور چھڑیاں عموماً کلکوک روم ہی میں رکھوائی جاتی تھیں لیکن یہ ایک نامعمول چھڑی نہ جانے کیسے اس وقت ہال میں بھی آگئی تھی جس نے مآل کار خاصی ہڑبوگ مچواری تھی۔

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اور چہرے پر اندر ورنی کنگش کے آثار نظر آتے رہے پھر تھوڑی دیر بعد وہ بکلاہ بکلا کر پچھا نہ اندراز میں بولا۔ ”کاش میرے کوئی بچا بچپن ہی میں نیز وہی بھاگ گئے ہوں... وہاں انہوں نے بہت سی دولت کمائی ہو اور وہیں کی کسی جہش سے شادی کر لی ہو اور ارب اچانک واپس آ جائیں بال پھوپھوں سیست سب سے بڑی لڑکی کی عمر اٹھا رہا یا انہیں سال ہوا اور وہ بھی اپنی ماں ہی کی طرح جہش ہو۔“

”کیا بات ہوئی....!“ لڑکی ہٹنے لگی۔

”نہیں میں بچ کرہا ہوں.... سیاہ رنگت اور موٹے ہونٹ میری بہت بڑی کمزور ہے۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”لڑکی نے اسے گھوڑ کر دیکھا۔ شاند سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کہیں وہ اسے یو تو فٹ نہیں بنا رہا۔“

”آپ جیرت انگریز ہیں....!“ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”یہی تو مصیبت ہے!“ عمران ٹھٹھی سائنس لے کر بولا۔ ”کاش میں جیرت انگریز ہوتا!“ لڑکی کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ عمران چھپری اور کائنٹ کی طرف متوجہ تھا اور اسکے چہرے پر گھری تشویش کے آثار تھے۔

کچھ دیر تک وہ خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ پھر دفتار لڑکی نے چھپری اور کائنٹ پلیٹ مٹ رکھ دیئے اور دونوں ہاتھوں سے کپٹیاں دبانے لگی۔

عمران نے مستفرانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ لڑکی کے چہرے پر اضھمال طارہ ہو گیا تھا اور پلکیں اس طرح جھلک پڑ رہی تھیں جیسے نیند کا غائب ہو۔

”گت.... کیوں.... کیا بات ہے....!“ عمران نے پوچھا۔

”کیا آپ کو میرا سر پہلے سے بڑا لگ رہا ہے....؟“ اس نے جھکی تھکی سی آواز میں کہا۔

”جی نہیں تو....!“

”غور سے دیکھئے....!“

”میں دیکھ رہا ہوں....؟“

”پھر بتائیے....!“

چھپری ہاتھ میں آنا ہی تھا کہ لڑکی نے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کے بھی دوچار ہاتھ جھاؤ دیئے۔ پھر عمران پر بھی جھپٹی لیکن اس نے اس کے وار خالی دیئے۔ اس کے بعد اچاک نہ جانے کیا ہوا کہ ہال کے سارے بلب بھگ گئے... اب گمراہ اندر ہرا تھا اور مختلف قسم کی آوازوں سے کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے۔ عمران جو بوجبوکھلا گیا تھا... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچاک یہ کیا ہو گیا۔

پھر جلد ہی روشنی ہو گئی لیکن شور بدستور جاری رہا... لڑکی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ لوگوں نے عمران کو گھیر لیا اور وہ احتمانہ انداز میں ایک ایک کی صورت دیکھتا رہا... وہ زندگی کی یکسانیت سے آنکر نئے پن کی تلاش میں ضرور نکلا تھا... لیکن ایسا بھی کیا نیا پن!



دو آدمی جو صورت ہی سے خطرناک معلوم ہوتے تھے۔ القہرہ (ہوٹل) کے ایک کمرے میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔ مضبوط جسم اور چوڑے چکلے اعضا وائے... دونوں کے جبڑوں کی ساخت سے سخت گیری عیاں تھی... ایک کے باسیں ہاتھ میں اخبار تھا... اور دوسرے ہاتھ میں چائے کی پیالی... دوسرا مہتری اور کائنے سے تلتے ہوئے پارچوں پر زور آزمائی کر رہا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ سے پیالی چھوٹ پڑی اور اخبار بھی دور جا گر۔

”کیا یہودگی ہے...!“ پہلا کرسی چیچھے کھکھاتا ہوا غایبا۔ چائے اس کے کپڑوں پر گری تھی۔ ”بھاگو...!“ دوسرے نے بوکھلائے ہوئے لجھ میں کہا۔

”میا بک رہے ہو...!“

”ست... تصدق اور میرا...!“

”کیا مطلب...!“ پہلا بھی بوکھلا گیا۔

دوسرے نے چھپت کر دروازہ بند کیا اور چھپنی پڑھادی... اور تیزی سے اخبار اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”خبر دیکھو...!“ پٹ ناٹ کلب میں ہنگامہ...!

پہلا بند آواز سے خبر پڑھنے لگا۔

”پٹ ناٹ کلب میں ہنگامہ...!“ میں کی جیخ پر باب غائب اور بیٹی کا سر پبلے سے بڑھ گیا... ۷۲ دسمبر کی شب کو سائنس کے ایک اسکالر مسٹر علی عمران ایم ایس سی۔ ذی ایس

ہی (آکسن) کو ٹپ ناٹ کلب میں ایک حریت انگیز واقعہ پیش آیا۔ مسٹر عمران کلب کے مستقل ممبر ہیں پچھلی رات کلب کی کپڑاٹی میں انہیں دو غیر ملکی ملے... انہوں نے بتایا کہ وہ کینیا (نیرولی) کے باشندے اور شہر میں اجنبی ہیں... مسٹر عمران نے ازراہ مہمان نوازی انہیں رات کے کھانے کے لئے مدعا کیا... مرد نے اپنا نام تصدق صدیق بتایا تھا اور لڑکی نے میریا تصدق۔ مسٹر عمران کے بیان کے مطابق وہ باب بیٹی تھے کھانے کی میز پر رسی گفتگو ہوتی رہی۔ پھر جیسے ہی آرکسٹرانے موسيقی بند کی ایسا معلوم ہوا جیسے قریب ہی کہیں کوئی بلی چھپتی ہو! لڑکی کے ساتھی نے کھانا روک دیا اور کوئی عذر کر کے وہاں سے غائب ہو گیا۔ لڑکی مسٹر عمران کے ساتھ کھانا کھاتی رہی۔ پھر اس نے مسٹر عمران سے پوچھا کیا انہیں اس کا سر پبلے سے کچھ بڑا معلوم ہو رہا ہے۔ مسٹر عمران نے کہا انہیں اور وہ یک بیک پھر گئی... انہیں برا بھلا کرنے لگی اور اس پر زور دیتی رہی کہ اس کا سر یقین طور پر پبلے سے بڑا ہو گیا ہے۔ مسٹر عمران تردید کرتے رہے۔ آخر کار اس نے ان کے منہ پر شور بے کی قاب کھینچ ماری.... پھر ہنگامہ بڑھ گیا پورے ڈائینگ ہال میں افراғ فری مجھ گئی... کئی لوگوں کے کپڑے برپا ہو گئے کیونکہ لڑکی بھونٹانہ انداز میں دوسرا میزوں سے بھی شور بے کی قابیں اٹھا اٹھا کر مجھ پر پھینک رہی تھی۔ پھر ہال کی روشنی غائب ہو گئی۔ دوسرا بار جب بلب روشن ہوئے تو لڑکی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ مجھ نے مسٹر عمران کو گھیر لیا اور وہ بڑی مشکل سے لوگوں کو یقین دلا سکئے کہ وہ ایک شریف آدمی ہی نہیں بلکہ کلب کے مستقل ممبر بھی ہیں۔ لڑکی اور اس کے ساتھی کا کہیں سراغ نہ مل سکا۔ پولیس کلب کے مجرم کی طرف سے روپرٹ درج کر کے مزید تفصیل کر رہی ہے!“

خبر ختم کر کے پہلا آدمی خاموش ہو گیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔ دونوں بڑی دریں کم خاموش کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر ایک نے کہا۔ ”یہ جاں بچلا گیا ہے!“

”گک کیوں... کیسے...!“ دوسرے نے چونک کر کہا۔

”وہ یہ تو جانتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ کہاں مقیم ہیں!“

”یہ تم کیسے کہ سکتے ہو...!“

”اوہ... اس طرح جو اس کھو پڑتے ہو...!“ کھو پڑی استعمال کرو!“ اس نے جھنجلا کر کہا۔

”ارے تو تم ہی بتاؤ...!“ میں تو واقعی...!

”شش.... اس طرح تو پچھے بھی نہ ہو سکے گا.... خود کو سنجنالو....!“  
 ”چلو بابا.... بتاؤ بھی تو.... کہ تم کیا سمجھے ہو....!“  
 ”پیلسنی.... وہ یہاں اپنی موجودگی کی پیلسنی کرانا چاہتے ہیں تاکہ ہم ان کے متعلق پوچھ گجھ  
 کرتے پھریں اور اس طرح انہیں ہمارا سراغ مل جائے۔“  
 ”بات تو تھیک ہے....!“ وہ پچھہ سوچتا ہوا بولا۔ ”پھر اب کیا کرو گے....!“  
 ”باس کو اطلاع دی جائے۔!“

”اوہ.... کیا اس نے اخبار نہ دیکھا ہو گا۔!“  
 ”ضروری نہیں ہے....!“  
 ”دوسرا ہی لمحے میں کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ ایک دم خاموش ہو گئے۔  
 دستک پھر دی گئی۔

”کون ہے....؟“ ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔  
 ”باس....!“ باہر سے آواز آئی اور وہ دونوں ہی بوکھلائے ہوئے انداز میں دروازے کی  
 طرف بڑھے۔

دروازہ کھلا اور ایک سیاہ قام آدمی کمرے میں داخل ہوا جس کا قد سارا ہے چار فٹ سے زیادہ نہ  
 رہا ہو گا۔ لیکن پھیلاؤ اسے کسی گینڈے ہی کا ہم قبیل بنا کر پیش کر رہا تھا۔ بس اسے دیکھ کر گینڈے  
 ہی کا تصور ہن میں امکن سکتا تھا۔ براؤن رنگ کے سوت میں ملبوس تھا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر  
 فرش کی طرف جھکتے چلے گئے۔

”دروازہ بند کر دو....!“ وہ کرسی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا۔.... وہ کرسی پر بیٹھے چکا تھا۔ دونوں مددب کھڑے رہے۔  
 ”تم نے اخبار میں کلب والی خبر دیکھی....!“ اس نے ان کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

”لیں باس....!“ دونوں نے بیک وقت جواب دیا۔

”اس مشر عمران کا پتہ لگاو....!“ اس نے کہا۔

پھر کمرے کی فضاض پر بوجھل سا سکوت طاری ہو گیا۔ کبھی کبھی وہ دونوں اپنے خشک ہونٹوں پر  
 زبان پھیرنے لگتے تھے۔

”تم میں سے کون کرے گا یہ کام....؟“ سیاہ قام آدمی نے پوچھا۔  
 ”لل.... لیکن.... بس....!“ ایک ہکلایا۔  
 ”جلدی سے کہو.... کیا کہنا چاہتے ہو....!“  
 ”انہیں ہماری تلاش ہے.... یہ حرکت انہوں نے اسی لئے کی ہے کہ ہم انہیں ڈھونڈنا  
 شروع کر دیں۔!“  
 ”تو پھر....؟“

”اوہ.... بس.... تو پھر وہ بڑی آسانی سے ہم تک پہنچ سکیں گے۔!“  
 ”تم میں سے جو بھی یہ کام کرے گا بقیہ لوگوں سے دوڑھی رہے گا۔!“ اس نے کہا۔ چند لمحے  
 خاموش رہا پھر مسکرا کر بولا۔ ”اس طرح وہ ہماری نظروں میں آجائے گا۔!  
 ”لیکن اس ایک آدمی کا کیا حشر ہو گا جو عمران سے پوچھ گچھ کرے گا۔!  
 ”مجھے اس کی پرواہ نہیں....!“ سیاہ قام آدمی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنم دی۔  
 ان دونوں کے چہرے فتن ہو گئے۔

”تم جلدی سے فیصلہ کرو کہ یہ کام کون انجام دے گا۔!“  
 ”ہم دونوں ہی کیوں....؟“  
 ”شش اپ.... میں بحث نہیں پسند کرتا۔ تم دونوں ہی مقامی زبان اچھی طرح بول اور سمجھ  
 سکتے ہو.... دوسرا نہیں۔!  
 ”لل.... لیکن....!“  
 ”میں کہہ رہا ہوں.... جلد فیصلہ کرو....!“

دونوں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک دونسرے کی طرف دیکھا اور پھر سیاہ قام آدمی کی  
 طرف دیکھنے لگے۔

”آپ ہی فیصلہ کر دیں....!“ ایک نے خشک ہونٹوں پر زبان پچیر کر کہا۔  
 ”تم....!“ اس نے اسی کی طرف انگلی اٹھائی۔ ”اسی وقت وکٹوریہ ہوٹل میں چلے جاؤ.... اب  
 ہم سے ملنے کی کوشش نہ کرنا.... جاؤ....!“  
 وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔.... ان دونوں ہی کے ہونٹوں پر تنفر آمیز کھچا و نظر آرہا تھا۔

”پاگل ہو گیا ہے...!“ درس ابڑیا۔

لیکن جسے دکٹور یہ ہوٹل جانا تھا...! سر پکڑ کر کر سی پرڈھیر ہو گیا۔



عمران اپنی مخصوص میز پر تھا بیٹھا بڑے انہاں سے جاز سن رہا تھا۔ نئے سال کی پہلی رات تھی۔ ڈائینگ ہال میں اس کے علاوہ شاکنڈ ہی کوئی دوسرا جوان آدمی بھی موجود رہا ہو۔ جو انوں کی بھیڑ تو بال روم میں رنگ رویاں منار ہی تھیں۔

آج بھی عمران کی دلچسپی تھی۔ یعنی تھری پیس سوت میں تھا اور آنکھوں پر عینک اور کوٹ اور ناپ ہیت تو کلوک روم ہی میں رکھ دینے پڑے تھے ورنہ وہ یہاں بھی شاکنڈ ہیت جا کر ہی بیٹھتا۔ عینک میں خاصاً محمر اور سمجھیدہ دکھائی دینے لگتا تھا۔

اس وقت جاز سن رہا تھا اور چہرے پر کچھ ایسی غم آلود سمجھیدگی طاری تھی جیسے جاز نہیں تدفین کی الم اغیز مو سیقی سن رہا ہو۔

انتہے میں کلب کے باور پی خانے کا سپروائزر اس کی میز کے قریب رکا اور بڑے ہمدردانہ لمحہ میں بولا۔ ”آپ بہت اداں نظر آرہے ہیں جتاب والا!“

عمران چونکہ کراس طرح اسے دیکھنے لگا بھیسے اس نے کسی ناقابل فہم زبان میں پکھ کہا ہو۔ ”پارٹر بھی مہیا ہو سکتا ہے...!“ سپروائزر نے مسکرا کر کہا۔ ”نئے سال کی پہلی رات اتنی اداں تو نہ ہوئی چاہئے!“

”تم ایک رات کی بات کر رہے ہو... اچھے آدمی...!“ عمران مٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”مچھ تو یہ پورا سال ہی ادا سیوں کی چھاؤں میں بسر کرتا ہے!“

”بہت افسوس ہوا...!“ سپروائزر نے مغموم لمحہ میں کہا۔ ”کیا میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں...!“

”شکر قند...! میرے مرض کا واحد علاج ہے!“

”میں نہیں سمجھا جتاب...!“

”وقت ہو تو تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ...!“

”ضرور ضرور... فرمائیے...!“ وہ بیٹھتا ہوا بولا۔

”شکر اور قند نہ صرف ہم ڈائکٹے بلکہ قریب قریب ہم معنی بھی ہیں... پھر یہ کیسا نام ہے۔“

سائنٹس میں تو اس قسم کے مرکبات ہرگز نہیں پائے جاتے!“

”سائنٹس اور زبان میں فرق ہے جتاب...!“

”لیکن زبان سائنٹس سے پہلے پیدا ہوئی تھی...!“

”میں کیا عرض کر سکتا ہوں...!“ سپروائزر نے آتا تھے ہوئے انداز میں کہا۔

”نہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے... غالباً یہ شکر کند تھا... شکر کند زمین ہی سے کھو دی جاتی ہے نا... کند... کھو دنا... یا پھر ستر قدم ہو گی۔ کیونکہ بھون کر کھائی جاتی ہے۔!“

”یہ آپ شکر قند کہاں سے نکال یہیں... میں تو عرض کر رہا تھا کہ اگر پارٹر کی ضرورت!“

”یہ اس سے زیادہ ضروری ہے... کیونکہ غلط نام سے کھائی جا رہی ہے۔!“

”آپ کے طبق میں تو نہیں کھائی جاتی۔!“ سپروائزر جھنجلا کر بولا۔

”میں طبقاتی سماں کا قابل نہیں ہوں... بہر حال شکر قند...!“

”میں معافی چاہتا ہوں جتاب!“ سپروائزر امتحانا ہوا بولا۔ ”مچھے شکر قند سے کوئی دلچسپی نہیں!“

”سننے تو کہی۔“ عمران اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ ”دلچسپی پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔“

”مکال کرتے ہیں آپ بھی...!“ وہ پھر جھلا گیا۔ ”اچھی زبردستی ہے۔!“

”آپ کے فائدے کی بات ہے...!“

”لا جول دلوقتہ....!“ وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھ گیا۔ اور عمران نے مایوسانہ انداز میں مٹھنڈی سانس لی۔

جاز بذستور جاری تھا.... اکثر اوپنگتے ہوئے بوڑھوں کے سر تال دے رہے تھے۔ قریب ہی

کی میز پر ایک بوڑھے نے اپنی سا تھی بڑھیا سے کہا۔ ”لیکن امانہ تھا جب جاز ناپتے بھی تھے۔!“

”زانہ پھر پلتے گا....!“ بڑھیا نے مٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”لوگ پھر جاز ناچیں گے۔!“

”میری بلاسے جہاز بھی ناچیں....!“ عمران نے بڑا کرشانے سکوڑے۔

بڑی عجیب بات تھی۔ وہ کلب کا باضابطہ مجرم تھا۔ روزانہ کا بیٹھنے والا۔ لیکن کلب کی مخصوص

”دلچسپیوں“ میں کبھی حصہ نہیں لیتا تھا۔ اکثر لڑکیاں اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتیں لیکن اس کے کان پر جوں نہ ریختی۔

آج بھی کئی لڑکیوں نے کوشش کی تھی کہ نئے سال کی تقریبات میں وہ ان کا پارٹر بننے لیکن

اس نے اپنے مخصوص انداز میں "بتر اسٹیٹ" چھانٹ کر انہیں بے حد بور کر دیا تھا۔ لڑکیوں سے گفتگو کرتے وقت تو اس کا لجھ خاص مریبینہ ہوتا تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا پہیسے کوئی بہت ہی جہاندیدہ تم کے دادا جان اپنی نا سمجھ پوتیوں کو کسی معاملے میں بہلانے کی کوشش فرمادی ہے ہوں۔

آج تو وہ خود بھی بڑی اکتاہت محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سوچا اب انھی جائے پھر انھی رہا تھا کہ "معاف فرمائیے گا" کی آواز نے اسے نہ صرف بیٹھ جانے بلکہ گردن گھمانے پر بھی مجبور کر دیا۔ "آپ ہی مسٹر علی عمران ہیں....!" اجنبی نے کہا۔

"جج.... جی ہاں....!"

"کیا میں کچھ دیر ہیاں بیٹھ سکتا ہوں....!"

"میں میز خالی کر رہا ہوں۔!"

"جی یہ مطلب نہیں.... آپ بھی تشریف رکھیں۔ آپ سے کسی مسئلے پر گفتگو کرنی ہے۔"

"اچھی بات ہے....!" عمران نے مردہ سی آداز میں کہا اور بیٹھ گیا۔

اجنبی دراز قد اور مضبوط جسم والا تھا.... عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہو گی۔ چہرے پر زخموں کے نشانات تھے۔ لباس کے معاملے میں باسلیقہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن بھر بھی کوئی ایسی چیز ضرور تھی اس کی شخصیت میں جس کی بناء پر عمران اس کے متعلق کوئی اچھی رائے قائم نہ کر سکا۔

"فرمایے!" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"آپ سائنس کے اسکار ہیں....!"

"جی ہاں.... لوگ ہی سمجھتے ہیں....!" عمران نے شرما کر کہا۔

"خاص مضمون....!"

"کیمسٹری....!"

"بس تو پھر کام بن گیا....!" اجنبی خوش ہو کر بولا۔ "میں دراصل رنگماز ہوں۔ اب چوڑیوں کا ایک کارخانہ قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں.... لہذا رنگوں کے سلسلے میں.... اوه آپ بور تو نہیں ہو رہے۔"

"جی قطبی نہیں....!" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ.... ہاں.... خوب یاد آیا.... وہ واقعہ شاکد آپ ہی کو پیش آیا تھا....!"

"جی کون سا واقعہ....!"

"ترے.... وہی اس لڑکی نے جوہ نگاہ پر پا کیا تھا ہیاں....!"

"اوہ.... ارے.... وہ....!" عمران خواہ خواہ بہنے لگا۔

"سمال ہو گیا.... کیا وہ نئے میں تھی....!"

"پتہ نہیں....!"

"پھر بھی آخر بات کیا ہوئی تھی....!"

"بھی تو میں بھی سوچ رہا ہوں کہ بات کیا ہوئی تھی....?"

"اور پھر وہ غائب بھی ہو گئی تھی....؟" اجنبی نے حرمت سے پوچھا۔

"جی ہاں.... بالکل حرمت انگلیز.... ورنہ اگر عورتیں خنا ہو جائیں تو قیامت تک چھاتی پر

چڑھی نیٹھی رہیں.... اس کے غائب ہو جانے پر تو حرمت ہے مجھے!"

"اور.... اور اس کا ساتھی....!"

"وہ تو پہلے ہی غائب ہو گیا تھا....!"

"اس کا حلیہ بتا سکیں گے آپ....!"

عمران نے کان کھڑے کئے.... لیکن پھر فوراً ہی سنبھل کر بولا۔ "صورت سے خاص اشتراک

آدمی معلوم ہوتا تھا۔ سفید اور گھنی موچھیں تھیں۔"

"با سکیں گاہل پر اپنہ اہوا ساری رنگ کا تل بھی ہو گا....!"

"اوہاں.... جی ہاں.... جی ہاں....!" عمران پر جوش انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"آس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کا قیام کہاں ہے....؟"

"جی نہیں....!"

"اس واقعہ سے پہلے بھی کبھی بھی ہیاں انہیں دیکھا تھا....!"

"ممکن ہے دیکھا ہو.... یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔"

"اجنبی خاموش ہو کر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ عمران میز پر کہیاں بیک کر کسی قدر آگے جک

کیا تھا اور بغور اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر بیک اسے سنبھل جانا پڑا۔ کیونکہ

چھپے اور عمران تیر کی طرح باہر نکلا چلا آیا۔ برآمدے میں نامٹا تھا پرچ بھی ویران نظر آئی۔ دور میک کسی کا پتہ نہیں تھا۔

وہ پھر ہال میں واپس آگیا۔ جبکی کا جسم ساکت ہو چکا تھا اور سر کے گرد فرش پر خون پھیلا ہوا تھا۔  
”یہ انہیں حضرت کی میز پر تھا...!“ مجع سے کسی نے کہا۔

کچھ دیر پہلے بھی پتختی گئی.... حلقت کا پولیس اسٹیشن قریب ہی تھا... پوچھ گئے شروع  
ہوئی لیکن کوئی بھی دو ثقہ سے نہ کہہ سکا کہ اس نے فائز کی آواز سنی تھی۔

دوسروں کی زبانی یہ معلوم ہوتے ہی کہ مرنے والا کچھ دیر قبل عمران کے ساتھ نظر آیا تھا  
پولیس پارٹی کے انچارج نے اس پر سوالات کی بوجھاڑ کر دی۔

”کیسے باور کر لیا جائے کہ وہ آپ کے لئے اجنبی تھا!“ انچارج نے غصیل لمحے میں کہا۔

”نہ باور کیا جائے...!“ عمران نے لاپرواٹی سے شانے سکوڑے.... ”ویسے باور کر لینے میں  
آپ اس اجنبی سے نجات پا جاتے کہ کیسے باور کر لیا جائے...!“



پھر بات محکمہ سراغ رسائلی کے سپرنٹڈنٹ کیپن فیاض تک چاہپنی۔ جس وقت وہ متعلقہ تھانے  
میں پہنچا عمران سینڈ آفیسر کو کتفیو شس کی تعلیمات کا لاب لاب سمجھا رہا تھا۔ کہہ رہا تھا ”جس  
طرح چاول کا ایک دانہ خاک میں مل کر اسکی دانے پیدا کرتا ہے اسی طرح ایک نیکی ہزار نیکیوں کو  
جم ج دیتی ہے اور نیکی کیلئے دل پر جر کرتا پڑتا ہے۔ اس دانے کی طرح خاک میں ملتا پڑتا ہے۔“  
”لیکن نیک صاحب...!“ کیپن فیاض نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”آخر آپ کی  
میز پر ہنگے کیوں اگتے ہیں۔“

”اوہ...!“ عمران چوک کر بولا۔ عینک اچھی طرح ناک پر جماں اور فیاض کو خالی الہمنی کے  
سے انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہی تو میں انپکٹر صاحب کو بتا رہا تھا.... تشریف رکھے....  
جناب او ہو.... آپ ہیں جناب.... معاف فرمائیے گا.... میں اس وقت خیر.... جی ہاں!“

اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور جیب سے گھڑی نکال کر وقت دیکھا۔

”کیا تم اپنا بیان درج کراچکے ہو...!“

”بالکل.... بالکل....!“

اجنبی کی ناک کا در میانی ابھار قطعی مصنوعی تھا.... پلاسٹک میک اپ کا خاصاً اچھا نمونہ اور موچھیں  
بھی مصنوعی تھیں.... وہ سیدھا بیٹھ گیا اور ٹوٹے والی نظر وہ سے دوبارہ اس کی طرف دیکھا۔  
کچھ دیر بعد اجنبی نے اس سے کہا۔ ”یہ آدمی تصدق نیروں کا ایک مفرد جرم ہے مجھے  
لاکھوں پونڈ کی چوٹ دے کر بھاگا ہے!“

”اوہ...!“ عمران حیرت سے اچھل پڑا۔

”کیا آپ میری مدد کر سکتے گے اس سلسلے میں...!“

”مم.... میں بھلا کیا مدد کر سکوں گا....!“ عمران نے مخصوصہ انداز میں پوچھا۔

”دوبارہ ان لوگوں سے ملاقات ہونے پر کم از کم یہ تو معلوم ہی کر سکتے گے کہ ان کا کہاں  
قیام ہے.... اور پھر مجھے مطلع کر دیں گے!“

”بالکل.... بالکل.... یہ تو بڑی آسانی سے ہو سکے گا....!“

”بس تو پھر رکھئے.... میرا کارڈ....!“ اس نے اپنا ملاقاتی کارڈ عمران کی طرف بڑھاتے  
ہوئے کہا۔ جس پر این کے غزالی چھپا ہوا تھا اور قلم سے تحریر تھا روم نمبر گیارہ.... وکٹوریہ ہوٹل۔

”ضرور.... ضرور....!“ عمران کارڈ لے کر جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ ”آگرہ ملاقات ہو گئی  
تو آپ کو ضرور مطلع کر دوں گا!“

”نہیں بلکہ ان کا پتہ معلوم کر کے مطلع کر دیجئے گا۔ اگر ان سے رقم وصول ہو گئی تو اس میں  
آپ کا بھی حصہ ہو گا۔“

”اوہ.... اوہ....!“ عمران مخصوصہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ ”یہ تو بڑی اچھی بات ہو گی!“  
”اچھا تو اب اجازت دیجئے....!“ وہ اٹھ گیا۔

”تو پھر اپنا بھی حصہ ہو گانا....!“ عمران نے بے شکنے پن کے ساتھ نہ کر پوچھا۔

”یقیناً.... میں سمجھ دی گی سے کہہ رہا ہوں.... پکاؤ عدہ....!“  
اجنبی اس سے مصافیہ کر کے صدر دروازے کی طرف مڑ گیا۔... عمران تنویش کن نظر وہ  
سے اسے دیکھے جا رہا تھا.... اس نے خود کار دروازہ کھول کر غالباً دہننا پیر باہر نکالا ہی تھا کہ اچھل

کر دوبارہ ہال میں آ رہا.... لیکن شاکر اس فعل میں ارادے کا دخل نہیں تھا۔ کیونکہ وہ فرش پر  
چٹ گرا تھا.... اور اس کی پیشانی سے خون ابلی رہا تھا۔ آس پاس کے لوگ انھے کر اس کی طرف

فیاض نے روز ناچہ منگو کر اسکا بیان دیکھا۔ پھر عمران پر ایک اپنی نظر ڈال کر بولا۔ ”چلو“  
”اچھا جا ب....!“ عمران سینئن آفسر کی طرف مصافی کرنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا  
”لکھو شش کے سلسلے میں آپ کو بہت سالہ پیچہ بھجواؤں گا.... خدا حافظ۔!“  
وہ دونوں تھانے سے باہر آئے۔

”کیا تمہارا بیان حرف بحرف صحیح تھا....!“ فیاض نے پوچھا۔  
”جتنا بیان دیا ہے آس کی صداقت میں شب نہیں کیا جاسکتا....!“ عمران نے سمجھی گی سے کہا۔  
”اوہ.... تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تم نے پچھپا بھی ہے۔!“  
”زیادہ نہیں.... صرف اتنا کہ وہ انہیں دونوں پاگلوں کے متعلق پوچھ گھٹ کر رہا تھا۔ جنہوں  
نے تائیں سویں کی شب کو میری مٹی پلید کر دی تھی۔!“  
”نہیں....!“ فیاض کے لمحے میں حرمت تھی۔  
”اور دوسری بات.... پوست مارٹم کے وقت یہ حقیقت بھی ظاہر ہو جائے گی کہ اس کی ناک  
کا درمیانی ابھار مصنوعی تھا اور موچھیں نہیں۔!“  
”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو....!“

”بس کل پوست مارٹم کی روپورٹ کے ساتھ یہ نوٹ بھی دیکھ لیتا....!“  
فیاض پچھناہ بولا۔ عمران نے اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ اس کی جیب میں مرنے والے کاپٹے بھی  
موجود ہے اور نہ سیکی بتایا کہ وہ تصدیق اور میریا تصدیق کے بارے میں پوچھ گھٹ کیوں کر رہا تھا۔  
مرٹک پر پہنچ کر اس نے تجسس آمیر نظروں سے چاروں طرف دیکھا شروع کر دیا۔  
”کیوں.... کیا بات ہے....!“ فیاض نے پوچھا۔  
”ٹیکسی....!“

”کہاں جاؤ گے....!“ میں نے موڑ سائیکل کا سینو کے سامنے کھڑی کی تھی....؟“  
”وکٹوریہ ہوٹل....!“ عمران نے اس انداز میں کہا جیسے کسی ٹرائیکو روکھم دیا ہو۔  
”خیریت.... یہ آج کل ہوٹل کیوں سوار ہیں تم پر.... اور یہ حلیہ کیسا بنا رکھا ہے۔!“  
”تیہیہ کر لیا ہے کہ اب شریفوں کی سی زندگی بس کروں گا۔!“  
”لیکن اب اس قسم کی ٹوبیاں لنبن کے شرفاء میں بھی رانچ نہیں ہیں۔!“

”میں سو سال پہلے کے شرفاء کی بات کر رہا تھا....!“  
”موڑ سائیکل کے پیچے بیٹھ کر عمران نے فیاض کی کرم مضبوطی سے پکڑ لی اور چھتری کو بغل  
میں دبائے رہا۔

”یہ کیا کر رہے ہو....!“ فیاض نے جھنجھلا کر کہا۔ ”کم چھوڑو....!“  
”گرجاؤں گا.... بڑے بھائی.... ویسے بھی دوپیوں کی سواری کا یہ اعتبار....!“  
فیاض خاموش ہی رہا۔  
موڑ سائیکل تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی.... کچھ دیر بعد فیاض بولا۔ ”کیا تم نے  
اس سے پوچھ گچھ کی وجہ نہ پوچھی ہو گی۔!“

”اب میں بھی کیوں خواہ خواہ پوچھ گچھ شروع کر دیتا.... وہ تو مجھے بور کر ہی رہا تھا۔!  
وکٹوریہ ہوٹل پہنچ کر عمران نے رہائشی کر دیا کار رخ کیا۔  
”میں آج کل بہت مصروف ہوں....!“ فیاض بڑدا یا۔

”آؤ تو....!“ عمران اس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔ ”تمہیں ایک مصری رقاصلہ سے ملواں  
گا جو آکسیفورڈ میں آکو چھوٹے پیچھی ہوئی کپڑی گئی تھی۔!“

وہ گیارہ نمبر کے کمرے کے سامنے رکا۔... دروازہ مقفل تھا اور کنجی کیل سے لٹکی ہوئی تھی۔  
عمران نے کنجی کیل سے اتار کر قفل کھولنا اور ہینڈل گھما کر دروازے کو دھکا دیتا ہوا بولا۔  
”چلے آؤ....!“  
لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے ملٹ سے ہلکی سی آواز نکلی اور وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔  
فیاض کا منہ بھی حرمت سے کھل گیا۔

سامنے فرش پر ایک آدمی اونڈھا پڑا نظر آیا۔ جس کی پشت میں ایک تختہ تک پوست تھا۔  
”کیا مطلب....!“ فیاض بھرا ہوئی آواز میں بولا۔

”لکھو شش....!“

”بکومت.... یہ سب کیا ہے....!“

”یہ اسی خبطی مقول کا کرہے ہے جس نے کچھ دیر پہلے مجھے پٹ ناپ میں بور کیا تھا۔!“

”تم نے روپورٹ میں کیوں نہیں درج کر لیا کہ اس کی جائے قیام سے واقف تھے۔!“

”عدالت مت بنوپیارے... یہ دیکھو یہ رہا اس کا کارڈ جو اس نے مجھ دیا تھا...!“  
”مگر کیوں دیا تھا...؟“

”خدا کی پناہ... ارے پہلے اس لاش کی تو خبر لو...!“  
”نہیں... تم پہلے میری بات کا جواب دو...!“

”میں تھیں میری حلاش میں رہتی ہیں۔“ عمران شہنشہ سائنس لے کر بولا۔ ”ارے یار اس نامعقول نے مجھ سے کہا تھا کہ تصدق اسے لاکھوں پونٹ کی چوت دے کر کینا سے یہاں بھاگ آیا ہے... اگر مجھ کہیں دوبارہ دھائی دے تو اسے ضرور مظلوم کروں... پتہ کے لئے پہاڑ کا رہنمایا خدا۔ خدا اسے ایک بار پھر غارت کرے!“

”تم نے یہ سب کچھ پہلے ہی کیوں نہیں بتایا تھا...!“ فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔  
”اب معلوم ہوا کہ تم بالکل گدھے ہو... ترقی کرنے کا رادہ نہیں رکھتے!“  
”کیا مطلب...؟“

”ارے گھماڑاگر میں یہ سب کچھ اپنی رپورٹ میں درج کر دیتا تو تمہارے لئے کیا باقی پختا بتم بڑی شان سے شنی بھار سکو گے کہ تم نے تین گھنٹے کے اندر ہی اندر نہ صرف مقتول کی جائے قیام کا پتہ لگایا بلکہ وہاں بھی ایک عدل لاش دستیاب کر لی... آؤ دیکھیں یہ خبلی کیا کہتا ہے!“  
”ہ کرے کے وسط میں آئے... مرنے والا کسی افریقی ہی نسل کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔  
کرے میں چاروں طرف ابتری نظر آئی۔ صندوق کھلا پڑا تھا جس کی چیزیں آس پاس بھری ہوئی تھیں۔ بستر الٹ ڈالا گیا تھا... کپڑوں کی الماری بھی کھلی ہوئی تھی۔

”کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا...!“ فیاض نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اتماں میں بھی جانتا ہوں... سراغ رسانوں کے سپر شنڈنٹ صاحب...!“ عمران نے کہا اور دروازے کی طرف چھپتا۔... دوسرے ہی لمحے میں وہ جیب سے رومال نکال کر دروازے کا پینڈل صاف کر رہا تھا۔... فیاض خاموشی سے اس کی یہ حرکت دیکھتا رہا۔

وکٹوریہ ہوٹل شہر کے ایک بھرے بُرے حصے میں واقع تھا۔ مرنے والا خاموشی سے نہ مرا ہو گا۔ کرے میں جدوجہد کے آثار بھی پائے جاتے تھے۔ ایک اسٹول گرا پڑا تھا۔ ایک کرسی الٹ گئی تھی۔ میز کی پوزیشن بھی بتارہی تھی کہ وہ اپنی جگہ سے کھکھلی ہوئی ہے۔

فیاض تھوڑی دیر تک خاموشی سے کرے کا جائزہ لیتا رہا... پھر عمران سے بولا۔ ”چلو کرہ متفل کر کے کنجی میرے حوالے کر دو... کیل سے مت لٹکا...!“

عمران نے چپ چاپ اس کی بدلیات پر عمل کیا۔

نیجر کے کرے میں پہنچ کر فیاض نے سب سے پہلے فون سنجالا اور فنگر پر منش سیکشن کے فنوں گرافوں کو جلد از جلد وہاں پہنچنے کی بدایت دی۔ پھر نیجر سے مخاطب ہوا۔ جو شاہد اسے پہچانتا تھا اور بہت زیادہ مضطرب معلوم ہو رہا تھا۔ کرہ نمبر گیارہ میں قتل کی اطلاع اس کے لئے بم کا دھماکہ ثابت ہوئی کچھ دیر تک ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے اس کے اعصاب مغلوب ہو کر رہے گئے ہوں۔ وہ ان کے ساتھ واردات والے کرے تک آیا تھا اور لاش کو دیکھ کر بے ساختہ بولا تھا۔ ”لیکن یہ وہ آدمی تو نہیں ہے جو یہاں مقیم تھا!“

”پھر یہ کون ہے...؟“ فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”مم... میں نہیں جانتا... پہلے کبھی نہیں دیکھا جتاب...!“

فونوگرافوں نے مختلف زاویوں سے لاش کی تصویریں لیں اور پھر انگلیوں کے نشانات کی تلاش شروع ہوئی۔ مختلف مقامات سے ان کے بھی فنوں لئے گئے۔ اس کے بعد فیاض ایسی چیزیں تلاش کرنے لگا جن سے مقتول یا کرے کے کرایہ دار کی خصیتوں پر روشنی پڑ سکتی... لیکن نہ تو کسی قسم کے کاغذات ملے اور نہ کوئی دوسری چیزیں!“

کچھ دیر بعد وہ نیجر کو مردہ خانے کی طرف لے جا رہا تھا۔... عمران بھی ساتھ تھا اور اس طرح خاموش تھا جیسے دوچار آدمیوں کی موجودگی میں یوں لے ہوئے شرما تھا۔

مردہ خانے میں پہنچ کر نیجر نے پٹاپ ناٹ کلب والے مقتول کو بھی پہچانتے سے انکار کر دیا۔

”بھی نہیں!“ اس نے سر ہلا کر کہا۔ ”یہ آدمی وہ نہیں ہے جو کرہ نمبر گیارہ میں ٹھہرا ہوا ہے!“

”غور سے دیکھو...!“ عمران نے کہا۔

”جب میں اچھی طرح دیکھ چکا ہوں!“

”اچھا اگر اس کے چرے پر موچھیں ہوں تب...!“

”تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا!“

عمران نے فیاض کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ ”واقعی بہت مشکل ہے ایسے میں پہچانا کیا

فیاض نے عمران سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس سلسلے میں کسی قسم کی بھی اطلاع ملنے پر عمران کو ضرور آگاہ کرے گا۔ لہذا آج جب کسی نامعلوم آدمی نے فون پر اسے بتایا کہ تصدق صدیق کے سے جعلے کا ایک آدمی القاہرہ میں دیکھا گیا ہے تو اس نے کسی کارروائی سے قبل عمران کو مطلع کر دیا اور اس وقت وہ دونوں کیفے براں کامیں بیٹھے اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔

”میرے خیال سے القاہرہ کا محاصرہ کر لینا چاہئے۔“ فیاض نے کہا۔

”آخر کس خوشی میں...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اطلاع کے مطابق وہ صرف دیکھا گیا تھا۔“  
باتے والے نے یہ تو کہا نہیں تھا کہ وہ وہاں مقیم ہے۔“

”پھر بھی کیا مضمانتہ ہے...!“

”بھی اڑوانے سے کیا فائدہ سو پر فیاض...!“

”چلو کیجے ہی لیں...!“

”ہاں یہ معقول بات ہے... سناء ہے آج کل وہاں ایک ایسی مصری رقصاصہ بھی مقیم ہے جو انہوں پر رقص کرتی ہے اور مرغیوں کی طرح کڑکڑاتی ہے۔“

”چلو اٹھو... فضول بکواس نہ کرو... اور آج پھر تم اسی نامعلوم لباس میں نظر آرہے ہو کم از کم یہ ہیست تو نہ پہنزو... جگہ معلوم ہوتے ہو۔“

”پاسنگ شو کی ذہبیہ پر وہ تصویر کیسی بھلی لگتی ہے اور وہ صرف اس ساخت کی ہیست کا کرشمہ ہے۔“  
”آٹھو...!“ وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔



القاہرہ کے ایک کمرے میں پستہ قد نیگرو بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ لیکن یہ بے چینی اضطراب کا نتیجہ ہرگز نہیں تھی۔ وہ شدید ترین غصے کے عالم میں تھا اور شاہد کسی کا منتظر تھا۔

کچھ دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ حق پھاڑ کر دہڑا۔ ”آ جاؤ۔!“

لیکن دروازہ تو اندر سے بولٹ ٹھک دستک پھر ہوئی اور وہ اپنے ہونٹ بھیجن کر دروازے کو گھوڑتا ہوا آگے بڑھا۔ آہتہ سے بولٹ گراہا۔.... اتنی احتیاط برتنی تھی کہ بولٹ ٹھکنے کی آواز بھی بیڈانہ ہو سکی۔.... اور جب ایک پاٹ کھلا تو وہ سامنے ہونے کی بجائے اس کی اوٹ میں ھا۔

لیکن دستک دینے والا اندر نہ آیا۔ نیگرو نے پتلون کی جیب سے روپ اور نکال لیا تھا۔ لیکن اپنی

تم مجھے اجازت دو گے کہ انہیں پہچانے پر مجبور کر دوں۔!“  
”ہوں...!“ فیاض کچھ سوچتا ہوا بولا۔

عمران نے آگے بڑھ کر مقتول کے اوپری ہونٹ پر چکے گئے بال الگ کر دیے اور ناک کے درمیانی مصنوعی ابھار کا بھی خاتمه کر دیا۔ میجر جو حیرت سے یہ کارروائی دیکھ رہا تھا کیپتا ہوئی آواز میں بولا۔ ”مسٹر غزالی... ہاں یہ وہی ہیں... میرے خدا...!“

اس نے اپنی بائیں ہھٹلی سے آنکھیں ڈھانپ لیں۔

مردہ خانے سے نکل کر وہ پھر دٹوڑیہ ہوٹل میں آئے تھے اور فیاض نے غزالی کے متعلق دشروں سے پوچھ گئے شروع کر دی تھی۔

رجسٹر میں اندر اج کے مطابق شاہ آباد کی شہنشاہ روڈ کی تیرھویں عمارت رہا تھی نہ ثابت ہو سکی۔ وہاں کوئی گرلز اسکول تھا اور کسی نے غزالی نام کے کسی آدمی سے اپنی شناسائی ظاہر نہ کی۔  
وہاں اس کی تصویر کی بھی شاختہ نہ ہو سکی۔

ان دونوں فیاض بے حد پریشان تھا۔... عمران کی یادداشت کے سہارے اس نے تقدیق اور میریا تصدق کے جعلے بھی جاری کر دیے تھے۔

وزارت خارجہ کے ویزا سیشن میں بھی ان دونوں کا سراغ نہیں مل سکا تھا۔ اس لئے فیاض کو یقین تھا کہ انہوں نے اپنی تو میت کے بارے میں بھی عمران کو دھوکا دیا ہو گا۔

محکمہ خارجہ میں چھان میں کرنے سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ غزالی کے کانڈات بھی سامنے آئے۔ دینا فارم پر تصویر اسی کی تھی لیکن نام گورچن سگھ لکھا ہوا تھا۔ نیر و بی کی ایک فرم کے نمائندے کی حیثیت سے بیہاں آیا تھا۔

برطانوی ہائی کمیشن کے توسط سے اس کے متعلق مزید چھان میں کرنی چاہی لیکن مایوسی ہی ہوئی کیونکہ وہاں بھی اس سے متعلق ضابطے کی کارروائیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

تفیش کے گھوڑے دوڑتے رہے اور فیاض عمران ہی کو بور کر تارہا۔... غزالی کے بارے میں تو خیر اتنا کچھ معلوم ہو چکا تھا لیکن غزالی کے کمرے میں پائی جانے والی لاش کی شاخت نہیں ہو سکی تھی۔ اس کا کوئی ریکارڈ نہ تو برطانوی ہائی کمیشن میں مل سکا اور نہ محکمہ خارجہ کے ویزا سیشن میں۔

ویسے وہ قطعی طور پر غیر ملکی تھا افریقہ ہی کی کسی نسل کا کوئی فرد۔

نووارد نے طنزیہ سی بھی کے ساتھ کہا۔ ”اس قسم کی حرکات کا مطلب یہی ہے کہ تم لوگ ہم سے بڑی طرح خائف ہو اور ہم سے بیچا چھڑانے کے لئے مقامی پولیس سے مدد لینا چاہتے ہو!“ ”ری رونا کی قسم ہرگز نہیں... میں پارٹی کا لیڈر ہوں... اگر پارٹی کا کوئی فرد ذاتی طور پر ایسی کوئی حرکت کر بیٹھے تو مجھ پر اس کی کوئی وسیداری نہیں عائد ہوتی۔“ ”تم نہیں تو تمہاری پارٹی کے لوگ خائف ہیں... اس لئے اب بھی مان جاؤ... تصدق کے سامنے سر جھکا دو...!“

”یہ ناممکن ہے... اسے میں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا!“

”فی الحال یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرو... تمہارا نیگر و ساتھی مگر وبا ہمارے ہاتھ سے مارا گیا ہے... حالانکہ تم سب الگ الگ کروں میں نہ ہرے ہو... اور بظاہر ایک دوسرے کے لئے اچھی ہو... لیکن جب پولیس کو مگر وبا کی لاش ملے گی تو کوئی دوسرا نیگر و اسے اپنی طرف ضرور متوجہ کر لے گا کیا سمجھے...!“ نووارد نے قہقہہ لگایا۔

”آؤه...!“ نیگر و اسے خون خوار نظروں سے گھوڑنے لگا۔

”بس بھی کہنا تھا...!“ نووارد اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

نیگر و اسے جاتے دیکھا رہا۔ پھر اس نے بھی جلدی کچھ چیزیں ادھر اُدھر سے اٹھائیں اور میز پر رکھا ہوا بیریف کیس اٹھا کر کرے سے باہر نکل گیا۔



القاهرة میں سراسر نیگر کے آثار نظر آئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کسی گاہک نے کامن باٹھ روم میں ایک لاش دیکھی ہے۔ میجر بوكلا کر فون پر کسی ایسے فون کے نمبر ذاتیل کر رہا تھا جو شاندار نجیع تھا... اور اسے لائن کلیر نہیں مل رہی تھی۔

جیسے ہی کیپشن فیاض اور عمران کمرے میں داخل ہوئے تو وہ بوكلا کر کھڑا ہو گیا۔ غالباً فیاض کو بیچا رہا تھا۔

”اوہ پتّان صاحب...!“ اس نے کامپتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”نیگر کر کر کے تھک گیا... لیکن جواب نہیں ملتا...!“

”کہاں سے جواب نہیں ملتا...!“

جگہ سے جبکش بھی نہ کی۔ بدستور نکھلے ہوئے پاٹ کی اوٹ میں رہا۔ ”دھنعتاہر سے آواز آئی۔“ ”ری رونا کے نام پر...!“

ریو اور کے دستے پر نیگر کی گرفت ڈھنیلی پڑ گئی اور اس نے کھکار کر ڈھنیلی ڈھنیلی آواز میں کہا۔ ”ری رونا کے نام پر آگ اگلنے والے اٹھدھی سے بھی اپنا منہ بند کر سکتے ہیں آ جاؤ یہاں سلامتی ہے۔“ دوسرے ہی لمحے میں ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔... نیگر و اپناریو اور پھر پتوں کی جیب میں ڈال چکا تھا۔

آنے والا دراز قد اور قوی یہکل آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پیچاں کے درمیان رہی ہو گی۔ نیگر نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

نووارد نے نفی میں گردن ہلائی۔ گویا بیٹھنے کی پیش کش رد کردی گئی تھی۔

”ہم پھر تمہیں سمجھانا چاہتے ہیں۔!“ اس نے نیگر کے کہا۔

”تمہیں ری رونا کے نام پر دوبارہ زندگی ملی ہے۔“ نیگر و اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غریباً نووارد نے لاپرواں سے شانوں کو جنمیں دی اور بولا ”تصدق کو ری رونا کی حمایت حاصل ہے۔!“ ”میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔!“

”تو پھر تمہیں صفوہ ہتھی سے مٹ جانا پڑے گا...“ تمہارے ساتھی گورچن سنگھ کی موت ایک طرح کی وارنگ تھی۔!

”اور اس کا بدلہ چکانے میں بھی میرے آدمیوں نے دیر نہیں لگائی تھی۔“ تمہارے اس ساتھی کا کیا انجام ہوا جو گورچن کے کمرے کی تلاشی لے رہا تھا۔ ”نیگر نے کہا۔

”ایسی بازیوں میں میرے پیٹھے ہی رہتے ہیں۔!“ نووارد نے لاپرواں سے کہا۔ ”اب تم اپنے اس آدمی کی لاش بھی کامن باٹھ روم سے اٹھا سکتے ہو جس نے کچھ دیر پہلے پیاں تصدق کی موجودگی کی اطلاع فون پر پولیس کو دی تھی۔!“ ”میں نہیں جانتا۔!“ نیگر نے حریت سے کہا۔

”اس کاری رونا سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا جو آپس کے بھگڑوں کو قانون کی مدد سے سلبھانے کی کوشش کرنے۔!“ ”میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔!“ نیگر نے کہا۔

”پولیس اسٹیشن سے....!“

”کیوں....؟“ فیاض نے تھیر انہے لجھ میں پوچھا۔

”لاش....!“ وہ تھوک نگل کر بولا۔ ”کامن با تھر روم میں۔!“

”اوہ.... کہاں.... مجھے دکھاؤ....!“

مر نے والا فرش پر اونڈھا پڑا تھا۔... فیاض نے اسے سیدھا کیا۔

”نن.... نیکرو....!“ عمران بڑھایا اور تشویش کن انداز میں منہ چلانے لگا۔

جسم پر کہیں کوئی زخم نظر نہ آیا۔

”کیا یہ یہاں مقیم تھا....!“ فیاض نے فیجر سے پوچھا۔

”جی ہاں....!“ فیجر نے نچلے ہونٹ پر زبان پھر کر کہا۔ ”اسٹین گردو با.... نام تھا۔!“

”تھا تھا....؟“

”جی ہاں.... دوسرا نیکر دروم نمبر سترہ میں مقیم ہے۔!“

”اس کا ساتھی....؟“ فیاض نے پوچھا۔

”پتہ نہیں.... دیسے وہ بھی نیکر ہی ہے.... اور دونوں ہی مصر سے تعلق رکھتے ہیں۔ رجنڑ

میں انہوں نے مصر ہی کے دو شہروں کے نام لکھائے تھے شائد....!“

لاش کے پاس سے جٹ کر وہ پھر فیجر کے کمرے میں آئے۔... یہاں سے فیاض نے اپنے ملکے مختلف شعبہ جات کے ماہرین کو فون کر کے القا تھرہ میں پہنچنے کو کہا اور پھر رسیور رکھ کر فیجر سے بولا۔ ”زرادوسرے نیکر دو تو بلوائیئے.... کیا نام ہے اس کا....!“

”راکی ماما....!“

”کتنے دونوں سے یہ لوگ یہاں مقیم ہیں....!“

”شائد دو ہفتے سے....!“

فیجر نے ایک ویٹر کو طلب کر کے دوسرا نیکر کو آفس میں بلا لانے کو کہا۔

فیاض عمران کی طرف مڑا جو دروازے کے قریب کھڑا فیجر کو میٹھی نظر دوں سے دیکھ رہا تھا۔

”تم وہاں کیوں کھڑے ہو....!“ فیاض نے اسے غاظب کیا۔

لیکن اسے کوئی جواب دینے کی بجائے فیجر کو اپنی طرف متوجہ کر کے تصدق کا علیہ دھرانے لگا

اور اس سے اُس کے متعلق کئی سوالات کر ڈالے۔

”نبیس جتاب اس حلنے کا کوئی آدمی یہاں مقیم نہیں ہے۔!“

”ویسے کبھی روزانہ گاکوں میں تو نظر نہیں آیا۔!“

”پتہ نہیں جتاب اتنا دھیان کون دیتا ہے....!“

”لیکن آپ کو مستقل قیام کرنے والوں کے نام زبانی یاد رکھتے ہیں۔!“

”نیکرو یقیناً یہاں کے لئے عجوبہ تی کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر مجھے ان کے نام یاد رہ گئے تو تجب کی بات نہیں۔!“

عمران خاموش ہو گیا۔.... تھوڑی دیر بعد ویٹر نے آکر اطلاع دی کہ دوسرا نیکر کا کمرہ خالی ہے اور کمرے کا دروازہ بھی مغلول نہیں ہے۔... کنجی کیل سے لٹکی ہوئی ہے۔

”آؤ....!“ عمران نے فیاض کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ نیکر کے کمرے میں آتے گئے تھے لیکن کوئی خاص چیز ان کے ہاتھ نہ گئی۔ پینے کے کپڑوں دو تین جوڑے جو توں اور پرانے اخبارات کے علاوہ اور پچھہ نہ ملا۔

”میا خیال ہے....؟“ فیاض عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”ہاگ گیا کوں....؟“

”میرا خیال کیا پوچھتے ہو.... بے حد و سیعِ اخیال آدمی ہوں....!“

یک بیک فیاض چوک کر بولا۔ ”تو کیا وہ کالی اسی لئے تھی کہ ہم یہاں آئیں اور ایک عدد لاش ہماری منتظر ہو۔!“

”بہت تیز درٹا شروع کر دیتے ہو....!“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”ضروری نہیں کہ وہ قتل ہی ہو.... ہمارث فیلیور کا بھی کیس ہو سکتا ہے۔!“

”لیکن نیکرو....!“

”بس....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”جاوسی ناولیں پڑھ پڑھ کر چھپت ہو گئے تم۔ افریقیا کی افریقی نسل سے تعلق رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی ہر حال میں پراسرار ہی ہو گا۔!“

”پھر ہم یہاں کیوں جھک مار رہے ہیں....؟“ فیاض نے جھنجھلا کر کہا۔

”تمہارے مقدار ہی میں یہی ہے.... میں کیا کر سکتا ہوں....!“

”اچھا کو اس بند کرو....!“

”لیکن تمہارے فونوگر افرزیہاں بھی انگلوں کے نشانات ملاش کریں گے۔!“  
”کیوں...؟“

”نشان ہائے انگشت کا الجم ترتیب دوں گا۔!“  
فیاض نہ اسامنہ بنائے ہوئے دوسرا طرف دیکھنے لگا۔

محکمے کے فونوگر افرزوں نے یہاں پہنچ کر کام شروع کر دیا تھا۔ فیاض پھر غیر کے کمرے میں آپیٹا اور عمران ویٹروں سے چھیڑ چھڑا کرنے لگا۔ خصوصیت سے ایک بوڑھے اور ڈاڑھی والے ویٹر کوتاک لیا۔ اس سے کہنے لگا۔ ”ارے تم یہاں لشمع اوقات کر رہے ہو.... تم تو شانک جزل مار کنیم کے بلڑتھے۔!“

”جی نہیں.... کر تل بھاری جا....!“

”وہی مطلب.... وہی مطلب....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں یہ سوچ رہا تھا بھلا یہاں کی ملازمت میں تمہیں کیا مزہ آتا ہوگا.... جب کہ اتنے اتنے بڑے انگریزوں....!“

”مقدبر کی بات ہے.... جناب....!“ وہ بات کاٹ کر بولا۔ ”دن کاٹ رہا ہوں.... بھی نوابی بھی کی ہے.... کیا بات تھی.... انگریز آقاوں کی....؟“

”بالکل.... بالکل....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن انگریزوں ہی پر کیا موقوف ہے۔ سارے ہی غیر ملکی بڑے دریادل ہوتے ہیں۔!“

”نہیں سر کار ایسا نہ کہئے... یہ نگرو جسکی ملاش جاری ہے... غیر ملکی ہی تھا... پر لے درجے کا کنجوس... اس کا کمرہ میری ہی سروس میں تھا۔ آج تک پھوٹی کوڑی بھی نہ نکلی جیسے....!“

”اے وہ تو بڑا خراچ مشہور ہے....!“

”بھیاکی باتمیں... کوئی مہمان آ جاتا تھا تو ایک اپنیل جائے منگو کر اس میں دوپیالیاں بناتا تھا۔!“

”مہمان بھی آتے تھے....!“

”اکثر آتے تھے....!“

”سب جبھی ہی ہوتے تھے۔!“

”نہیں دیسی بھی ہوتے تھے۔!“

”اچھا.... یہ جو مر گیا ہے اس سے کیسے تعلقات تھے اس کے....!“

”پتہ نہیں.... میں نے انہیں کبھی کہجا نہیں دیکھا۔!“

پھر عمران نے باتوں ہی باتوں میں تصدق کا حلیہ بھی دھرایا اور ویٹر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

”جی ہاں میرا خیال ہے کچھ دیر پہلے یہاں ایک ایسا آدمی دکھائی دیا تھا۔!“

”کیا وہ بھی کبھی اس نگرو کے مہمان کی حیثیت سے یہاں آیا تھا....!“

”پتہ نہیں جناب میں نے کبھی اس کے کمرے میں نہیں دیکھا۔!“

”اچھا اگر اب کبھی وہ یہاں دکھائی دے تو اس کی جائے قیام معلوم کرنے کی کوشش کرنا۔ کرو“

”گے۔!“ عمران جیب سے پرس نکالتا ہوا بولا اور پرس سے دس کا ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

”جی ضرور معلوم کروں گا.... شکریہ....!“ ویٹر نے نوٹ لے کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ ”مگر آپ کو کیسے اطلاع دی جائے گی۔!“

عمران نے اسے فیاض کے فون نمبر نوٹ کرنے اور بولا۔ ”ان صاحب کو فون کر کے کہہ دیا کہ سفید موچھوں والے کے متعلق ایک اطلاع ہے.... میں یہاں پہنچ جاؤں گا۔!“

وائپری پر عمران نے فیاض سے کہا۔ ”یہ تصدق اس کہانی میں کوئی اہم روں انجام دے رہا ہے۔!“

”اوہ اس سردوڑ کو بھی تھی سے کلرا تھا....“ فیاض ناخوش گوار لبھ میں بولا۔ ”دو تین دن کے اندر اندر تین قتل ہو گئے۔“

”ڈیزڑیزڑی....!“ عمران اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ ”ضروری نہیں ہے کہ یہ تیرا بھی قتل ہی ہو۔ تمہیں پو شمارٹم کی روپورٹ کا انتشار کرنا چاہئے۔!“

فیاض کچھ نہ بولا۔ عمران اس کے ساتھ آفس تک چلا آیا تھا.... لیکن آفس میں قدم رکھتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے کھوپڑی ہوا میں اڑ جائے گی۔ کیونکہ سامنے اسٹول پر بیٹھی ہوئی لڑکی وہی تو تھی جس نے ستائیسویں دسمبر کی شب کو اسے ٹپ ناپ ناٹ کلب میں لوہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کیا کوئی دوسرا پرندہ بنانا کر کھدیا تھا۔

عمران پر نظر پڑتے ہی شاندوہ بھی کچھ بوكھلا ہی گئی تھی.... اس کے چہرے پر سراسیگی کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ ویسے فیاض تو ایک عدم المثال قسم کی اجنبی لڑکی اپنے آفس میں دیکھ کر جیرت اور سرت کے سمندروں میں غوطے کھانے لگا تھا۔

لڑکی جو نہیں دیکھ کر پیلے ہی اٹھ گئی تھی سنبھالا لے کر عمران کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ ”یہ بڑی اچھی بات ہے جناب کہ آپ بھی موجود ہیں۔!“

”لک... کون...!“ عمران بوكھلا کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔  
”آپ...!“ لڑکی نے لفظ آپ پر کافی زور دیا تھا۔

”م... میں... یعنی کہ... میں نہیں سمجھا....!“ اس نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر یک بیک اچھل پڑا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ لیکن فیاض نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

”ب... بس... خدا کے لئے جانے دو...!“ عمران ہانتا ہوا بولا۔ ”ورس... ورس... ہو سکتا ہے کہ آج تم ہی مجھے پکڑ کر بند کر دو...!“

”کیا بیہودگی ہے....!“ فیاض جھلا کر بولا۔

”بب بالکل بیہودگی نہیں ہے.... لیکن تھوڑی دیر بعد شروع ہو سکتی ہے... سر اگر پیلے سے زیادہ بڑا معلوم ہونے لگا۔!“

لڑکی بس پڑی اور فیاض جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ ”آپ کون ہیں اور کیا چاہتی ہیں۔!“  
”میں اپنی صفائی پیش کرنے آئی ہوں...!“

”تت... تشریف رکھتے... آخر کس بات کی صفائی۔!“

”یہ صاحب جانتے ہیں...!“ اس نے عمران کی طرف اشارہ کیا اور پھر اسٹول پر بیٹھ گئی۔  
”کر سی پر تشریف رکھتے...!“ فیاض بولا۔

”جی نہیں شکریہ.... میں ٹھیک ہوں...!“

عمران اس کی طرف پشت کے کھڑا تھیز انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔  
”فرمائے...!“ فیاض نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”میرا نام میریا ہے.... اور میں وہی لڑکی ہوں جس کا حلیہ آپ کے محلے کی طرف سے جاری کیا گیا ہے۔ میرا تصدق سمجھ تجھے کیونکہ ان صاحب کو تھیں نام بتایا گیا تھا۔!“

”اوہ....!“ فیاض حیرت سے آنکھیں چھاڑ کر رہ گیا۔

”میں... میں اب... کیا کروں....؟“ عمران کراہ۔  
”پلو... ادھر آکر خاموشی سے بیٹھ جاؤ...!“ فیاض نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”میں بالکل لا علم تھی جناب...! مجھے دھوکا دیا گیا۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ ایک آدمی کو بیو قوف بنانا ہے.... پھر یہ حضرت کلب کے چھانک پر نظر آئے تو تصدق نے کہا یہی وہ آدمی ہے جسے یہ قوف بنایا جائے گا.... اور یہ حضرت کچھ اس قسم کی حرکتیں بھی کر رہے تھے اُس وقت۔“  
لڑکی نے فیاض کو سمجھی والا واقعہ بتایا اور پوچھا۔ ”کیا یہ بھی آپ کے مجھے سے تعلق رکھتے ہیں؟“  
”خوبیں میرے ایک ملنے والے ہیں...!“

”فی الحال تو پچھڑنے والا ہی سمجھتے...!“ عمران کا پتی ہوئی آواز میں بڑا بڑا۔

”ان کی میز پر میں نے جو کچھ بھی کیا اس کے لئے میں پہلے سے تیار تھی۔ بوڑھے نے مجھہ وہ سب کچھ سکھایا تھا.... اور کہا تھا کہ مقصد اس ڈرامے کے بعد بتائے گا.... لیکن...؟“  
”لیکن کیا...؟“

”وہ اس رات کے بعد سے پھر مجھے نہیں ملا... میں تو اس سے بھی بے خبر ہی رہتی کہ پولیس ہم دونوں کی تلاش میں ہے کیونکہ شاذ و نادر ہی اخبار دیکھتی ہوں... اس دلچسپ واقعہ کی اطلاع تو مجھے میری ایک سیلی سے ملی تھی اور پھر دوسرے دن اس نے بتایا کہ ملکہ سراج رسانی کی طرف سے دونوں کا حلیہ جاری کیا گیا ہے۔!“

”م... مگر آپ تو نیز و بی سے...!“ عمران جملہ پورا کئے بغیر ہی خاموش ہو گیا۔

”نیز و بی کی کہانی بھی اسی نے گھری تھی۔“ لڑکی نے کہا ”میں میں بیدا ہوئی پلی اور بڑھی ہوں۔ یقین نہ ہو تو بڑے گریجے سے تعلق رکھنے والے تیم خانہ کا ریکارڈ دیکھ لجھے۔!  
”تیم خانہ....!“

”جی ہاں... میرے والدین بچپن ہی میں تر گئے تھے تیم خانے میں پورش ہوئی تھی۔“

”لیکن اس آدمی.... تصدق سے کیے جان پہچان ہوئی تھی آپ کی...!“

”میں رو جرایند ڈکسن کی فرم میں تائپسٹ ہوں.... وہ لوگ سوت کے بڑے اپنورٹر ہیں یہ آدمی تصدق کی کام سے آفس میں آیا تھا.... جزل نیجر سے ملنا چاہتا تھا لیکن وہ بہت مشغول تھے۔ اسے تقریباً یہ گھٹئے تک انتظار کرنا پڑا۔ میرے ہی پاس بیٹھا رہا تھا.... بن پھر جان پہچان ہو گئی تھی۔ بذلہ نہ اور دلچسپ آدمی ہے۔ مزان میں بچکا رہا ہے۔ ہم دونوں دوست بن گئے... جیسے ایکٹوئی آپ کے ساتھ کی تھی۔ ویسی ہی اس سے پہلے میرے ہی تھاون سے دوسرے کے ساتھ

بھی کر چکا تھا۔ لیکن وہ فویعت کے اعتبار سے اس سے مختلف تھیں۔ بہر حال میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس ایکٹوئی کے سلسلے میں اس حد تک حالات گزیں گے کہ پولیس ہمارے جلوے تک جاری کر رہی تھیں۔ کیا بتاؤں کیا کروں پکھ سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر ہمیں کیا سزا ملے گی!۔

”کیا سزا ملے گی...!“ عمران نے احتمانہ انداز میں فیاض سے پوچھا۔

”آپ فی الحال باقاعدہ طور پر اپنا بیان لکھوائے...!“ فیاض نے کہا۔

”میں تیار ہوں...!“ لڑکی بولی۔

”لیکن وہ آدمی تصدق...؟“

”میں اس کے بارے میں کیا بتاؤں....اس رات کے بعد سے ملا ہی نہیں۔!“

”تجھے ہے اتنی بے تکلفی کے باوجود بھی آپ اس کی جائے قیام سے واقف نہیں۔!“

”اس نے آج تک بتایا ہی نہیں....کہتا تھا کہ پردیسیوں کی جائے قیام ہوٹل ہی ہو سکتے ہیں اس لئے قابل ذکر نہیں....بس ہم لوگ پہلے سے پروگرام پنا کر کسی تنفر تھے گاہ میں ملا کرتے تھے۔ خود کو وہ مشرقي صوبے کا باشندہ بتاتا تھا۔!“

فیاض تھوڑی دریکٹ خاموش رہا پھر بولا۔ ”آپ حرast میں بھی لی جا سکتی ہیں محترمہ اپ ناپ کے نیجر نے آپ لوگوں کے خلاف روپرٹ درج کرائی ہے۔ کلب کو سینکڑوں روپوں کا نقشان پہنچا ہے آپ دونوں کی اس حرکت سے...!“

”اوہ.... میرے خدامیں کیا کروں....!“ لڑکی مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتی ہوئی بولی۔

”اے بخوار دار....!“ دفعٹا عمران آکھیں بکال کر غصیل آواز میں بولا۔ ”تم انہیں حرast میں ہرگز نہیں لے سکتے۔ کلب میں وہ ساری توڑ پھوڑ میں نے چاہی تھی۔!“

”نہیں صاحب!“ میرا جلدی سے بولی۔ ”آپ کیوں خواہ مخواہ یہ الزام اپنے سر لے رہے ہیں۔“

”اچھا...!“ عمران نے کسی لڑکی عورت کے سے انداز میں کہا۔ ”تو کیا آپ جیل چلی جائیں گی.... ذرا جا کر تو دیکھئے...!“

لڑکی نے اسے حیرت سے دیکھا پھر فیاض کی طرف متوجہ ہو گئی جو کہہ رہا تھا۔ ”ممکن ہے اس صورت میں پچھے بھی نہ ہو کہ کلب کا نیجر اپنے خسارے کی رقم وصول کر کے سمجھوتہ کر لے۔!“

”انداز آکتا نقشان ہوا ہو گا....!“ لڑکی نے پوچھا۔

”سات سو کا تخمینہ ہے...!“

”میں ادا کر دوں گا.... اسے آمادہ کیجئے کہ شکاہت واپس لے لے۔!“

”شکاہت اسے واپس ہی لئی پڑے گی....“ عمران جملائے ہوئے انداز میں فیاض کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

”میں کہوں گا اس سے.... بہر حال آپ اپنا بیان لکھواد تجھے۔!“

فیاض نے گھنٹی بجا کر اپنی اشینو کو طلب کیا جو خاصی قبول صورت عورت تھی۔

عمران ٹھنڈی سانس لے کر چھٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ آج بھی اس کی ناک پر عنک جبی ہوئی تھی.... اور وہ ایک نہایت شاکستہ اور مہذب قسم کا پچھہ معلوم ہو رہا تھا۔

”آپ تو مجھ سے خنا نہیں ہیں جتاب....!“ دفعٹا لڑکی نے اس سے پوچھا۔

”جج... جی...!“ عمران چوک کر بولا۔ لڑکی نے پھر اپنا جملہ دہرایا اور عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”میں صرف تھیر ہوں محترمہ کہ آخر عورتیں کس طرح یوں قوف بن جاتی ہیں۔!“

”ہاں.... بیان لکھوائیے....!“ فیاض کھکھار کر بولا۔ اور جب وہ بیان لکھواری ہی تھی تو فیاض عمران کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے اب وہاں اس کی موجودگی غیر ضروری سمجھتا ہو۔

بیان شارت ہینڈ میں نوٹ کر کے اشینو چلی گئی اور لڑکی نے اجازت طلب کی۔

”ٹاپ ہو جانے دیجئے....!“ فیاض بولا۔ ”اس پر آپ کے دستخط بھی ضروری ہے۔“

”جی ہاں.... بالکل....!“ عمران نے احتمانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

پھر وہ دونوں مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے اور عمران خاموش بیٹھا رہا۔

کچھ دیر بعد اشینو اس کا بیان ٹاپ کر کے لائی۔ میریا نے اس پر دستخط کئے۔ اور فیاض سے بولی۔ ”کیا مجھے کچھ اور بھی کرنا پڑے گا۔!“

”جی نہیں شکریہ.... میں کوشش کروں گا کہ ٹاپ کا نیجر مان جائے۔!“

”میں بے حد شکر گذار ہوں گی جناب....!“

”اور ہاں دیکھئے.... جب بھی اس آدمی.... تصدق سے ملاقات ہو مجھے ضرور مطلع کر دیجئے گا۔ اگر میں نہ طوں تو قریبی تھانے کے اچھارج کو مطلع کر دیجئے گا۔!“

”میں ایسا ہی کروں گی جناب.... مجھے بھلا کسی ایسے آدمی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے جس نے

مجھے اس قسم کے جھال میں لا پھنس لیا ہو... اچھا باب اجازت دیجئے!“  
”میں بھی اب جاؤں گا....!“ عمران نے فیاض سے غصیلے لہجے میں کہا۔

لڑکی جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ عمران اس سے پہلے ہی کو رویدور میں نکل آیا تھا۔  
پھر اس نے اپنی پشت پر ایڈیوں کی کھٹ کھٹ سنی لیکن مز کردیکھے بغیر کاہلوں کے سے انداز میں  
آہستہ آہستہ چلتا رہا۔

دفتہ لڑکی اس کے برابر چھپ کر بولی۔ ”میں آپ سے تو بے حد شرم مند ہوں جتاب....!“  
”جج.... جی....!“ عمران نہ صرف چونکا بلکہ اچھل پڑا۔

”واقعی بے حد شرم مند ہوں....!“  
”اچھا.... اچھا....!“ عمران بو کھلا کر بولا۔

”سبھی میں نہیں آتا کہ اس کی علاقی کس طرح کروں....?“  
”جس طرح جی چاہے!“

وہ کپاٹ میں نکل آئے تھے۔ لڑکی ایک لمبی سی شاندار کار کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ ”آئے  
کہاں جائیے گا.... میں پہنچادوں!“

”آپ پہنچادیں گی....!“ عمران نے رک کر حیرت سے کہا اور اسے نیچے سے اوپ تک دیکھا  
ہوا الحمقانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔

”جی ہاں گاڑی میں....!“ لڑکی نے کار کی طرف اشارہ کیا۔  
”یہ آپ کی گاڑی ہے....!“ عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔ لہجہ پہکانہ تھا۔

”نہیں میرے باس کی ہے....!“

”اودہ....!“ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جبش دی۔

”آئے....!“ وہ عمران کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف چھپتی ہوئی بولی۔  
”دور گلتا ہے آپ سے....!“ عمران گھٹکھیلیا۔

وہ ہس پڑی.... لیکن ہاتھ نہ چھوڑا... اسی طرح گھسیت ہوئی کار تک لے گئی اور اگلی ہی  
نشست کا دروازہ کھولتی ہوئی بولی۔ ”ترشیف رکھئے!“

ومر ان نے چھتری سیٹ پر رکھ دی۔ ... خود نہ بیٹھا۔

”اوہو.... تشریف رکھئے نا....!“

”رکھ تو دی....!“ عمران بے بی سے بولا اور وہ پھر بے بی سے بنتے گئی۔

”اے تشریف نہیں.... چھتری کہتے ہیں!“

”مجھے اردو بہت زیادہ نہیں آتی.... بچپن ہی سے لندن میں رہا ہوں....!“

”خیراب بیٹھئے بھی....!“

”ورا بیور کہاں ہے....!“

”میں خود.... ڈرائیور کروں گی!“

”آپ....؟“ عمران ایک بار پھر اچھل پڑا۔

”ہاں.... کیوں....!“

”نہیں.... نہیں.... مجھے شرم آتی ہے!“ عمران سچ مجھ لجا کر بولا۔

”اڑے واہ.... کیوں....!“

”لوگ دیکھ کر کہیں گے دیکھو تو بے شرم کو عورت سے ڈرائیور کر رہا ہے!“

”واہ بھی اس میں بے شرمی کی کیا بات.... اڑے آپ لندن میں رہے ہیں!“

”تاباہز طور پر رہا ہوں....؟“

”تاباہز.... کیا بات ہوئی....!“

”اڑے وہ اسے کیا کہتے ہیں.... شامنہ تاباخ طور پر رہا ہوں....!“

”اس سے بھی کیا بات بنی!“

”بکھر میں نہیں آتا.... اردو میں کیا لفظ بولیں گے!“

”چلے بیٹھئے....!“ اس نے اسے دھکایا اور عمران بو کھلایا ہوا اندر جا بیٹھا۔

وہ دوسری طرف سے اشیزرنگ کے سامنے آئی۔

”کہاں لے چلوں....!“ اس نے پوچھا۔

”میرے گھر کے علاوہ اور جہاں جی چاہے لے چلے!“

”گھر سے گھراتے ہیں آپ....!“

”نہیں تو.... بات یہ ہے کہ گھر خود مجھ سے گھرا تاہے!“

”کیا بات ہوئی!“

”پھر کیا کہنا چاہئے مجھے....؟“ عمران نے بھولے پن لے پوچھا۔

”میں کیا جاؤں..... آپ کیا کہنا چاہئے ہیں!“

”میں خود بھی تو نہیں جانتا....!“ عمران مضطربانہ انداز میں اپنی پیشانی رگڑنے لگا۔

”بیوی بچے ہیں آپ کے....!“

”ہوتے بھی تو نہ ہونے کے برادر ہوتے!“

”بیوی تو ہو گی ہی....!“

”ہو جاتی.... لیکن بعض میکنیکل دشواریوں کی بناء پر نہیں ہو سکی!“

”میکنیکل دشواریوں سے کیا مراد ہے آپ کی!“

”پتہ نہیں.... اردو میں کیا کہنا چاہئے!“

”جی نہیں.... اس بار آپ انگریزی ہی میں کچھ قلطا کہے گئے ہیں!“

”بعض اوقات میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کہنا چاہئے....!“

” غالباً آپ اقتصادی دشواری کہنا چاہتے تھے!“

”اقتصادی.... اقتصادی.... کیا اس لفظ کا تعلق کسی سرالی معاملے سے ہے!“

”جی انگریزی میں آتا کہ....!“

”نہیں نہیں ولی کوئی دشواری نہیں ہے....!“ عمران جلدی سے بولا۔

”آپ کیا کرتے ہیں....!“

”شام کے آپ پہلے بھی پوچھ چکی ہیں....!“

”مجھے یاد نہیں....!“

”میں یہی سوچا کرتا ہوں کہ مجھے کیا کہنا چاہئے... سردیوں میں یہاں آس کریم بھی نہیں چلتی۔“

”کیا واقعی آپ نے آس کریم فرینگ میں ڈاکٹریٹ لی تھی!“

”جی ہاں.... بالکل.... بالکل....!“

”آپ کے والد کیا کرتے ہیں....!“

”اٹلی جس بوریوں کے ڈاکٹریٹ جزل ہیں!“

”اوہ.... کیا ان کی تھوڑی سی بھی ذہانت آپ کے نھے میں نہیں آئی!“

”پتہ نہیں....!“ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر لڑکی نے پوچھا۔ ”کہاں لے چلوں....!“

”کہہ تو دیا جہاں جی چاہے....!“

”اچھا تو چلتے.... یہ گاڑی آفس میں چھوڑ کر پھر کہیں چلیں گے۔!“ لڑکی بولی۔ ”ہاں.... وہ“

پولیس آفیسر صاحب کیا آپ کے دوست ہیں!“

”پتہ نہیں.... کوئی اس قسم کا موقع آئے بغیر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ دوست ہیں یاد شمن....!“

”عجیب اتفاق ہے....!“ لڑکی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ”اس رات ہم لوگ ٹکرائے بھی تو“

کس سے ایک پولیس آفیسر کے دوست سے!“

”کیا خیال ہے آپکا.... وہ بوڑھا مجھے پہلے سے جانتا تھا.... یا خواہ خواہ ہی مجھ سے آنکھ ریا تھا!“

”پتہ نہیں....! مجھ سے تو اس نے ایسے ہی انداز میں خصوصیت سے کسی آدمی کا تذکرہ کیا تھا“

”جسے وہ پہلے سے جانتا ہو لیکن خود وہ آدمی اس سے واقف نہ ہو!“

”بہر حال میں اس سے دوبارہ بھی ملنا چاہتا ہوں.... براستم ظریف آدمی تھا!“

”اس کی ستم ظریفی کا کیا پوچھنا....!“ لڑکی نے تنگ لمحہ میں کہا۔

میرا نے کہا اپنے آفس کے سامنے کھڑی کر دی.... انہیں مقفل کر دیا.... اور دروازہ کھول

کر کچھ اترتی ہوئی بولی۔ ”میں میرا انتقال کرو.... میں کنجی اپنے باس کو دے آؤں!“

عمران نے بڑے مخلصانہ انداز میں اسے یقین دلایا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔

کچھ دیر بعد وہ آئی اور میکنیکوں کے اڈے تک پہنچتے پہنچتے عمران نے اندازہ کر لیا کہ وہ ان

واعقات کے متعلق پولیس کی رائے معلوم کرنا چاہتی ہے۔

”مجھے میں نہیں آتا کہ اس پولیس آفیسر سے تمہاری دوستی کیسے ہو گئی۔ تم تو بہت شریف“

آدمی معلوم ہوتے ہو....!“ اس نے کہا۔

”خود اس کا بھی سیئی خیال ہے کہ میں بہت شریف آدمی ہوں!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ اور

پھر وہ ایک میکسی میں بیٹھ گئے.... لڑکی نے ایک ساحلی تفریح گاہ چلنے کو کہا۔

”لیکن مجھے میں نہیں آتا کہ تصدق والے معاملے کو اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے جبکہ وہ“

مخفی مقام تھا۔” لڑکی بولی اور عمران نے سوچا کہ اُسے پوری پوری معلومات بھیں پہنچانا چاہئے اس لئے اس نے بڑے بھولے پین سے کہا۔ ”ارے تم جسے معلوم نہیں... وہ جو قتل ہوا تھا پچھلے دن پہنچا کر کے جو ٹکم کا پیکٹ کیا تھا اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”لو.... چبا....!“

”تم اپنے پیچے ہو! وہ نہیں پڑی پھر بولی۔ ”مجھے حیرت ہے کہ تم انگلستان سے واپس کیسے آگئے!“

”مقتول مجھ سے تصدق کے بارے میں پوچھ گجھ کر رہا تھا اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ تصدق نیروں میں اس کے ساتھ ایک بہت بڑا فراڈ کر کے بھاگا تھا!“

”خدا جانے کیا چکر ہے....؟“ لڑکی بڑبرائی... پھر بولی۔ ”کیا پولیس کا خیال ہے کہ وہ اس لئے مارڈا لا گیا کہ تصدق کے متعلق تم سے معلومات حاصل کر رہا تھا!“

”بالکل.... بالکل....!“

”اوہ.... تو یہ تصدق کوئی بہت خطرناک آدمی ہے۔!“ لڑکی نے خوف زدہ لبجھ میں کہا۔

عمران کچھ نہ بولا... چہرے پر احتفانہ انداز والی سنجیدگی طاری تھی۔

”تو پھر....!“ لڑکی ہی کچھ دیز بعد بولی۔ ”پولیس نے مقتول کے بارے میں کیا معلوم کیا۔ اگر اوہ.... میں تم سے یہ کیوں پوچھ رہی ہوں۔ بھلا اس نے تمہیں کیوں بتایا ہوگا۔ ایسی دوستی تو نہ ہو گی تم سے....؟“

”میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ اسے قبضہ کیوں رہتا ہے۔!“ عمران نے اکٹھ کر کہا۔

”ارے جاؤ....؟“

”میں بہت بکھر جانتا ہوں....!“ عمران نے غصیلے لبجھ میں کہا۔

”کیا جانتے ہو....؟“ اس نے مضحکانہ انداز میں سوال کیا۔

”مقتول کا نام غزالی نہیں گورچان نگھ تھا... اور وہ کیفیتی سے آیا تھا....!“

”لیکن مارا کیوں گیا....؟“

”کبھی تو اور کیا....؟“

”خیر ہتاو... کوئی اور بات کرو....!“

”مجھے وہ لوگ سخت ناپسند ہیں جو میری کسی کمزوری کا مٹھکل اڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔!“

”کمزوری....؟ میں نہیں سمجھی.... بھلا جیسی....؟“

”ہاں کمزوری....!“ عمران نے غصیلے لبجھ میں کہا۔ ”اور پھر ہیسٹ تو کمزوری ہی نہیں بلکہ بھروسی بھی ہے۔!“

”چلواب اور بھی الجھادی بات کو....!“ میرا پھر نہیں پڑی۔

”نہ نہیں....!“ عمران چیخ کر بولا ”میری ذریںگ الماری کاشیشہ میرے قدسے اونچا ہے لہذا بقیرہ خلا کو پر کرنے کے لئے.... میں یہ ہیسٹ....!“

”دعا اور زور سے نہیں لہذا عمران نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ کر دانت پینا شروع کر دیئے.... اس کی شکل دیکھ کر میرا کی نہیں اور تیز ہو گئی۔

”ذریںگ رکازی روکو میں آگے نہیں جاؤں گا....!“ عمران نے چیخ کر کہا۔

”پھر بے تکی باقی شروع کر دیں.... میں یقین نہیں کر سکتی کہ تم نے آئس کریم میں اسپلاائز کیا ہو گا.... وہ کیا بات ہوئی۔“

”تمہارے یقین نہ کرنے کے باوجود بھی میں تدرست رہوں گا....!“ عمران نے لاپرواں سے شانوں کو جنتش دی۔

میرا جھینگے اور چائے لایا۔ اتنے میں عمران کو زینوں پر وہ آدمی بھی نظر آیا جو سرخ رنگ کی اسپورٹ کار پر ان کے پیچے آیا تھا۔ اس نے بھی ان کے قریب ہی کی ایک میز منتخب کی۔ عمران نے میرا کی طرف سمجھیوں سے دیکھا لیکن اس کے چہرے پر بے عقلی ہی کے آثار نظر آئے۔ پھر وہ کچھ دیر تک خاموشی سے جھینگے کھاتے اور چائے کے گھونٹ لیتے رہے۔

”تو پھر بات کروں.... فرم کے فیجر سے....!“ میرا نے کہا۔

”ارے بھی آخر تمہیں میری ملازمت کی فکر کیوں پڑ گئی ہے۔ کتفیوں نے کہا ہے کہ جب تک آسانی سے آزاد رہ سکو ضرور رہو....!“

”میں دراصل تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں.... دلچسپ آدمی ہو....!“



راکی مامبا نے القاہرہ سے بھاگ کر مصری سفارت خانہ کے ایک آفیسر کے گھر میں پناہ لی تھی۔ لیکن دوسرا ہی دن اُسے معلوم ہو گیا کہ پولیس کو کسی ”راکی مامبا“ کی تلاش ہے جو القاہرہ سے حریت اگنیز طور پر غائب ہو گیا تھا۔

”کیوں یہ کیا چھے ہے....!“ مصری سفارتی آفیسر نے اس سے پوچھا۔

”اب کیا بتاوں.... حماقت ہو گئی....!“ راکی مامبا نے بغلیں جھانکتے ہوئے کہا۔ ”جلدی میں ایک حماقت سرزد ہو گئی.... اب سوچتا ہوں کیا ہو گا۔“

”بات کیا تھی....!“

”القاہرہ میں کسی نیگر کے قتل کے متعلق تم نے بھی سنایا ہو گا.... میں نہیں جانتا ہوں کون تھا۔ لیکن جب مجھے اس کے قتل کے متعلق معلوم ہوا تو میں نے سوچا کہ کہیں پولیس مجھے بھی پریشان نہ کرے کیونکہ میں بھی نسلانگر ہی ہوں۔!“

”تم نے بہت بُرا کیا....!“ آفیسر نے اسامنہ بنا کر بولا۔

”ڈرامیور چلتے رہو....!“

”میں دروازہ کھول کر چھلانگ لگادوں گا۔!“

”چلواب میں نہیں بھنوں گی....!“ اس نے سنجیدہ ہو جانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ عمران منہ پھلانے بیٹھا رہا۔ سی بریز کے پاس انہوں نے ٹیکی چھوڑ دی۔ سرخ رنگ اسپورٹ کار آگے ساحل کی طرف بڑھتی چلی گئی تھی۔

چاروں طرف تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور سی بریز اس وقت دیران تھا۔ یہاں تو شام روشن ہوتی تھی۔ کھلے میں میزیں لگائی جاتی تھیں۔ جن کے گرد سرکنشے کے موٹھے ہوتے تھے وہ دونوں ساہبان کے نیچے جائیجھے اور ایک اوپنگھتے ہوئے سے میرے نے کسی قدر خوش اخلا سے ان کا استقبال کیا۔

”کیا کھاؤ گے....؟“ میرا نے عمران سے پوچھا۔

”کھانے کو تو میں پکی مچھلیاں تک کھا سکتا ہوں لیکن اگر بعد میں تمہارا سربراہ ہونے لگا تو کروں گا۔!“

میرا ہٹنے لگی پھر اس نے میرے سے کہا۔ ”جھینگے اور چائے لاؤ....!“ پھر عمران سے بو ”تم واقعی ڈر گئے ہو.... ارے وہ تو محض مذاق تھا۔!“

”لیکن پولیس تو کسی طرح بھی مذاق سمجھنے پر تیار نہیں.... اسی صورت میں جب گورچن سنگھ کا قتل....!“

”چھوڑو ختم کرو....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”میرا اچھا خاصاً موڈنہ برپا کرو....!“ ہو سکتا تھا۔ تقدیق نے وہ حرکت کسی خاص مقصد کے تحت کی ہو لیکن میرا ذات اس میں صرف مذاق اور حد تک ملوث رہی ہے۔!

”یہ تقدیق مل جائے مجھے تو بتاؤں....!“ عمران گھونسہ ہلا کر بولا۔

”میں کہتی ہوں اب ختم کرو اس تذکرے کو.... ہاں تم کوئی کام کیوں نہیں کرتے۔ اس کے ذاکر ہو... اگر کہ تو میں اپنی فرم میں کوشش کروں.... وہ ادوبات کا بیوپار بھی کرتی ہے۔“

”لیکا فائدہ....!“ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”آئس کریم کا بیوپار کرتی ہو بات بھی تھی۔!“

”دماغ نہ چاٹو....!“  
 ”اچھا سفارت خانے کے افبر کا نام بتاؤ....!“  
 ”فضل مخدوم.... لیکن آخر تم....؟“  
 ”پچھے نہیں.... میں بھی شاہد اسے جانتا ہوں....!“ عمران پچھہ سوچتا ہوا بولا۔ ”اسے قدمی  
 قلمی کتابوں کا خط ہے خواہ وہ کسی زبان میں ہوں....!“

”پھر....؟“  
 ”پچھے نہیں!“ عمران نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”اس کے نمبر بتاؤ....!“  
 فیاض اسے تحریر نظروں سے دیکھتا ہوا پھر نمبر بتائے۔ عمران نے ڈائل کر کے ماڈھے پیش  
 میں ہو کھا اور بولا۔ ”کیا مسٹر مخدوم ہیں!“

”جی ہاں.... فرمائیے....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔  
 ”میں نے سنائے کہ آپ کو قلمی کتابوں کا شوق ہے!“  
 ”جی ہاں ہے تو.... آپ نے ٹھیک سنائے!“

”کیا آپ میرے ذخیرے میں سے چند کتابیں دیکھنا پسند کریں گے.... عربی میں ہیں....!  
 مجھے ان کی تاریخ میں شبہ ہے!“  
 ”اہ ضرور.... ضرور.... تباہی میں آپ سے کہاں ملوں....؟“ دوسری طرف سے پر  
 اشتیاق لجھے میں کھا گیا۔

”آپ کہاں تکلیف کریں گے.... کہنے تو میں خود پانچ بجے آجائوں....!“  
 ”ضرور.... ضرور.... مجھے بے حد خوشی ہوگی.... چائے میرے ساتھ ہیجھے!“  
 ”شکریہ میں پانچ بجے پہنچ جاؤں گا!“ عمران نے کہا اور سلسہ منقطع کر دیا۔ پھر فیاض سے  
 بولا۔ ”کفیو شس نے کہا ہے کہ جان پیچان پیدا کرنے ہی سے جان پیچان پیدا ہوتی ہے!“



میز پر راکی مامبا بھی موجود تھا۔۔۔ فیاض نے اسے پر تشویش نظروں سے دیکھا۔۔۔ لیکن پچھہ  
 بولا نہیں اور نہ اس سے تعارف ہی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ میز پر میزبان سمیت یہی تینوں  
 آدمی تھے۔۔۔ دفتار ایک ملازم کسی کا کارڈ لایا جس کی پشت پر قلم سے بھی پچھہ لکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔

”پھر بتاؤ.... اب کیا کروں.... بوکھلاہٹ میں ایک غلط حرکت سرزد ہو گئی۔!“  
 ”تم نے میری پوزیشن بھی خطرے میں ڈال دی ہے۔ کل ہی بتادیا ہوتا۔!“  
 ”پچھہ کرو دوست....!“  
 آفسیر سوچ میں پڑ گیا۔۔۔ پھر بولا۔ ”تم آخر یہاں کس مقصد کے تحت آئے ہو۔!“  
 ”کہاں.... تمہارے گھر یا اس ملک میں....؟“  
 ”اس ملک میں....!“

”محض تفریح کی خاطر.... تبدیلی کے لئے.... ہر چھ ماہ کے بعد پچھہ دنوں کے لئے باہر نکلا  
 ہوں۔ اس پاریہاں چلا آیا!“  
 ”تم نے مجھے بھی مشکلات میں ڈال دیا... خیر ٹھہر دے... میں پچھہ کرتا ہوں۔ محمد سراج رسالی  
 کا سپرنشنڈنٹ میرادوست ہے۔ میں اسے شام کوچائے پر مد عوکر کے اس سے بات کروں گا۔!“  
 ”بہت بہت شکریہ میرے دوست....!“ راکی مامہنے طویل سانس لی۔



عمران اس وقت فیاض کے پاس ہی بیٹھا تھا۔۔۔ جب اس نے مصری سفارت خانے کے ایک  
 آفسیر کی کال ریسیوکی اور یونیہنی رو ابروی میں اس کا تذکرہ عمران سے بھی کیا۔  
 ”مصری سفارت خانے کا آفسیر....!“ عمران پچھہ سوچتا ہوا بڑا بڑا۔ ”کیا ہے پہلے بھی کبھی  
 تمہیں مد عوکر پکا ہے....؟“  
 ”نہیں.... کیوں....؟“

”یار اس معاملے میں کہیں مصر کا نام بھی تو آیا تھا شاہزادے....!“  
 ”ہاں متعلقہ لوگوں میں سے کچھ مصر سے بھی تعلق رکھتے تھے!“  
 عمران تھوڑی دیر تک پچھہ سوچتا ہوا پھر بولا۔ ”میں نے آج تک کسی مصری کے گھر چا  
 نیں پی.... کیا خیال ہے تمہارا....!“

”بکواس نہ کرو.... یہ اپنے یہاں کی دعویٰ تیں تو ہیں نہیں کہ میزبان نے صرف میاں یہی ای  
 مد عوکر کیا اور وہ اپنی بچھلی سات پتوں کو بھی قبروں سے اٹھا کر لے پہنچے!“  
 ”پھر بھی ایک آدمی کی گنجائش تو نکل ہی سکے گی.... کیونکہ تمہاری یہوی توجانے سے رہی!“

اس کے جانے کے بعد عمران کتابیں لے بیٹھا۔  
”مگر ان پر یونورٹی کی مہر ہے....!“ آفیسر نے کہا۔  
”جی ہاں.... یونورٹی ہی کی لا بیری ہی سے لایا ہوں!“  
آفیسر کا جوش و خروش ڈھیل پڑ گیا۔ اس نے بے دلی سے کہا۔ ”میں تو سچا تھا شاکنڈ آپ کچھ  
تلی نئے میرے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ا۔“

”جی نہیں یہ بات نہیں تھی.... میں دراصل ان کی تاریخ...!“  
”مگر کتابوں کو سو گھنگھ کر قوان کے پارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ مطالعہ کے لئے وقت چاہئے  
اور میں آج کل عدیم الفر صت ہوں۔!“

”یہ آپ کیا فرم رہے ہیں جناب....! ہمارے یہاں تو کتابوں کو ترازو میں قول کر سال کی  
بہترین کتابیں منتخب کی جاتی ہیں اور ان پر اعلامات دیے جاتے ہیں۔ عموماً سب سے زیادہ سخنیم  
کتاب کا مصنف اعام پاتا ہے.... اگر کوئی اللہ کا نبیہ اعتراض کر بیٹھے تو کہہ دیا جاتا ہے.... لاماں  
اتنی موٹی کتاب لکھ دی ہے بیچارے نے کہیں نہ کہیں تو کوئی قبل اعام بات قلم سے نکل ہی گئی  
ہوگی۔ آپ اس ترقی کے دور میں مطالعہ لئے پھرتے ہیں۔ لا حول ولا قو۔!“

”آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں....!“ آفیسر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”جیسی آپ کر رہے ہیں۔!“ عمران کا لہجہ بھی ناخوش گواری تھا۔

”لکیف کاشکریہ.... میں بہت مصروف آدمی ہوں۔!“ آفیسر اٹھتا ہوا بولا۔

”پھر بھی کیا خیال ہے ان کتابوں کے متعلق۔!“

”عجیب آدمی ہیں آپ....! تشریف لے جائیے۔!“ آفیسر جھنجھلا گیا۔

”جی، بہت اچھا....!“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور اٹھ گیا۔



وہی پر عمران نے ایک پیک نیلی فون بو تھے سے کیپن کے نمبر ڈائل کئے لیکن جواب نہ  
ملا۔۔۔ پھر گھر کے نمبروں پر کوشش کی وہ موجود تھا۔

”نیلوں....!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔

”عمران اسمینگ.... تم نے راکی ماہما کے متعلق کیا سوچا۔!“

”بلاؤ.... سیلیں لاو....!“ سفارت خانے کے آفیسر نے کارڈ دیکھ کر ملازم سے کہا۔  
تحوڑی دیر بعد عمران کئی عدد موٹی کتابیں اٹھائے ہوئے کرنے میں داخل ہوا۔ لیکن اس  
وقت اپنے مخصوص مفعکھ خیز لباس کی بجائے شیر و انی اور پاجامے میں تھا۔۔۔ آنکھوں پر عینک  
بھی نہیں تھیں تھیں۔۔۔ البتہ بال منتصر تھے۔۔۔ اور پیشانی پر لئے نظر آرہے تھے۔ انداز کسی بہت زیادہ  
مطالعہ کرنے والے لاپرواہ آدمی کا ساختا۔!

”آئیے.... آئیے.... جناب....!“ آفیسر اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں تو منتظر تھا۔ سوچتا تھا کہ میں  
آپ بھول نہ کے ہوں.... آئیے پہلے چائے بیٹھیں.... پھر دیکھیں گے۔!“

عمران نے کتابیں ایک طرف رکھ دیں۔۔۔ اور خود چو تھی کہ سی پر بیٹھ گیا۔۔۔ جو پہلے ہی سے  
ہیاں اس کے لئے لکائی گئی تھی۔۔۔ سامنے ایک پلیٹ بھی موجود تھی۔۔۔ چائے کے دوران میں  
مصری آفیسر نے اس کی طرف خاص توجہ نہ دی۔ کیپن فیاض سے باتیں کرتا رہا۔۔۔ اور یہ باتیں  
بھی راکی ماہما کے متعلق تھیں۔

”آپ سے زبردست غلطی سرزد ہوئی ہے جناب....!“ فیاض نے راکی ماہما کو گھورتے ہوئے کہا۔  
”بس ہو گئی....!“ غیر ارادی طور پر راکی ماہما نے کہا۔

”آپ مقتول سے واقع نہیں تھے۔!“

”قطعی نہیں جناب... ویسے وہاں دیکھا ضرور تھا... لیکن چونکہ مفرور آدمی معلوم ہوتا  
تھا اسلئے میں نے جان پیچاں بیدا کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ویسے فطرتاً مجھے اس سے مانا چاہئے  
تھا کیونکہ ایک ا江山ی دلیں میں دو ہم وطنوں یا ہم نسلوں کا آپس میں مل بیٹھنا غیرمیت ہوتا ہے۔!“

”آپ خواہ مخواہ وہاں سے بھاگے تھے۔۔۔ آخر پولیس پوچھ چکھے ہی تو کرتی۔!  
”میں اس سے وحشت زدہ ہو جاتا ہوں۔!“

”خیر کچھ کیا جائے گا۔!“ فیاض نے سفارت خانے کے آفیسر کی طرف دیکھ کر کہا۔  
عمران اس دوران میں بہت بے تعلقانہ انداز میں چائے کی چکیاں لیتا رہا تھا۔ کبھی بھی دیوار  
کی پینٹنگ پر بھی نظر جا دیتا۔ فیاض بھی اس کی طرف سے بے تعلقی ہی ظاہر کر تراہا تھا۔

پھر جب چائے کے خاتے پر سفارت خانے کا آفیسر عمران کی طرف متوجہ ہوا تو فیاض اس کا  
شکریہ او کر کے اٹھ گیا اور چلتے ایک بار پھر وعدہ کیا کہ وہ راکی ماہما کیلئے کچھ نہ کچھ ضرور کریگا۔

”نظر ناک آدمی معلوم ہوتا ہے....!  
اس کی گرانی ضروری ہے....!“

”میں نے بھی یہی سوچا ہے کہ فی الحال اسکی گرانی ہی کرائی جائے.. برادر است نہ چھین رہا جائے۔“  
”اس کی جائے قیام کا علم مجھے رہنا چاہئے۔!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کردیا۔  
وہاں سے وہ سیدھا گھر آیا اور شیر والی وغیرہ سے پیچا چھڑا کر پھر اسی مسکنہ خیز لباس میں آگیا۔  
سیمان کپڑوں پر برش کرنے دوڑا غالباً آج اس کی جیب بالکل خالی تھی۔

برش کرتے کرتے اس نے کہا۔ ”اب آنکھیں بند کر لجھے صاحب...!“  
عمران نے بالکل ایسے ہی سعادتمندانہ انداز میں آنکھیں بند کر لیں جیسے کوئی نیک اور شریف  
انفس پچھے مال کے حکم پر کابل گلوانے میں پیچا ہٹ محسوس کر رہا ہو۔

اور پھر سیمان نے بڑے اطمینان سے اس کے کوٹ کی اندر ونی جیب سے پرس نکال کر دس کا  
ایک نوٹ پار کر دیا اور پرس دوبارہ جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ ”طیعت تو ٹھیک ہے صاحب۔!  
”یہاں ٹھیک ہے....؟“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”بائیں ڈاڑھ میں سینگ نکل آنے  
کی وجہ سے معدہ جوپٹ ہو گیا ہے۔!  
”سر پر جمیلی کے تیل کی ماش کرائیے۔!  
کی وجہ سے معدہ جوپٹ ہو گیا ہے۔!

عمران سعادتمندانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا باہر چلا آیا۔۔۔ پھانک سے گذرتے وقت جیب  
سے پرس نکال کر اس کا جائزہ لیا اور ٹھنڈی سانس لے کر آگے بڑھ گیا۔  
کچھ دور چلنے کے بعد اس نے محسوس کیا جیسے اس کا تعاقب کیا جا رہا ہو۔۔۔ لیکن اس نے مزکر  
اس طرف نہیں دیکھا کہ تعاقب کرنے والے کو محتاط ہونا پڑتا۔  
سورج غروب ہو چکا تھا.... اور شہر پر برقی روشنی کی حکمرانی تھی۔

میریا نے اُسے نہ صرف اپنے فیٹ کا پتہ بتایا تھا بلکہ یہ بھی بتایا تھا کہ وہ یہاں تھا رہتی ہے۔!  
کچھ دیر بعد عمران لاکم ہاؤز کے آٹھویں فلیٹ کی کال بل کا بنی دبارہ تھا۔  
اندر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آرہی تھیں لیکن دروازہ جلد ہی نہیں کھلا اور میریا کی تحریک  
کی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی۔

”اوہ.... تم ہو.... میں کپڑے پہن رہی تھی.... آج جلد ہی سوچانے کا ارادہ تھا.... آؤ۔!  
”

عمران احتجاج انداز میں سر ہلاتا ہوا کرے میں داخل ہوا۔  
فضائیں تمباکو کے دھوکیں کی ہلکی سی یو محسوس ہو رہی تھی۔ عمران نے مجسمانہ نظروں سے  
چاروں طرف دیکھا پھر نظر گول میز پر رکھے ہوئے ایش نڑے پر جم گئی.... جس میں جلی ہوئی  
سگر ٹوں کے کئی ٹکڑے دکھائی دیئے.... اس کے قریب تھی سگریٹ لاسٹر اور بیلک اینڈ وہاںٹ کا  
ڈپ بھی موجود تھا۔  
میریا کی آنکھیں شاند اس کی آنکھوں کا تعاقب کرتی رہی تھیں کیونکہ اس نے دوسرے ہی  
لمحے میں پس کر کھا تھا۔ ”تھائی میں اکثر سگریٹ بھی پینے لگتی ہوں۔!  
چھوٹی میز اس صوفے سے زیادہ دور نہیں تھی جس پر عمران بیٹھا تھا۔ اس نے اس پر رکھی  
ہوئی چیزیں بہت ہی واضح طور پر نظر آرہی تھیں۔ لیکن جلی ہوئی سگر ٹوں کے ٹکڑوں پر اسے  
اپ اسک کے نشانات نہ مل سکے حالانکہ میریا کے ہونٹ رنگے ہوئے تھے۔

عمران نے یہ چیز صرف ذہن نشین کی.... میریا سے کچھ نہیں کہا۔

”تم خاموش کیوں ہو....؟“ میریا نے اس سے پوچھا۔

”مم.... ہپ.... یعنی کہ.... میں ناوقت تو نہیں آیا....!  
بالکل نہیں.... میں تو سخت بور ہو رہی تھی.... وقت ہی کئے گا....!  
”

”یہاں کیا وقت کئے گا....!“ عمران بڑا بڑا۔

”نہیں بھئی....! اس وقت تو باہر جانے کا مودہ نہیں ہے۔!“ میریا جلدی سے بولی۔

دفعاً فلیٹ ہی کے کسی حصے سے بلی کے چیخنے کی آواز آئی اور عمران اچھل پڑا پھر اس طرح  
خوف زده انداز میں میریا کی طرف دیکھا کہ وہ بیساخیتہ نہیں پڑی۔

”مم.... میرا خیال ہے کہ اب مجھے جانا چاہئے۔!“ عمران بھرا کی ہوئی آواز میں بولा۔

”کیوں.... کیوں....؟“

”اس رات مپ تاپ میں بھی پہلے بلی ہی جیتی تھی۔!  
”

”اُرے.... وہ.... تو....!  
”

”کیا تم نے بلی بھی پال رکھی ہے....!  
”

”پال نہیں رکھی بلکہ وہ زبردستی پل رہی ہے۔!“ میریا نے بیزاری سے کہا اور ہاتھ بڑھا کر

”اوہ.... یہ مردود... یہاں کیسے....؟“  
 ”کک.... کون....!“ عمران نے بوکھلا کر پوچھا۔  
 ”کوئی.... نہیں.... کوئی نہیں....!“  
 ”خطرے کی بات ہو تو بتا دو.... میرا دل بہت کمزور ہے!“  
 میرا پہنچ پڑی لیکن اس پہنچ میں کھوکھلا پن تھا۔  
 عمران کی نظریں اس کی نظروں کا تعاقب کرتی رہی تھیں اور اس نے تین آدمیوں کو ہال میں  
 داخل ہوتے دیکھا تھا اور وہ سامنے ہی والی ایک میز کے گرد بیٹھ گئے تھے۔ ہو سکتا تھا کہ انہوں نے  
 کیکین کی طرف دیکھا ہی نہ ہو۔  
 دوسرے پر وہ ہٹا کر جائے لایا اور ٹھیک اسی وقت ان تینوں نے کیکین کی طرف دیکھا اُن کے چہروں  
 پر عمران کو حیرت کے آثار نظر آئے۔ ایک نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ بھی  
 سکوڑے تھے۔  
 میریا نے بھی شاہد عمران کو اُن کی طرف متوجہ دیکھا تھا اس لئے جلدی سے بول پڑی تھی۔  
 ”نہایت بیوودہ لوگ ہیں... لفگے.... میرے آفس میں کام کرتے ہیں۔ تم ان کی حرکتوں سے  
 کوئی نہ اثر نہ لینا... میں انہیں منہ نہیں نکلتی!“  
 ”ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے....!“ عمران بوکھلائے ہوئے لجھ میں بولا۔ ”وہ لہما آدمی تو  
 خطرناک قسم کا غنڈہ معلوم ہوتا ہے....!“  
 ”ادھر مت دیکھو....!“ میریا نے مشورہ دیا۔  
 پھر وہ خاؤشی سے چائے پینتے رہے۔ عمران نے محسوس کیا کہ وہ لوگ اب بھی انہیں ہی  
 گھوڑے جا رہے ہیں۔  
 چائے ختم کر کے عمران نے اٹھنے کا رادہ ظاہر ہی کیا تھا کہ میریا جلدی سے بول پڑی۔ ”نہیں  
 ابھی مٹھو.... ان حرام زادوں کو چلے جانے دو.... ورنہ ہال سے گذرتے وقت ہمیں ان کی کسی نہ  
 کسی حرکت کا شکار ہونا پڑے گا.... کچھ نہیں تو آوازے ہی کیسیں گے!“  
 دفعٹا ان میں سے ایک نے میریا کو زبان دکھائی اور دوسرے نے آنکھ ماری۔ لہما آدمی  
 عمران کو کینہ تو ز نظروں سے گھوڑا تارہ۔

سگریٹ کے ڈبے سے ایک سگریٹ نکالی۔ اور جب اُسے سلکا کر اس کو ہونٹوں سے نکالتا تو  
 عمران نے اس پر لپ اسٹک کا دھبہ دیکھا۔  
 اب تو اسے پوری طرح یقین ہو گیا کہ فلیٹ میں کوئی تیسا بھی موجود ہے جسے وہ کسی وجہ  
 سے اس کے سامنے نہیں لانا چاہتی۔  
 ”وہ کون ہو سکتا ہے....؟“ عمران نے سوچتے ہوئے مظہر باہ انداز میں چاروں طرف دیکھا۔  
 ”ارے تم کیا سوچنے لگے....؟“ میریا نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔  
 ”وو.... ڈرلگ رہا ہے....!“ عمران کا پانچا ہوا بولا۔ ”مم.... میں اب جاؤں گا!“  
 ”یہ کیسے ممکن ہے.... ابھی تو آئے ہو....؟“  
 ”بھپ.... پھر آؤں گا....!“ عمران نے سعادتمندانہ انداز میں یقین دہانی کرائی۔  
 ”میں تو نہیں جانے دوں گی۔!“  
 ”میرے خدا....!“ عمران نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔  
 ”چلوا ٹھوڑا...! اپنے ریستوران میں چائے پیں... میں اس وقت باور پچی خانے میں جانا پسند  
 نہیں کروں گی۔!“  
 ”چلو....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔  
 ”وہ نیچے آئے.... لیکن روائی کے وقت عمران نے واضح طور پر محسوس کیا تھا کہ میریا نے  
 فلیٹ کو مقفل نہیں کیا۔ ریستوران اسی عمارت میں تھا اور اس میں فیملی کیکین بھی تھے وہ دونوں  
 ایک کیکین میں جائیٹھے اور دوسری کو طلب کر کے چائے کے لئے کہا۔  
 عمران کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میریا کے فلیٹ کے لئے کیا کرے۔ اس کی نگرانی کے لئے  
 فیاض کو کس طرح ہدایت دے۔ کاؤنٹر پر اسے فون نظر آیا تھا لیکن ریستوران کا منتظم بھی اس کے  
 قریب ہی موجود تھا۔ فون پر ہونے والی گفتگو ضرور سنتا...، ہو سکتا تھا کہ میریا کاشنا سا بھی ر  
 ہو لہذا میریا اسکی بات ضرور پہنچ جاتی۔  
 کیکین کے ذراوازے پر ایسا پر وہ نہیں تھا.... جو پوری طرح پر وہ پوشی کر سکتا۔ ہال کی کڑا  
 میریں یہاں سے صاف نظر آ رہی تھیں۔  
 دفعٹا میریا چونک پڑی۔

"اب مجھے ان کی شکایت کرنی ہی پڑے گی۔!" میریا بڑا بڑا۔ "حد ہوتی ہے ہر بات کی۔" یہ اتنے کمینے میں تو انہیں اس کا خمیازہ مل گئتا ہی چاہئے۔۔۔ میں باس سے ضرور شکایت کروں گی۔" "جہنم میں گیا تمہارا باس...!" عمران غصے لبجے میں بولا۔ "مجھے ان کے تیور ابھی نہ معلوم ہوتے۔!"

"او نہ...!" میریا نے ٹر اسامنہ بنا کر کہا۔ "تو ہمارا کیا بگڑ لیں گے۔!" عمران کچھ نہ بولا۔۔۔ میریا نے ویٹر کو طلب کرنے کے لئے میز کے پائے سے لگے ہوئے پڑ سونچ پر انگلی رکھی۔۔۔ ویٹر آیا اور اس نے اس سے بل لانے کو کہا۔ بل ادا کر کے وہ کیمین سے نکل۔۔۔ اور جیسے ہی فٹ پاٹھ پر پہنچے انہوں نے دیکھا کہ وہ قیوڑا بھی اپنی میز سے اٹھ گئے ہیں۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ ان کے دلوں میں کیا ہے۔۔۔!" میریا بڑا بڑا۔ "تم کیوں سمجھنا چاہتی ہو۔۔۔!" عمران نے پوچھا لیکن وہ کوئی جواب دیئے بغیر چلتی رہی۔ پڑ وہ فلیٹ کے سامنے پہنچ کر رکے۔

"میرا خیال ہے کہ اب یہاں میری موجودگی ضروری نہیں ہے۔!" عمران نے کہا۔ "مجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔۔۔!" پشت سے آواز آئی اور وہ دونوں چوپک کر مڑے۔ ریسٹوران والے تینوں آدمی اپنیں مخفکانہ انداز میں دیکھ رہے تھے۔

"کیا مطلب....؟" میریا جھنجھلا گئی تھی۔ "یہی کہ اب یہاں اس جیلیں گذے کی ضرورت نہیں ہے۔!" لبے آدمی نے بائیں آنکھ دبا کر شرارات آمیز لبجے میں کہا۔

"مم.... مگر.... میرے دستا نے اندر ہیں۔!" عمران کی آواز کا نپ رہی تھی۔ "لے لو.... اور دفع ہو جاؤ....!" لمبا آدمی غریا۔

عمران نے دروازے کو دھکا دیا جو کھلتا چلا گیا۔۔۔ اسے علم تھا کہ میریا نے چلتے وقت اس مقفل نہیں کیا تھا۔

وہ جھپٹ کر اندر آیا اور کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا۔۔۔ میریا ان لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ "میں اسے کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔ حد ہوتی ہے ہر بات کی۔!"

"وہ کون ہے۔۔۔؟" لبے آدمی نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "تم سے مطلب....؟!" میریا جھلا کر جھنی۔ "مطلب نہ ہوتا تو ہم دخل اندازی کیوں کرتے۔!"

"چلے جاؤ یہاں سے۔۔۔؟"

"آخر ہم میں کیا رہا ہے جو ہمیں اپنی دستی کے قابل نہیں سمجھتیں۔!" "چھادو ستو۔۔۔!" دفتار عمران بولا۔ "اب بہتر یہی ہے کہ چلے جاؤ۔۔۔ ورنہ مجھے بھی غصہ جائے گا۔!"

"بابر کھنچ لاؤ۔۔۔ اسے۔۔۔!" لبے آدمی نے اپنے دونوں سا تھیوں سے کہا۔

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔!" میریا نے تھیرانہ انداز میں پلکیں چھپا دیں۔

وہ دونوں اندر پہنچ چکے تھے۔۔۔ ایک نے عمران کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔۔۔ لیکن درے ہی لمحے میں اسے اپنی اس حرکت پر پچھتا نے کا موقع بھی نہ مل سکا کیونکہ عمران کا گھونسہ میں ٹھوڑی کے نیچے پڑا تھا۔۔۔ وہ اچھل کر دروازے کے قریب ہی آگرا۔ پھر دوسرا بھی گالیاں لماہو اس کی طرف چھپتا۔۔۔ اس بار عمران نے اخڑا تو ہاتھ ہی تھا۔۔۔ لیکن پھر لات چل گئی۔ وہ بھی اتنی زور دار کہ وہ دروازے سے گزرتا ہوا برآمدے میں جا پڑا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا تھا لہ میریا حاجت کے لئے ہونٹ بھی نہ کھول سکی تھی۔

یہ دونوں آدمی شائد اس کے عادی نہیں تھے۔ کیونکہ ان میں سے جو بھی جہاں گرا تھا دوہیں پڑا۔

ہلہ البتہ عمران نے دیکھا کہ لمبے آدمی نے جیب سے ایک بڑا سا چاقونکاں کر کھول لیا ہے۔

"کلڈاہر۔۔۔ چلو۔۔۔!" وہ عمران کو گھورتا ہوا غریا۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟!" میریا کا پتی ہوئی آواز میں بوئی۔

"خاوش رہو۔۔۔؟"

اب وہ چاقونکاں ہوئے عمران کی طرف چھپتا۔۔۔ حملہ بڑا زور دار تھا۔۔۔ عمران سے اگر ذرا سی بھی غلط سرزد ہوئی ہوتی تو دوسرا ہی لمحے میں سفر آخرت پر روانہ ہو چکا ہوتا۔

پھر تیس سے پہتھر ابدل کر دار خالی دیا۔

حملہ آور جھوٹ جھل میں آکر آگے بڑھتا گیا تھا۔۔۔ عمران نے اس کی کمرپلات رسید کی اور وہ

منہ کے مل دیوار سے جا نکلیا۔ پھر سمجھنے بھی نہیں پایا تھا کہ ایک ہی چھلانگ عمران کو اس پر لے گز  
اب چاقو والا ہاتھ عمران کی گرفت میں تھا۔۔۔ پہلے ہی جھٹکے میں چاقو بھی اس کے ہاتھ سے  
نکل کر وور جا پڑا۔۔۔ اور پھر عمران نے اسے کرپر لا کر فرش پر دے مارا۔  
اس کے دونوں ساتھی اب بھی آنکھیں بند کئے چھے تھے۔

میریا کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور اس نے ابھی عک کرے میں قدم نہیں رکھا تھا  
عمران نے پھر حملہ آور کوز میں سے نہیں اٹھنے دیا۔۔۔ اپنے پنجے دبائے ہوئے بُری طرح  
رگید رہا تھا۔

”مارڈا لوں....!“ اس نے سر اٹھا کر میریا سے پوچھا۔

”ارے.... ارے.... نہیں.... نہیں....!“ میریا بُوکھلا کر بولی۔

”بہت اچھا....!“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر کہا اور اسے چھوڑ کر ہر  
گیا۔ پھر تیزی سے جھپٹ کر چاقو اٹھایا۔۔۔ اور بڑے ادب سے اسے حملہ آور کی خدمت میں پڑی  
کرتا ہوا بولا۔ ”یہ لو.... دیکھو کہیں خراب دراب تو نہیں ہو گیا۔!“

”ارے یہ کیا کرتے ہو....!“ میریا جھنجھلا کر جھین۔

حملہ آور فرش پر بیٹھا آنکھیں مل رہا تھا۔

”پھر کیا کروں....?“ عمران نے بڑے بخوبی پن سے پوچھا۔

”احمق ہو کیا بالکل.... اسے چاقونہ دو....!“

”اور اگر اس نے تھانے میں روپورٹ درج کرادی تو....?“

”کہیں روپورٹ....!“

”بھی کہ میرا اچاقو جھین لیا....!“

میریا کرے میں داخل ہوئی اور حملہ آور سے بولی۔ ”آنندہ اگر مجھ سے بد تمیزی کی تو اس۔

بھی زیادہ براہش ہو گا چپ چاپ چلے جاؤ۔۔۔ درن پولیس ہی کے حوالے کر دوں گی۔“

پولیس کے نام پر دونوں بیویوں آدمیوں کے جسموں میں حرکت ہوئی اور وہ بُوکھلا کر اٹھ بیٹھے  
لبایا آدمی چپ چاپ اٹھا اور سر جھکائے ہوئے دروازے سے گزر گیا۔۔۔ اس کے دونوں  
ساتھیوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ عمران اور میریا خاموش کھڑے رہے۔ وہ اسے اس طرح گئے۔

”ری تھی جیسے اس کے سر پر سینگ نکل آئے ہوں۔

”تم.... تم.... لگ.... کیا بلا ہو....!“ وہ تھوڑی دیر بعد ہٹکا تھا۔

عمران کچھ نہ بولا۔۔۔ جیسے میں جیونگم کا پیکٹ خلاش کر رہا تھا۔

”اب اگر انہوں نے روپورٹ درج کرادی تو....!“ میریا نے پوچھا۔

”کس بات کی روپورٹ....!“

”بھی کہ انہیں مار دیتا گیا ہے۔۔۔ چوٹیں ضرور آئی ہوں گی....؟“

”اوہ نہہ مت بور کرو....!“ عمران نے اکتا ہے ہوئے انداز میں کہا۔

”وہ یقیناً روپورٹ درج کرائیں گے۔!

”اچھا.... تو.... پھر کیا ہو گا!“

”اجھیں بڑھ جائیں گی....!“ میریا نے کہا۔ ”ابھی میرے خلاف پولیس چھان پن کریں  
اوہ ہے۔!

”ہاں یہ تو ہے....!“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”اچھا ب تم جاؤ....!“

”اگر وہ پھر آگئے تو....!“

”دیکھا جائے گا۔۔۔ مگر تم جاؤ....!“



کیٹھن فیاض نے دوسرے دن عمران کو فون پر اطلاع دی کہ راکی مامبا پھر القابہ ہوئیں میں  
وہیں آگیا ہے اور اسی کرے میں مقیم ہے جس میں پہلے تھا۔۔۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ باقاعدہ طور  
پر اس کی گمراہی بھی کی جا رہی ہے۔

عمران نے اس سلسلے میں مزید پوچھ چکھ نہیں کی۔ رسیور کریڈل میں رکھ کر مڑاہی تھا کہ فون  
کی گھنٹی پھر بی۔ دوسری طرف سے کسی عورت نے اسے مخاطب کیا۔

”لیں عمران اسپینکن....!“ اس نے ماڈ تھ پیس میں کہا۔

”میں بول رہی ہوں.... میریا....!“

”اوہ.... ہلو....!“

”کیا تم بالکل ہی احمد ہو....!“  
”کیوں....؟ کیوں....؟“

”انتے مطمئن کیوں ہو اگر انہوں نے ابھی اپنی زبان بند کر کھی ہے تو کیا ہمیشہ ہی ایسا رہے گا۔!“  
”پھر کیا ہو گا....؟“

”میں نہیں جانتی....!“ میریا نے ناخوش گوار لجھے میں کہا۔  
کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر عمران بولا۔ ”میں سمجھ گیا.... وہ یا تو مجھے پولس کے حوالے کرنے کی کوشش کریں گے یا پھر بلیک میل کرنا شروع کر دیں گے.... کیوں ہے ناہیک بات۔!“

”بہت دیر میں سمجھے.... لیکن میں سخت الجھن میں ہوں کیونکہ وہ سب کچھ میرے قلیٹ میں ہوا تھا وہ دونوں مجھے بھی بلیک میل کر سکتے ہیں۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ میریا بھی خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر بعد عمران نے چوک کر چاروں طرف دیکھا اور اس طرح تھنھے سکوڑ کر سانس لینے لگا جیسے کچھ سو گھنے کی کوشش کر رہا ہو۔  
”کیوں....؟“ میریا اسے گھورتی ہوئی بولی۔

”یہ چائے کی خوشبو کہاں سے آ رہی ہے۔!“ عمران نے آہستہ سے رازدارانہ لجھے میں پوچھا۔  
میریا ہش پڑی.... پھر بولی۔ ”اس وقت بھی خود ہی چائے بنانے کا مود نہیں.... تھہر و....  
ریشور ان سے یہیں منگوائے لیتے ہیں۔!“

”وہ باہر چل گئی.... عمران صوفی کی پشت سے نکاچھت کی طرف دیکھتا رہا۔  
کچھ دیر بعد میریا یا یوکھلانی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

”جاو.... تم دوسرے کرے میں جاؤ.... وہ دونوں آرہے ہیں۔!“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر سامنے والے دروازے کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔

”کون دونوں....؟“

”وہی جو چھپلی رات مر نے والے کے ساتھ تھے۔!“

”آہم.... لیکن میں دوسرے کرے میں کیوں جاؤ۔!“

”وہ جلدی کرو بحث مت کرو!“ اس نے اُسے دوسرے کرے میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور چاروں طرف دیکھنے لگا.... یہ سونے کا کمرہ تھا.... یہاں بھی

”کیفے ڈاں سے بول رہی ہوں.... میں بہت پریشان ہوں....!“  
”ڈاں اور پریشان کا قافیہ پسند آیا....!“

”جلدی کرو.... عمران.... ورنہ ہم دونوں کی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔!“  
”دونوں....؟“ عمران نے حیرت سے دھرایا۔

”فوراً آؤ.... میں اپنے قلیٹ میں تمہاری منتظر ہوں گی....!“ دوسری طرف سے آوازاً اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران نے مستی خیز انداز میں سر کو جبکش دی اور خود بھی رسیور رکھ دیا۔  
تحوڑی دیر بعد وہ گھر کی طرف جا رہا تھا.... دن کے ڈھائی بجے تھے تمازت کم ہو گئی تھی  
یوں بھی سردیوں کے دن تھے۔ میرا گھر بے چینی سے منتظر تھی۔

”اوہ.... عمران.... بیٹھو بیٹھو....!“ اس نے بوکھلانے ہوئے لجھے میں کہا۔ ”میں تمہیر  
ہر گز تکلیف شدیتی.... تم خطرے میں ہو۔!“

”خی..... خطرے میں....!“ عمران اچھل پڑا۔

”ہاں.... وہ مر گیا....!“

”گک.... کون....!“

”وہی لمبا آدمی جس نے کچھل رات تم پر چاقو نکال لیا تھا۔!“

”مر گیا....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”میوہ تم خوش ہو رہے ہو احتق.... اگر کئے دونوں ساتھیوں نے نشاندہی کر دی تو تم کہاں ہو گے۔

”کہاں ہوں گا....!“ عمران نے بھولپن سے کہا۔

”جیل میں.... چنانی....!“

”اُرے باپ رے۔!“

”آج صحیح آفس میں اسکے منہ سے خون آیا تھا.... بیہوش ہو کر گرا اور تھوڑی دیر بعد مر۔!

”تو پھر اس کے دونوں ساتھیوں نے تم سے کیا کہا....!“

”ابھی تو وہ خاموش ہیں....!“

”چلو بڑی اچھی بات ہے....!“ عمران نے احتقاد انداز میں اطمینان ظاہر کیا۔

بلی چنئی ہے

”یا بلک میل کرنا چاہتے ہو....!“ میریا کی آواز عصیلی تھی۔

نفاست اور خوش سیلیگی نظر آئی۔ بچھ دیر بعد اس نے گھنٹی کی آواز سنی۔ شاندوہ دونوں بیرونی دروازے پر تھے۔

”اگر ہم اس سے اپنی کسی محنت کا معاوضہ وصول کریں تو یہ بلک میلگ کیوں کھلانے گی!“

دوسرا بھی لمحے میں کسی مرد کی آواز آئی۔ ”تمہا ہو....!“

”یکی محنت....!“

”ہاں لیکن تم سے خوف زدہ نہیں ہوں۔!“ میریا کی آواز آئی۔

”بڑی محنت کرنی پڑتی ہے کسی راز کو راز رکھنے میں۔!“

”اہ.....!“ مردانہ آواز۔ ”ہم سے خائف ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں.... وہ تو مردی گرام

”میں خود ہی پولیس کو اس واقعہ کی اطلاع دے دوں گی۔!“

ہم میں بُرا آدمی تھا!“

”اس طرح تم اپنی بھی گروپ پھنساؤ گی.... ہم ثابت کردیں گے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے قلعی جبکی تھے اور تم نے ہی اسے لڑ جانے پر اکسیلا تھا!“

”کیا چاہتے ہو....!“ میریا کی آواز آئی۔

”پھر کیا ہو گا....?“

”ایک اہم مسئلے پر غلطگو کرنی ہے.... کیا تم ہمیں بیٹھنے کو بھی نہ کہو گی۔!“

”تم کم از کم سات سال کے لئے جاؤ گی.... اعانت جرم کے سلسلے میں۔!“

”بیٹھو.... اور جلدی سے بتاؤ کیا چاہتے ہو....!“

”میریا کی آواز پھر نہ سنائی دی۔

”اوہو.... اتنی بیزاری.... آخر ہم بھی تو آدمی ہی ہیں۔!“

”بُولو.... کیا کہتی ہو.... بتاؤ گی.... اس کا پتہ....?“

”میں پھر کہتی ہوں کہ میرا وقت ضائع نہ کرو۔!“

”ہرگز نہیں....!“ میریا کی بھرا ہوئی سی آواز آئی۔

”وہ مر گیا.... اور پونٹ مارٹ کی رپورٹ کسی اندر ورنی چوت کی کہانی سنائے گی۔!“

اور عمران معنی خیز انداز میں سر ہلانے لگا۔

”پھر میں کیا کروں....!“

شام کو عمران حسب معمول نیکیوں کے اڈے پر کھڑا کسی ایسی لیکسی کا انتظار کر رہا تھا جو اسے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب تک پہنچادیتی۔

”میں کچھ بھی نہیں جانتی....!“

دفعٹا کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا.... اور وہ چوک کر مڑا۔

”اس آدمی کا پتہ بتاؤ جس نے اسے مارا تھا....!“

”پہچانا مجھے....!“ پشت پر کھڑے ہوئے آدمی نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتی.... وہ میرا دست ہے لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں رہتا ہے۔!“

عمران نے نئی میں سر ہلانا... لیکن وہ اسے اچھی طرح پہچان چکا تھا.... یہ بھی انہیں تمن آدمیوں میں سے تھا جن سے میریا کے فلیٹ میں جھگڑا ہوا تھا۔

”پلو صرف نام ہی بتاؤ.... ہم ڈھونڈنے کیلیں گے۔!“

”ن..... نہیں تو....!“

”وہ ڈھونڈ کر کرو گے....!“

”یاد کرو.... میریا کے فلیٹ میں تم نے ہم لوگوں سے جھگڑا کیا تھا....?“

”یہ بعد میں سوچیں گے....!“

”تو سکتا ہے....!“ عمران نے لاپرواں سے شانوں کو جبکش دی اور پھر دوسری طرف ٹرک گیا۔

”اگر تمہیں یقین ہے کہ وہ اس کی ضربات ہی کی وجہ سے مرا تو پولیس کو کیوں نہیں کر دیتے!“

”بھلا اس کے چھانی پا جانے سے ہمیں کیا فائدہ ہو گا... ہم تو اس پر اپنا احسان جانا پا تھے ہیں“

اور میر اساتھی جانتے ہیں کہ اس نے کب اور کہاں مار کھائی تھی۔!  
”یقیناً جانتے ہوں گے...!“ عمران نے پھر لاپرواں کا مظاہرہ کیا۔

”مجھے تمہارا نام اور پتہ بھی معلوم ہو چکا ہے... میں اس کی اطلاع سب سے پہلے تمہارے والدؤں... جی رحمان کو دوں گا۔!“

”اررر... نن ٹھیں...?“ عمران بول کلرا کر مرد۔

آس آدمی کے ہونٹوں پر زہر لیلی سی سکراہٹ تھی۔

”چلو کہیں بیٹھ کر اطمینان سے گفتگو ہو گی۔!“ اس نے کہا۔

”چچ... چلو...!“ عمران ہکلایا۔

وہ قریب ہی کے ایک کینے میں آبیٹھے۔

عمران خاموش تھا اس نے اس سے کچھ بھی نہ پوچھا۔ چہرے پر پہلے سے بھی زیادہ حماس تھا... اس کا طاری تھی۔ القاہرہ پہنچ کر وہ ہاں میں داخل ہوئے۔  
”کیا پیٹو گے...!“ ساٹھی نے پوچھا۔

”اب بھی تو کافی پیچے ہیں...!“ عمران نے جواب دیا۔

”کون کی پیٹتے ہو...!“

”بغیرِ دودھ والی...!“

”کیا مطلب...!“

بغیرِ دودھ کی چائے مجھے زیادہ پسند ہے... لیکن نچوڑ کر پیتا ہوں۔!

”میں اسکا چاہی اور سوڑا کی بات کر رہا ہوں۔!“

”شراب... ارے باپ رنے۔!“ عمران اچھل کر بولا۔ ”نہیں...!“

چلو اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے اندازہ کر رہا ہو کہ کسی نے ان کی گفتگو سنی تو نہیں۔  
”نہیں پیتے۔!“

”ارے توبہ توبہ...!“ عمران منہ پیٹتا ہوا بولا۔ ”خدا محفوظ رکھے۔!“

”غیر... غیر...!“ وہ نہ پڑا۔ چھریک یک سنجیدہ ہو کر ایک جانب دیکھنے لگا۔

عمران نے بھی اس کی تقسیم کی... توجہ کامر کزا ایک نیکرو تھا... راکی سا بسا... فیاض نے اسے پہلے ہی اطلاع دی تھی کہ راکی سا مارا و بارہ القاہرہ میں واپس آگیا ہے... اور اب باقاعدہ طور

کر چکا ہوں تم بیکار بھی ہو۔!

”باکل... باکل... کہیں نو کری ہی نہیں ملتی۔!“

”بہت زیادہ نہ پڑھنا چاہئے۔!“

”اور کیا... للو پرشاد بننے کا لوٹا اٹھل پاس ہے... اور دس بارہ ہزار روپے ماہوار کمار ہاں۔!“

”فکر نہ کرو... تم اس سے بھی زیادہ کما سکو گے۔!“

”نہ ممکن ہے...!“

”غیر چھوڑو... ہاں تو تم میرے کہنے کے مطابق عمل کرو گے۔!“

”باکل... لیکن تم بھی پھر اس معاملے سے پوچیں کو آگاہ نہیں کرو گے۔!“

”قطعی نہیں...!“

اس دوران میں اس نے ویٹر کو کافی کا آرڈر دیا تھا... ویٹر کافی لے آیا اور وہ خاموشی سے پہتے رہے... کافی ختم کرنے کے بعد اس نے فوراً تھی مل طلب کر لیا تھا... قیمت ادا کر کے وہ باہر آئے۔  
پھر ایک نیکی میں بیٹھ کر اس نے ڈرائیور سے القاہرہ ہوٹل چلنے کو کہا۔

عمران خاموش تھا اس نے اس سے کچھ بھی نہ پوچھا۔ چہرے پر پہلے سے بھی زیادہ حماس تھا... اس کا طاری تھی۔ القاہرہ پہنچ کر وہ ہاں میں داخل ہوئے۔

”کیا پیٹو گے...!“ ساٹھی نے پوچھا۔

”اب بھی تو کافی پیچے ہیں...!“ عمران نے جواب دیا۔

”کون کی پیٹتے ہو...!“

”بغیرِ دودھ والی...!“

”کیا مطلب...!“

بغیرِ دودھ کی چائے مجھے زیادہ پسند ہے... لیکن نچوڑ کر پیتا ہوں۔!

”میں اسکا چاہی اور سوڑا کی بات کر رہا ہوں۔!“

”شراب... ارے باپ رنے۔!“ عمران اچھل کر بولا۔ ”نہیں...!“

چلو اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے اندازہ کر رہا ہو کہ کسی نے ان کی گفتگو سنی تو نہیں۔

”نہیں پیتے۔!“

”ارے توبہ توبہ...!“ عمران منہ پیٹتا ہوا بولا۔ ”خدا محفوظ رکھے۔!“

”غیر... غیر...!“ وہ نہ پڑا۔ چھریک یک سنجیدہ ہو کر ایک جانب دیکھنے لگا۔

عمران نے بھی اس کی تقسیم کی... توجہ کامر کزا ایک نیکرو تھا... راکی سا بسا... فیاض نے

اسے پہلے ہی اطلاع دی تھی کہ راکی سا مارا و بارہ القاہرہ میں واپس آگیا ہے... اور اب باقاعدہ طور

ہو گا....؟ تم نے ابھی کہا تھا تا....!"

"اس میں مالی فائدہ نہیں ہو گا....مالی فائدہ کی بات پھر بتاؤں گا!"

"غیر افی کرنے کے سلسلے میں اخراجات بھی تو ہوں گے....میں مہکو تم کا آدمی ہوں۔!"  
"اس کی غفرنہ کرو....!"

"کمال ہے....ارے....یار....مطلوب یہ کہ....مسٹر نادر بیگ میری جیب بالکل خالی ہے۔ اگر یہ ابھی اٹھا اور باہر نکل کر میکسی میں بیٹھ گیا تو کیا میں اس کے پیچھے سر پڑ دوڑتا چلا جاؤں گا۔ کم از کم میکسی کا کرایہ تو جیب میں ہوتا ہی چاہئے۔!"

"ہوں....!" وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔ "اگر میں تمہارے راز کی کوئی قیمت مقرر کر دیتا تو۔"  
"تب میں تم سے کہتا کہ شوق سے پولیس کو مطلع کر دو....اور کیا....مفلسی کی زندگی سے تو بھی بہتر ہے کہ وہ مجھے پھانسی پر لکا دیں۔!"

وہ تھوڑی دیر تک عمران کو گھورتا ہوا پھر جیب سے پرس نکال کر دس دس کے کچھ نوٹ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "پائی پائی کا حساب لے لوں گا۔!"

"یہ کپکی بات ہے....!" عمران نے نوٹ جھپٹ کر جیب میں رکھ لئے۔

"آج کی روپورٹ کلن بارہ بجے دن میں لوں گا....قری نائسین ڈبل ناٹ فور پر رنگ کر کے معلوم کر لینا کہ میں دفتر میں موجود ہوں یا نہیں....پھر وہیں چلے آتا....نادر بیگ نام ہے۔  
بھولنا نہیں۔!"

"نہیں بھولوں گا....!" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔  
پھر نادر بیگ نے اپنے لئے اسکا حق اور سوڈا مٹکو لیا۔... عمران نے تو کچھ پینے سے پہلے ہی انکار کر دیا تھا۔

عمران گھنگھیوں سے راکی مامبا کو دیکھتا رہا جو اپنی میز پر تھا تھا اور وہ بھی شراب ہی پی رہا تھا۔...  
بھی کبھی بجا ہوا سگار بھی سلاکنے لگتا۔

نادر بیگ زیادہ دیر تک نہیں بیٹھا۔... عمران اب بھی اسی میز پر جما ہوا تھا۔... اور اب تو اسے نظر انداز کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔ سکتا تھا کیونکہ ایک نے آدمی نے راکی مامبا سے اپنا کسی قسم کا تعلق ظاہر کیا تھا اور آدمی بھی کیسا جو خود اسے بھی بلیک میل کر شا چاہتا تھا۔

پر اس کی گمراہی ہو رہی ہے۔

"اس گینڈے کو دیکھ رہے ہو....!" ساتھی نے عمران سے پوچھا۔

"لا جواب ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تمہیں اس کی گمراہی کرنی ہے....میں رہتا ہے۔!"

"یعنی کہ....یعنی کہ....!"

"میں جانتا ہوں....کہ اس کی گمراہی شائد پولیس بھی کر رہی ہے....اور تمہارا وہ دوست پولیس آفسر....کیا نام ہے....اوہ کمپیشن فیاض....وہ بھی اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔ لیکن تم اسے میرے متعلق کچھ بھی نہیں بتاؤ گے....اگر ابیسی غلطی کی تو اس کا انجمام بہت نرا ہو گا۔....  
اتا رہا کہ تم کسی کو اپنی شکل دکھانا پسند نہیں کرو گے۔!"

"ارے یا رکیسی باتیں کرتے ہو....میں احمق تھوڑا ہی ہوں....مگر یہ تو بتاؤ کہ گمراہی سے تمہاری مراد کیا ہے۔!"

"یہ دیکھو کہ یہ کس سے ملتا ہے اور اس سے کون ملنے آتا ہے۔!"

"ملنے والوں کے نام و ام بھی معلوم کرنے ہوں گے۔!"

"قطعی....!"

"میرے بس سے باہر ہے....پچاس آدمیوں کا کام تم مجھ سے لیتا چاہتے ہو۔!"

"اچھی بات ہے تو تم صرف اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھو اور روزانہ مجھے اس کے متعلق روپورٹ دو....!"

"مگر تم ملوگے کہاں....!"

"میرا والے دفتر میں....!"

"نام کیا ہے تمہارا....!"

"نادر بیگ....!"

"اچھا تو کیا یہ بیگم بیگ ہی سے بنتا ہے۔!"

"میں نہیں جانتا....!" وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔ "یہ کہاں کی بات نکال لی۔!"

"بس یو نبی نکل آئی....میں اکثر سوچتا ہوں....اچھا یہ بتاؤ اس کام میں مالی فائدہ کیے

پھر راکی مامبا بھی کچھ دیر بعد اٹھ گیا لیکن وہ باہر جائیں گے اور پری منزل کی طرف جا رہا تھا۔ عمران نے لاپرواں سے شانوں کو جنم دی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا کمرہ اور کی کی منزل پر ہے۔ وہ کچھ دیر اور بیٹھا رہا پھر اٹھ کر باہر آیا۔... تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پیلی فون بو تھا تو وہاں سے کیپین فیاض کے نمبر دا نیل کے... وہ آفس میں نہیں ملا۔ پھر گھر کے نمبر آزمائے دوسرا طرف سے فیاض کی بیوی نے اُسے اطلاع دی کہ فیاض اسے ٹپ ناٹپ کلب میں مل گئے۔ کلب پہنچ کر اس نے ڈائنسنگ ہال کا رخ کیا۔... فیاض ایک میز پر دکھائی دیا لیکن تھا نہیں تھا۔ ایک عورت بھی تھی اس کے ساتھ ... خاصی قبول صورت تھی۔ عمر میں اور کیپین کے درمیان رہی ہو گی۔ سادہ بفتشی ساری میں ملبوس تھی۔ عمران سید ہامیز کی طرف چلا گیا۔

”اوہ....!“ فیاض نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ ”تم ہو.... بیٹھو.... بیٹھو....!“

عمران نے محبوس کیا جیسے عورت بھی کچھ مضطرب سی نظر آنے لگی ہو۔ فیاض پھر عورت تھی کیطرف متوجہ ہو گیا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے عمران کی کوئی ہمیشہ نہ رہی ہو۔ عمران نے موسم کی خرابی کا روتا روتا ہوئے اسی میز پر ایک کرسی سنبھال لی۔ فیاض عورت سے کہہ رہا تھا۔ ”زندہ رہنے کی خواہش ہی دراصل نمایادی چیز ہے.... اور!“ ”بالکل.... بالکل....!“ عمران سر ہلا کر بولا اور پھر اس کے بعد اس نے فیاض کو کوئی جو پورا کرنے نہیں دیا۔ ہربات کو پہنچ ہی سے لے اڑتا فیاض تاؤ کھاتا رہ جاتا۔

عورت عمران میں بے حد و پیچی لے رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اب فیاض کی آئی نہ سننا چاہتی ہو۔ آخر فیاض نیگ آکر عمران سے پوچھ ہی بیٹھا کہ وہ وہاں کیوں آیا ہے۔ ”ئی سال گذرے....!“ عمران سختی سانس لے کر بولا۔ ”جب یہاں پہلے پہلی آیا تھا۔

تب سے اب تک برابر آ رہا ہوں!“

”تو اسی میز پر مرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی!“ فیاض نے جھنجلا کر کہا۔

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔!“ عمران کی مسکراہٹ معنی خیز تھی۔

”آپ کی تعریف....!“ عورت پوچھ بیٹھی۔

”کوئی خاص تعریف نہیں ہے....!“ فیاض نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔ عورت اس انداز میں عمران کی طرف دیکھے جا رہی جیسے اس کی تعریف خود اس کی ز

ہے سننا چاہتی ہو۔

”میں علی عمران.... ایم ایس سی.... پی ایچ ڈی ہوں!“

”مجھے سمز بیک کہتے ہیں!“ عورت دلاؤز انداز میں مسکرائی.... لیکن آپ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کیوں ہیں!“

”میں خود بھی اکثر یہی سوچتا ہوں....!“ عمران نے سختی سانس لی.... چند لمحے خاموش رہا پھر فیاض کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”مجھے یہ دستی زیادہ پرانی نہیں معلوم ہوتی!“

”آپ کا خیال درست ہے جناب....!“ عورت بولی۔ ”ہم ابھی حال ہی میں ملے ہیں!“

اس نے اپنا دماغی بیک کھول کر چھوٹا سا گول آئینہ نکالا اور اپ اسک سے ہونٹوں کے کناروں کو ٹوچ کرنے لگی۔

عمران تھیرانہ انداز میں اس تصویر کو گھور رہا تھا جو آئینے کی پیش پر لگی ہوئی تھی اور یہ تصویر تھی ہڈر بیک کی۔ اسی بلیک میلر کی جس نے اسے راکی ماما بکی نقل و حرکت پر نظر رکھنے پر آمادہ کیا تھا۔

مز بیک.... اس نے سوچا.... کیا یہ اسی نادر بیک کی بیوی ہے....؟ پھر فیاض سے اس کی دستی کیا معنی رکھتی ہے۔ وہ نکھیوں سے اسے دیکھا رہا.... اس نے آئینہ اور اپ اسک دماغی بیک میں ڈال لئے۔ عمران سوچ رہا تھا یہ بھی عجیب اتفاق ہے کیا یہ ضروری تھا کہ وہ اسی وقت آئینہ نکال کر میک اپ درست کرتی اور وہ اس کی اصلیت سے واقف ہو جاتا۔

وہ منہ چلاتا ہوا فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔

ونختا ہال ہی کے کسی گوشے سے ایک چیخ ابھری.... کسی ملی کی چیخ اور چاروں طرف گہری تار کی پھیل گئی.... ہال کا ایک بلب بھی روشن نہیں رہا تھا.... دوسرے ہی لمحے میں عمران کا ہاتھ عورت کے دماغی بیک پر پڑا ہے وہ مضبوطی سے تھا ہے ہوئی تھی لیکن پہلے ہی حصہ میں اس کے ہاتھ سے نکل آیا۔

”ارے.... ارے....!“ عورت کی آواز دوسرے شور پر بخاری معلوم ہوئی۔

”کیا ہے.... کیا ہے....؟“ فیاض غرایا۔

”میرا بیک....!“ عورت چھینی

”لیا ہوا....!“

”کوئی لے گیا....!“ عمران نے اس کی آواز سنی.... وہ نکاسی کے دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ برآمدہ بھی تاریک ہی ملا.... لیکن وہ ٹوٹا ہوا پام کے اس بڑے گلے تک پہنچ ہی گیا جو ایک ستون سے لگا رکھا تھا۔ اس نے عورت کا دینی بیک گلے اور ستون کے درمیان خلاء میں ٹھوں دیا۔ اب وہ پھر ہال میں داخل ہوا تھا.... اندازے سے فیاض کی میر کی جانب چل پڑا۔ متدبر معلوم آدمیوں نے مکراتا ہوا وہ اسی جگہ پہنچ چکا تھا جہاں سے ان دونوں کی آوازیں بخوبی سن سکتا۔ فیاض برابر ہال لگائے جا رہا تھا۔ ”خبردار کوئی اپنی جگہ سے نہ ہے.... پو پیس....!“ اور عورت پہنچے جا رہی تھی.... ”میرا بیک.... میرا بیک....!“ ”خاموش بھی رہئے محترمہ....!“ فیاض غرایا۔ ”کیا اس میں کوئی بڑی رقم تھی....!“ ”ہاں ہاں بڑی رقم تھی.... میرا بیک....!“ سبھی شور چارہے تھے.... اور کوئی بہت اوچی آواز میں کہہ رہا تھا۔ ”روز ہی یہی ہوتا رہتا ہے.... کلب بھیمار خانہ بن کر رہا گیا ہے....!“ ”بائل.... بالکل....!“ عمران نے ہال کگائی۔ ”اوہ.... تو آپ موجود ہیں۔!“ عمران نے فیاض کی آواز سنی.... انداز ایسا ہی تھا جیسے یہ جملہ دانت پیتے ہوئے ادا کیا گیا ہو۔

کچھ دیر بعد پھر روشنی ہو گئی.... اور کوئی لاڈا سپیکر کے ذریعہ معدور طلب کر رہا تھا۔ ”خواتین و حضرات ہمیں بے حد افسوس ہے کہ لاگین میں خراہی واقع ہو جانے کی بنا پر آ کو تھوڑی دیر اندر ہیرے میں رہنا پڑا۔!“ عمران نے میرا بیک کی طرف دیکھا.... وہ برسوں کی بیمار نظر آنے لگی تھی۔ چہہ ستا ہوا تھا۔ لیکن روشنی ہو جانے کے بعد اس نے اپنے بیک کا نام تک نہ لیا تھا۔ ”اوہ آپ کا بیک....!“ فیاض چوک کر بولا لیکن وہ صرف نچلے ہونٹ پر زبان پھیر کر رہا گا جانے دیجئے....! اب کیا ہو سکے گا....!“ وہ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی کی آواز میں بولی ”کتنی رقم تھی....!“ ”کوئی خاص نہیں لیکن ماضی کی کچھ یاد گاروں سے ضرور محروم ہو گئی۔ بجد قلق ہے مجھ کو مااضی کی یاد گاریں....؟ میں نہیں سمجھا....!“

”چند سہیلوں کے خطوط اور ان کی تصاویر....!“

عمران نے اس طرح مختصری سانس لی بیسے ان سہیلوں سے اس کے بھی بڑے اتنے تعلقات رہے ہوں۔

”آپ باقاعدہ روپورٹ درج کرایے....!“ فیاض بڑا بڑا۔ ”اب یہ کلب شریفوں کے بیٹھنے کی بجائے نہیں رہی۔!“

”شریف عموماً یہاں کھڑے رہتے ہیں۔!“ عمران سر ہلا کر بیوال۔ ”خاموش رہو....!“ فیاض جھنجلا گیا۔

”اوہ.... اب مجھے چلتا جا ہے....!“ عورت اٹھتی ہوئی بولی۔ ”تو پھر بیک کے لئے کیا کیا جائے....!“ فیاض نے پوچھا۔

”جو آپ مناسب سمجھئے....!“ اس نے کہا اور شب بینیر کہتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ عمران فیاض کو آنکھ مار کر آہستہ سے بولا۔ ”خاصے تیز رفتار معلوم ہوتے ہو۔!“

”اوی میز پر آمرنے کی کیا ضرورت تھی....!“ فیاض نے آنکھیں نکال کر کہا۔ ”پھر کہاں جاتا۔....!“

فیاض کچھ نہ بولا۔ بُر اسامنہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”اس لاش کا کیا رہا جو راجرڈ کسن کے نیہاں ملی تھی....؟“ عمران نے پوچھا۔

”پوسٹ مارٹم کی روپورٹ کے مطابق اندر ورنی چوٹ اس کی موت کا باعث تھی ہے۔!“ ”مددے میں پائی جانے والی چیزوں کا کیمیاولی تجزیہ کیا گیا تھا یا نہیں۔!“

”پتہ نہیں....!“ فیاض نے لاپرواٹی سے کہا۔ ”میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔.... لیکن اس لاش سے تمہیں کیا سر دکار....!“

”کچھ نہیں یو ہی.... وہ میرا کے آفس میں کام کرتا تھا.... میرا نے مجھے اس حادثے کے متعلق بتایا تھا۔....!“

”وختا پھر شور سنائی دیا اور ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ صدر دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے۔“

”کیا تھا ہے....!“ فیاض نے ایک دیتھ کو مخاطب کیا جو صدر دروازے ہی کی طرف سے ان کی طرف آ رہا تھا۔

”کہاں....؟“ فیاض اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ برآمدے کی طرف چھٹا۔ عمران پہلے تو دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ باسیں جانب برآمدے کے سرے پر بھیز نظر آئی۔ ”براؤ کرم یہاں سے ہٹ جائے....!“ فیاض نے بلند آواز میں کہا۔

کئی لوگوں نے مز کر غصیل انداز میں اس کی طرف دیکھا لیکن غیر کے روئے کی بنا پر انہیں جلد ہی معلوم ہو گیا کہ مخاطب کرنے والا ایک آفسر ہے....! مقتول فرش پر اونڈھا پڑا تھا۔ باسیں کپٹی سے خون بہہ کر چاروں طرف پھیل گیا تھا۔ اور یہ کوئی نیکرو ہی تھا۔!

عمران کے ذہن میں ایک شبے نے سراہجہارا۔۔۔ لیکن پھر جیسے ہی آگے بڑھ کر اس نے لاث کا بغور جائزہ لیا۔۔۔ خیال بدل دینا پڑا۔۔۔ وہ تھات کوئی نیکرو ہی لیکن راکی مامبا نہیں تھا۔ فیاض نے لاش سیدھی نہیں کی تھی۔۔۔ یونہی جھکا ہوا خم کا جائزہ لے رہا تھا۔ تھوڑی دریباں سیدھا کھڑا ہوا ہوا بولا۔ ”گولی بہت قریب سے ماری گئی ہے۔!

”لیکن فائز کی آواز....!“ عمران کچھ سوچتا ہوا بڑی بڑیاں ”بے آواز بیو الور....!“ قریبی تھانے کو فون کیا گیا۔۔۔ فیاض نے اپنے مجھے کے مختلف شعبوں کے ماہرین کو جنم طلب کیا۔

عمران کا ذہن مزربیک کے دینی بیگ میں الجھا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے اسے دہاں۔ نکالا اور پھر اس کے چہرے پر تحریر کے آثار ابھر آئے۔۔۔ وہ اتنا دوستی توہر گز نہیں تھا۔ پینڈ بیک اٹھائے ہوئے وہ با تھر روم کی طرف چھٹا۔ اور پھر جب وہ پینڈ بیک کھلا تو اسے بیساختہ بھی آگئی۔۔۔ کیونکہ وہ ریت اور کوڑے کیاڑے لبریز تھا۔۔۔ نہ تو وہ آئینہ ہی مل سکا جو کی پشت پر اس نے نادر بیک کی تصویر دیکھی تھی اور نہ کوئی دوسرا چیز۔

اس نے جیب سے ردمال نکال کر دینی بیک کا بینڈل صاف کیا۔۔۔ اسے یقین تھا کہ پینڈا کے علاوہ اور کہیں اس کی انگلیوں کے بثنا نہ پائے جا سکیں گے۔ وینی بیک کو دیہی اسی حالت میں چھوڑ کر باہر آگیا۔

ہال میں قریبی تھانے کا انچارج موجود تھا۔ فیاض کے مجھے کے لوگ بھی آگئے تھے۔ لاش

شادی بی جاہی تھیں.... عمران خاموشی سے ان کی مشغولیات کا جائزہ لیتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک کا شیبل مزربیک والا دینی بیک نے ہوئے ہاں آپسچا اس میں اب بھی لوڑا کہاں موجود تھا۔

فیاض نے بھی اُسے دیکھا اور عمران کو مخاطب کر کے بولا۔ ”یا خیل ہے مزربیک ہی کا ہو سکتا ہے۔“ ”ہاں.... غالبیہ اسی کا ہے۔۔۔ کہاں ملا۔۔۔!“ عمران نے پوچھا۔ مذاہل کے بیان کے مطابق.... با تھر روم میں....!

”لیکن یہ کوڑا کہا ہے....؟“ ”پور کی ستم ظریفی۔۔۔ خالی کر کے یہ سب کچھ ٹھوں گیا۔۔۔!“ ”عینکس تھا۔۔۔!“ ”بکھر میں نہیں آتا۔۔۔ یہ کیا چکر چل پڑا ہے۔۔۔!“ فیاض بھراہی ہوئی آواز میں بولا۔

”سخت بدنا ہو رہی ہے وہ وار وار تین تو نہیں ہو چکیں۔۔۔!“ عمران تشویش کن لمحے میں بولا۔ اور وبار یہاں لیکی چینیں بھی سنی گئی ہیں۔۔۔!“ عمران تشویش کن لمحے میں بولا۔

”لیاں مطلب....؟“ ”اور ہر بار اندھیرے سے سابقہ پڑا تھا۔۔۔!“ ”کیا بک رہے ہو۔۔۔!“ ”کچھ بھی نہیں۔۔۔! تم یہ بتاؤ کہ یہ مزربیک۔۔۔!“ ”فضول باتیں مت کرو۔۔۔!“ فیاض نے اُسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

”میں یہ ضرور پوچھوں گا تو پر فیاض کہ اس سے کب اور کہ حالات میں ملاقات ہوئی تھی۔۔۔!“ ”مقصد....!“ فیاض نے آنکھیں نکالیں۔ ”ظاہر ہے کہ وہ مقصد ہرگز نہ ہو گا جس کے تحت تم اس سے ملتے رہے ہو۔۔۔!“ ”میرے پاس وقت نہیں ہے۔۔۔!“ فیاض دوسری طرف مرتا ہوا بڑا۔

”بڑے خلادے میں رہو گے۔۔۔ میں سمجھدہ ہوں۔۔۔!“ فیاض رک گیا۔۔۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”یہیں ملاقات ہوئی تھی۔۔۔ میں باہر جا رہا تھا اور اسکی گاڑی پھانک پر کھڑی تھی۔ کوئی خرابی واقع ہو گئی تھی اسلئے اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔!“

”اس کی گاڑی...!“ عمران نے حیرت سے دہرایا۔  
”ہاں کیوں...! بہر حال میں نے اس کی مدد کی تھی... اس کے بعد سے نہیں ملا قاتم  
ہوتی رہیں!“

”اگر وہ گاڑی رکھ سکتی ہے تو پھر تمہیں تو کم از کم ہواںی جہاز ہی رکھنا چاہئے!“  
”میں نہیں سمجھا...!“

”اس کا شوہر زیادہ سے زیادہ دوڑھائی سور و پے ماہوار کا ملازم ہو گا!“

”کیا کواس کر رہے ہو...! تم اس کے شوہر کو کیا جاؤں...!“

”تم تو یہوی کو جاؤں اور میں شوہر کو بھی نہ جاؤں...! کیا بات ہوئی!“

پھر اس نے فیاض کو آئینے والا واقعہ بتایا... اور فیاض خاتمت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ  
بولا۔ ”یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کا شوہر ہی ہو!“

”میں اس کیلئے کوئی منطق دیں تو نہیں رکھتا!“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”لیکن چھٹی حس۔“

”چھٹی حس!“ فیاض کا قہقہہ بے حد ذہریلا تھا۔ ”ہم کوئی جاسوسی ناول اٹھ نہیں کر رہے!“

”کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر عمران نے کہا۔ ”کیا تم اس کا گھر جانتے ہو!“

”نہیں...!“

”اچھا... تو پھر اس کے متوج شوہر کے متعلق کچھ سنو...!“

”کان نہ کھاؤ... آج کل تم ضرورت سے زیادہ بور کر رہے ہو...!“

”ٹھہر وو...!“ عمران اٹھ کر شراب کے کاؤنٹر پر آیا... بیہان فون پر میریا کے نمبر ڈاکے دوسری طرف سے جلدی جواب ملا... بولنے والی میریا ہی تھی۔

”میں عمران ہوں...! ہاؤ یو ڈو...!“

”اوکے...! شگریہ...! کہاں سے بول رہے ہو...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”گھر سے... اس کا نام کیا ہے جس کا ساتھی مر گیا!“

”میوں اس کے نام کی ضرورت کیوں پیش آئی...!“

”وہ مجھے دھمکیاں دے رہا ہے...! شاائد کچھ رقم اینٹھا چاہتا ہے!“

”تو پھر کیا کرو گے...!“

”کچھ سوچوں گا...!“ تم اس کا نام بتاوا...!“

”بادر بیگ...!“

”وہ کہاں رہتا ہے...!“

”یہ میں نہیں جانتی... آفس ہی میں معلوم ہو سکے گا!“

”تو پھر کب معلوم ہو سکے گا...?“

”اس وقت تو قطعی ناممکن ہے...! مل بتاؤں گی... تم کب آتے ہے ہو...!“

”کل...!“ عمران نے کہا اور سلسہ منقطع کر دیا۔

اب وہ فیجر کے کمرے کی طرف جا رہا تھا... فیاض جہاں تھا ویں رہا۔

اہمی تک پولیس والے دہاں موجود تھے اور مختلف قسم کی کارروائیاں جاری تھیں... فیجر کا  
کرہ عمران کو خالی ہی ملا... وہ چپ چاپ اندر داخل ہو گیا... اسے متوج تھی کہ فیجر کی واپسی  
جلدناہ ہو سکے گی۔

اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی پھر میز پر رکھ لے ہوئے رجسٹر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ پھر وہ  
رجسٹر میں ہی گیا جس کی تلاش تھی۔ یہ مستقل ممبروں کا رجسٹر تھا... چونکہ ممبروں کے نام  
حروف تھیں کے مطابق ترتیب دیئے گئے تھے اس لئے کسی مسز بیک کا صفحہ تلاش کر لینے میں دیرہ  
لگی.... اندازے کے مطابق وہ مستقل ممبر ہی ثابت ہوئی تھی۔ پڑتے بھی اسی صفحے پر موجود تھا۔

ومر ان نے اس کا پتہ اچھی طرح ذہن نشین کر کے رجسٹر پھر اسی طرح رکھ دیئے جیسے رکھے  
ہوئے تھے اور فیجر کے کمرے سے نکل آیا۔

اب وہ پھر ڈانگک ہاں کی طرف جا رہا تھا... فیاض کو جہاں چھوڑ کر گیا تھا ویں پلیا۔ اس کے  
چہرے پر تشویش کے آثار اب اور زیادہ گہرے ہو گئے تھے۔

”کیا کہاں تمہاری موجودگی ضروری ہے...!“ عمران نے اس سے پوچھا۔

”کیوں...?“

”کچھ کام کریں گے!“

”پوری بات کیا کرو...! بھجن ہونے لگتی ہے...!“ فیاض جھنجلا گیا۔

”اس کا وہ نہیں یہ اس تک پہنچا دیں تو کیسی رہے گی!“

”میں کہہ چکا ہوں کہ اس کا گھر نہیں جانتا...!“

”میں تو جانتا ہوں...!“

”کو اس نہ کرو...!“

”اگر اس کے گھر تک نہ پہنچا دوں تو گردن اڑا دینا...!“

””کچھ سوچوں گا...!“ تم اس کا نام بتاوا...!“

”چلو....!

”بیک تو لے لو... لیکن کوڑا کپاڈویے ہی بھرا رہے دینا....!”

فیاض نے ایک کاشمیل کو اشارے سے بلا کر دنی بیک لانے کو کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کپاڈ میں آئے۔ فیاض نے موڑ سائیکل سنبھالی اور عمران پیچے کیریہ میختا ہوا بولا۔ ”ٹمبل روڈ...!”

”ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔ اگر تمہیں ناکامی ہوئی تو بہت نبڑی طرح پیش آؤ گا۔

”چلو بھی یاد رکھو...!” عمران اس کی پیش پر دھپ پر سید کرتا ہوا بولا۔

موڑ سائیکل کپاڈ سے نکل کر سڑک پر ہوئی۔

”ٹمبل روڈ کی گیارہویں عمارت.... تیرا قیست.... گراونڈ فلور....!” عمران نے چیز لیکن موڑ سائیکل کے شور پر اس کی آواز حاوی نہ ہو سکی۔

ٹمبل روڈ کی گیارہویں عمارت کے سامنے پہنچ کر عمران نے فیاض کی پشت پر ہاتھ مار کر

”روکو...!”

”میں پھر کہتا ہوں...!” فیاض نے بریک لگاتے ہوئے کہا۔ ”کہیں کوئی ہماقت نہ کر بیٹھا

”جو کچھ بھی کروں گا اپنی ذمہ داری پر... تم مطمئن رہو...!”

موڑ سائیکل سے اتر کر عمران عمارت کے برآمدے کی طرف بڑھا۔ فیاض نے فوراً اس کا ساتھ نہیں دیا۔

گراونڈ فلور پر تین فلیٹ تھے۔ لیکن کسی پر بھی مسٹری اسمز بیک کے نام کی خنثی نظر نہ

اتھی دیر میں فیاض بھی اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔

”لیا بات ہے...!” اس نے آہستہ سے پوچھا۔

عمران نے تینوں فلیٹوں کی نیم ٹیکس پر جیسی ساری کی روشنی ڈالی۔

”یہاں تو کسی بھی بیک کا نام نہیں ہے....!” فیاض بڑھ دیا۔

”ہو سکتا ہے کسی کے ساتھ رہتی ہو...!” عمران نے کہا اور تیرے فلیٹ کی ذور میں کے

پرانگلی رکھ دی۔ اندر گھنٹی کی گونج سنائی دی اور پھر جلد ہی دروازہ بھی کھلا۔ دروازہ کھولنے والا

”عمرادی تھا، چہرے پر گھنٹی سفید ڈاڑھی تھی اور آنکھوں پر کسی قدر تاریک شیشوں کی عینکا!

”فرمایے...!” اس نے نکل لجھ میں پوچھا۔

”میا مسز بیک تشریف رکھتی ہیں...!”

”می ہاں...!” اس کا الجھہ اب بھی دیساہی خشونت آمیز تھا۔

فیاض نے اپنا دزینگ کارڈ اُس کی طرف بڑھا دیا۔

”اندر تشریف لائیئے...!” اس نے کہا اور واپسی کے لئے مرج کیا۔

وہ ایک چھوٹے سے سٹنگ روم میں آئے۔ بوڑھا انہیں بیٹھنے کو کہتا ہوا اندر چلا گیا۔

عمران اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

وہ دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ عمران کے چہرے پر گھری ہماقت انگریز سجنگدی طاری

تھی۔ کمی منٹ گذر گئے۔ لیکن اندر سے نہ تو کوئی آیا اور نہ کسی قسم کی آواز ہی سنائی دی۔

دفتار عمران نے چونک کر گھری پر نظر ڈالی۔ اور منہ چلا کر بولا۔ ”اب اتنی ویر بعد یاد آیا کہ

میں نے اسے کہاں ویکھا تھا۔!”

”کسے...!”

”آئی بوڑھے کو جو ہمیں یہاں بھاکر گیا ہے...!” عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”آو... ہمیں خود

دیکھا چاہے کہ مسز بیک لباس تبدیل کرنے میں کتنا وقت صرف کرتی ہیں!“

”بیٹھو... کیا ہی بودھی ہے...!” فیاض جلا کر بولا۔

”خیر...! ادو میں منٹ اور دیکھ لو...!”

”تم اس بوڑھے کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے؟“ فیاض نے اسکی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔

”میرا دعویٰ ہے کہ وہ تصدق صدیق کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا...!“

”کیا...؟“ فیاض اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھو... بیٹھو...!“ عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر بھاتا ہوا بولا۔ ”کیونکہ ساتھ ہی یہ دعویٰ

بھی رکھتا ہوں کہ اب وہاں عمارت میں نہ مل سکے گا!“

”تم یقین کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ تصدق ہی تھا...!“

”چلنے کا مخصوص انداز... اور پیشانی کی بناؤث...!“

”تم نے پہلے کوئی نہیں بتایا...!“ فیاض اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹتا ہوا بولا۔

”باتزدرا دیرے سے بکھر میں آئی...!“ عمران نے کہا لیکن وہیں بیٹھا رہا۔ فیاض کے ساتھ

”کیا مطلب....!“

”اس کا وہ نئی بیک کیوں خالی کیا گیا تھا.... اور پھر قتل کیوں کرو گئی!“

فیاض نے کوئی جواب نہ دیا.... عمران صوفے کے قریب رکھی ہوئی چھوٹی میر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ایش ٹرے کو میر پر الٹ دیا۔ جلی ہوئی سگر ٹوں کے کئی ٹکڑے گرپے ہے... عمران انہیں اٹھاٹا کہ غور سے دیکھتا رہا۔ ایک کم یا بغیر ملکی سگریٹ کے ٹکڑے تھے.... وہ سوچنے لگا اس سے پہلے کب اور کہاں ایسے ہی ٹکڑے نظر سے گزرا تھے.... اسے میریا کے فلیٹ میں وہ رات یاد آئی جب اس کا ٹکڑا دو خطرناک آدمیوں سے ہوا تھا۔ اس نے وہاں ایش ٹرے میں ایسے ہی ٹکڑے دیکھے تھے۔ اج پر لپ اسکے نشانات نہیں تھے!“

”کیا سوچ رہے ہو....!“ فیاض نے اسے مخاطب کیا۔

”اوں....!“ وہ چونکہ کربولا۔ ”کچھ نہیں....!“

”یہاں فون نہیں ہے شاید.... تم یہیں ٹھہر دیکھتا ہوں....!“ فیاض نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد عمران نے کمرے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ذریگہ الماری میں مردانہ ملبوسات بھی نظر آئے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ مسز بیگ وہاں تنہا نہیں رہتی تھی۔ مردانہ جوتے بھی ملے.... لیکن ایسا کوئی واضح ثبوت نہ مل سکا جس سے مسز بیگ اور راجر ڈکسن والے نادر بیگ کا رشتہ ظاہر ہو سکتا۔!

کچھ دیر بعد فیاض والپیں آگیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار تھے۔

”تم بہت کچھ جانتے ہو.... لیکن میں اندر ہیرے میں ہوں۔!“ وہ عمران کو گھونسہ دکھاتا ہوا بولा۔ ”اور اس آدمی کو پہچان لینے کے باوجود بھی تم نے نکل جانے دیا۔!“

”مت بور کرو....!“ عمران نے لاپ والی سے شانوں کو جنبش دی۔....!

”میں اپنی روپورٹ میں اس لاش کے متعلق کیا لکھوں گا۔!“

”آسان نہیں ہے....!“ عمران اس کی طرف مڑے بغیر بولा۔ ”کسی نامعلوم آدمی نے فون پر اطلاع دی تھی کہ ٹمپل روڈ کی گیارہویں عمارت میں ایک لاش ہے۔!“

”میں پوچھ رہا ہوں کہ تم یہاں کس موقع پر آئے تھے۔!“

اندر نہیں گیا۔ کچھ دیر بعد فیاض بوكھلا یا ہوا اپس آیا۔

”لل.... لاش....!“ وہ ہانپتا ہوا بکلایا۔

”کس کی....!“ عمران نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

”مسز بیگ کی.... وہ یقیناً.... تصدق....!“

فیاض جملہ پورا کئے بغیر پھر تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔



مسز بیگ فرش پر چلت پڑی ہوئی تھی.... منہ کھل گیا تھا.... اور آنکھیں اس طرح پھیلی

ہوئی تھیں جیسے گلا گھوٹنے والے کو حیرت اور خوف سے دیکھتے ہوئے دم توڑا ہو۔

”لیکن وہ کہاں غائب ہو گیا۔!“ فیاض چاروں طرف دیکھتا ہوا بڑھ رہا۔

اور پھر کسی ایسے راستے کی تلاش شروع ہوئی جسکے ذریعے بوڑھے کو فرار ہونے میں مدد ملی ہو۔

عمران کا خیال غلط ثابت نہیں ہوا.... عمارات کی پشت پر گلی تھی.... اور اس فلیٹ کا ایک دروازہ ادھر بھی کھلتا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا ہی ملا۔.... گلی سنان پڑی تھی۔

وہ پھر واردات والے کمرے میں واپس آئے۔ فیاض کے چہرے پر بے بسی طاری تھی۔ دفاتا

عمران کی طرف مڑا اور بولا۔

”آخر تم کیا سوچ کر مجھے یہاں لائے تھے....?“

”اس حد تک نہیں سوچتا تھا کہ وہ کسی سوال کا جواب دینے کے قابل نہ رہ گئی ہو گی۔!“

”تمہیں یہ بیک پتے کیسے معلوم ہو گیا تھا....!“

”نہایت آسانی سے.... جو نکہ وہ کلب کی مستقل مجرم تھی.... اس نے مجرموں کے رہ

میں اس کا نام اور پتہ موجود تھا۔“

”تم نے کیسے یقین کر لیا تھا کہ وہ مستقل مجرم ہی ہو گی۔!“

”کافی جد و جہد کرنے کے بعد....!“

”یعنی....!“

”رجسٹر میں نام اور پتہ تلاش کر لینے کے بعد....!“ عمران نے مخفی سانس لے کر کہا۔

بھی بھکی باشیں نہ کرو.... ابھی یہاں بہت کچھ کرتا ہے۔!

”یار کیوں کان کھار ہے ہو.... ارے ہم اس کاوشی بیک والبیں کرنے آئے تھے...!“  
 ”اور اس کے شوہر کا کیا قصہ تھا!“  
 ”صح بتاؤں گا....!“ عمران بڑا بڑا۔  
 فیاض اپنے مجھے کے فونوگر افراد کا منتظر تھا۔



دوسرے دن دفتری وقت کے مطابق عمران راجڑکن کے آفس میں جادھکا۔ سب سے پہلے تو اس نے باہر بیٹھے ہوئے چپر اسی سے اس طرح معانتہ کیا جیسے کسی بچھڑے ہوئے عزیز سے عرصہ دراز کے بعد ملاقات ہوئی ہو.... اس بچارے نے بوکھلا کر صرف دانت نکال دیئے تھے۔ بمشکل تمام وہ عمران سے معلوم کر سکا کہ وہ کیا چاہتا ہے.... اور پھر اس نے صد احترام اس کو نادر بیگ تک پہنچایا۔

”السلام علیکم!“ عمران نے کسی خالی الذہن آدمی کے سے انداز میں بہ آواز بلند ہائک لگائی۔  
 ”وعلیکم السلام....!“ نادر بیگ اسے گھورتا ہوا بولا۔ ”بیٹھو....!“  
 ”آئے بڑا وہیات نام ہے اس کا....!“ عمران بدستور اوپر آواز میں بولا۔ ”اکی ماما... لاحول ولا قوۃ....!“

”آہستہ بولو....!“ وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔  
 ”اچھا....!“ عمران نے احقة نہ تحریر کے ساتھ پوچھا۔ ”آہستہ بولنا چاہئے...!  
 ”رپورٹ دو جلدی میرے پاس وقت نہیں....!“

”بس وہ وہیں القاہرہ میں بیٹھا رہا تھا...!“  
 ”یہ رپورٹ ہے....!“ نادر بیگ آنکھیں نکال کر بولا۔  
 ”پھر تم ہی بتاؤ....!“  
 ”لتنا خرچ ہوا اس کام پر....!“  
 ”پچھر رقم جیب سے بھی لگ گئی!“

”کیا مطلب....! تم تو کہہ رہے ہو کہ وہ وہیں بیٹھا رہا تھا....!  
 ”بائکل.... اور میں بھی وہیں بیٹھا رہا تھا.... بیکار تو بیٹھا نہیں رہ سکتا تھا.... بیٹھے بیٹھے تجھے

”چکے کھاتے ہی رہنا پڑا تھا.... معدہ چوپٹ ہو کر رہ گیا.... اب علاج معاہدے کا خرچ بھی نکالو۔“  
 ”یعنی تم وہ سب پیے کھا گے۔“  
 ”پسی نہیں کھانا کھا گیا.... جائے پی گیا.... اور.... اب....!“ وہ خاموش ہو کر نہ اسامنہ بٹائے ہوئے چیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔  
 ”تم پر لے سرے کے بدمعاشر ہو.... جاؤ ٹکویہاں سے....!“ نادر بیگ دانت پیش کر اسے گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔  
 ”ارے واہ.... معابدے کے خلاف کرو گے....!“ عمران نے نہ امان کر کہا۔  
 ”کیا مطلب....!“  
 ”بیک میں نہیں کر دے گے مجھے.... معابدہ ہو چکا ہے مشر... تمہیں مجھ کو بیک میں کرنا ہی پڑے گا ورنہ عدالت کا دروازہ لکھ کھاؤں گا۔!“  
 ”تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔!“  
 ”نہیں.... لیکن اب تم خراب کر دو گے.... ابھی کل کیا کہا تھا تم نے کہ میں اسی طرح تمہارے لئے کام کرتا رہوں گا۔!“  
 ”نادر بیگ خاموش ہو کر اسے گھوننے لگا۔!  
 ”کل تمہاری بیگم صاحبہ سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔!“ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔  
 ”لیا کہا....!“ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ”میری بیگم صاحبہ کیا بک رہے ہو۔!  
 ”ہاں.... آں.... آں.... وہ جو ٹمبل روڈ پر رہتی ہیں.... میں کل رات کو ان کے گھر بھی گیا تھا۔ لیکن وہ میری کسی بات کا جواب نہ دے سکیں۔!  
 ”کہاں کی اڑا رہے ہو؟“ نادر بیگ تھوک نگل کر بولا اسکے چہرے پر ہوا یاں اڑانے لگی تھیں؟  
 ”تم نے اسے بچھلی رات قتل کر دیا۔!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔  
 ”چچ پڑے جاؤ.... یہاں سے.... ورنہ چپر اسی....!“  
 ”لاش کا پاؤ سٹ مارٹم ہو رہا ہو گا.... اس وقت.... تم نے اسے گلا گھونٹ کر مارا تھا۔!  
 ”میں کہتا ہوں.... منج جاؤ یہاں نہیں۔!“  
 ”اب میں تمہیں بیک میں کروں گا....!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا شرات آیز۔

انداز میں مسکرا لے۔

”چپر اسی....!“ نادر بیگ نے بلند آواز میں پکارا۔

جیسے ہی چپر اسی اندر داخل ہوا عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”چائے اور پوٹھوں چپس...!“ چپر اسی لئے پاؤں والپس چلا گیا.... اور نادر بیگ تحریر انداز میں منہ پھیلانے دروازے کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

”ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ مقتولہ وہیں نہیں مر گئی تھی بلکہ اس نے ہسپتال میں دم توڑا تھا!“ عمران بڑے اطمینان سے بولا۔ ”وہ قاتل کا نام تو نہیں بتا سکتی تھی.... لیکن شوہر کا نام اور پڑھ ضرور بتا دیا تھا.... شادق قاتل کا نام بھی بتا دیتی لیکن پھر بیہوش ہو گئی تھی!“

”تم بکتے ہو.... اگر یہ بات ہوتی تو پولیس...!“

”پولیس کا قوت نام ہی نہ لو....!“ عمران رازدارانہ لہجے میں بولا۔ ”پولیس تو بعد میں آئی تھی جب وہ تمہارا نام اور پڑھ بتا کر بیہوش ہو گئی تھی!“

”تو پھر اب تم کیا کہنا چاہتے ہو....!“

”یہی کہ تم دونوں شوہر اور بیوی ہونے کے باوجود بھی اجنبیوں کی طرح رہتے تھے۔ ویسے اپنے نام کے ساتھ تمہارا ہی نام استعمال کرتی تھی!“

”اچھا تو پھر....؟“

”پھر سمجھ جاؤ.... یہ کسی نیک مقصد کے لئے نہیں ہو سکتا!“

”تم اُسے کب سے جانتے تھے!“

”ارے بہت دونوں سے... میں بھی تو ہوں ٹپ ناپ کا ممبر....!“

”مجھے سے کیا چاہتے ہو....!“

”دوہزار روپے ماہوار دیا کرو....!“

”کیا مطلب....!“

”بیک میلنگ ہی میرا ذریعہ معاش ہے.... ذرا بے ہاتھ مارتا ہوں اور پولیس والوں کو بھی کھلاتا ہوں!“

”مگر تم تو ڈی جی رحمان کے لڑکے ہو!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... رحمان صاحب اپنی روزی کہاتے ہیں اور میں اپنی....!“  
فضل بخشوں میں مت پڑو.... تمہارے راز کی قیمت دوہزار روپے ماہوار ہے۔!  
”اور.... اور میرا وہ ساتھی جو خون تھوک کر مر گیا....!“ نادر بیگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔  
”اس کیلئے بھی کوشش کر کے دیکھ لوفون کرو پولیس ہیئت کوارٹر کو.... میں یہیں موجود ہوں!“  
”میرا بھی تمہارے خلاف شہادت دے گی!“

”یہ بھی سہی....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میرے خلاف جتنے بھی حرbe استعمال کر سکتے ہو کرو لیکن دوہزار روپے ماہوار تو تمہیں ادا ہی کرنے پڑیں گے.... میرے پاس بہت ہی واضح قسم کے ثبوت ہیں کہ وہ تمہاری بیوی تھی!“

تحوڑی دیر بعد چپر اسی چائے اور پوٹھوں چپس لایا۔ نادر بیگ اب بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ چہرے پر ایسے ہی آثار تھے.... جیسے یک بیک کوئی بلاۓ آسمانی نازل ہو گئی ہو۔ اس نے چائے اور چپس میں ہاتھ بھی نہیں لگایا.... عمران نے دوسری بیالی میں چائے انٹی لی اور چپر اسی کو آوازیں دینے لگا۔ اس نے بھی آنے میں دیر نہیں لگائی۔

”یہ او....!“ عمران نے بیالی اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔  
”بھی میں....!“

”ہاں.... تم ہی بیوی.... اصحاب نہیں پہنچ سے.... زکام ہو گیا ہے.... یہ لوچپن بھی لے جاؤ!“ عمران نے کہا اور ساری میں چپن بھی علیحدہ کرنے لگا۔  
چپر اسکی دونوں پیزیں لے کر واپس چلا گیا۔ نادر بیگ بے بُنی سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔  
”ہاں کیا کہتے ہو....!“ عمران نے اسے مخاطب کیا۔

”محض سوچنے کا موقع دو....!“

”کل رات اس کے فلیٹ میں کون تھا....!“

”میں نہیں جانتا....!“

”خیر بھجھے.... اس سے کیا بجھت....!“ عمران نے لاپرواٹی سے شانوں کو جیش دی۔ ”میں تو اپنا معاملہ پا کرنا چاہتا ہوں!“

”ذرا ایک منٹ ٹھہر و.... میں کچھ ضروری کاغذات فیجر کے کمرے تک پہنچا آؤں!“ نادر

بیک دفعتاً اٹھتا ہوا بولا۔

”ضرور.... ضرور....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میریا موجود ہو تو اسے اُدھر بھجتے جاتا۔!“  
نادر بیک جاتے جاتے پلٹ آیا۔ اور عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ ”تم میریا کو کیا سمجھتے ہو؟“  
باس کی منظور نظر ہے۔!“

”تو پھر بھلا اس سے کیا فرق پڑتا ہے.... ویسے نہ بھج سکو تو اسی کوئی خاص ضرورت بھی  
نہیں... تم تو بس میرا اپنا معاملہ جلدی سے پا کر لو.... کچھ ایڈوانس بھی دلوں سکو تو بہتر ہو گا۔!“  
وہ اُسے غصیل انداز میں گھورتا ہوا چلا گیا۔ تقریباً میں منٹ بعد وہ واپس آیا۔ چہرے پر  
مردنی کی چھائی ہوئی تھی۔ بار بار نعلے ہونٹ پر زبان پھیر رہا تھا۔

”کتنا ایڈوانس چاہئے....!“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔  
”جتنا آسانی سے دے سکو....!“ عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔ ”زبردستی نہیں ہے۔!“  
”فی الحال یہ دوسرو پر رکھو.... بقیہ کا انتظام بھی جلد ہی کر دیا جائے گا۔!“

”لاؤ....!“ عمران نے ہاتھ بڑھا کر سوسو کے دونوں سنبھالے اور انہیں جیب میں رکھتا ہوا  
بولا۔ ”بقیہ کے لئے کب آؤں....!“

”یہاں ہرگز مت آنا۔....!“

”پھر....!“

”آج رات کونو بجے وکٹوریہ پارک میں ملو.... وہیں جگہ بھی بتا دوں گا۔!“  
”تھہارے ساتھ کلتے آدمی ہوں گے....!“ عمران نے ہموں پن سے پوچھا۔

”کوئی بھی نہیں.... میں تھا ہوں گا....!“  
”میرے قریب تو تھا ہی ہو گے... لیکن جمالیوں میں پہلے سے کتنے لوگ چھپے ہوئے ہوں گے۔!  
”ایسی کوئی بات نہ ہو گی....!“

”کیا خاتمت ہے....!“

”خاتمت.... میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں....!“  
”اُسکی ضرورت نہیں.... میں یہیں تم سے وصول کر لیا کروں گا....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔  
نادر بیک نے پھر کچھ کہنا چاہا لیکن عمران اُس کی طرف دیکھے بغیر باہر نکلا چلا آیا۔



شام پر سکون تھی.... عمران اپنے کمرے میں پڑا اوٹگھ رہا تھا۔ دفعتاً سلیمان نے اندر آکر کھیاں  
کیا تھیں۔ ”فون پر کوئی ہے....!“ اور واپس جانے لگا۔  
”کون ہے....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”میریا....!“  
”کیا بکتا ہے....!“  
”یہی نام بتایا تھا....!“  
”بھاگ جاؤ....!“ عمران نے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔  
فون پر میریا ہی تھی.... اُس نے اُسے بتایا کہ وہ وعدہ کے مطابق آج رات کونہ مل سکے گی۔  
عمران رسیور رکھ کر بہت ہی رہا تھا کہ پھر فون کی گھنٹی بھی۔  
”بیلو....!“ عمران نے ماڈ تھیں میں کہا۔

”کیا عمران صاحب تشریف رکھتے ہیں۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔  
”نہیں.... اس وقت تو کھڑے ہیں.... فرمائیے کون صاحب ہیں....!“  
”اوہ.... میں بیک.... نادر بیک....!“

”ہاں... کیا خبر ہے....!“  
”کچھوڑہ کرلو.... تم میری مدد کرو.... میں تمہاری مدد کروں....!“  
”چلو یہ بھی منظور ہے....!“

”تو پھر آج رات کو نوبے کے القابہ ہوٹل کی پشت پر ملو....!“  
عمران نے پہر مخفی انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بولا۔ ”اچھی بات ہے.... میں آؤں گا۔!“  
پھر دوسری طرف سے سلسہ منقطع ہو جانے کے بعد ہی رسیور کریڈل پر رکھا۔ اس کے  
چہرے پر گھرے لفکر کے آثار تھے۔

کچھ دیر بعد کمپنی فیاض کے بنگلے پر نظر آیا۔ فیاض نے اس کی کہانی بڑے سکون کے ساتھ  
کیا تھی۔ لیکن اب تیوریوں پر بل ڈالے بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔  
کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ”تو تم.... اس نادر بیک کو بھی تصدق وغیرہ سے نعمتی کرنے کی  
کوشش کر رہے ہو.... اور اس لڑکی میریا نے دھوکا نہیں کھایا تھا۔!“

”لل... لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا....!“

”اچھا تو.... اس دوسرے آدمی کا مامبا کو کس خانے میں فٹ کرو گے۔!“

”میرا دعویٰ ہے کہ وہ تدقیق کے مخالفین میں سے ہے۔!“

”کس بناء پر دعویٰ ہے....!“

”نادر بیگ نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھوں....!“

”ہوں....!“ فیاض کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اچھا چھپنی رات والا قتل.... مسز بیگ....!“

”میرا خیال ہے کہ اس کی وجہ سے ان کی سرگرمیوں پر روشنی پڑنے کے امکانات تھے۔!“

”لیکن وہ تو کافی عرصہ سے مجھ سے مل رہی تھی۔!“

”بچھلی رات خود اسی کا بھانڈا پھوٹ جانے کا امکان تھا....!“

”وہ کس طرح....!“

”اس کا وینیش بیگ میں نے اڑایا تھا....!“ عمران نے کہا اور پھر اسے بتانے لگا کہ کیسے اس پر نادر بیگ سے متعلق ہونے کا شہر ہوا تھا۔

”لیکن....!“ اس نے کہا۔ ”اُسے خالی کر کے کوڑا کباز بھرنے والا کوئی اور ہی تھا۔ غالباً اس نے مجھے پام کے پیچھے کچھ چھپاتے دیکھ لیا تھا.... میری دعویٰ ہے اس ہینڈ بیگ میں کوئی ایسی چیز ضرور تھی جس سے ان لوگوں کے کسی معاملے پر روشنی پڑ سکتی۔!“

”چلو ہی کسی پھر....؟“

”پھر....!“ عمران نے کچھ کہنا چاہا لیکن نہ جانے کیوں خاموش ہو گیا۔

”بکو جلدی سے کیا کہنا چاہتے ہو۔ آج میں بہت مشغول ہوں۔“ فیاض نے میرا پر ہاتھ مار کر کہا۔

”میں نے دوبار بہت ہی اہم موقع پر بلی کی چیزیں سنی ہیں۔!“

”تو پھر....!“

”پھر بیاؤں گا....!“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو پھر القاہرہ کے پیچھے تمہارے آدمی موجود ہیں گے نا....!“

”تمہیں یقین ہے کہ یہ بھی اسی کیس کی کوئی کڑی ہے۔!“

”جهنم میں جاؤ....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں اکیلے ہی دیکھ لوں گا۔!“

فیاض نے اُس سے بیٹھنے کو بھی نہ کہا.... وہ اس کے بیٹھنے سے نکل کر ادھر اُدھر وقت کا فتا  
رہا.... پھر ٹھیک آٹھ بجے القاہرہ پہنچا.... اس نے سوچا تھا کہ القاہرہ کے عقبی راستے سے عمارت  
کی پشت پر پہنچے گا۔

ڈائیک ہال میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے راکی مامبا پر نظر پڑی۔ ظاہر وہ تمہاد کھائی دیتا  
تھا لیکن عمران نے جلد ہی محبوس کر لیا کہ کچھ لوگ اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں.... وہیں باسیں  
بیزوں پر تین تین آدمی موجود تھے.... اور ان کی بے چین آنکھیں گرد و پیش کا جائزہ لے رہی  
تھیں.... پاس ہی ایک میز ایسی تھی جس پر صرف ایک ہی آدمی تھا۔

”اگر میں یہاں بیٹھ جاؤ تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہو گا۔“ عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔  
”بھی نہیں.... تشریف رکھنے مجھے کسی کا انتظار نہیں ہے.... تمہاں ہوں۔!“

”تمہائی....!“ عمران نے بیٹھنے ہوئے ٹھنڈی سانس لی۔ ”تمہائی اس جہاں آب و گل کی تھا  
حقیقت ہے۔!“

”اوہ.... شاعر بھی ہیں۔!“ اجنبی سکرایا۔

”تمہائی سب کچھ بنا دیتی ہے....!“

اجنبی لاپرواٹی سے شانوں کو جنم دے کر دوسرا طرف دیکھنے لگا۔ اس کے گلاں میں سرخ  
ریگ کی شراب تھی.... عمران نے دوسرے کو بلا کر کافی طلب کی اور او ٹکھنے لگا۔  
اجنبی نے دوچار بار اس کی طرف دیکھا مگر کچھ بولا نہیں۔

اُس کا رخ آمد و رفت کے دروازے کی طرف تھا.... دفتہ اُسے میرا دکھائی دی جو ہال میں  
داخل ہو رہی تھی۔ عمران گلداں کی اوٹ میں چہرہ چھپا کر لکھیوں سے اس کی طرف دیکھتا ہا۔ وہ  
بائیں گوشے کی ایک میز کے قریب رکی تھی۔ جس پر پہلے سے دو آدمی موجود تھے۔

وہ دونوں اسے دیکھ کر اٹھے تھے.... انداز مدد بانہ تھا.... پھر عمران نے میرا کو بیٹھنے دیکھا۔

ومیرا کی نظر راکی مامبا پر بھی تھی.... میرا کی آمد کے بعد سے اس نے اُسے مضطربانہ انداز  
میں پہلو بدلتے دیکھا تھا۔

وہیں کافی لایا.... عمران وقت گزارنے کے لئے ہلکی ہلکی چکیاں لیتا رہا.... تو بجے تک اُسے  
یہاں بہر حال بیٹھنا تھا۔ لیکن کچھ دیر بعد اسے ایسا محبوس ہوا جیسے اس وقت یہاں کافی طلب

کر کے بہت بڑی حادثت کا مرحلہ ہوا ہو۔ سر نبڑی طرح چکرانے لگا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے ہاتھ پیروں کا دم نکل رہا ہو.... وہ اپنی مرضی سے انہیں جنسی بھی نہ دے سکے گا۔ آہستہ آہستہ پوچھ لے بوجھل ہوتے رہے.... اور اس پر غنوڈی گی سی طاری ہوتی رہی پھر اس نے اپنا سر میز پر نکال دیا۔

دوبارہ ہوش میں آیا تو ایک جانی پچھانی سی خوشبوذ ہن میں پکڑا ای... پتہ نہیں کیسی بیوٹی تھی کہ آنکھ کھلنے پر ذرا سی بھی سکلسنڈی محسوس نہیں ہوتی... بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے پوری فینڈ لینے کے بعد بالکل تروزانہ اٹھا ہو!

میریا قریب ہی کرسی پر بیٹھی اس کی طرف تشویش کن نظر وں سے دیکھ رہی تھی۔ ”تم اب ہوش میں ہوئا...!“ اس نے خوش ہو کر پوچھا... اور عمران اچھل کر پیٹھ گیا۔ بڑی شاندار اور آرام دہ مسہری تھی۔

”اوی اتنی پیچے ہی کیوں کہ اس حال کو پہنچ جائے...!“ وہ بھر بولی۔ عمران اسے گھورتا رہا میریا نے نظر چراتے ہوئے کہا۔ ”تم بڑی طرح بیک رہے تھے۔ اگر میں نہ لاتی تو دیڑوں۔ تھیں اسکا لان پر بچک دیا ہوتا!“

عمران پھر ذہن پر زور دینے لگا لیکن اسے ایسی کوئی بات یاد نہ آئی۔ وہ تو میز پر سر کا سو گیا تھا۔ اس کے جسم میں اتنی سکت ہی کہاں رہ گئی تھی کہ وہاں سے باہر نکلوادیے والی حرکت کرتا... اس نے ایک بار پھر میریا کو گھور کر دیکھا۔

”تم مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہو...!“ ”تم سے غلطی سرزد ہوئی... مجھے اس طرح یہاں نہ لانا چاہئے تھا!“ عمران نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

وقتاً پشت سے ہلکے سے قبیلے کی آواز آئی اور عمران چوک کر مڑا۔ دروازے میں تقدیق اسے مضمون کا نہاد میں دیکھ رہا تھا۔ اس کے پیچے دو آدمیوں نے ریو اور سنبھال رکھے تھے۔

”اوہو... خوب ملے...!“ عمران چوک کر بولا۔ ”مجھے بھی تمہاری حلاش تھی... پولیس کو بھی...!“

”میں وقت ضائع کرنے کا عادی نہیں ہوں۔!“ تصدق خنک لجھے میں بولا۔

”مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس پولیس آفیسر کو مزید کے گھر کیوں لے گئے تھے... اس کا دلنشی بیک کیوں اڑایا تھا... اور تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کا تعلق نادر بیک سے بھی تھا!“ ”سوالات لکھ کر لاو... بہت سارے ہیں...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”دونہ ابھی میں چیخنے اور ہاگا اور میں ایک آدھ کی ناک صاف کر لے جاؤں گا!“

”اے چھت سے الائکا دو...!“ تصدق نے اپنے مسلک ساتھیوں سے کہا۔ ”معقول بات ہے...! جس گدھے کو کافی سے نشہ ہو جاتا ہو اس کی یہی سزا ہوئی چاہئے!“ عمران نے مسکرا کر کہا۔

”جلدی کرو...!“ تصدق اپنے آدمیوں کی طرف دیکھ کر دھاڑا۔ ”ان محترمہ کو تو یہاں سے ہٹا دو...!“ عمران نے میریا کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”دونہ اب الائک کر میں ان پر کوئی اچھا اثر نہ ڈالوں گا!“

اُن میں سے ایک نے اپناریو اور جیب میں ڈال لیا... دوسرا بدستور اپنے ریو اور کارخ عمران کی طرف کئے رہا... جیسے ہی دوسرا آدمی عمران کی طرف بڑھا وہ کسی خوف زدہ آدمی کی سی ایکنگ کرتا ہوا بچھے کھکھلے لگا اور بھرند صرف یہ کہ عمران کا گھونسہ اس کے جڑے پر پڑا بلکہ جیب سے ریو اور بھی نکل کر عمران کے باسیں ہاتھ کی گرفت میں نظر آیا۔ جو اچھل کر اپنے دوسرے مسلک ساتھی پر جا پڑا تھا... دونوں ایک ساتھ زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

عمران ریو اور کارخ تصدق کی طرف کرتا ہوا بولا۔ ”تم اپنی جگہ سے جنسی بھی نہ کرنا...!“ دوسرا آدمی کے ہاتھ سے بھی ریو اور نکل کر فرش پر دوڑ جا پڑا تھا۔

عمران انہیں کو رکھے ہوئے اس ریو اور کی جانب کھکھل رہا... لیکن بس تھوڑی سی غفلت نے کھل بھڑ دیا... وہ میریا کے وجود کو بالکل ہی نظر انداز کر بیٹھا تھا۔ لہذا قبل اس کے کہ وہ خود ریو اور مک پہنچتا میریا اسے چھاپ بیٹھی۔

”کرا دو... ریو اور زمین پر گرا دو ورنہ میں فائز کر دوں گا...!“ عمران نے چوک کر اسے لکھا۔ لیکن اس نے عمران پر ایک فائز جھوک کیا۔ مارا... شاید اس کا ہاتھ کا پ گیا تھا اور نہ عمران کا فاز خی ہو جاتا تھی تھا... فائز خالی گیا۔

”دو فون بھی منجل گئے تھے قبل اس کے کہ عمران میریا کی لکڑ کرتا وہ دونوں اس پر ٹوٹ

”ریو اور زمین پر گراوو....!“ راکی مامبائے اپنے آدمیوں سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔۔۔  
اور پھر یک بعد دیگرے ریو اور گرانے کی چار آوازیں کمرے میں گونجیں۔

تھدی راکی مامبائے قریب ہی کھڑا تھا اور اس کی پشت راکی مامبائی طرف تھی۔ وفتا عمران نے راکی مامبائے ہاتھ اٹھتے دیکھا۔۔۔ جو بالآخر پوری قوت سے تصدق کی گدی پر پڑا۔ تصدق کے حلقوں سے ایک کریہہ سی آواز نکلی اور وہ منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔۔۔ راکی مامبائے تصدق کے آدمیوں کو مخاطب کر کے دھاڑا۔ ”کوئی اپنی جگہ سے جبنش بھی نہ کرے۔ سمجھے میں راکی مامبائوں!“

تھدی اونڈھا پڑا ہوا اس طرح ہاتھ پیر مار رہا تھا جیسے جاگنی طاری ہو۔ منہ سے خون بہہ بہہ کر فرش پر کچلیں رہا تھا۔ وفتا راکی مامبائے ایک پر زور نعرہ لگایا۔۔۔ اور اچھل اچھل کر عربی میں کہنے لگا۔ ”میں نگازان کا بیٹا ہوں۔۔۔ جس کا گھونسہ ہاتھیوں کے مغز بہادتا تھا۔۔۔ میری راہ کا آخری پتھر بھی ہٹ گیا!“

”خاموش رہو....!“ میریا گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی۔ ”میری خبر کیوں نہیں لیتے!“ عمران نے اس کی گردان پر اپنی گرفت کچھ اور مضبوط کر لی۔

عمران نے راکی مامبائے کو سمجھتے دیکھا۔۔۔ ایسا محسوس ہوا جیسے وہ یک بیک چوک کر آپے میں آیا ہو۔۔۔ پھر عمران سے بولا۔ ”تم کون ہو....!“ ہم سے تمہیں کیا غرض۔۔۔ مادام کو چھوڑو۔۔۔ میں تمہیں بالا مال کر دوں گا۔۔۔ ورنہ تم نے اس کا حشر دیکھ لیا۔۔۔!  
اس نے تصدق کی طرف اشارہ کیا جواب قطعی ساکت ہو چکا تھا۔

”یہ مر چکا ہے....!“ راکی مامبائے کہا۔

”قریب آؤ....!“ عمران کا نپتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔!“ ”کیا بات ہے....!“ راکی مامبائے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”اور قریب آؤ....!“ تصدق کے متعلق ایک بات ہے۔!“ عمران نے آہستہ سے کہا۔ ”میں چاہتا کہ اس کے آدمی کچھ سن سکیں۔!“

راکی مامبائے اشیاق تحریر کا اظہار کرتا ہوا اس کے قریب آگیا۔۔۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک بے ساختہ حرم کی جیخ اس کے حلقوں سے نکلی۔۔۔ اور وہ بھی بالکل تصدق ہی کے انداز میں بے تماشہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔۔۔ جیسے ہی وہ قریب آیا تھا عمران نے پوری قوت سے اپنارس اس کی

پڑے۔۔۔ اس بار تصدق بھی ان کا ساتھ دے رہا تھا۔

”ہیڈر زاپ....!“ وفتا ایک بھاری بھر کم غراہٹ سے کرہ گونج اٹھا۔

”اوہ.... تم....!“ عمران نے تصدق کی آواز سنی۔

وہ سب عمران کو چھوڑ کر ہٹ گئے۔۔۔ ریو اور عمران کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اس چند ہیاتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔۔۔ دروازے کے قریب راکی مامبائے چار پانچ کار بیوا تانے کھڑا تھا۔۔۔ اس کے ساتھ تین آدمی اور بھی تھے اور وہ بھی غیر مسلح نہیں تھے۔

انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھادیے۔۔۔ لیکن میریا بد ستور ریو اور رہا تھے کھڑی طاری۔

”مجھے امید ہے مادام کہ آپ غیر جانبداری کا ثبوت دیں گی....!“ راکی مامبائے بڑے اور سے کہا اور میریا نے لاپرواں سے شانوں کو جبنش دے کر ریو اور والا ہاتھ نیچے گرا دیا۔

”ری روٹا کی موجودگی میں کوئی کسی پر ریو اور نہیں نکال سکت۔“ تصدق غصیلے لمحے میں بولا

”آپ یہاں سے چل جائیے۔۔۔ مادام میں استندعا کر رہا ہوں۔!“ راکی مامبائے پھر بڑے اور سے میریا کو مخاطب کیا۔

”ری روٹا۔“ عمران متحیر ان انداز میں بڑی بڑیا۔۔۔ اور آنکھیں چھاڑے میریا کی طرف دیکھا

”میں جارہی ہوں۔۔۔!“ میریا نے مترنم آواز میں کہا۔

”شکریہ مادام....!“ راکی مامبائے کسی قدر جھکتے ہوئے کہا۔

لیکن قبل اس کے کہ وہ دروازے کی طرف مرتی عمران ایک ہی جست میں اس کے پیچے

گیا۔۔۔ نہ صرف پیچے پیچے گیا بلکہ دونوں ہاتھوں سے اس کی گردان بھی دبوچ لی۔ ہاتھ کے

ہی جھنکے سے ریو اور تو پہلے ہی اس کی گرفت سے نکل چکا تھا۔!

یہ سب کچھ اتنی جلد ہوا تھا کہ وہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے۔

”اگر کسی نے قریب آنے کی کوشش کی تو میں اس کا گلا گھونٹ دوں گا۔!“ عمران نے

ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ”تم سب اپنے ریو اور زمین پر ڈال دو....!“

یک بیک کرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری ہو گیا۔۔۔ میریا بھی بے حس و

کھڑی تھی۔۔۔ اس کے انداز سے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے سمجھتی ہو کہ اس کی ہنکی سی جبنش

کی گردان جسم سے الگ کر دے گی۔!

ناک پر دے مارا تھا۔

اس کے تینوں ساتھی عمران پر جھپٹ پڑے لیکن وہ غافل تو نہیں تھا۔۔۔ ان کے قریب پہنچنے سے قبل ہی اس نے میریا کو ان پر بھینک مارا۔۔۔ پھر جتنی دیر میں وہ دوبارہ سنجھتے عمران جھک کر ایک ریو اور اٹھالیا۔۔۔ میریا چیخ رہی تھی اور گالیاں بکری تھیں۔

راکی ماہد دنوں ہاتھوں سے ناک دبائے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”خبردار جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے۔۔۔!“ عمران انہیں کور کرتا ہوا دہڑا۔ تصدق کے سامنے پہلے ہی سے بے حس و حرکت کھڑے تھے انہوں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی البتہ راکی کے آدمی مر نے مارنے پر آمادہ نظر آرہے تھے۔

ایک نے جیسے ہی جھک کر ریو اور اٹھانا چاہا۔۔۔ عمران نے فائز کر دیا اور وہ اپنا باتحہ در درہ اپنے دبائے کر رہا تھا ہوا ذہیر ہو گیا۔

”یہ کیا کر رہے ہو تم۔۔۔!“ میریا چیخنی۔ لیکن عمران اسے کوئی جواب دیے بغیر راکی کا طرف متوجہ ہو گیا۔ جو دنوں گھٹوں پر زور دے کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے بیدردی سے اس کی ٹھوڑی پر ٹھوکر رسید کی۔۔۔ پھر اچھل اچھل کر سر پر ٹھوکریں مارتا رہا اور وہ کسی ارنے بھینی کی طرح ذکر اتنا ہوا بالآخر بے ہوش ہو گیا۔

عمران نے اب تصدق کے آدمیوں کو اپنی طرفداری پر ابھارنا شروع کیا۔ انہیں سمجھاتا ہے اگر وہ اس کی مدد کریں تو سرکاری گواہ بنا کر چھوڑ دیئے جائیں گے۔

”تم کو اس کر رہے ہو۔۔۔!“ میریا بولی۔ ”آپس کے ٹھگوں میں ایک آدمی مر گیا۔۔۔ سے ان تمام لوگوں پر کیا اثر پڑے گا!“

”ری روٹا۔۔۔ ڈار لگ تم خاموش رہو۔۔۔ ری روٹا اور اس کے بین الاقوامی گروہ کے میری معلومات بہت وسیع ہیں۔۔۔ اگر اس وقت ان لوگوں نے تمہیں ری روٹا کہہ کر خاتا کیا ہوتا تو میں یقیناً انہیں ہرے میں رہتا اور تم لوگوں کے غلاف چارج لگوانے میں بے حد پیش آتی۔۔۔ اور اب تو میں تمہارے اذوں سے وافر مقدار میں نشیات برآمد کر اسکوں گا!“

میریا صرف ہونٹ ہلا کر رہ گئی۔ حلقت سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔ پھر عمران نے اس کے دو نوں ساتھیوں کو اس بات پر آمادہ کر رہی لیا کہ وہ راکی ماہباکے ساتھیوں اور میریا

پٹ پر باندھ دیں۔۔۔ اس کے لئے ان کی تائیاں استعمال کی گئیں۔

عمارات میں فون موجود تھا۔۔۔ تصدق کے دونوں ساتھیوں نے عمران کو اُس عمارت کا محل ذرع سمجھا۔۔۔ اور پھر عمران نے کمپنی فیاض کو اطلاع دی کہ اسے پولیس فورس سمیت کہاں پہنچا ہے۔۔۔ میریا کو چپ کی لگ گئی تھی۔۔۔ اور راکی ماہباہ بھی بے ہوش پڑا تھا۔



دوسرے دن عمران جب فیاض کو رپورٹ مکمل کرانے بیٹھا تو فیاض اسے بالکل ایسی ہی نظر دی سے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی پچ اپنے کسی اپنے بزرگ کو دیکھتا ہے جو اسے پریوں اور دیوؤں کے دلیں کی کہانیاں سنارہا ہو۔

عمران کہہ رہا تھا۔ ”اب میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اُس ممزیک کے ویٹی بیک میں کوئی نیا اور کوئی مشی چیز تھی۔۔۔ چونکہ میں نے اس کا بیک اڑایا تھا۔ اس لئے انہیں شبہ ہو گیا تھا کہ ہم لوگ ان سے متعلق نہ صرف بہت کچھ جانتے ہیں بلکہ ممزیک کو بھی ان سے متعلق سمجھتے ہیں لہذا انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ وہ تصدق کی پارٹی سے تعلق رکھتی تھی۔ تصدق ہی نے اسے خم کر دیا۔ تم نے پوچھا تھا کہ آخر تصدق اور میریا نے مجھے پہ ناپ میں لوکوں بیلا تھا۔۔۔ ری روٹا گروہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔۔۔ اس کی سربراہ ایک عورت ہوتی ہے۔۔۔ کسی بھی شخص کی تاجازہ اولاد جب ایک ری روٹا مرجاتی ہے تو یہ بھی کسی ایسی عورت کو ملاش کرتے ہیں جو اپنے والدین کی تاجازہ اولاد ہو۔۔۔ اس کے لئے کسی ایک ملک کی تخصیص نہیں جہاں سے بھی ان کی مرضی کے مطابق کوئی عورت مل جائے اسے اپنی سرگردہ تسلیم کر لیتے ہیں۔۔۔ کبھی کبھی یہ آئک میں لڑکی جانتے ہیں اور جیت اس کی ہوتی ہے جسے ری روٹا کی حمایت حاصل ہو۔“

تصدق اور راکی ماہباہ آپس ہی کی دوپارتیاں تھیں۔۔۔ تصدق کو میریا یعنی ری روٹا کی حمایت حاصل تھی۔۔۔ وہ ترکی سے اس کی حمایت حاصل کرنے یہاں آیا تھا۔۔۔ اس میں کامیاب بھی ہوا۔۔۔ راکی ماہباہ بھی پہنچا تھا۔ تصدق جانتا تھا کہ وہ بھی افریقہ کے کسی ملک سے یہاں آیا ہے لیکن اس کے ٹھکانے سے واقف نہیں تھا۔۔۔ لہذا اس نے سوچا کوئی ایسی جرکت کی جائے جس کی تاپڑاں اس کی موجودگی کی نہ صرف پہنچی ہو جائے بلکہ راکی ماہباہ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ تصدق ری روٹا کی حمایت حاصل کر چکا ہے۔

”اور سنو....بلی کی حقن ان کا ایک مخصوص اشارہ ہے...! جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک  
کے مطابق کام شروع کر دیا جائے!“

”تمہیں یہ ساری معلومات کہاں سے بھی پہنچیں!“ فیاض نے تجیر آمیز انداز میں پوچھا اور اس  
لڑکی نے تم سے یہ کیوں پوچھا تھا کہ تمہیں اس کا چہہ پہلے سے برا تو نہیں معلوم ہو رہا۔“

”معلومات گھر بیٹھے یا بیگم کی ہم نشینی میں نہیں حاصل ہوتیں.... پاپڑ بیٹنے پڑتے ہیں  
آہاں.... ٹھیک.... وہ بھی ایک طرح کا علامتی اعلان ہی تھا۔ چہہ بڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ  
دوسری پارٹی کو مذکورہ پارٹی ریرونا کی حمایت حاصل ہونے کا علم ہو جائے۔ لیکن فیاض  
صاحب.... اب بہت زیادہ محبتاً رہنے کی ضرورت ہے۔ پہلی ریرونا ہے جو کسی ملک کی پولیس  
گرفت میں آئی ہے۔ بڑا ہنگامہ ہو گا۔ میریا کو ایسی جگہ رکھو جہاں کسی کا گذر نہ ہو سکے۔ نہ جلد۔“

کتنے تقدیر اور راکی مامباں کی رہائی کے لئے جان کی بازی لگادیں گے!“

”ہوں!“ فیاض نے طویل سانس لی اور اپنی پیشانی رکھتا ہوا آرام کر سی کی پشت گاہ سے نکل گیا۔

تمام شد

(پہلا حصہ)

کے بے و قع اضافے والے نکتہ نظر سے دیکھنے کی عادت ترک  
کیجئے! قوم کے ہر فرد کے پچائے ہوئے پچیں پیسے کسی بہت بڑی  
انٹسٹری کو جنم دے سکتے ہیں۔

اب آئیے کہانی کی طرف..... یہ ایک طویل کہانی ہے۔  
”لو بولی لا“ میں پیش کئے جانے والے کچھ اسرار منکشف ہو گئے  
ہیں!.... عمران مجرموں سے کس طرح نپتا ہے! یہ اگلی کہانی میں  
ملاحظہ فرمائیے گا....!

میں نہیں چاہتا کہ کوئی کہانی ایک سے زیادہ جلدیوں تک پھیلے  
لیکن کیا کیا جائے بعض کہانیاں ہی مجھے مجبور کر دیتی ہیں کہ ان کے  
سلسلے میں تفصیل سے کام لیا جائے۔

## این صفحہ

## پیشہ رس

عمران کا ناول ”لو بولی لا“ حاضر ہے تاخیر کی وجہ سے آپ بھی  
واقف ہوں گے۔ سنتے اخباری کاغذ کے استعمال پر قویِ دفاعی  
ضروریات کے تحت پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ دوسرے کاغذاتی  
زیادہ قیمت کے تھے کہ کتاب کی قیمت بھی لامحالہ بڑھانی پڑتی جو میں  
نہیں چاہتا تھا۔

اس دوران میں پڑھنے والوں کے بے شمار خطوطِ موصول  
ہوتے رہے ہیں۔ ان کا اصرار تھا کہ کتاب جلد از جلد شائع کی جائے!  
قیمتی کاغذ استعمال کرنا پڑے تو کتاب کی قیمت بھی بڑھادی جائے  
انہیں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

ٹھیک ہے پچیں پچاس پیسوں کا اضافہ میرے پڑھنے والوں کو  
ہر گز نہ کھلتا.... لیکن اس وقت ضرورت ہے کہ ہم کفایتِ شعار  
بنیں۔

اگر ہمیں ایک ایسی قوم بنتا ہے جو دنیا کی بڑی سے بڑی قوت  
کے سامنے سر گگوں نہ ہو سکے تو ہمیں اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرنا ہی  
پڑے گا اور موجودہ دور میں یہ ”قوت بازو“ ڈنڈ بیٹھک میں مضر نہیں  
بلکہ اقتصادی استحکام سے حاصل ہوتی ہے اور اقتصادی استحکام کے  
لئے ضروری ہے کہ ہم کفایتِ شعاری سے کام لے کر قوی  
ضروریات کے لئے پیسہ بجائیں۔ لہذا اس مسئلے کو پچیں پچاس پیسوں

لیکن اس کے سہروں کے پھول نہ کھلے! آخر ایک دن بیٹھا دعا تعلیم پر صرف کئے ہوئے پیسوں کا حباب کر رہا تھا کہ نیا گل کھلا... اگر یہی کی کھوپڑی تھی... بات سے بات تک آئی... اس نے سوچا خود یہ کیوں نہ دعا تعلیم کا دھندا شروع کر دے.... یہی ایک ایسا برنس ہے جس پر کاغذ، قلم، دوات کے علاوہ اور کچھ نہیں صرف کرتا پڑتا... بس پھر کیا تھا اس پہاڑ پر ایک عمارت بنوادی۔ اس وقت یہ پہاڑ دوسرے پہاڑوں سے الگ تھلک نہیں تھا! اور ایسا ہی تھا کہ اس کی چوٹی پر عمارت بنانے کا سامان ہے آسانی پہنچایا جا سکتا تھا! عمارت تیار ہو گئی لوگ اسے آرخمن شاہ کا آستانہ کہتے تھے... بڑی شہرت ہوئی اس اگریز شاہ صاحب کی۔ خلقت ثوت پڑی.... لوگ دور دور سے تعلیم گھنٹے کے لئے آنے لگے... اور پھر صاحب کچھ ہی دنوں کے بعد دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ یہاں سے دو روایت ہو جاتی ہیں.... ایک کے مطابق تو یہ کسی جملے تن ساس کی بدعا تھی جس نے اس پہاڑ کو غار میں تبدیل کر دیا کیونکہ شاہ صاحب نے بھوکے فور میں کوئی تعلیم لکھ دیا تھا اس نے جلبًا کہ شاہ صاحب کو بدعا دی اور پہاڑ پنج سے شق ہو کر زمین میں دھنس گیا۔ یہ غار جو آپ دیکھ رہے ہیں تا.... بہر حال اب یہ دوسرے پہاڑوں سے بالکل الگ ہو گیا ہے.... دوسری روائت کے مطابق وہ اگریز نہیں بلکہ ایک جرم من جاؤں تھا!... کسی راز کے افشاء ہو جانے کے ذریعے اس نے اس پورے پہاڑ کو داشتمانیت سے الا دینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پورا پہاڑ اسکا... وہ حصہ فتح گیا جس پر عمارت تھی! اب سے یہ یونہی پڑی ہے۔ شروع میں ہیلی کوپڑوں کے ذریعے اس حد تک کچھ لوگ پہنچتے اور انہوں نے کسی سلسلے میں چھان بین کی تھی اس کے بعد سے یہ سیاحوں کے لئے بجوبہ بن کر رہ گئی ہے! اور اوپری بگلیا کے نام سے مشہور ہے۔ آج یہی کہانی سر سلطان کا ڈرائیور بھی دھرا رہا تھا... ان کی سب سے چھوٹی لڑکی میانا کی ایک پن فریڈ آسیہ شہریار طهران سے آئی تھی اور وہ دونوں شہر سے قریب ترین تفریخ گاہوں کے چکر کاٹتی ہوئی آج ادھر بھی نکل آئی تھیں!۔

اس پکڑ دار سڑک سے گذرتے ہوئے میانا نے اپنی پن فریڈ آسیہ سے پوچھا تھا اچھا یہ تو تباہ کہ وہ عمارت بنائی کیے گئی ہو گئی پھر گاڑی رکوا کر وہ نیچے اتری تھیں اور آسیہ شہریار نے حیرت سے اس اوپری چنان کو دیکھا تھا جس کی چوٹی پر عمارت تھی.... چنان کے ایک جانب یہ پکڑ دار سڑک تھی اور دوسری جانب ایک گہر اغار... یہی غار سے دوسرے پہاڑی سلسلے سے بالکل الگ کر دیتا تھا۔

وہ عمارت پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھی.... لیکن ظاہر اس تک رسائی نا ممکن تھی.... رسائی نا ممکن تو پھر وہ عالم وجود میں کیسے آئی ہو گی....؟

جب غیر ملکی سیاح چکردار پہاڑی سڑک سے گذرتے ہوئے نیکی ڈرائیور سے یہی سوال دہراتے تو جواب میں انہیں ایک لمبی کہانی سننی پڑتی.... اس عمارت کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانے والے بھی نیکی ڈرائیور ہی ہوتے۔ جیسے ہی نیکی اس موڑ پر پہنچتی وہ کہتے اے! دیکھے صاحب... یہ پہاڑ کسی مینار کی طرح سیدھا کھڑا ہے اور اس پر ایک عمارت تھی ہوئی ہے.... آج تک کوئی بھی اس عمارت تک پہنچنے کا راستہ نہیں بنا سکا۔ سیاح وہیں نیکی رکوالیتے اور حیرت سے اس عمارت کو دیکھتے۔ پہاڑ چاروں طرف سے دیوار کی طرح سپاٹ نظر آتا اور وہ نیکی ڈرائیور سے پوچھتے۔ میا اسے تمہارے ملک کے کسی قدیم جادو گرنے بنایا ہے....؟

”نہیں صاحب....!“ انہیں جواب ملتا۔ ”یہ تو ادھر ہی کے پیچس میں سال پہلے کی بات ہے“ اس جواب کے ساتھ کہانی بھی شروع ہو جاتی۔

ایک اگریز تھا جو محض چار بیویاں رکھنے کے شوق میں مسلمان ہو گیا تھا.... نہ صرف مسلمان ہو گیا تھا بلکہ ہش بھی پینے لگا تھا۔ البتہ ڈاڑھی نہیں رکھی تھی! کہتا تھا اگر ڈاڑھی رکھ لی تو لزیماں سمجھیں گی کہ ہندی کا خضاب لگاتا ہے۔ بہر حال چار شادیوں کے چکر میں اپنی وہ یہوی بھی گواہیا جو مسلمان نہیں ہوئی تھی.... اب وہ سر پیٹ پیٹ کر ادھر ادھر کھتا پھر تایارو چار نہ سہی تین ہیں کہیں.... کچھ تو ہو لیکن کسی کے کان پر جوں نہ ریکھی.... پھر کچھ لوگوں نے اسے دعا تعلیم کے کہ میں پھنسا دیا! سواروپے والے تعلیم سے لے کر چپا سروپے تک کے سینکڑوں تعلیم آزمادی

”تمال ہے!“ آسیہ شہریار بڑوڑائی تھی! ”اوپر پچھنے کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں ہے.... تم ہی بتاؤ کہ یہ عمارت کیسے بنائی گئی تھی؟“ ”میا نے ڈرائیور کی طرف دیکھا اور اس نے اس عمارت کی کہانی چھیڑ دی تھی آسیہ شہریار اردو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ دفتارہ چونک پڑے... ایک سیٹی جیسی تیز جیجن فضائیں گوئی تھی اور پھر ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی چیز بہت اونچائی سے گری ہو۔!

یک دو چینیں اور ابھریں اور درستک نالے میں بہراتی چلی گئیں! مینا اور آسیہ کی چینیں! ڈرائیور ہڈیوں اور گوشت کے اس ڈھیر کی طرف دوڑا جا رہا تھا جسے اس نے ایک لمحہ پہلے انسانی ٹکلن میں نیچ گرتے دیکھا تھا! لڑکیاں جہاں تھیں وہیں کھڑی کامپی رہیں۔ سیٹی جیسی تیز جیجن سنتے ہی انہوں نے اوپر سے نیچ آتی ہوئی سرخ رنگ کی ایک تیز رفتار جھلک دیکھی تھی اور پھر خود بھی جیجن ٹھیں اور اب انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کے میدوں کے نیچے ٹھوس زمین نہ ہو جیسے وہ ہوا میں تیر رہی ہوں اور ان کے جسم ہوا سے بھی زیادہ ہلکے ہو گئے ہوں!

ڈرائیور پھر ان کی طرف دوڑا آرہا تھا!

”وہ مر گئی.... مر گئی....! چور چور ہو گئی....“ وہ قریب آکر ہاتھا ہوا بولا.... اور ڈرائیور نچی بگلیا کی طرف دیکھنے لگا۔ پہاڑ کی چوٹی اور عمارت پہلے ہی کی طرح دیوان نظر آرہی تھیں۔



محکمہ سراج رسانی کا سپرینڈنٹ کیپشن فیاض مینار کی کہانی سن چکا تھا! اور اب ڈرائیور کو افغانی کے ساتھ مسلط تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

”آپ کو یقین ہے کہ آپ نے پہلے جیجن سنی تھی....!“

”ہم تینوں ہی نے سنی تھی!“ مینا نے جواب دیا۔

کیپشن فیاض نے آسیہ شہریار اور ڈرائیور کی طرف دیکھا!

”جی ہاں۔“ دونوں نے بے یک وقت کہا!

”اور وہ اونچی بگلیا ہی والی پہاڑی سے گری تھی۔“

”جی ہاں....!“

”اوپر کوئی اور بھی دکھائی دیا تھا!“

”جی نہیں....!“ ڈرائیور بولا اور دونوں لڑکوں نے بھی اس کی تائید کی!

”تم لاش کو یہاں تک کیسے لائے تھے... کیا وہاں اس وقت کچھ اور بھی را گیر موجود تھے؟“

”جی نہیں! سڑک سمنان پڑی تھی۔ ہم نے کچھ دیر انتظار کیا تھا کہ شاید کوئی اور بھی اور

آنکھے.... لیکن کوئی بھی نہ آیا۔ پھر میں نے چھوٹی بیٹا کے حکم کے مطابق لاش کو اٹھا کر گاڑی

کی پچھلی سیٹ پر ڈالا۔ اور تینوں اگلی ہی سیٹوں پر بیٹھ گئے....!“

کمرے میں سر سلطان بھی موجود تھے! انہوں نے کھنکا کر فیاض سے پوچھا۔

”لاش کی شاخت ہو سکی یا نہیں....؟“

”جسم کی ساری بہیاں ٹوٹ گئی ہیں.... لیکن چہرہ محفوظ ہے،... فوٹو گراف لے لئے گے

ہیں ان کی تشکر کی جائے گی! اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔!“

”اس کی قومیت کے بارے میں کیا خیال ہے....؟“

”صحیح تو یوریشین معلوم ہوتی ہے۔!“

کچھ دیر پھر خاموشی طاری رہی۔ دفتر سلطان نے لڑکوں کی طرف دیکھ کر کہا۔....

”تم لوگ جاؤ۔“

ان کے ساتھ ہی ڈرائیور بھی چلا گیا اور سر سلطان متفکر انہیں بڑوڑائے۔

”لیکن وہ اوپر کیسے پہنچی ہو گی؟“

”جی....!“ فیاض چونک پڑا۔ شاید کچھ سوچ رہا تھا! سر سلطان نے اپنا سوال دھرا تے ہوئے

کہا۔ ”آئے دن لوگ اس عمارت تک پہنچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن میری دامت

میں بھی کوئی بھی نہیں پہنچ سکا۔“

”تھا ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے کہ ہیلی کو پڑ کی مدد کے بغیر وہاں تک پہنچانا ممکن ہے۔!“

”ہیلی کو پڑ لینڈر کرنے کی جگہ ہو گی اوپر؟“ سر سلطان نے پوچھا۔

”بھی دیکھنا پڑے گا۔!“

”مناسب سمجھتا تو مجھے بھی حالات سے باخبر رکھنا۔!“ سر سلطان نے کہا اور انھوں نے

فیاض کے جاتے ہی انہوں نے فون پر عمران کے نمبر ڈائل کئے اور پوری کہانی دھرا تے

نکل جاتا اور برا عظیم کے مختلف حصوں کی سیاحت کرتا پھر۔ اس آوارہ گردی کے دوران میں اسے اپنے حالات سے دوچار ہوتا پڑا کہ بعض اوقات تو اپنے حواس خمسہ ہی پر اعتماد کرنے کو دل نہ پڑتا...! پرسا راستاریک افریقہ کی سیاحت تھی۔ یہ سب کچھ اُسے اپنے باس ہی کی زبانی و قلمی معلوم ہوا تھا۔

جب وہ اپنی سیاحت کے قصے سنانے بیٹھتا تو یہ بھی بھول جاتا کہ اس کی سیکرٹری کو بہت سے خطوط ناپ کرنے ہیں! وہ سختی رہتی...! یہ کہانیاں بہت دلچسپ اور سختی خیز ہوتیں۔

لوگی کامان رافیہ سمواف تھا اور وہ لبنان کی رہنے والی تھی۔ یہاں آنے سے پہلے اس کا باس لبنان میں تھا اور وہیں اس نے اس کی ملازمت اختیار کی تھی۔

لبنان میں چھ ماہ گذرانے کے بعد وہ یہاں آئے تھے۔ تنخواہ میں پچیس فیصد اضافے کے وعدے پر وہ اسے یہاں لایا تھا اور اپنے وعدے پر قائم بھی رہا تھا۔

اس کی تجارت کا انحصار اشتہار بازی پر تھا ملک کے سارے اپنے روزناموں میں اس کے اشتہارات شائع ہوتے تھے اور بڑی زور دی پر تھا۔

صحن سے شام تک وہ ناپ کرتی رہتی۔ ایک بجے سے دو بجے تک لٹچ کا وقفہ ہوتا اور وہ پھر ناپ کرنے لگتی...! کبھی کبھی مقررہ وقت سے زیادہ بھی کام کرنا پڑتا! لیکن اس کی اجرت الگ سے ملتی...! باس کبوس نہیں تھا! اس کی محنت کی داد الفاظ میں بھی دیتا...! ہفتے میں ایک بار رات کا کھانا بھی اُسے اپنے ساتھ ہی کھلاتا تھا!

خود ایک بڑی عمارت میں رہتا تھا...! سینی وہ کرہ بھی تھا جہاں بیٹھ کر رافیہ کام کرتی تھی! رافیہ کی رہائش کا انتظام اس نے ایک متوسط درجہ کے ہوٹل میں کر دیا تھا۔

ویسے اگر وہ اس سے اُسی عمارت میں قیام کرنے کو کہتا تو وہ انکار نہ کر سکتی کیونکہ وہ اس پر بہت محروم تھا! اور کبھی اس قسم کی کوئی خواہش ظاہر نہیں کی تھی جو پوری نہ کی جا سکتی یا الجھائے ناگوار نہ رہتی۔

ویکنے میں اوٹو دیالنی ایک ڈراؤن آدمی تھا! لیکن اس کی روح شاید شہد میں ڈبو کر جسم میں داخل کی گئی تھی۔

چھرے کا ذرا اوتا پن تو آنکھوں کی بنا پر تھا جو ہر وقت سرخ رہتیں ایسا لگتا جیسے زیادہ

ہوئے کہا! "ینا لاش اپنے ساتھ ہی لاتی تھی۔ حادثے کے شاہد ڈرائیور اور آسیہ شہریار بھی بیس...! نیاض نے ان کے بیانات بے تعقیب کی ہی خالت میں نہیں...! پہاڑی کے متعلق شاید ہی کسی کو یقین آئے کہ کوئی اس پر پہنچ سکا ہو گا لیکن صورت میں عام طور پر لوگوں کو شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ کارہی کا ایک یہودیت ہو گا پہاڑی کی کہانیاں بات بانے کے لئے گز جی گئی ہے!"

"لاش کہاں ہے؟ دوسرا طرف پوچھا گیا!

"سول ہسپتال کے سرخانے میں...! چہرہ محفوظ ہے....! اس لئے تو یہ کہ شناخت ہو جائے گی۔ نیاض اس کے فوٹو کی تشریف کرنا چاہتا ہے۔"

"میں دیکھوں گا....!" دوسرا طرف سے آواز آئی۔

سر سلطان رسیور کریڈل پر رکھ کر روپال سے اپنی پیشانی خشک کرنے لگے!



کمرے کی دیواریں سبز تھیں۔ پردے سبز تھے اور فرنچیچ...! کچھ دیر بعد یہ ہر بیانی بڑی طرح کھلنے لگتی تھی۔

لیکن وہ اس کرے سے بھاگ بھی تو نہیں سکتی تھی۔ صحن سے شام اُسے سینی بیٹھنا پڑتا تھا باس کے نام آئے ہوئے خطوط کے جوابات ناپ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس سے

ان خطوط کا مضمون ایک ہی ہوتا! لیکن کار بن کا پیاس نکالنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس سے بڑیں پر بڑا اثر پڑتا...! ہر خرید اپنی جگہ سوچتا کہ اس پر خصوصی توجہ نہیں دی گئی...!

عیوب بڑیں تھا! وہ اکثر ہنس پڑتی...! کیسے احمد تھے وہ لوگ جو اس طرح اپنا پیسہ ضائع کر رہے تھے...! ہر خط کے ساتھ پانچ درپے کا پوٹل آرڈر ضروری تھا...! وہ سمجھتے تھے اور احمدقا انداز میں کسی جانور کا نام لکھ سمجھتے...! رچھ...! شیر...! چیتا...! اومڑی...! خرگوش...!

اور اودبلاؤ...! جو جس کی سمجھ میں آتا۔ وہ جواب ناپ کرتی اور جواب کے ساتھ لفافے میں ایک اشتہار بھی رکھ دیتی دراصل اشتہار ہی کماں کا ذریعہ نہ تھا۔

اس کا باس پروفسر اوٹو دیالنی خود کو اطالوی کہتا تھا لیکن اپنے بیان کے مطابق اس نے اٹلی کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ جنوبی افریقہ میں پیدا ہوا تھا...! سولہ بھال کی عمر میں گمرا

ترکش و خون کے خیالات میں ڈوب رہتا ہو.....! جبڑہ بھاری تھا..... اس حد تک کوتاہ گردن تھا کہ رافیہ بھکارے چکے شانوں پر رکھا ہوا معلوم ہوتا! قد لمبا تھا! کوتاہ گردن نہ ہوتا تو اتابے ڈھنگانہ لگا۔ رافیہ کا خیال تھا کہ اجنبی لوگ اس سے گفتگو کرنے کی ہمت نہ کر سکتے ہوں گے! کیونکہ انہیں جواب ملے کی توقع سے زیادہ چھاڑ کھائے جانے کا خدشہ لاحق رہتا ہو گا یہ اور بات ہے کہ حقیقت اس سے مختلف رہی ہو! وہ زک کر بولتا تھا! اور لمحہ میں مٹھاں ہوتی۔ ایسا لگتا جیسے کبھی ترشر وئی سے گفتگو کرنے کا اتفاق نہ ہوا ہو.....!

اوٹو سے رافیہ کی ملاقات کم ہوتی۔ روزانہ کا معمول تھا کہ وہ اپنے ہوٹل سے بیہاں آتی جو بس پہن کر آتی اتار کر ووسرا پہننا پڑتا! اتب وہ اس کمرے میں داخل ہوتی جہاں بیٹھ کر کرتی تھی۔ یہ دوسرے بزرگ کے اسکرٹ اور زیر جائے پر مشتمل ہوتا۔۔۔ عجیب بات تھی کہ اوٹو بھی بزرگ کا گاؤں پہنے بغیر اس کمرے میں نہیں داخل ہوتا! سخت تاکید تھی کہ رافیہ کسی دوسرے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے اس کمرے میں داخل نہ! آج جب وہ سرخ رنگ کی ایک پنسل ہاتھ میں دبائے ہوئے اس کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ اتنا قابل اوٹو بھی اوہر آنکلا۔۔۔ جیسے ہی سرخ رنگ کی پنسل پر اس کی نظر پڑی بوکھلایا ہوا اس طرف جھپٹا اور پنسل ہاتھ سے چھین لی۔۔۔

”یہ کیا کر رہی تھی تم.....؟“ وہ اپنا ہوا خوفزدہ آواز میں بولا۔ ”م۔۔۔ میں نہیں سمجھی جتاب.....!“ رافیہ ہکلائی۔ ”سارا ظسلم ٹوٹ جاتا۔۔۔ سب کچھ ختم ہو جاتا۔۔۔ خدا کے لئے سبز کے علاوہ اور کوئی رکھی اندر نہ لے جاؤ.....!“ ”میں بھی خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔۔۔ آج بتاہی دیجئے۔۔۔ درنہ میں سوچے سوچنے پا ہو جاؤں گی!“ ”لی بتا دوں.....؟“

”سہی کہ سبز رنگ کے علاوہ.....!“ ”خاموش۔۔۔ خاموش۔۔۔!“ اس نے چاروں طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھتے ہو سرگوشی کی! انداز ایسا تھا کہ رافیہ بھی کچھ سہم گئی ”جاو۔۔۔ جاؤ۔۔۔ اندر جاؤ۔۔۔ کام کرو۔۔۔“

اں عمارت میں تمہیں کبھی کچھ نہ بتا سکوں گا.....“ رافیہ بوکھلا کر کمرے میں داخل ہو گئی! اور مژ کر دیکھا بھی نہیں کہ وہ وہیں کھڑا ہے یا چلا گیا! حب معمول وہ خطوط میز پر رکھے ہوئے ملے جن کے جوابات تائب کرنے تھے۔ وہ بیٹھ گئی۔۔۔ اور اپنی چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔ اوٹو کس قدر خوفزدہ تھا! اگر وہ سرخ رنگ کی پنسل لئے ہوئے اس کمرے میں داخل ہو جاتی تو کیا ہوتا۔۔۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے بزرگ کے تاپ رائٹروں پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔ سب کچھ سبز۔۔۔ سب کچھ سبز۔۔۔ کتنی عجیب اور وحشت ناک تھی یہ ہریاں۔۔۔!



جوزف کے چہرے پر مژ دنی چھائی ہوئی تھی۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے برسوں کا بیمار ہو! عمران نے اسے جیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا تم کچھ بیمار ہو....!“ جوزف نے نیاس انگیز نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔ ”پھر کیا بات ہے.... کیا شراب نہیں ملی....“ ”بھی نہیں چاہتا۔۔۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔“ ”سب سے نہیں پی پی....؟“ ”کل سے!“ ”کیوں....؟“ جوزف نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ ”یہ کیا ہے....“ ”دیکھو تو بس!“ وہ کاپتی ہوئی آواز میں بولا۔

عمران نے لفافہ سے کاغذ کا ایک نکلنیا کلا۔ تہہ کھوئی اور پڑھنے لگا انگریزی میں تاپ مضمون تھا۔ ”تم ایک مستقل مراجع آدمی ہو۔۔۔ کبھی کبھی نزلے میں بتلار ہتے ہو! موجودہ مقام حاصل کرنے کے لئے تم نے بڑی جدوجہد کی ہے! اپنے کام سے کام رکھتے ہو۔۔۔ فضولیات میں نہیں پڑتے جس سے پیلان وفا کرتے ہو۔۔۔ اس کے لئے خون کا آخری قطرہ تک بہا کتے ہو! وہ شنبہ اور سپتھر کو

لڑائی سے پرہیز کیا کرو... اگر ابھی تک شادی نہیں ہوئی تو اس سال کے اواخر تک ضرور ہو جائے گی.... لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہوی پسند ہی کی ملے....!

عمران مضمون ختم کر کے جوزف کو گھومنے لگا۔  
”یہ کیا بکواس ہے؟“ آخر اس نے پوچھا۔

جوزف نے جواب دینے کی بجائے میز پر پڑے ہوئے اخبار کی درق گردانی شروع کر دی اور پھر وہ اخبار بھی عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے ایک اشتہار کی طرف اشارہ کیا۔

اشتہار کا مضمون تھا!

مايوس لوگ ادھر متوجہ ہوں

عالیٰ شہرت کے ماں پروفیسر اوٹو بیلانی جنہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ افریقہ کے پُرسار اور تاریک حصوں میں گزارا ہے اعلان کرتے ہیں کہ مستقبل کی ہر دشواری پر قابو پایا جاسکتا ہے جو لوگ مستقبل کے حالات معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوں.... کسی جانور کا نام لکھ کر پروفیسر کو بھیج دیں جانور کا نام لکھتے وقت.... صحیح وقت دن اور تاریخ بھی لکھیں۔ جانور کے نام کے ساتھ پانچ روپے کا سادہ پوش آرڈر آنا ضروری ہے، پروفیسر ان کی زندگی کے گذشتہ اور آئندہ حالات سے کماحتہ آگاہ کریں گے....!

مضمون کے نیچے پڑھا...! لیکن صحیح مقام کی بجائے پوسٹ بکس نمبر کے حوالے پوش آرڈر منگوائے گئے تھے....!

اشتہار پڑھ کر عمران نے آؤں کی طرح آنکھوں کو گردش دی اور سر ہلا کر بولا! ”تو یہ بات ہے؟“ جوزف نے تھوک نگل کر ہوتا پر زبان پھیری اور خاموش کھرا رہا۔

”اچھا بے.... تو نے کس جانور کا نام لکھ کر بھیجا تھا....“

”پہاڑی بکری!“ جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا!

”تب ہی تو اس سال کے اواخر تک تیری شادی ضرور ہو جائے گی!“

”بچالو باس.... خدا کے لئے مجھے بچالو.... میں کیا کروں...“ جوزف گرگڑا کر بولا۔

”اور پیشین گوئی کے ساتھ یہ بھی تھا....!“

اس نے جیب سے دوسرا کاغذ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا!  
اس کا مضمون تھا۔

”پروفیسر اوٹو بیلانی صرف پیشین گوئی ہی نہیں کرتے بلکہ آپ کی مخلکات حل کرنے کے ذرائع بھی رکھتے ہیں.... مثال کے طور پر اگر آپ اپنی پسندیدہ لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہوں تو پدر وہ روپے کے پوش آرڈر بھیج کر پروفیسر کا تیار کردہ ملٹی چارم لاکٹ منگوایجھے.... اسے اپنے پاس رکھنے پسندیدہ لڑکی خود آپ سے شادی کی درخواست کرے گی....“

”بہت خوب!“ عمران خوش ہو کر بولا ”ابے یہ ملٹی چارم لاکٹ بھی منگوایا نہیں...!“

”میں کیوں منگواؤتا!“ جوزف کو غصہ آگیا.... پھر وہ بڑھا نے لگا۔ ”شاید میرے قبیلے کے وچ ڈاکٹر موٹوہی نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ چالیس سال کی عمر میں تم پر ایک بڑی مصیبت نازل ہوگی.... اب میں کیا کروں....؟“

”ملٹی چارم لاکٹ منگوائے.... اور پسندیدہ لڑکی....!“

”بس باس باس.... خدا کے لئے مجھے اور زیادہ بورنہ کرو....! میں کہاں بھاگ جاؤں....!  
باس کیا تم اس سلسلے میں میری مدد نہیں کر سکتے....؟“

”مجھ سے کیسی مدد چاہتا ہے....!“

”تم تو بہت بڑے سراغ سال ہو.... پتہ نگاہ اس پروفیسر کا....! پوسٹ آفس والے مجھے نہیں بتائیں گے....!“

”ابے تیرا یہ خط کسی دن مجھے لے ڈو بے گا....“ عمران اسے گونہ دکھا کر بولا! ”ابھی بچھلے عیوبتھے میں نے تجھے عالمگیر روڑ کے فٹ پاٹھ پر ایک بھوکی کے پاس بیٹھے دیکھا تھا....!  
”ہاں باس اور اس نے ایسی کوئی بات نہیں بتائی تھی....!“

”تو آخر اپنے مستقبل کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتا ہے....!“

”بلکہ اتنا ہی باس کہ بھی مجھ پر کوئی ایسا وقت تو نہیں پڑے گا کہ میں شراب کو ترس جاؤں!“  
”اور تو تکل سے ترس رہا ہے!“

”تجھے بخار ہے باس! بخار میں اچھی نہیں لگتی.... جب میں حد سے زیادہ متفکر ہوتا ہوں تو مجھے بخار ہو جاتا ہے....!“

”اور یہ فکر اس بات کی ہے کہ کہیں تیری شادی زبردستی ہو جائے...!“ عمران نے زلجنگ میں پوچھا۔

”ہاں باس! جوزف گھصیلیا!“ خدا کے لئے... اس پروفیسر اڈنوا کا پتہ لگائیے...!“

”ابے مگر تیرے ساتھ کون زبردستی کرے گا...!“

”سب کچھ ہو سکتا ہے باس... ماما حوا... آدم کے باسیں پسلی سے زبردستی پیدا ہو گئی تھیں ”مگر تو شادی سے اتنا ذرا تاکیوں ہے!“

جوزف جو آج کسی قدر چڑھا بھی نظر آ رہا تھا۔ بھنا کر سوال کر بیٹھا ”تم کیوں ڈرتے ہو باس ابے تو کیا میں ڈرتا ہوں!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”میں کیا جاؤں.... تمہیں تو بہت پہلے شادی کرنی چاہئے تھی۔“ عمران جواب میں کہا ہی چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جوزف براسامنہ بنائے کھڑا رہا!

عمران نے کسی کی کال زیسوکی تھی۔ ”ہوں۔ ہاں“ کے جارہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ مل منقطع کر کے جوزف کی طرف ملا۔ ...

”ہوں.... تو تم اس پوسٹ بکس نمبر کا پتہ چاہئے ہو...!“

جوزف نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اپنے سر کو ابتاب میں جنبش دی۔



کیپٹین فیاض سر سلطان سے کہہ رہا تھا۔

”چھپلی رات ہم ہیلی کوپٹر کے ذریعہ اس پہاڑی پر اترے تھے۔ لیکن ہمیں اس قسم نشانات نہیں مل کے جن سے اندازہ ہوتا کہ ماضی قریب میں وہاں تک کسی آدمی کے قدم کے ہوں....!“

سر سلطان کچھ نہ بولے اس انداز میں فیاض کی طرف دیکھتے رہے جیسے اس سلسلے میں اگلی کچھ سننا چاہتے ہوں....!

وفتحا ایک ملازم نے اندر آ کر کسی کاوز یونگ کار ڈیا۔ ...! سر سلطان نے اس پر اچھتی ہوئی نظر ڈال کر فیاض کی طرف دیکھا اور بولے۔ ”عمران ہے!“

111

”تو کیا آپ....؟“  
”میں نہیں جانتا کہ وہ اس وقت کیوں آیا ہے....!“ سر سلطان نے کہا اور ملازم سے بولے!  
”میں بھیج دو....!“  
فیاض کے چہرے پر تاخوٹگوار تبدیلی کے آثار صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ عمران کمرے میں راگل ہوں سب سے پہلے اس کی نظر کیپٹن فیاض کے چہرے پر پڑی اور اس نے اسے بوکھلائے ہوئے انداز میں مودبانتہ سلام کیا۔ پھر احمدقوں کی طرح اس کے قریب ہی بیٹھ کر دوبارہ کھڑا ہو گیا۔

وہ سر سلطان کو سلام کر کے ایک دور افتادہ کر سی کی طرف چلتا۔  
کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ سب کچھ اضطراری طور پر نہیں سرزد ہوا تھا! ہر چند کہ یہ دونوں حضرات اس سے بخوبی واقف تھے لیکن اس وقت فوری طور پر بھی سمجھے کہ یقین جو بوکھلایا ہوا ہے! اس میں سے کوئی کچھ نہ بولا! عمران بھی سر سلطان کی طرف دیکھتا اور بھی فیاض کی طرف۔

پھر سر سلطان کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور انہوں نے پوچھا! ”تم اتنے پریمان کیوں ہو...?“

”نن... نہیں... تو... میں... مجھ... خیریت دریافت کرنے آیا تھا! اس اسے بے بی ہنا کوئی ایکریٹ کر بیٹھی ہیں....!“

”یہ تم نے کس سے سناء...!“ فیاض غریباً۔

”کچھ... پولیس والے کہہ رہے تھے....“

سر سلطان نے فیاض کی طرف دیکھا۔...

”یہ بالکل بکار ہے.... جناب! میرے کسی آدمی نے ہر گز ایسا نہ کہا ہو گا!“ کیپٹن فیاض نے لران کو قریب آکر وہ نظر وہ سے گھورتے ہوئے کہا!

”آچھا تو پھر وہ لاش آسمان سے پٹکی ہو گی...“ عمران نے بھی کسی قدر جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کیا!

اپنے سر سلطان اسے جرأت سے دیکھ رہے تھے۔

فیاض نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر نہ جانے کیا سوچ کر خاموش رہ گیا۔ ویسے عمران دونوں ہی کی

صورتی ہوئی نظر وہ کامر کر زینا چاہتے ہوں!

”آپ دونوں حضرات کو معلوم ہونا چاہئے!“ عمران انگلی اٹھا کر بولا۔ ”اس چنان کی چوٹی تک

پہنچانا ممکن ہے....!

"تم کہنا کیا چاہتے ہو....؟" سر سلطان جھوٹا کر بولے۔

"بھلا میں کیا عرض کر سکتا ہوں....؟" عمران نے ذہلیہ ڈھالے لجے میں کہا اور اپنے ایک

جوتے کی نوک پر نظر جادی!

"تو پھر کیا جھک مارنے آئے ہو؟" سر سلطان کو تجھنے غصہ آگیا۔

"جی نہیں.... میں تو.... مجھ... خیریت دریافت کرنے....!"

"خاموش رہو!"

"جی بہت اچھا....!" سعادتمندانہ انداز میں سر کو جبکش دی گئی!

کرے کی فشا پر چھائی ہوئی بوجبل سی خاموشی جیسے سر سلطان کو جلاہت میں مبتلا کر دی تھی.... بڑی دیر تک کوئی کچھ نہ بولا۔

پھر فیاض نے کھکار کر کہا۔ "اب مجھے اجازت دیجئے" سر سلطان نے سر کی غیر ارادی جنم سے غالباً اسے رخصت ہو جانے کی اجازت ہی دی تھی!

فیاض دروازے کی طرف بڑھ گیا اور عمران بھی اٹھتا ہوا بولا! "جی مم.... میں بھی اجازہ چاہتا ہوں....!"

اس بار سر سلطان نے سر کو جبکش بھی نہ دی، حرمت سے آنکھیں پھٹائے عمران کو گھوڑا رہے.... اور عمران.... اب عمران فیاض کے پیچے اس طرح دوڑا جا رہا تھا جیسے کوئی اہم اطلاع دینا بھول گیا ہو....! اپنی گاڑی کے قریب پہنچ کر فیاض مرا۔

"سلام کرم....!" عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے دوبارہ سلام کرتے ہوئے گاڑا پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ فیاض کی قہر آسود نظریں عمران کے چہرے پر تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے دوسرا قدم عمران کے تھپٹا مار دینا ہو گا.... عمران باسیں آنکھ دبا کر مسکرا لیا۔

"کلو! گاڑی سے....!" فیاض آپے سے باہر ہوتا ہوا بولا۔ "ورنہ....!"

"بڑی اہم اطلاع ہے میرے پاس....!" عمران یک بہیک سنجیدہ نظر آنے لگا!

"میں کہتا ہوں باہر آؤ....!"

"ما تھا پاپی کرو گے...." عمران نے بڑی مخصوصیت سے پوچھا۔

"کلو تم!" فیاض نے پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا فا نکدہ.... کوئی جاپانی داؤں مار دوں گا....! مژ کر دیکھو.... خواتین برآمدے سے دیکھ رہی ہیں....!" عمران سیٹ کے دوسرا سے کنارے کی طرف کھلتا ہوا بولا تھا! پھر فیاض نے مز کر نہیں دیکھا کہ اس کا بیان صحیح بھی تھا کہ نہیں! زیر ب پکھ نئی قسم کی گالیاں عمران کو دیتا ہوا اگلی نشست پر جاویہ! گاڑی اسٹارٹ ہو کر جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھی تھی....! اب عمران اس طرح مطمئن بیٹھا تھا جیسے کسی ٹیکسی ڈرائیور کو منزل مقصود کا پتہ بتا کر ایک فلر منڈ باپ کے سے انداز میں بچوں کے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگا ہو!

کار تیز رفتاری سے راستے طے کر رہی تھی.... شاید فیاض سوچ رہا تھا کہ اس وقت عمران سے کیوں نکر نپڑا جائے.... لیکن شاید ستارہ ہی گردش میں تھا اس کا....! وفتحا ایک زور دار دھماکا ہوا اور کار لنگرانے لگی.... باسیں جانب والا پچھلا پہیہ بر سر ہوا تھا! گاڑی رک گئی اور فیاض پلت کر دیا ہوا۔ "میں تمہیں جان سے مار دوں گا!"

"مم.... میں تو.... سیئیں بیٹھا ہوا ہوں....!" عمران مُسکی صورت بنا کر بولا۔

فیاض نے نیچے اتر کر گاڑی کے گرد پکڑ لگایا اور پھر بایو سمند انداز میں ہاتھوں کو جبکش دی! غالباً اسے یاد آگیا تھا کہ گاڑی میں کوئی فال تو پہیہ بھی موجود نہیں ہے!

"لگھر او نہیں!" وہ عمران کو گھونساد کھا کر بولا! "عقلتیب ہی....! تم سے سمجھوں گا!"

"اس سے زیادہ عقلتیب اور کیا ہو گا سوپر فیاض...!" عمران نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرے پاس کوئی فال تو پہیہ نہیں ہے....!" فیاض آنکھیں نکال کر غریا۔

"آئے تو خدا ہونے کی کیا بات ہے.... پہنچے نکال دو....! میں دوڑ کر نیائیوب ڈلوالا دوں یا اگر سہما استعمال کے قابل رہ گیا ہو تو اسی میں جو روگ لوادوں....!"

گاڑی میں جیک بھی نہیں ہے! فیاض نے پہلے ہی کے سے عصیے انداز میں کہا!

"تسب تو پھر....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

فیاض اسے جواب طلب اور تیز نظر وہ سے گھورتا رہا....!

"تسب تو پھر....!" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تم اپنی کریں رسی باندھو اور میں اسٹریگ

پر بیٹھ جاتا ہوں....!"

سیاہ رنگ کی ایک بند گاڑی دانش منزل کی کپاڈنڈ میں داخل ہوئی... اسے بلیک زیر و ڈرائیور کر رہا تھا....!  
چھوٹی کپاڈنڈ سے گذر کر عمارت کے ایک اندر ونی حصے میں رکی.... بلیک زیر و ڈرائیور کے پیچے اڑا اور گاڑی کا عقیقی دروازہ کھول کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ عقیقی دروازے سے برآمد ہونے والا عمران تھا! اس نے سر کو اس طرح جبش دی جیسے اس کارروائی سے مطمئن ہو۔ پکھ دیر بعد وہ دانش منزل کے آپریشن روم میں نظر آئے۔ عمران نے بلیک زیر و ڈر اسے کہا۔  
”مجھے ہیلی کوپر کے پائلٹ کار ریکارڈ کیا ہوا بیان ایک بار پھر سنواؤ....!  
”بہت بہتر جناب....!

بلیک زیر و ڈر میز پر رکھے ہوئے شیپ ریکارڈ کی طرف متوجہ ہو گیا! پکھ دیر بعد ریکارڈ سے آواز آئی۔

”ہم نے اوپری بنگلی والی چٹان پر لینڈ کیا یہ چٹان اور سے کسی میدان کی طرح مستطی ہے عمارت سنان پڑی تھی۔ پولیس آفیسر نے مجھے بھی عمارت میں داخل ہوئیکی دعوت دی! وہ اندر کچھ تلاش کرتا رہا تھا۔ لیکن واپسی پر اس نے وہاں سے صرف ایک چھوٹا سا لفافہ اٹھایا تھا جس میں باریک تار کا ایک چھوٹا سا لچکار کھا تھا اور اس نے وہ لفافہ اپنے پرس میں رکھ لیا تھا! لفافہ غالباً پلاسٹک کا تھا۔ میں قریب سے تو نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن میر اندازہ تکی ہے....!  
بلیک زیر ریکارڈ بند کر کے عمران کی طرف دیکھنے لگا....!

”تو تمہیں یقین ہے کہ تمہارے آدمیوں نے وہ پرس فیاض کی جیب سے نکال لیا ہو گا...!  
مران نے بلیک زیر و ڈر سے پوچھا۔

”تمہاں...! مجھے یقین ہے....! میں کیپٹن فیاض کی اس عادت سے بخوبی واقف ہوں کہ ”اپکی بیشہ بیلون کی جیب میں رکھتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی وزنی کیوں نہ ہو!

”کام ٹھیک ہو رہا ہے....!“ عمران نے سر ہلا کر کہا اور کچھ سوچنے لگا....! پھر تھوڑی دیر بعد بولا ”پائلٹ کا بیان مختصر اور غیر واضح ہے۔ اس سے اس کے علاوہ کوئی خاص اطلاع نہیں ملتی

”خدا کی قسم... میں....!“  
”ہاں... ہاں!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا! ”کوئی اسی قسم نہ کھا میٹھنا جس کا کفارہ نہ دے سکو!“  
”نکلو... باہر!“ فیاض آپ سے باہر ہو گیا!  
”وہ تو نکلا ہی پڑے گا... ایسے میں یہاں میٹھ کر تماشا تھوڑا ہی بیوں گا!“ عمران نے کہا اور دروازہ کھول کر پیچے آتیا۔  
فیاض اب تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا سڑک کی دوسری جانب والے کیفے کی طرف بڑھ رہا تھا۔  
کیفے کے کاؤنٹر سے اس نے اپنے کسی ماتحت کو فون کر کے گاڑی کے متعلق اطلاع دی اور پھر باہر آکر شاید سمجھی کا انتظار کرنے لگا!  
فٹ پاٹھ کی چوڑائی زیادہ نہیں تھی....! ایک وقت کئی آدمی فیاض کے قریب سے گزرے  
ان میں سے ایک خود اس سے بھی نکلایا اور معافی مانگ کر آگے بڑھ گیا!  
فیاض کی آنکھیں عمران کی تلاش میں گرد و پیش کا جائزہ لے رہی تھیں! لیکن وہ کہیں نہ دکھائی دیں۔

بات سمجھی میں آنے والی نہیں تھی....! عمران... اور اس طرح پیچھا چھوڑ دیتا۔ آج تک اس نے خواہ جنواہ اپنا وقت ضائع نہیں کیا تھا!.... تو پھر کیا مقصد تھا اس حرکت کا....! دوسری طرف وہ یہ بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ گاڑی کا پہیہ اتفاقاً برست ہوا تھا....! لیکن عمران... آخر وہ یہاں تک ساتھ کیوں لگا چلا آیا تھا....! وہ سوچتا رہا اور پھر اتنے میں ایک تیکسی نظر آگئی....  
اس نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا....! تیکسی آہستہ روی کے ساتھ.... اس کے قریب آرکی!“  
وہ دروازے کے پینڈل پر زور دینے کے لئے جھکا ہی تھا کہ کسی طرح بیان ہاتھ پیلون کی جیب میں ریک گیا....! اور پھر وہ اس طرح سیدھا ہو گیا جیسے اپاچک ایکٹرک شاک لگا ہو....!  
تیکسی ڈرائیور نے بھی غالباً یہ تبدیلی محسوس کر لی تھی۔ وہ متحرانہ انداز میں اس کی طرف دکھنے دعطا فیاض ہاتھ ہلا کر بولا.... ”جاو...! مجھے ابھی نہیں جانا....“  
پھر تیکسی والا سے دیکھتا ہی رہ گیا اور وہ اس کیفے کی طرف بڑھ گیا جہاں سے کچھ دیر پہاڑ پر اپنے کسی ماتحت کو فون کیا تھا!

کہ فیاض نے وہاں سے ایک لفافہ اٹھایا تھا۔....!

”میرا خیال ہے کہ ہمیں بھی اس عمارت تک پہنچنا چاہئے۔....!

”ہوں....! فیاض کی روپورٹ کی نقل حاصل کر سکے ہو!“ عمران نے پوچھا!

”جی ہاں....!

”مجھے دکھاؤ....!

”بلیک زیرو کمرے سے چلا گیا اور عمران اٹھ کر فون کے قریب آیا۔ کسی کے نمبر ڈائل کے اور ماؤ تھج پیس میں ایکس ٹو والی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ترانسٹ ٹو....! بی تھر مین....!

پچھے دیر خاموش رہا پھر بولا ”بی تھر مین....! روپورٹ!“.... دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ہیلی کو پڑ بتابی ہوئی جگہ پر پہنچ جائے گا....! سازھے چار بجے....!

”اوکے.... اشاپ....!

ریسیور رکھ کر وہ بلیک زیرو کی طرف متوجہ ہو گیا جو ایک فائل لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ فیاض کی روپورٹ کی بار پڑھنے کے بعد اس نے بلیک زیرو سے پوچھا۔

”تمہارا کیا خیال ہے اس روپورٹ کے متعلق۔“

”میری دانست میں تو وہ اُسے کار کا حادثہ ہی ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے روپورٹ کے الفاظ دیکھئے...! کہتا ہے بہاں پہنچ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سالہا سال سے وہاں کسی کے قدم نہ پہنچے۔“

”کسی قسم کے ثاثات بھی نہیں حاصل کر سکا....!

”و فتحاً عمران چوک کر بولا....!“ دیکھو...! کسی نے گھنٹی بجائی ہے۔!

پھر وہ اٹھ کر باہر چلا گیا!

عمران وہیں بیٹھا رہا! تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو وابس آیا....!

”وہ کامیاب ہے ہیں....! جناب!“ اس نے کہا اور جیب سے سختی رنگ کا ایک پس نثار اس کے سامنے ڈالتا ہوا بولا! ”آپ اسے پہنچانے ہی ہوں گے!“

”ہوں....! اول....! فیاض ہی کا معلوم ہوتا ہے....! لیکن ضروری نہیں کہ پلاشک کا

لفافہ اب بھی اسی میں پایا جائے....!

”سر سلطان کے بیہاں پہنچنے سے قبل تک وہ لفافہ اس پر س میں موجود تھا!“ عمران نے پر س کھو لا۔ اور سر ہلا کر بولا! ”ٹھیک ہے تمہارا خیال غلط نہیں! اور....! ایک دو....! تین....! چار....! ہوں....! ہوں....! کل چالیس روپے چھٹا کی پیسے....! پلاشک کا چھوٹا سا لفافہ اس کی چکلی میں دبا ہوا تھا....!

”یہ لفافہ زیادہ پرانا نہیں معلوم ہوتا....! اور وہ پہاڑی دوسری جگہ عظیم کے دوران میں طالوی حاذ ٹوٹھے ہی تباہ ہو گئی تھی....! پھر پلاشک کا استعمال تجارتی پیمانے پر جگہ کے خاتمے کے بعد ہی شروع ہوا تھا! لہذا یہ لفافہ پہاڑی کی تباہی سے پہلے کا نہیں ہو سکتا!“

”عمران خاموش ہو گیا اور بلیک زیرو اس سے وہ لفافہ لے کر خود اس کا جائزہ لینے لگا!“ اور اس میں....! یہ تار کا پچھا....! اس نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

”نکالو....!

چمکدار باریک تار متعدد بلوں میں دائرے کی شکل میں لپٹا ہوا تھا....! بلیک زیرو پہلے اُسے یوں عدیکھتا ہا پھر اس کے بل کھولنے شروع کئے....! تار تین یا ساڑھے تین گز لمبار ہا ہو گا! ”حیرت ہے....!“ بلیک زیرو سر ہلا کر بولا! ”یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے ابھی ابھی فیکٹری سے نکل کر آیا ہو!....! کہیں زنگ کا نخاس نقطہ بھی نظر نہیں آتا!“

”اس کو اسی طرح بیٹھ کر لفافے میں رکھو!“ عمران بولا۔

”فیاض نے کیا سمجھ کر اُسے اتنی احتیاط سے رکھ چھوڑا ہے!“ بلیک زیرو بڑا یا۔

”معلوم کرنے کی کوشش کرو....!“

”میرا خیال ہے کہ وہ دیدہ دانستہ سر سلطان کی لڑکی کو اس کیس میں الجھانا چاہتا ہے؟“

”وہ کس طرز!“ عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا!

”ظاہر ہے....! یہ لفافہ حال میں وہاں تک پہنچا ہو گا! تار کی کندیش بتاتی ہے فیاض بھی اسے بخوبی جانتا ہے۔ لیکن اپنی روپورٹ میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ پہاڑی سالہا سال سے دیران ہی رہی ہے!“ اس کی احتیاط ہمیشہ دور نئی ہوتی ہے....! خیر....! آج ہم بھی اُس پہاڑی کا جائزہ لیں گے!“



کچھ فیاض جو بے خبر سر ہاتھا جنگھوڑے جانے کی بنا پر بوكھلا کر اٹھ بیٹھا کرے میں تیز قم

کی روشنی تھی۔ آنکھیں چند ہیا گئیں۔ لیکن وہ بد صورت ریو اور تو اے پہلی ہی نظر میں دکھائی دے گیا تھا جس کی نال اُسی کی طرف اٹھی ہوئی تھی....!

فیاض کا ہاتھ لیکے کے نیچے رینگ گیا....

”میں دیکھ رہا ہوں۔“ ہلکی سی غرائب سنائی دی۔ ”فائز کر دوں گا!“ جملہ انگریزی میں کہا گیا تھا اور لہجہ بھی غیر ملکی تھا....! فیاض کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رہ گیا! اور نظر آواز کی طرف اٹھ گئی۔ ریو اور والے کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ لیکن ہاتھوں کی رنگت بھی اس کے غیر ملکی ہونے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

ایک دروازے کے قریب کھڑا کھائی دیا....! اس کا چہرہ بھی نقاب ہی میں تھا....!

”لیا بات ہے؟“ فیاض نے جملائے ہوئے لہجے میں پوچھا!

”پہلے تم اپنے حواس پر قابوپانے کی کوشش کرو۔ پھر باتیں بھی ہو جائیں گی!“ جواب ملا۔ فیاض کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا کہنا یا کرنا چاہئے.... اُسے یاد آیا کہ یہوی اس وقت کو ٹھی میں موجود نہیں ہے! اس سے کسی قدر ذہار س بند ہی۔ وہ سر شام ہی کسی تقریب میں شرکت کے سلسلے میں اپنے بھائی کے گھر چلی گئی تھی اور وہیں شب باش بھی ہوتا تھا۔

”میں پوچھ رہا ہوں تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟“ فیاض کے لہجے میں پہلے کی نسبت اس بال زیادہ سخت تھی!

”اچھی بات ہے!“ ریو اور والے نے بیان ہاتھ ہلا کر کہا۔ ”اٹھ بیٹھو! اور میرے سوالات کے صحیح جواب دینے کی کوشش کرو!“

فیاض اسے خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا سمجھے پر کہداں ٹیک کر اٹھ بیٹھا پھر نقاب پوش پڑھ لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ”پلاسٹک کا وہ لفاف کہاں ہے جو تم نے پہاڑی والی عمارت میں پہاڑا۔“ فیاض کے چہرے پر شدید ترین غصے کے آثار نظر آئے لیکن زبان سے کچھ نہ نکل سکا!

”وہ لفافہ میرے ہوائے کردو....!“ نقاب پوش پھر غرایا۔

”وہ اس وقت تو میرے پاس نہیں ہے....!“ نہ جانے کیوں فیاض کی آواز زم پڑ گئی تھی۔

”پھر کہاں ہے....!“

”آفس میں.... میری میز کی دراز میں....!“

”بکواس!“ نقاب پوش غرایا۔ آج آفس سے روائی کے وقت وہ تمہارے پر س میں تھا...!“

”تم آخر ہو کون....؟“ فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔

”کیوں تم مجھے تشدید پر آمادہ کر رہے ہو؟“ نقاب پوش کے لہجے میں دھمکی تھی!

”ہوش میں ہو یا نہیں.... تم کس سے باتیں کر رہے ہو....!“ فیاض تن کر کھڑا ہو گیا...!

”پیچھے ہو....!“ نقاب پوش نے ریو اور والہاتھ آگے بڑھا لیا!

فیاض پیچھے توہنالیکن اسی فکر میں تھا کہ جھپٹ پڑنے کا موقع مل جائے۔

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے نقاب پوش کے ہاتھ میں بھی ریو اور والے دیکھ لیتا تواب

میں کبھی کاٹکر اگیا ہوتا....!

”اوہ دیکھو! میری طرف....!“ قریب والے نقاب پوش نے کہا! ”وہ لفافہ اس تار سمت

میرے ہوائے کردو....!“ اور نہ اذیت میں بٹلا ہو جاؤ گے کہ موت کے علاوہ گلوخلا صی کی اور کوئی صورت نظر نہ آئے گی....!

”شٹ اپ....!“ فیاض دھڑا.... اسے حرمت تھی کہ اتنی اوپنجی آواز میں بولنے کے باوجود

بھی وہ ابھی تک اپنے کسی ملازم کو جگا دینے میں کامیاب نہیں ہو سکا! ہو سکتا تھا کہ ان نامعلوم اکتوبر میں نہیں پہلے ہی بے بس کر دیا ہو!

”تم قلعی بے بس ہو!“ نقاب پوش معنگدار اڑانے والے انداز میں بولا! ”ہم بے آسمانی تمہیں

گولی لازم کرنے پڑتے ہیں....!“

فیاض کچھ نہ بولا! نقاب پوش کہتا ہوا ”میں جانتا ہوں کہ تم اس طرح وہ لفافہ میرے ہوائے

نہیں کرو گے.... میرے پاس دوسرا تدبیر بھی ہے! بہذا کان کھول کر سن لو جب اس اذیت سے کسی طرح پچھا نہ چڑھا سکو تو ہم سے رجوع کرنا.... اور ہم لفافے کی واپسی پر تمہیں اس اذیت سے نجات دلادیں گے....!“

پھر اس نے ہاتھ آٹھا کر اپنے ساتھی کو کسی قسم کا اشارہ کرتے ہوئے فیاض کو دوبارہ مخاطب

کیا! ”تم اپنی جگہ سے بہنے کی ہمت نہ کرنا!“

ریو اور کی نال فیاض کے سینے کی طرف اٹھی اور دوسرا آدمی آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کی

پشت پر آیا۔

سامنے والے نقاب پوش نے فیاض کو ارنگ دی کہ وہ اپنے ہاتھ نچھے گرائے رکھے۔!  
دفعتہ فیاض کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ بیان گال دبائے ہوئے فرش پر گر گیا۔!  
”اب ترپنے پھر کنے کی اجازت ہے۔“ سامنے والا نقاب پوش نہس کر بولا۔ ”تمہارے آفس کے  
قریب سگریٹ کا جو بہت بڑا بورڈ ہے اس پر چاک سے لفظ سفید لفافہ لکھوادیا اگر اس اذیت سے  
چچھا چھڑانا چاہو....!“

فیاض بیان گال دبائے ہری طرح چھیے جا رہا تھا! ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کوشش نکے باوجود بھی  
اپنی چھین دبائیں پر قادر نہ ہو!

دونوں نقاب پوش ہنستے رہے پھر ایک اوپھی آواز میں بولا۔ ”ہم جا رہے ہیں لیکن یہ تیوں  
الفاظ لیا درکھن لفافہ.... بورڈ.... اور چاک اسٹک....“

وہ دونوں دروازے سے گذر کر نظر سے او جعل ہو گئے۔ فیاض اسی طرح ترپا رہا۔



سر سلطان کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے۔ اور عمران خاموش بیٹھا اپنے دائی  
ہاتھ کے ناخون کا جائزہ لے رہا تھا۔

”آخر یہ ہوا کیسے....؟“ سر سلطان کچھ دیر بعد بولے۔  
”جس طرح میرے آدمی فیاض کے ہجھے میں کام کر رہے ہیں اسی طرح کوئی پرانی اور بھی  
ہے.... ورنہ ان دونوں نقاب پوشوں کو اس کا علم کیوں نکر ہوتا کہ آفس سے چلتے وقت وہ لفاذ اس  
کے پاس ہی تھا!“

”یہ کہا تھا انہوں نے اس سے....!“  
”جی ہاں....!“

”وہاب کہاں ہے؟“  
”کون؟.... لفافہ یا فیاض....!“

”دونوں....!“  
”فیاض ہسپتال میں ہے.... اور لفافہ اس کے پاس نہیں ہے....!“

”کس کے پاس ہے....!“

عمران نے لا علیٰ ظاہر کرنے کے لئے مایوسانہ انداز میں ہاتھوں کو جبش دی اور پھر بولا!  
”یہ فیاض کا بیان ہے کہ کل اس کی جیب کٹ گئی تھی.... لفافہ پر س میں تھا....! الہذا کسی گردے  
ن کے ہاتھ لگا ہو گا....!“

”یہ تمہارا خیال ہے کہ وہ کسی گرہ کٹ کے ہاتھ لگا ہو گا۔!“

عمران نے احتمانہ انداز میں سر کو اثاثی جبش دی!  
”پھر....!“

”میں کیا عرض کروں.... لیکن میں نے فیاض کے لئے ویسا ہی لفافہ اور تار کی پچھی میا  
کر دی ہے!“

”یا مطلب....!“ سر سلطان چوک کر اُسے گھومنے لگے۔

”اب وہ سگریٹ کے سائن بورڈ پر چاک سے لفظ لفافہ لکھوادے گا....!“

”اوہ.... تو اس طرح ان لوگوں کا تعاقب کرو گے....! کیا فیاض نے یہ سب کچھ تمہیں خود  
تیبا تھا....!“

”جی ہاں میں اُسے ہسپتال میں ملا تھا....! اس نے مجھے بلوایا تھا....! اُنکروں کا خیال ہے کہ  
اُبھی تک اس مرض کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے۔ الہذا فیاض کا خیال ہے کہ وہی اُسے اس تکلیف  
سے نجات دے سکتے ہیں جو اس کا باعث بنے تھے۔“

”تکلیف کی نوعیت کیا ہے....!“

”سوڑش.... شدید ترین سوڑش....! ناقابل برداشت....! بائیں گال کے تھوڑے سے  
ھٹھ پر فیاض ہی کے بیان کے مطابق گیا انگارہ رکھ دیا گیا ہے۔ بیہو شی کے انجشنوں کے سہارے  
جل رہا ہے....! اس کا بیان ہے کہ پیچھے کھڑے ہوئے نقاب نے کوئی مخفیتی چیز اس کے گال سے  
گرا کی اور پھر اسی مخفیت کے سوڑش کی صورت اختیار کر لی۔“

سر سلطان کچھ نہ بولے تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا....! ”تمہارا کیا  
خیال ہے اس جیب تراشی کے متعلق....؟ کیا اس کا سبب بھی وہی لفافہ تھا؟“

”خدا جانے....!“ عمران نے لا پرواہی سے شانوں کو جبش دی....! تھوڑی دیر خاموش  
رہا پھر بولا!“ میں بھی اس پہاڑی کی سیر کر چکا ہوں۔ اور اس عام برائے سے متفق نہیں ہوں کہ

ہیلی کو پڑ کے بغیر اس پر نبی ہوئی عمارت تک رسائی نا ممکن ہے۔!  
”یعنی تم اس کے علاوہ بھی کوئی ذریعہ دریافت کرچے ہو۔!  
”جی ہاں....!

”فیاض بالکل ہی گدھا نہیں ہے؟“ سر سلطان کے لجھ میں بے اعتباری تھی۔!  
”ہو سکتا ہے کسی قدر ہو! لیکن اسے دوسرے ذریعے کی تلاش کب تھی۔ وہ تو محض روپر  
میں اس پہلو کی بھی خانہ پری کرنے کی غرض سے اوپر گیا تھا! اسے یقین تھا جاتب کہ وہ ایک یورپ  
یوناکی کار سے ہوا تھا! ابھر حال چونکہ اسے دوسرے ذریعے کی تلاش نہیں تھی اسی لئے اس کی فرم  
بھی اس پر نہیں پڑی۔...

”اس سے پہلے بھی پچھے لوگ اوپر چینچنے کی کوشش کرچے ہیں!“ سر سلطان بولے۔  
”نیچے ہی انہوں نے راستہ تلاش کیا ہو گا...! وہ تو یقیناً کسی کے بھی بس کاروگ نہیں...  
خیر بھی آپ کو فرصت ملی تو وہ راستہ آپ کو بھی دکھادوں گا...! فی الحال تو اس تار اور لانا  
کام سلسلہ در پیش ہے!“

”آخر وہ ہے کیا بلا...?“  
”ایسی ہی بلا جس کے لئے وہ جان پر کھیل کر فیاض کی کوٹھی میں داخل ہوئے تھے! لیکن اسے پہلے وہ فیاض کی جیب سے نکال لیا گیا تھا!“

”تو اس کا مطلب ہوا کہ دو مختلف پارٹیاں اس میں دچپی لے رہی ہیں۔  
عمران پچھنے بولا! وہ پر تھکر انداز میں چیو گم کا پیکٹ پھاڑ رہا تھا!“



فیاض کے لئے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ سور فیا کے انگلشن اسے کتنی دیر تک اس اذیت  
احساس سے بچائے رکھتے ہیں! لیکن وہ اسے اس بارہو ش آنے پر اس نے محسوس کیا جیسے باسیں گل:  
”خندک پڑ گئی ہو! لیکن وہ اسے احساس کا دھوکہ سمجھ کر سوزش آمیز ٹیکوں کا منتظر رہا جو!“  
آتے ہی اٹھنے لگتی تھیں۔  
دفعتائے یاد آیا کہ وہ سگریٹ کے اشتہاری بورڈ پر چاک سے لفظ ”لغاف“ لکھوا چکا ہے!  
نے ڈرتے ڈرتے باسیں گال پر ہاتھ پھیرا... بلکی سی سوزش بھی محسوس نہ ہوئی۔

اسے ہوش میں آتا دیکھ کر نہ یار چلی گئی جوڑی ڈاکٹر کے ساتھ پھر واپس آئی...!  
”اب کچھ دیر برداشت بھی تکچے جتاب!“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔ ”مور فیا کا اثر سسٹم پر  
اچھا نہیں ہوتا!“

”اب اس کی ضرورت نہیں ہے...!“ فیاض گال پر ہاتھ پھر تاہو مسکرا کر بولا۔

”یعنی تکلیف کم ہے؟“

”تھی نہیں! اب قطعی نہیں ہے!“

”یعنی.... وہ.... سوزش....“

”جی ہاں....! اب میں بالکل ٹھیک ہوں!“

”برہا کرم.... اسی طرح لیئے رہئے گا!“ ڈاکٹر نے کہا اور تیزی سے بالکل نکل گیا!

پچھے دیر بعد فیاض کو پھر کیمیائی آزمائشوں سے گذرنا پڑا اور اس کے باسیں گال پر مختلف قسم  
کے آلات کا داؤ پڑتا۔ لیکن وہ ان تجربات کے نتائج سے فوری طور پر اگاہ نہ ہو سکا۔

ای دوران میں اس نے اپنے سکنے میں عین سر کے نیچے کا غاذ کی چوراہت محسوس کی تھی  
لیکن دم سادھے لیثارہ تھا...! جب تک ڈاکٹر وہاں موجود رہے اس نے سکنے کے خلاف کے اندر  
ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔

سناتا ہوتے ہی ہاتھ غلاف کے اندر ریگنگ گیا۔... پھر دوبارہ بابر آیا تو گرفت میں ایک دزنی  
مالفانہ ٹھلاک کوئی ٹھوس چیز لفاف کے اندر موجود تھی.... اس نے مضطربان انداز میں لفاف  
چاک کیا جس کے اندر سے کچھ کاغذات برآمد ہوئے اور ایک کنجی بھی۔!  
اگر بیری میں تائپ کئے ہوئے خط پر نظر پڑی جو اس کے نام تھا!

”مالی ڈیزیر کیٹھن فیاض.... نیشنل بینک ہیڈ آفس کے لاکر نمبر تیرہ کی کنجی مع رسید روادہ  
ہے... لفافہ اسی لاکر میں رکھ کر کنجی بھی دیں اپنے نام سے جمع کر ادا! لاکر تمہارے ہی نام پر  
حاصل کیا گیا ہے! لیکن حاصل کرنے والوں کا پتہ لگانے کی کوشش ہرگز مت کرنا... یہ بھی  
دار ٹنک ہے ورنہ... پھر تم ہمیں توجہ نہیں ہو!“

فیاض کا خون کھولنے لگا۔ مٹھیاں بھیخت گئیں.... لیکن پھر فورانی خیال آگیا کہ یہ لفافہ اس  
کے سکنے کے اندر سے برآمد ہوا تھا! الہذا ہو سکتا ہے کہ اس وقت بھی اس کی نگرانی ہو رہی ہو!

بہر حال اب اسے عمران کی اسکیم کے مطابق اپنے گھر رکھنے کے لئے جانا تھا! کیونکہ عمران کا فراہم کردہ لفافہ اُسے ویسے ملتا۔

اب وہ پوری طرح عمران کی مشینی میں تھا! معاملہ ہی ایسا تھا کہ وہ اپنے کسی ماتحت پر اعتداؤ کر سکا! کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ اچاک وہ اس مرض میں کیونکر متلا ہو گیا تھا! اور اب شاید ڈاکٹر بھی تحریر تھے کہ اچاک، ہی اس سے گلو خلاصی کیونکر ممکن ہوئی.....!

فیاض گھر آیا۔ اُسے معلوم تھا کہ عمران نے لفافہ کہاں رکھا ہو گا.... یوں اس کی ہدایت کے مطابق ابھی تک اپنے بھائی کے گھر میں مقیم تھی۔

لفافہ نکالنے کے لئے فیاض نے رائینگ ٹیبل کے میز پڑش کے نیچے ہاتھ ڈالا.... اور ایک بڑا سالفاہر کھینچتا چلا آیا! لیکن اس میں عمران کے رکھنے لفافے کی بجائے پنل سے گھٹی ہوئی ایک تحریر برآمد ہوئی۔

”ہمیں علم ہو چکا ہے کہ لفافہ کہاں ہے اب تم جہنم میں جاؤ!“

فیاض کے منہ سے گالیوں کا طوفان امنڈ پڑا.... اور یہ عمران ہی کے لئے تھا....!  
کانپتے ہوئے ہاتھ سے اس نے ٹیلی فون پر عمران کے نمبر ڈائل کے اور وہ بد بختی دوسری طرف موجود بھی تھا!

”تم کتے ہو!“ فیاض حلقت پھاڑ کر دہاڑا۔

”کون بھوک رہا ہے؟“ دوسری طرف سے پوچھا گیا!

”تم نے بھجے دھوکا دیا ہے....!“

”کون بول رہے ہو....؟“

”میں فیاض ہوں....!“

”اوہ.... لیکن تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے! میں بھیجان ہی نہ سکا....!“

”میں گھر سے بول رہا ہوں.... تم نے یہاں کیا کیا ہے....!“

”وہی جو تم سے کہہ چکا تھا!“

”وہ لفافہ یہاں نہیں ہے....!“

”حیرت....! تب تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ اس سے باخبر ہو گئے تھے....!“

”میا تم پنل سے کچھ لکھ کر رکھ گئے تھے....!“

”ہرگز نہیں....! میں نے صرف وہی پلاسٹک کا لفافہ بتائی ہوئی جگہ پر رکھا تھا....!“

”اگر تم حق کہہ رہے ہو.... تو پھر....!“

”کچھ نہیں.... تم گھر ہی پر ٹھہر دے....! میں وہیں آ رہا ہوں!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا....!



رسیور کھر کر عمران صدر کی طرف مڑا.... جو اسے مستفسر انہ نظروں سے دیکھ رہا تھا!

”مکمل شروع ہی سے گزر گیا تھا....!“ عمران نے کہا  
”ہمیا ہوا....!“

”چوتھ ہو گئی.... فیاض کو وہ لفافہ وہاں نہیں ملا جہاں رکھا گیا تھا۔ اس کی بجائے غالباً کسی قسم کی کوئی تحریری ہے.... فیاض کو مجھے ہسپتال میں نہیں بلوانا چاہئے تھا....! اگر میں حالات سے باخبر ہوتا تو خود ہی احتیاط رکھتا.... ذرا ٹھہر دیں اس سے اس تحریر کے بارے میں معلوم کروں۔“

اس نے فون کی طرف مڑ کر فیاض کے نمبر ڈائل کئے.... اور اسے متوجہ کر کے ایسے سوالات کر تاہما کہ وہ سب کچھ اگل دے....!

پھر بڑے سکون سے اس کی باتیں سننا رہا اور بالآخر بولا ”تم نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا.... اب وہ میرے پیچھے لگ گئے ہوں گے۔ اس تحریر کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے.... اچھا یارے، خدا حافظ وہ تمہیں تو جہنم میں جانے کا مشورہ دے ہی پچھے میں.... اب دیکھو میرا کیا بتا ہے۔ مفت میں بارا گیا میں تو....!“

رسیور کھر کر وہ مسکراتا ہوا صدر کی طرف مڑا....

”مہت باخبر لوگ ہیں!“ اس نے کہا ”فیاض اب تھیک ہے! غالباً ہسپتال ہی میں کسی نے علاالت بے خبری اس کا علاج کر دیا! میری دانست میں فیاض پر کسی قسم کا زہر آزمایا گیا تھا.... میں خود بھی ایک ایسے سیال سے واقف ہوں کہ اگر جلد میں پوسٹ ہو جائے تو ایک مخصوص توڑی ٹوٹ آؤں گی کوئاں کی اذیت سے نجات دلا سکتا ہے....!“

”تو گویا ہسپتال کے عملے ہی میں سے کوئی ہو سکتا ہے!“ صدر نے متوجہ انہ لمحے میں کہا۔

”حیرت کی بات نہیں! جب وہ لوگ فیاض کے آفس میں اپنے لئے جگہ بنا سکتے ہیں تو ہپتال کی کیا حیثیت؟“

صدر کچھ نہ بولا! عمران کہتا رہا! ”بہر حال یہ بات بھی ان سے پو شیدہ نہ ہو گی کہ میں اکڑ فیاض کے لئے کام کرتا رہا ہوں! اور یوں بھی میں شہر میں نیک نام نہیں ہوں۔ میرے رکھ ہوئے لفافے کی بجائے فیاض کو وہاں ایک تحریر ملی ہے جس کے مطابق وہ لوگ جانتے ہیں کہ لفاف کہاں ہے اور فیاض نے اُس کے سلسلے میں انھیں دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔“

”آخروہ ہے کیا بلا.....!“

”ابھی تک اس سے کوئی معقول نتیجہ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا! ویسے میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا!“

”کیا اندازہ.....!“

عمران جواب میں کچھ کہنے ہی والا قاکہ جوزف آندھی طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا ایڑیاں بجا کیں اور سلیوٹ کر کے دانت نکال دیئے۔ باچھیں کھلی پڑ رہی تھیں!“

”سب ٹھیک ہو گیا باس!“ اس نے لہک کر کہا۔

”اب شادی نہیں ہو گی.....!“

عمران نے طویل سانس لی اور منہ چلاتا ہوا صدر کی طرف دیکھنے لگا! ”یقین کرو باس شب ٹھیک ہو جائے گا!“ جوزف نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”پروفیس سے توصلات نہیں ہو سکی۔ لیکن اس کی سیکرٹری نے مجھے یقین دلایا ہے کہ میرے لئے کچھ نہ ک ضرور کرے گی.....!“

”بھلا اس کی سیکرٹری کیا کر سکے گی۔“ عمران بایوسانہ لجھے میں بولا۔

”اس نے وعدہ کیا ہے.....!“

”کیا وعدہ کیا ہے؟“

”یہی کہ وہ پروفیسر سے اس کے لئے کوئی تدبیر کر ادے گی!“

”او... جوزف کر لے شادی اور نہ پچھتائے گا....!“

”کیا قصہ ہے!“ صدر نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

”کسی خوبی کی پیش گوئی ہے کہ اسے اس سال شادی کرنی ہی پڑے گی!“  
صدر ہنسنے لگا اور جوزف جیپ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا!  
کچھ دیر خاموشی رہی اور پھر وہی مسئلہ چھڑ گیا.....!

صدر کو اس پر تشویش تھی کہ اب وہ لوگ عمران کے پیچھے پڑ جائیں گے۔



رافیہ سوناف اس حق نیگر کو رخصت کر کے پھر بزر کمرے میں واپس جانے ہی والی تھی۔ ایک دروازے سے اڈو ولائی نمودار ہوا۔

اسکے چہرے پر ایک ہی بار رافیہ کی نظر پڑتی تھی! پھر جتنی دیر سامنا رہتا ہے نظر جھکائے رکھتی! ”کیوں... بے بی..... کیا خیال ہے اس الحق کے بارے میں....!“ اس نے رافیہ سے پوچھا۔ ”کیا وہ اکھی جو یہاں موجود تھا!“ رافیہ نے کلپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”ہاں.... وہی.... اب وہ روز آئے گا اور تمہارا بھی بہلتا ہے گا!“

”لل.... لیکن.... آپ تو یہاں.... کسی ضرورت مند کی آمد پسند نہیں کرتے!“

”ٹھیک ہے.... مگر تم یہ تو دیکھو! وہ یہاں پہنچا کس طرح ہو گا! جب کہ اس کے علاوہ آخر ل اور کوئی برادر اسٹ بھسے ملنے کے لئے آہی نہیں سکا!“

”میں نے اس سے پوچھا تھا! اس نے بتایا کہ بڑی دشواریوں سے بذریعہ پوست آفس پر علموم کر سکتا!“

”بہر حال.... وہ یہاں تک آئی پہنچا! اسے کہتے ہیں روحانی لگاؤ!“

”میں نہیں سمجھی جتاب....!“

”مجھے افریقہ اور وہاں کے نئے والی نسلوں سے بے انداز محبت ہے....! اس وقت بھی میرا کم یہاں ہے اور میری روح افریقہ میں بھلک رہی ہے۔! بہر حال مجھے اس کے یہاں آنے جانے کوئی اعتراض نہیں!“

”میں اس کی دوستی کی خواہش مند نہیں ہوں!“ رافیہ نے کس قدر ناخونگوار لجھے میں کہا۔ ”میری دانست میں کوئی برائی بھی نہیں ہے....! وہ بھی اُسی روح سے متعلق ہے جس کا

دل پہنچا ہوں.... خیر.... اچھا!.... اب تم اپنا کام دیکھو!“

رافیہ بزرگرے میں واپس آگئی... ابھی تک آج کی ڈاک نہیں دیکھی تھی... روزانہ کی ڈاک سے آئے ہوئے خطوط جوابی لفافوں سے نصی کر کے اوٹو دیلانی کی میز پر رکھے جائے تھے... اور وہ ان خطوط کے جوابات ان سے نصی کر دیتا تھا... پھر ان جوابات کو تاپ کرنا انہیں ملوف کر کے ڈاک کے سپرد کرنا رافیہ سوناف کا کام تھا۔

نہ وہ آنے والے خطوط کا مطالعہ بغور کرتی تھی اور انہیں کے جوابات کا... بس مشکل طور پر اپنے فرائض انجام دیتی رہتی تھی!۔

لیکن ان خطوط سے متعلق اور کچھ دنوں سے ایک الجھن میں بیٹلا ہو گئی تھی۔

پہلے جو خطوط آیا کرتے تھے ان میں کسی ایک جانور کا نام اور نام لکھنے کا وقت ہی درج ہوا تھا! لیکن اب ان خطوط میں بعض ایسے بھی خطوط ہوتے جن میں جانوروں کے ناموں کی قطار! قطار نظر آتی... وہ انہیں بھی دوسرے خطوط کے ساتھ جواب کے لئے رکھ دیتی! لیکن کچھ دنوں بعد اس نے محسوس کیا کہ خصوصیت سے ان خطوط کے جوابات نہیں دیے جاتے۔

اس قسم کے کچھ نہ کچھ خطوط اب تقریباً ہر ڈاک میں ہوتے تھے!۔

پھر آہستہ آہستہ اسے محسوس ہونے لگا جیسے وہ کسی غلط جگہ آپنی ہونہ جانے کیوں "ورا" قسم کے خطوط کے بارے میں شبہات میں بیٹلا ہو گئی تھی! کئی طرح کے خیال آتے... کچھ! ان کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتی رہتی پھر اپنے کام میں لگ جاتی!۔ آج بھی ایسے ہی تین خطوط اس نے تازہ ڈاک سے چھانٹے تھے اور انہیں بغور دیکھ رہی تھا اپاک اسے تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی۔ "ان خطوط کو بھی میرے پیچاری کی میز پر کہا" یہ دشمن روحوں کی کارگزاری ہے!۔

وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگی لیکن آس پاس کوئی بھی نظر نہ آیا۔

اٹھ کر دروازے کی طرف جائی!... راہداری سنسان پڑی تھی!۔

"کون ہے؟... " بالآخر اس نے کانپتی ہوئی بلند آواز میں پوچھا لیکن باز گشت کے علاوہ کچھ نہ سن سکی۔

وہ پھر کرے میں واپس آگئی! یہاں بھی پہلے ہی کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہا بیٹھنے کی بہت شے پڑی... وہ سرگوشی واہمہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اسے اسکے الفاظ من و عن یاد نہ

ایک بار پھر وہ غیر ارادی طور پر دروازے کی طرف جائی! ٹھیک اسی وقت راہداری سے نہ میں کی چاپ بھی سنائی دی... ساتھ ہی اوٹو دیلانی نے آواز دی "سوناف... کیا یہ تمہاری آواز تھی!۔

وہ راہداری میں نکل آئی۔ اوٹو سامنے کھڑا تھا!۔

"کیا بات ہے! اس نے پوچھا۔ کیا جیخ تمہاری تھی!۔"

"جی... جی ہاں! وہ ہانپتی ہوئی یوں! میں نے ایک پر اس اس سرگوشی سنی تھی!۔"

"کیا مطلب...! وہ چونک پڑا۔

"کسی نے مجھ سے کہا تھا! ان خطوط کو بھی میرے پیچاری کی میز پر رکھ دو۔ یہ دشمن روحوں کی کارگزاری ہے!۔"

"اوہ... اوہ... تم کن خطوط کا تذکرہ کر رہی ہو!۔"

"وہ جن میں بہت زیادہ جانوروں کے نام لکھے ہوتے ہیں!۔"

"زرا پھر تو دہرانا سرگوشی کے الفاظ!۔"

"ان خطوط کو بھی میرے پیچاری کی میز پر رکھ دو۔ یہ دشمن روحوں کی کارگزاری ہے!۔"

"کیا میں خوشی سے پا گل ہو جاؤں؟ اوٹو کی آواز جوش مسٹر سے کانپ رہی تھی!۔"

"م... میں نہیں سمجھی جتاب!۔"

"اب تم میرے لئے ایک بہت ہی محترم ہستی ہو! مادام سوناف...!۔"

"آپ... م... میرا... مصلحک اڑاہے ہیں... جتاب! وہ جھینپ کر بولی!۔"

"نہیں... ہرگز نہیں... میں بڑے خلوص کے ساتھ یہ باتیں کہہ رہا ہوں یہ چالیسواس سال

جلد ہاہے اس روح کی پوچھا کرتے... لیکن وہ آج تک مجھ سے مخاطب نہیں ہوئی... تم خوش نصیب

ہو! مادام سوناف... میں بھی خوش نصیب ہی ہوں کہ اس روح نے تمہیں میدم بنایا ہے۔"

"اپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں!۔"

"آہستہ آہستہ سمجھ جاؤ گی! اوٹو نے کہا اور آنکھیں بند کر کے زیر لب کچھ بڑا بنانے لگا!۔

رافیہ کی الجھن بر جھتی جا رہی تھی۔ آخر کب روح نے اسے میدم بنایا ہے اور کیوں! یہ کیا چکر ہے؟ بھی تک وہ اوٹو دیلانی کو ایک پیشہ درجنوی سمجھتی رہی تھی۔ لیکن یہ روحوں والی بات

اس کی سمجھ میں نہ آسکی!  
وفتا اونٹو آنکھیں کھول کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”آؤ میرے ساتھ آؤ... میں تمہیں  
سب کچھ بتاؤں گا!“

وہ اسے دوسرے کمرے میں لایا۔ یہاں دیواروں پر قدیم مصری اصنام کی تصویریں لگی ہوئی  
تھیں اور عجیب سی خوشیوں فتنا میں پھیل رہی تھیں!  
”بیٹھ جاؤ...!“ اوٹو یلانی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ بے خد بیجوہ  
نظر آرہا تھا!

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ پھر بولا! ”یہ کہانی مصر کے ایک قبرستان سے شروع ہوتی  
ہے! مجھے روحاںیت سے دل چھپی تھی۔ زندگی کے مختلف ادوار میں مختلف جنوں کا شکار رہا ہوں۔  
کبھی جڑی بوٹوں کا چکر کبھی ستاروں کا خط اور کبھی قدیم روحوں سے رابطہ قائم کرنے  
شوق۔ بہر حال ان دونوں میں روحاںیت کے جنوں میں بتلا تھا!“

ویلانی خاموش ہو گیا اور رفیقہ بہم تین سوال نہیں بیٹھی رہی!

ویلانی نے دوبارہ سلسلہ گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ ایک بہت پرانی قبر تھی...  
مقبرے کی عمارت منہدم ہو چکی تھی اور زمین میں ایک جگہ غار ساتھا... میں اس میں اتر  
سخت بدبو اور گھٹن تھی لیکن میں تاریخ کی روشنی کے سہارے آگے بڑھتا ہی رہا۔  
آخر اس طرح ایک بہت بڑے تابوت تک میری رسائی ہوئی بدقائق تمام اس کا ذکر کھا  
سکا۔ اس میں ایک حنوط کی ہوئی لاش تھی۔ اس دن میں نے ڈھنکے کو اسی طرح بند کر دیا اور ڈ  
چاپ واپس آگیا۔... دوسرے دن کیسرہ اور فلاں گن لے کر گیا اور اس حنوط کی ہوئی لاش  
تصویر کھپتی۔ اب جو اس قبر سے باہر آیا ہوں تو یاں لگائیں کوئی میرے ساتھ چل رہا۔  
اوٹو یلانی کی آواز بذریعہ گھٹ رہی تھی! اور وہ بھی جملہ دہرانے چلا جا رہا تھا

”بیٹھ کوئی میرے ساتھ چل رہا ہو...!“

وہ حرث اور خوف سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ ویلانی کی آنکھیں بھی بند ہوتی ہی  
تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سر کرسی کی پشت کا ہر پڑھلک گیا۔ وہ غالباً بے ہوش ہو چکا تھا!  
رفیقہ سمونا ف بوکھلا کر کھڑی ہو گئی!

عمران جیسے ہی فلیٹ سے نکل کر زینے طے کرنے لگا۔ کسی نے نام لے کر اسے آواز دی! وہ  
نیچے اترتے اترتے رک کر مڑا۔ ساتھ ہی گال پر کوئی ٹھنڈی سی چیز گلی اور وہ اچھل پڑا۔ زینوں  
پر انہیں رہا تھا۔ پیر پھلا تو بقیہ زینے پیروں کو تکلیف دیئے بغیر ہی طے کر ڈالے۔ نیچے فٹ  
پاٹھ پر آگرا... لیکن چوت کا احساس کے تھا۔! اس وہ دابنے گال کو دبائے پڑا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا  
ہیسے بے شمار منہی منہی چنگاریاں کھال میں پیوست ہو گئی ہوں... یہ تکلیف اتنی شدید تھی کہ  
دوسری جسمانی چوٹیں اس میں وہ کر رہ گئی تھیں۔... وہ دیسے ہی گال دبائے ہوئے اٹھا اور پھر  
زینوں کی طرف چھپتا۔ انہیں رہے کی پرواہ کیے بغیر زینے طے کرنا ہوا اور پر جانے لگا۔  
اور پہنچ کر اپنے فلیٹ کے دروازے پر دو ہتھوڑے چلانے شروع کیے۔ سلیمان اندر تھا۔ اس نے  
دروازہ کھول کر اسے حرث سے دیکھا!

”عمران اُسے دھکا دے کر اندر گھستا ہوا غیر ایا! دروازہ بولٹ کروے!“

”کیا بات ہے صاحب!“ سلیمان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔  
”دروازہ بولٹ کر دے....!“ عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔

سلیمان نے دروازہ بولٹ کر دیا اور حرث سے منہ پھاڑے عمران کو دیکھا رہا۔  
”ابے پیاز...!“ عمران دانت پر دانت جمائے کرایا!

سلیمان چھپتا اور اندر گیا اور پانی کا گلاس لیے ہوئے ہوئے والیں آیا۔  
عمران مسکری پر گرچکا تھا۔ سلیمان کے ہاتھ میں گلاس دیکھ کر بھنا گیا۔  
”بیاس نہیں پیاز...!“ وہ حلقت کے مل بولا۔

”پیاز...!“ سلیمان نے تحریر دہرا لیا۔ جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور بوکھلائے ہوئے  
لکھ میں بولا۔!“ پیاز سے کیا ہو گا۔ ڈاٹھ کے درد میں تو!

”او مر دود... پیاز پل کر... عرق... براثنی میں!“

”سماں اللہ... یا تو پیس گے نہیں... یا پیاز کا عرق ملا کر...!“

”خاموش...!“ عمران وہاڑا پھر خود ہی باور پی جانے کی طرف چھپتا۔ ادھر ادھر ہاتھ مار کر  
کھنکا سے پیاز کی گھٹلی نکالی اور خود ہی اُسے کھلتے بیٹھ گیا۔

کر رہے ہیں۔!

وغل عمران دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ لیکن داہنگال اب بھی دبائے ہوئے تھا...! اب زنا عادہ قسم کی کراہیں بھی نکل رہی تھیں۔

”آخر بتاتے کیوں نہیں.... کیا ہوا ہے؟“ سلیمان نے جھلا کر پوچھا!  
”آگ گئی ہوئی ہے گال میں....!“

”ہوا کیا....؟“

”زینے پر کسی نے گال پر کچھ کیا تھا؟“

”وہی ہوا آخر جس کا ذر تھا....!“ سلیمان نے مخفی سائنس لے کر کہا۔  
”کیا ہوا....؟“ عمران غرما کر پلٹا!

”میں چھوٹو بھائی.... آپ کو بڑی طرح گھورا کرتی ہے!“ سلیمان نے رازدارانہ لمحہ میں کہا۔ آج تو زینے کا بلبھی فیوز ہو گیا ہے شامد!“

”ابے کیوں بکواس کرتا ہے.... ہائے.... ارے.... اوف....! میں کیا کروں!“

عمران اسی طرح کراہتا ہوا کمرے میں آیا اور پنگ پر ڈھیر ہو گیا! حقیقتاً اب ذرہ برا بر بھی خوش باتی نہیں رہی تھی۔ لیکن وہ پہلے سے بھی زیادہ بے چیزی ظاہر کر رہا تھا!



رافیہ سوناف دبے پاؤں بزر کرنے میں داخل ہوئی! ہوش سے چلتے وقت اس نے تھیہ کر لیا  
تمادہ اوٹو دیلانی سے اس کی کہانی کا بقیہ حصہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرے گی۔ خواہ مخواہ خود  
کرا بیگنی کے حوالے کر دینے سے کیا فائدہ!

چھپلے دن دیلانی کے بیہوں ہو جانے پر وہ کیسی بد حواس ہوئی تھی سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا  
کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ بڑی دیر تک تو وہ خود بھی سکتے کے سے عالم میں رہی تھی۔ پھر دیلانی  
خود خود ہوش میں آیا تھا۔

اور اس نے رافیہ سے بڑی نحیف آواز میں کہا تھا کہ وہ اپنے ہوش والپیں جا سکتی ہے وہ بے  
چل اور جہا اس کو اسی خالت میں چھوڑ کر اپنے ہوش والپیں آگئی تھی۔

مگر اس نہیں معلوم کہ اس کے بعد اوٹو دیلانی کس حال میں رہا تھا!

”لایے... لایے...! سلیمان ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا“ پیاز کے عرق سے نشہ نہیں اترتا۔  
”او مر دود... خبیث خاموش رہ...!“ عمران مکاہل کر کر کہا۔

”اچھا صاحب! اکدو کے چکلے سے بھی نشہ اتر جاتا ہے.... مجھے کیا!“ سلیمان نے برا سامنہ  
کر کہا اور پیاز کچلے بیٹھ گیا۔

عمران جوزف کے کرے کی طرف بڑھا۔ لیکن جوزف کو وہاں نہ پا کر جان ہی تو نکل گئی!  
جوزف سلیمان کی وجہ سے اپنی بو تلیں چھپا کر رکھتا تھا! الہذا اس کی عدم موجودگی میں ان کا ذہن  
نکالنا کارے دار د!

وہ پھر یادو رچی خانے میں واپس آیا۔ اتنی دیر میں سلیمان نے پیاز کے عرق کی خاصی مقدار  
ایک پیالی میں جمع کر لی تھی!

”اپرٹ ہے... اپرٹ!“ اس نے سلیمان سے پوچھا۔

”ہاں ہے.... لیکن اس کا لے سے چھپا کر رکھنی پڑتی ہے۔ شیشوں کی صفائی کرنے کے  
لئے لاتا ہوں!“

”ابے تو... لا جلدی سے!“ عمران اسی طرح دانت پر دانت جمائے ہوئے بولا۔

تکلیف بے حد بڑھ گئی تھی۔

سلیمان عرق کی پیالی وہیں چھوڑ کر باہر چلا گیا! واپسی پر اپرٹ کی بوتل اسکے ہاتھ میں تھی!  
عمران نے بوتل چھین کر اسے باہر دھکیل دیا اور جب وہ پکن کا دروازہ بند کر کے اسے بول  
کر رہا تھا تو سلیمان کو بڑھاتے سن۔ ”کچھ ٹھیک نہیں ہے آدمی کا کب کیا ہو جائے۔ شراب نہیں ملی

تو اپرٹ اور پیاز کا عرق۔ کہیں لیکچہ کاٹ کر نہ رکھ دے۔!

عمران اس کی بکواس پر توجہ دیئے بغیر پیاز کے عرق کی پیالی میں اپرٹ اٹھیٹھا رہا۔  
پھر اس محلوں سے رومال ترکر کے گال پر رکھ لیا۔ فوراً ہی ایسا معلوم ہوا جیسے چنگاریوں کی  
پانی کے چھینے پر گئے ہوں۔

”دروازہ کھولنے!“ سلیمان نے باہر سے دروازے پر ہاتھ مار کر کہا۔

عمران خاموشی سے بار بار وہی عمل دھراتا رہا اور بالآخر گال میں مخفیہ کپڑے پڑ گئی!  
سلیمان کی اوٹ پنگ بکواس جاری تھی۔ ”پتہ نہیں نشے میں میں یانشے کے لئے یہ سب کچھ

اس وقت بزر کرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر ایک قد آدم تصویر پر پڑی جو اس سے پہلے اس کرے میں نہیں تھی۔ یہ فٹوگراف ہی تھا پینٹنگ نہیں تھی۔  
وہ دروازے کے قریب ہی رُک کر اُسے دیکھی رہی۔

حنوٹ کی ہوئی لاش کی تصویر! اس سے پہلے بھی ایسی تصویریں بہت دیکھ چکی تھیں....!  
لارپ وائی سے اپنی میز کی طرف بڑھنے والی تھی کہ دفعتاً پہن ٹھٹھک گئی! وہ تصویریں... ایک صورت پہلے کہاں دیکھی تھی! کسی جانے والی سے مشابہت رکھتی ہے۔ وہ سوچنے لگی۔ ہونوں کی بنا پر عکیلی ناک.... اور گالوں کی ہڈیوں کا ابھار۔ ”اوہ نہ“ وہ بڑبرائی اور اپنی میز پر آئیں۔ کام شروع کرنے سے پہلے نینی بیگ سے آئینہ نکال کر میک اپ کا جائزہ لینے کی عادت تھی۔ اس وقت بھی غیر ارادی طور پر آئینہ نینی بیگ سے نکال لیا اور پھر بری طرح چوکی۔ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔  
اب وہ اس قد آدم تصویر کو آنکھیں پھاڑ چھاڑ کر دیکھ جا رہی تھی۔

اب اسے احساں ہوا کہ مشابہت تو خود اس سے تھی۔ ہونوں کی بنا پر عکی بھی تھی۔ گالوں کی ہڈیوں کے ابھار بھی دیے ہی تھے۔ حتیٰ کہ اگر وہ اپنے بال اور پر کی طرف سمیٹ لیتی تو پیشانی کی بنا پر بھی اس سے مختلف نہ نظر آتی۔

پہنچ نہیں کیوں اس کے پیر کا پنے لگے تھے اور جسم خالی خالی سامعوم ہونے لگا تھا۔ دن تاروں زم سی سرگوشی کرنے کی خاموش فضائیں پھر گوئی۔

”ڈرو نہیں۔ تم میری پر چھائیں ہو.... میں تمہارے ہی تو سطح سے دنیا پر دوبارہ گلومن کروں گی۔ میرے بچاری اوٹو ویلانی سے کبھی الگ نہ ہوتا۔ اور اپنی پاکیزگی بھی برقرار رکھتا۔

میری پر چھائیں ہو.... تم میری پر چھائیں ہو.... تم میری پر چھائیں ہو....!  
سرگوشی بتدریج مر ہم ہوتی ہوئی کرنے کے سکوت میں مدغم ہو گئی وہ چند لمحے تو بے مر حرکت وہیں کھڑی رہی پھر بے تحاشہ راہداری میں نکل آئی.... آج شاید وہ پہلی بار اوٹو ویلان اس طرح آوازیں دے رہی تھی۔

”مشرو ویلانی.... مشرو ویلانی.... آپ کہاں ہیں۔ مشرو ویلانی....“  
راہداری کے سر سے پر ویلانی دکھائی دیا جو غالباً اس کی آواز سن کر کسی کرنے سے باہر لکھا۔  
”کیا بات ہے۔ کیا بات ہے!“ وہ رافیہ کی طرف چھپتا۔

لیکن اب رافیہ بت بنی کھڑی تھی!

”کیا بات ہے سوناف....!“

وہ صرف اس کی طرف دیکھ کر رہا گئی.... کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ نہ ملے۔

”کیا تم خوف زدہ ہو....؟“ اوٹو نے پوچھا۔

رافیہ نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

”پھر کیا بات ہے!“

”سر گوشی.... وہی سر گوشی....!“ وہ بدقت کہہ سکی۔

”اوہ.... کب... کیسے... مجھے بتاؤ.... اور ادھر آؤ....“ ویلانی کی آواز میں اضطراب تھا۔

وہ اسکا بازو پکڑ کر اسے ڈرائیور میں لایا! اتنی دیر میں وہ بھی اپنے حواس پر قابو پا چکی تھی! ا!

”مجھے بتاؤ.... بے بنی.... کیا ہوا تھا!“ ویلانی نے کچھ دیر بعد کہا۔

رافیہ نے کامپی ہوئی آواز میں کچھ دیر پہلے کا واقعہ دہرا لیا۔ ویلانی سر جھکائے ستارہا کہانی کے

بھی حصوں پر اس نے تھیہ انداز میں سر کو جنبش بھی دی تھی۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر وہ طویل سانس لے کر بولا! ”میں نے ہی وہ تصویر بزر کرے میں

لکھا تھی۔ یہ اس روح کے جسم کی تصویر ہے جس کا تذکرہ کل میں نے تم سے کیا تھا! میں اسے بھی

تلہم کرتا ہوں کہ وہ تم سے مشابہت رکھتی ہے لیکن یقین کرو کہ میں نے یہ سب کچھ اسی روح

بے اشارے پر کیا ہے....“

”روح کے اشارے پر!“

”ہاں.... بے بنی.... کل میں اپنی کہانی پوری نہیں کر سکتا ہے اس مہربان روح

ٹھاٹھ معاطلے کو اپنے طور پر طے کرنا چاہا ہو! بہر حال سنو۔ وہ روح اس واقعہ کے بعد سے میرے

ماہر ہی رہی ہے.... میں ہر وقت محسوس کرتا ہوں جیسے تھا نہیں ہوں۔ کبھی کبھی تو خوف بھی

علوم ہوتا تھا! عجیب کی ذہنی کیفیت سے دوچار تھا ان دونوں! اس ذہنی انتشار سے پیچا چھڑانے

کے لئے میں نے ایک عرب عامل سے رجوع کیا۔ اس کی کوششوں کی بنا پر میرے اور روح کے

ارمیان گفت و شنید کے لئے کچھ اشارے مقرر ہو گئے.... انہیں اشاروں میں اس روح نے مجھے

ٹھاٹھ لایا کہ میں اس کے لئے مناسب جسم تلاش کروں بڑا دشوار مسئلہ تھا مناسب جسم کا مطلب

میں تھیں کبھی سکا کہ وہ جسم اس کی حنوٹ کی ہوئی لاش سے مشابہت رکھتا ہو.... کئی سال تک دیا  
کے مختلف حصوں کی خاک چھانتا پھر اور آخر کار میری خوش قسمتی سے لبنان میں تم نظر آگئیں میں  
اُدھر روح نے اشاروں میں بتایا کہ ٹھیک ہے یہی مناسب رہے گی۔ میں تمہیں کبھی کچھ نہ بتا سکا  
لیکن روح اب خود یہ چاہتی ہے کہ تمہیں سب کچھ بتادیا جائے۔ ابھی تک وہ مجھ سے اشاروں  
میں گفتگو کیا کرتی تھی لیکن اب یہ گفتگو تمہارے توسط سے الفاظ میں ہوا کرے گی! تم مجھ سے اکو  
بزرگرے کے متعلق پوچھتی رہی ہو۔ لیکن میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا تھا! اب جب کہ تم باقاعدہ  
طوز پر اس راز میں شریک کی جا رہی ہو۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ تمہیں اس کے بارے میں لا علم  
رکھا جائے میں جہاں بھی قیام کرتا ہوں مجھے روح کیلئے ایک کرہ مخصوص کرنا پڑتا ہے جہاں ہر جو  
بزرگ کی ہوتی ہے۔ یہ بھی روح کی ہدایت کے مطابق ہی ہوتا ہے وہاں بزرگ کے علاوہ کوئی  
دوسرے بزرگ دخل نہیں پاسکتا۔ روح کی ہدایت کے مطابق ہی تم اب تک اس کرے میں بھائی جاتی  
رہی ہو! یہ تو میں نے پہلے ہی دن محسوس کر لیا تھا کہ تمہارے میک اپ میں روڑ اور لپ اسکے  
شامل نہیں ہوتے قدیم مصری خواتین کی طرح تم صرف غازے اور کاجل پر اکتفا کرتی ہو اگر لپ  
اسکے بھی استعمال کرتی ہو تو مجھے تم سے درخواست کرنی پڑتی کہ لپ اسکے استعمال نہ کرو!

”لیکن یہ سب کیوں؟ لیعنی میری پوزیشن کیا ہو گی؟“

”گریٹ...“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا! ”کل تک تمہاری حیثیت ایک ملازم کی  
تھی... لیکن آج میں تمہیں خود سے برتر سمجھتا ہوں! اب میرے بڑنس میں تمہاری حیثیت  
ایک حصہ دار کی ہی ہو گی!“

”یہ بڑنس.....!“

”ہاں!.. اب روح ہمیں دنیا کے ان رازوں سے آگاہ کرے گی جن کا علم کسی کو بھی نہیں۔!“

”تو اس سے کیا ہو گا؟“

”بالکل صحیح قسم کی پیشین گوئیاں کی جاسکیں گی! ابھی تک میں علم کا سہارا لیتا رہا ہوں...  
لیکن اب سارے مسائل بے آسانی حل ہو جایا کریں گے۔ علم نجوم میں تو بعض اوقات حساب کا  
غلظی کی بنا پر بڑی بڑی لغزشیں ہو جاتی ہیں۔ لیکن اب دنیا کا سب سے بڑا کام بھی پیشین گوئی

میں میر ا مقابلہ نہیں کر سکے گا! بے نی۔ مادام سکون اب ہم دونوں دنیا کی عظیم ترین ہستیاں ہیں۔  
لیکن تم مجھ سے زیادہ عظیم ہو! میں تمہیں سلام کرتا ہوں!“



ڈاکٹر پر ڈاکٹر آر ہے تھے! لیکن عمران تھا کہ سنکھے پر رابر سر پتھے جا رہا تھا! وہ ڈاکٹر بھی آئے  
جنہوں نے کیپن فیاض کو دیکھا تھا! لیکن پہلے ہی کی طرح اس کیس میں بھی ناکام رہے۔ عمران کی  
ٹکیف کے پیش نظر ماری فیا کے انجیشن لگانے کی تجویز پیش کی گئی لیکن عمران کراہ کرہتا رہا!  
جب آج تک دیے کبھی انفون نہیں کھائی تو خواہ خواہ آخر وقت میں اس کے انجیشن لے کر کیوں  
عاقبت خراب کروں.... نہیں.... نہیں.... کوئی اور صورت نکالی جائے!“

فیاض بھی عیادت کے لئے آیا تھا! اس نے اُسے مشورہ دیا کہ ہسپتال میں داخل ہو جائے!

”ہرگز نہیں۔ وہاں اکثر مردے بدل جاتے ہیں!“ عمران کراہ کر بولا۔

”فضول کو اس مت کرو! میں تمہارے داخلے کا انتظام کر چکا ہوں!“

”میں یہیں اس فلیٹ میں مرن چاہتا ہوں!“

فیاض غالباً یہ معلوم کرنے کے لئے بے جیلن تھا کہ عمران کو بھی اسی قسم کی کوئی ہدایت ملی  
ہے یا نہیں جسی اُسے ملی تھی! موقع ملتے ہی اس نے اس کے بارے میں پوچھا!

”خدا کرے نہ طے ہدایت!“ عمران کا ناپتا ہوا بڑا لیا۔ ورنہ میں اس پر... عمل کیسے کروں  
گا! اکھاں رکھا ہے وہ لفاف میرے پاس.... کیپن فیاض میری موت کی ذمہ داری تم پر ہو گی!“

فیاض کچھ نہ بولا! پہلے ہی خود کو چورچورا محسوس کر رہا تھا!

”عمران کراہ کر بڑا اس تارہ!“ دوسرا کے پھٹے میں ناگ اڑانے کا ہبی نتیجہ ہوتا ہے... اے

اللہاب تو مجھے عقل عطا کر دے... ارے مجھے کیا ضرورت تھی خواہ خواہ اس چکر میں پڑنے کی!“

”کہتا تو ہوں ہسپتال میں داخل ہو جاؤ....!“ فیاض جھلا کر بولا۔

”تمہارا کیا ہیا تھا ہسپتال میں!“

”میں گھر پر تو سخت یاب نہیں ہوا تھا! اور اصل اب مجھے اپنایہ خیال درست نہیں معلوم ہوتا

کہ میری بے ہوشی کے دوران میں کسی نے اس زہر کا توڑ مجھ پر آزمیا تھا! ممکن ہے یہ انہیں

اویمات کا اثر ہو جو ڈاکٹر استعمال کرتے رہے تھے!“

”لیکن مور فیا کے انگشن تو ضرور ہی لگیں گے!“  
”مارے تم خواہ نخواہ بحث کیوں کرتے ہو! زبردستی انھوںے جاؤں گا۔ ابھی فون کرتا ہوں  
ایسپولنیس گاڑی کے لئے!“

”نہیں“ اس نے جوزف کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی اور چوک کر مڑا۔ جوزف دروازے میں  
کھڑا اسے گھور رہا تھا! -  
”کیا مطلب؟“ فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔

”مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ مس چھوٹو بھائی....!“  
”ابے کیا کہتا ہے!“ عمران حلق پھاڑ کر دھاڑا۔  
”تم چپ رہو باس! تم ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتے“  
”ہے....!“ عمران بے بُس سے کراہا۔

”یہ میں جانتا ہوں!“ جوزف سینے پر ہاتھ مار کر بولا! ”میں جانتا ہوں کہ کیا ہو گا! اس خزر کی  
بچی نے پہلے مشکولی چبائی ہو گی پھر سبزی کی پیتاں چبا کر تھہار ابوس لیا ہو گا....!“  
”ابے.... کیوں.... ہائے....!“ عمران نے کمزور سی آواز میں کراہ کر آنکھیں بند کر لیں۔  
اب فیاض کبھی عمران کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی جوزف کی طرف.... جوزف کے پیچے سلیمان  
بھی کھڑا نظر آیا۔

”جی ہاں کپتان صاحب!“ اس نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا! ”مس چھوٹو بھائی بہت عرصہ  
سے صاحب کے چکر میں ہے! کبھی سکراتی ہے کبھی سیٹیاں بھاتی ہے! اور کبھی....!“  
”ابے.... چپ!“ عمران اچھل کر انٹھ بیٹھا۔  
”نہیں.... تم بتاؤ کیا بات ہے....!“ فیاض نے سلیمان سے کہا۔  
”بس کیا بتاؤں صاحب.... جب میں نے کالئے سے اس کے متعلق بتایا یہ کہنے لگا تھیک ہے  
اس نے انتقام لینے کے لئے ایسا کیا ہو گا۔ اور پھر صاحب میں نے شام تک کوئے زینے والے باب  
کو بھی چھیڑتے دیکھا تھا!“

”یہ کون ہے مس چھوٹو بھائی....!“ فیاض عمران کی طرف مڑا۔  
”نہیں کم بیتوں سے پوچھو! میرے تو فرشتوں کو بھی علم نہیں!“

”تم بہت بھولے ہو بس!“ جوزف بول پڑا۔ ”یہ عورتوں کا معاملہ ہے اسلئے تم اپنی عقل نہ چلاو!“  
”اچھا بد معاشر! تمہیں چلاو اپنی عقل!“ عمران انہیں گھونسہ دکھا کر بولا۔  
”ای گیلری کے تیرے فیض میں رہتی ہے۔“ سلیمان نے فیض سے کہا۔  
”کیا عمر ہے!“  
”ابی بس بیسی سولہ سترہ سال۔ آفت کی پڑیا... پتہ نہیں ماں کے پیٹ میں کیسے رہی ہو گی  
سال.... وہ سیٹیاں بھاتی ہے۔ وہ شور مچاتی ہے کہ خدا کیا پڑا۔“  
عمران لیٹا لیٹا ہو لے ہو لے کر اہتارہ!  
”کیوں؟“ فیاض نے اسے مخاطب کیا۔ ”اب بتاؤ کیا خیال ہے....!“  
”اڑے چھوڑو میرا پیچھا تم لوگ.... خدا سمجھے....!“  
”یا پھر دوسرا بات ہو سکتی ہے!“ جوزف جو با بھی تک کچھ سوچتا رہا تھا پر تشویش لجھے میں  
بول۔ ”خیر خیر اسے بھی دیکھ لیا جائے گا۔ میں ابھی آیا.... بس تم یہاں سے ہرگز کہیں نہ جانا!“  
وہ فیض سے باہر نکلا.... فیاض احتقان انداز میں دروازے کی طرف دیکھتا رہا.... پھر سلیمان  
کی طرف دیکھ کر آہتہ سے بولا ”میرے ساتھ آؤ!“  
سلیمان اس کے پیچے پر ڈینی گیلری تک آیا۔  
”اب بتاؤ کیا بات ہے....!“ فیاض نے اس سے کہا۔  
”مس چھوٹو بھائی....!“  
”میاہ ہو اتھا....!“  
”تیرے پر اندر میرا تھا! باہر جانے کے لئے نکلے تھے.... پانچ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ  
ڈالڈ دبائے چیختے ہوئے واپس آئے.... کہنے لگے.... اندر میرے میں گال پر کچھ ہوا ہے....  
اگل گلی ہوئی ہے.... پھر اسپرٹ میں پیاز کا عرق ملا کر پی گئے....!“  
”ہوں.... اور وہ لڑکی.... کیا اس وقت تمہیں وہ بھی دکھائی دی تھی....!“  
”نہیں جناب عالی! وہ تو نہیں دکھائی دی تھی۔!“  
”اور یہ تھہار اسی خیال ہے کہ اسی نے کچھ کیا ہو گا!“  
”جی ہاں....!“

”بکس بنا پر....!“

”جی بس وہ.... یعنی کہ .... میں نے اکثر دیکھا ہے۔ وہ صاحب کو دیکھ کر مسکراتی ہے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے سیٹیاں بجا تی ہے!“  
”اور یہ حضرت....!“

”ارے یہ حضرت....“ وہ فنس کر بولا! ”اسی لاٹ ہوتے تو یہ دن دیکھنا کیوں نصیب ہوتا!“  
”غنوں باشیں مت کرو.... کیا وہ اس سے بات چیت کے لئے رکتا تھا؟“  
”نہیں جتاب کبھی نہیں.... میں نے تو کبھی نہیں دیکھا! یہ تو شاید یہ بھی نہ جانتے ہوں گے کہ وہ سارا غل غپڑا نہیں کے لئے ہوتا ہے!“  
فیاض تھوڑی دیر تک پکھ سوچتا رہا پھر بولا ”اچھا میں جا رہا ہوں اگر کوئی خاص بات ہو تو مجھے گھر پر یا آفس میں فون کر لینا!“

فیاض چلا گیا! سلیمان کمرے میں واپس آیا....! عمران گال دبائے اکڑوں بیٹھا تھا....!  
سلیمان کو دیکھتے ہی برس پڑا۔

”ابے یہ تم دونوں نے .... مس چھوٹو بھائی کا کیا قصہ نکالا تھا!“  
”میں کیا جاؤں.... اسی کا لئے سے پوچھئے.... میں نے تو صرف شہرہ ظاہر کیا تھا کہنے کا ٹھیک ہے بھی ہو گا.... یہ پتی چباںی وہ پتی چباںی اور پیار کرنے کے بھانے گال پر تھوک کی پچکاری چھوڑ دی جو کھال سے گذرتا ہوا گوشت میں پیوست ہو گی! آگ لگ گئی گال میں.... اپنے خالہ زاد بھائی کا قصہ بھی سنایا کہ کیسے ایک لڑکی نے اس سے اس کی بنے وفاتی کا انقام لایا تھا!“  
”بکواس بند کرو! اب اگر اس قسم کی کوئی بات کسی کے سامنے زبان سے نکلی تو کھال گراؤ!“  
”اچھا وہی تھی ناصاحب!“ سلیمان نے رازدارانہ لمحے میں پوچھا!  
”او خبیث.... دور ہو جائیاں سے!“ عمران گھونسہ دکھا کر دہڑا۔  
سلیمان بر اسمہ بنائے ہوئے دروازے کی طرف ٹڑ گیا!  
عمران آنکھیں بند کر کے لیٹا ہوا پھر کرہا! ادو دن سے یہ ڈھونگ جاری تھا! لیکن ابھی تک ان نامعلوم آدمیوں کی طرف سے کسی قسم کا کوئی پیغام نہیں ملا تھا!“  
فیاض کو اسی قسم کی سزا اس نے ملی تھی کہ وہ ان کے طلب کرنے پر پلا سک کا لفافہ بیٹھا

141  
نہیں کر سکتا تھا! اس کے ساتھ ہی وار ننگ بھی ملی تھی کہ اگر اس نے وہ لفافہ ان کے حوالے نہ کیا تو اس اذیت سے کسی طرح بھی چھینگا رانہ پا سکے گا!

یہاں ابھی تک ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی! پھر آخر اس اذیت دہی کا کیا مطلب تھا؟  
کیا وہ لوگ اس سے باخبر ہو گئے تھے کہ اس نے خود ہی اپنا علاج کر لیا ہے۔  
عمران آنکھیں بند کئے پڑا سوچتا رہا۔ لیکن اس دوران ہلکی ہلکی کراہیں اسی طرح اس کے حلقے سے آزاد ہوتی رہی تھیں جیسے وہ بچ پچ کسی بہت بڑی اذیت میں مبتلا ہو کر بضط کے باوجود بھی اس کا لٹھا رہنا ہونے دینے میں کامیاب نہ ہو پا رہا ہو۔

دفعہ جوزف کمرے میں داخل ہو کر بولا! ”کیا تم جاگ رہے ہو بآس!“  
”کیوں کیا ہے!“ عمران کا لہجہ جملہ سے پاک نہیں تھا!  
”سب ٹھیک ہو جائے گا بآس! وہ آگئی ہیں!“  
”کون....!“

”مادام رافیہ سکوناٹ.... جن کی ماں عرب تھیں اور باپ ایک جلاوطن روڈی.... ڈرائیگر روم میں بیٹھی ہیں....!“  
”لیا بک رہا ہے....!“  
”میں پہلے بھی ان کا تذکرہ کر چکا ہوں! وہ پروفیسر اونڈیلانی کی سیکرٹری ہیں۔ میں نے ان سے تمہارا تذکرہ کیا تھا! انہوں نے پروفیسر کے مشورے پر یہاں آنا منظور کر لیا تھا!  
”مگر تو کیوں لایا ہے انہیں!“

”اپنے علم کے ذریعے پتہ لگایں گی کہ تم پر کس قسم کی روح کا حملہ ہوا ہے!“  
”اور وہ مس چھوٹو بھائی....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔  
”کرے باس!“ جوزف نے داتت نکال دیئے۔ سلیمان نے مجھے بہکا دیا تھا! یہ سو فصدی کسی بڑی روح کی حرکت معلوم ہوتی ہے!“  
”اچھا تو پھر....!“

”مادام رافیہ سکوناٹ.... تمہیں بس ایک نظر دیکھنا چاہتی ہیں۔!“  
”یہک لگائیں یا نہیں....!“ عمران نے پوچھا۔

بولا! ”آپ ہی کچھ کہجئے۔ ان کی تکلیف مجھ سے نہیں دیکھی جاتی!“  
 ”میا تم انہیں ہماری قیام گاہ تک لے چلو گے۔ پروفیسر جری بوٹوں کے بھی ماہر ہیں۔!“  
 ”کیوں بس چل سکو گے؟“ جوزف نے عمران سے پوچھا۔  
 ”مجھ سے تو ہلا بھی نہیں جاتا!“ عمران نے دردناک لمحہ میں کہا۔  
 ”ہمت کہجئے....!“ لڑکی نے بے حد نرم لمحہ میں کہا۔  
 ”کہاں جانا ہو گا۔!“  
 ”تم فکر نہ کرو بس! میں ان کی کوئی کارستہ جانتا ہوں۔!“  
 ”چھپی بات ہے.... میں لباس تبدیل کر لوں۔!“  
 ”ہرے کیا کرو گے بس!“ جوزف جلدی سے بولا ”تم تو سلپنگ سوت میں بھی اچھے لگتے ہو۔!“  
 ”شٹ اپ...!“ عمران نے تیز لمحہ میں کہا اور انھوں کو اس کمرے میں آیا جہاں ایکس ٹووالا  
 پر الجوٹ فون رکھا تھا۔ لیکن وہ ہاتھ انھا کر نرم لمحہ میں بولی۔ ”آپ لیٹے رہے....!“  
 ”دانش منزیل کے غیر ذائقہ ایسلیں کر کے بلیک زیر و کو خاطب کیا۔!  
 ”میں دس منٹ بعد اپنے فلیٹ سے نکلوں گا۔ ایک سبز پوش غیر ملکی لڑکی میرے ساتھ  
 ہو گی۔ جوزف بھی ہو گا! ہمارا تعاقب کیا جائے اور ہم جس عمارت میں داخل ہوں اس وقت تک  
 اس کی کوئی گمراہی کی جائے جب تک کہ ہم دونبارہ باہر نہ آئیں...!“  
 ”اوکے سر!“ دوسرا طرف... سے آواز آئی اور عمران نے فون کا سلسلہ مقطع کر دیا۔  
 جوزف اسے ٹیکسی پر لا یا تھا۔ جو وابسی کے لئے بھی انگریز کرنی گئی تھی! الہذا فلیٹ سے یچے  
 آتے ہی وہ روانہ ہو گئے۔  
 عمران برادر کرہے جا رہا تھا۔.... جوزف اور رافیہ خاموش تھا!

پچھو دیر بعد ٹیکسی موڈل کالوں کی ایک شاندار عمارت کے پھانک میں داخل ہوئی۔ عمران  
 بیٹھا نہ کا! ”پتھ نہیں کہاں کی ٹھوکریں کھانی پڑیں گی۔ دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو صحیح طور پر  
 مرکلاد کوکھ بھال کر سکے۔ کاش میں ایک نھا سا پچھہ ہوتا میں کی گود میں...!“  
 آخری جملہ کہتے کہتے اس کی آواز بھرا گئی! پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اپنی بے ساختہ قسم کی  
 پچھوں کو بانے کی کوشش تو کر رہا ہو۔ لیکن کامیابی نہ ہو رہی ہو۔!

”نہیں.... کیوں....!“  
 ”آج کل میں اٹھ رائیکر و اسکوک ہو رہا ہوں!“  
 ”میں اب چپ رہو بس! میں انہیں بیہاں لارہا ہوں!“  
 ”جیسی تیری مرضی....!“ عمران مختلہ سانس لے کر بے بسی سے بولا۔  
 جوزف کرے سے چلا گیا اور عمران نے پھر کراہتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔  
 پچھو دیر بعد قدموں کی چاپ سن کر آنکھیں کھولنی ہی پڑیں۔  
 جوزف کے قریب ایک دل کش لڑکی نظر آئی۔ جس کے جسم پر بزرگ کالبادہ تھا اور بزر  
 ہی بزرگ کے رومن میں سر کے بالوں کو اس طرح سینیا گیا تھا کہ وہ پگڑی سی لگنے لگی تھی! ایک دل  
 میں بھی بزرگ کے سینڈل تھے۔  
 عمران نے اٹھا چاہا۔ لیکن وہ ہاتھ انھا کر نرم لمحہ میں بولی۔ ”آپ لیٹے رہے....!  
 ”شکر پا!“ کہہ کر عمران نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش نہیں کی۔  
 آنکھیں بند کر لیں اور ہو لے کر اہتا ہا۔  
 ”کس طرف تکلیف ہے....!“ لڑکی نے آہستہ سے جوزف سے پوچھا۔  
 جوزف نے اسی گال کی طرف اشارہ کیا جس پر عمران ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔  
 ”ڈر اپ بھر کے لئے ہاتھ ہٹا لجھے!“ اس نے عمران سے کہا۔  
 عمران نے کراہ کر آنکھیں کھولیں! اور اس گال پر سے ہاتھ ہٹا لیا! وہ اسے دیکھتی رہیا  
 تھوڑی دیر بعد بولی! ”پروفیسر کا خیال درست معلوم ہوتا ہے یہ کسی روح کی کارگزاری  
 معلوم ہوتی....!“  
 ”پھر....!“  
 ”ان کے کسی دشمن کی حرکت ہے.... کوئی زہریلا مادہ جلد میں پیو ست ہو گیا ہے۔!  
 ”یہ بھی سیکھتے ہیں... اندھرے میں کوئی سردی چیز گال سے مس ہوئی تھی اور  
 مختلک سو ش میں تبدیل ہو گئی تھی۔!  
 ”بہر حال اگر یہ انسانی کار نامہ ہے تو پھر ادویات کا ہی سہارا لینا پڑے گا۔!“ لڑکی بولی۔  
 ”پتھ نہیں کتنے انجیکشن لگ چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک توفا کندہ نہیں ہوا۔!“ جوزف

ہے اب آپ یہاں تھا ہوں گے اور پروفیسر کی آواز بخوبی سن سکتیں گے۔!  
”روشنی تو کرتی جائے!“ عمران نے کراہ کر کہا۔

”آواز اندر ہرے میں بھی سنی جاسکتی ہے۔ آپ کی بھلائی اسی میں ہے۔ پچھہ دیر کے لئے اندر ہرداشت کرنا ہی پڑے گا۔!“

”جی، بہت اچھا۔!“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔  
رافیہ اُسے دیں چھوٹ کر چلی گئی۔ دھنٹائی کی آواز آئی جیسے کوئی بہت دور سے کسی کو پکار رہا ہو!

پھر آہستہ آہستہ وہ آواز قریب آتی گئی۔ اب عمران اُسے بخوبی سن سکتا تھا۔!  
”سارے خانے خالی ہیں... سارے خانے خالی ہیں۔ آسیب نہیں ہو سکتا! اس معاملے میں کسی کی بھی روح کو دخل نہیں ہے.... سو فیصد کسی آدمی کا کارنامہ.... کیا تم سن رہے...?  
جواب دو!“

”میں سن رہا ہوں!“ عمران روہائی آواز میں بولا۔ ”خدا کے لئے مجھے اس اذیت سے نجات دلاؤ...!“

”تمہاری بات بھی میرے کافیں تک پہنچ گئی ہے۔!“ آواز آئی چند لمحے خاموشی رہی پھر کہا گیا۔ ”یہ کسی ایسے آدمی کی حرکت ہے جس کی کوئی قیمتی چیز تمہارے پاس ہے۔!  
”آنئی حمیدہ کی انگوٹھی ہو سکتی ہے... اچھی لگی تھی پار کر لایا تھا!“

”نہیں....! انگلشتر یوں اور لکینوں کا خانہ خالی ہے۔!  
”خالی ہی رہنے دو... انگوٹھی تواب واپس ہونے سے رہی۔!  
”سبجیدگی سے سوچوادہ کون سی چیز ہے جس کی واپسی کیلئے تمہیں دھمکیاں ملتی رہی ہیں۔!  
”آنئی حمیدہ کو پتہ ہی نہیں.... دھمکیاں کیا دیں گی.... ہائے.... اے.... مراد.... اوہ

خدا کے لئے میرا اعلان کر دو....!  
”غلان ہو جائے گا.... لیکن میرے حساب سے تو تم اس کے بعد بھی محفوظ نہ رہ سکو گے...  
... اس بار شاید وہ نہیں اس سے بھی زیادہ خطرناک حرہ استعمال کرے۔!  
”اے پہلے میری عقل تو محکانے آئے.... پھر سوچوں گاکہ میں نے کسی کی کیا چیز دبار کھی

ھے.... اف مراد.... اف فوہاب تو جلن کچھ اور زیادہ بڑھ گئی ہے...!  
”یہاں بیٹھ جائے....!“ رافیہ نے اُسے ایک کری کی طرف دھکیتے ہوئے کہا۔! ”ٹھیک

”اے اے.... نہیں.... نہیں.... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں!“ رافیہ بوكھلا کر ہوئے لپچہ میں جلدی سے بولی۔

”باس کے ماں باپ کوئی نہیں ہیں!“ جوزف نے اگلی سیٹ سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ غالباً اس نے بھی یہ جھوٹ محسن اسلئے بولا تھا کہ رافیہ کی نظرؤں میں وہ اور زیادہ رحم کا مستحق ہو جائے۔ ”سب ٹھیک ہو جائے گا.... سب ٹھیک ہو جائے گا!“ رافیہ عمران کا شانہ تھکنی ہوئی بولی۔ بس پھر کیا تھا! عمران کی جھکیاں دھڑوں میں تبدیل ہو گئیں۔

ٹیکسی پورنچ میں رک چکی تھی! لیکن وہ سب بیٹھے ہی رہے۔ عمران کبھی اردو میں دھڑیں مارنا تھا اور کبھی انگریزی میں....!  
بالتہ جوزف کی سمجھی میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اُسے عربی میں سمجھائے یا انگریزی میں۔!

بدقت تمام وہ اُسے گاڑی سے اتنا نے میں کامیاب ہوا.... اور سب ڈرائیور میں آئے جوزف نے عمران کو سہارا دے رکھا تھا!

”آپ لوگ بیٹھیں...!“ رافیہ نے اندر ونی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا ”میں پروفیسر کو اطلاع دینے جا رہی ہوں۔!  
وہ چلی گئی اور جوزف رونی سی شکل بنائے عمران کی طرف دیکھا رہا۔

عمران کی آنکھیں بند تھیں اور کرایہں جاری۔ پچھہ دیر بعد رافیہ واپس آئی۔ جوزف نے گماں کی آنکھوں میں عمران کے لئے رحم دلی کی جھلکیاں دیکھیں۔!

رافیہ نے جوزف سے کہا ”میں صرف مریض کو دوسرے کمرے میں لے جاؤں گا۔ تم بیٹھو گے....!  
”بہت اچھا... مادام....!“ جوزف نے کھڑے ہو کر بڑے ادب سے کہا۔

رافیہ نے عمران کا بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”چلے...!  
عمران نے احتمانہ انداز میں سر اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا اور لکھرا ہوا چلنے لگا۔

دوسرے کمرے میں بس اتنی ہی روشنی تھی کہ وہ دونوں متحرک سائے معلوم ہونے لگتے! ایک دوسرے کے خدوخال نہیں دیکھ سکتے تھے۔!  
”یہاں بیٹھ جائے....!“ رافیہ نے اُسے ایک کری کی طرف دھکیتے ہوئے کہا۔! ”ٹھیک

پاروں کے اندر ہی اندر یہ رقم فرماہم کروں گا! مفلس نہیں ہوں.... لیکن جوزف جیسے طاز میں  
کوچھ سے اکثر بھیک مانگنے کی بھی نوبت آجائی ہے.... چھ بو۔ تلیں یو میہ پیتا ہے یہ مردود...!“  
رافیہ کچھ نہ بولی! اویسے جوزف نے بڑے خلوص سے دانت نکال دیئے تھے!  
واپسی کا سفر صرف جوزف کی معیت میں ہوا۔ عمران نے چپ سادھہ لی تھی!



عمران اور صدر دیری سے سر جوڑے بیٹھے تھے...! تھوڑی دیر گفتگو ہوتی رہتی پھر دونوں  
اپنے جگہ کچھ سوچنے لگتے۔  
”اچھی بات ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا! ”فی الحال ہم اٹو دیلانی کو اس معاملے سے الگ ہی  
رکھتے ہیں! لیکن اسے نہ بھولو کر دیلانی سے دوچار ہونے کے بعد ہی یہ خط ہم تک پہنچا ہے!“

”زرا پھر دکھائیے گا۔ وہ خط مجھے!“ صدر نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا!

عمران نے نکلے کے نیچے سے تاپ کیا ہوا خط نکالا.... اور اُسے صدر کی طرف بڑھاتا ہوا  
بولا! ”یہ تاپ بھی اس تاپ سے مختلف نہیں ہے....!“  
”کس تاپ سے؟“  
”نیا پش والاخت....!“

صدر مضمون پر نظر جائے ہوئے سر ہلانے لگا!  
لکھا تھا! ”لفافے کی واپسی پر رضا مندی کا اظہار اپنے فلیٹ کے دروازے پر جاک سے  
کراس ہنا کر کرو!“

”انہیں یقین ہے کہ لفافہ آپ ہی کے پاس ہے؟“ صدر نے کچھ دیر بعد کہا۔  
”کیونہ ہو! جب کہ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔!“  
”کیا مطلب....!“

”نیا پش کو جا بہنے تھا کہ مجھ سے مدد مانگنے کے سلسلے میں احتیاط سے کام لیتا۔... علی الاعلان  
ہپتاں میں نہ بلوانا چاہئے تھا! بہر حال میرا قدم در میان دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا میں لفافے کے  
ٹکڑیں اپنیں چکر ضرور دوں گا!“  
”اگر وہ لوگ آپ کو اچھی طرح جانتے ہیں تو پھر آپ بھی ان نے واقف ہی ہوں گے۔!“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔! مجھے جو کچھ کہنا تھا کہ پھاپنے ہر فعل کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔ لہ  
میں بلا معاوضہ کوئی کام نہیں کرتا۔... تمہارے علاج کی قیمت پانچ سورو پے ہوگی!“  
”مجھے منظور ہے!“

”اچھا تو پھر اسی کرے میں واپس جاؤ۔... رقم رافیہ سوناف کے ہاتھ پر رکھو۔... عالم نہ  
وہی کرے گی.... خدا حافظ....!“

کرے کی فضای پھر وہی پہلے کا سابو جملہ سکوت طاری ہو گیا!

عمران اٹھا اور لڑکھڑا تھا ہوا پھر ڈرائیگ روڈ میں واپس آیا۔

”کیا ہوا....؟“ رافیہ کرسی سے اٹھتی ہوئی بولی۔

”پانچ سورو پے اس وقت تو نہیں ہیں میرے پر س میں.... پھر کیا میں یہاں سے بے نہ  
مرام واپس جاؤں گا!“

”میں نہیں سمجھی۔!“

عمران معالجے کی شرائط دہراتا ہوا گڑا گڑا۔ ”خدا کے لئے کچھ کرو۔ ورنہ میں شاید اب دبا  
خود کشی بھی کرلوں!“

”میں پروفیسر کو اس پر آمادہ کروں گی وہ فی الحال آپ سے کچھ نہ طلب کریں صحیح  
ہو جانے کے بعد آپ ادا کر دیں گے۔!“

”بہت بہت شگری! میں یقیناً یہ رقم دو تین دن میں مہیا کر دوں گا!“

عمران ہائے دائے کرتا رہا۔ جوزف پر تشویش نظر دوں سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا!  
معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے عمران پر ترس بھی آرہا ہو اور غصہ بھی!“

کچھ دیر بعد رافیہ واپس آئی۔ اُس کے چہرے پر کیدیگی کے آثار تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے پردہ  
سے تیز کلامی کرتی رہی ہو۔! اس کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی اور شیشی میں سرخ رنگ کے بیا  
کی تھوڑی مقدار نظر آرہی تھی۔!

”اُسے ایک ایک گھنٹے کے وقتو سے اس جگہ لگاتے رہئے گا جہاں سو زش ہے۔!“ رافیہ۔  
شیشی عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”خدا تمہیں خوش رکھے یہک دل خاتون....!“ عمران شیشی لے کر اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں نہ

”نہیں! میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔“

”لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ میرے اور فیاض کے تعلقات سے بخوبی واقع معلوم ہوئے ہیں.... اور کم از کم میرے بارے میں یہ تو جانتے ہی ہوں گے کہ میں کتنے ملائشانہ انداز میں اب واقع ہوا ہوں!“ عمران اپنی بائیں آنکھ دبکر مسکرا یا! اور ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بھی بجی۔

”ہمیلو!...“ وہ رسیور اٹھا کر ماڈل ٹھک پیس میں بولا! ”ہاں.... ہاں.... ہاں.... ہاں.... ملاقات ہونے پر بتاؤں گا.... آرہے ہو! کیوں.... ؟ خیریت.... ؟ اچھا.... اچھا.... میں منتظر ہوں!... نہیں تھا ہوں.... مطمئن رہو!“

رسیور کھکھ کر وہ صدر کی طرف مڑا!...!

”اب تم کھلک جاؤ!“

”کیوں؟“

”فیاض آرہا ہے! اس کے پاس کوئی اہم خبر ہے....! تھائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہے!“

”کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ آپ پر اعتماد کرے گا!“

”میں اکثر اسے اس پر مجبور کر دیتا ہوں!“

صدر نے ہاں سے ٹپے جانے میں دیر نہیں لگائی تھی! عمران نے جوزف اور سلیمان کو مجھ کی بہانے سے باہر بھیج دیا!

”کچھ دیر بعد فیاض آگیا! لیکن اس کے چہرے پر بثاشت نہیں تھی۔

”عمران کے چہرے کی ٹکٹکی پر شاید اسے حیرت ہوئی تھی۔!

”کچھ نہ پوچھو! یہ اپنا کلونٹا بڑے کام کا آدمی ہے!“

”کون جوزف!“

”ہاں....! علم نجوم سے دلچسپ اسے ایک ایسے آدمی کے پاس لے گئی تھی۔ جو اس مرغ علاج جانتا تھا۔! تم نے پروفسر اوٹوبولانی کے اشتہارات تو دیکھے ہوں گے!...!“

”ہوں.... غالباً کہیں دیکھاتا ہے....!“

”بس وہی! جوزف نے اس کی سیکرٹری سے اس حادثے کا تذکرہ کیا تھا!“

”تو تم اب بالکل ٹھیک ہو۔!“

”بالکل سوپر فیاض.... لیکن دوسروں کی نظروں میں ابھی بیمار ہی رہنا چاہتا ہوں.... اور یہ بھی کچھو!...!“

اس نے وہی خط فیاض کی طرف بڑھا دیا۔ جسے کچھ دیر پہلے صدر دیکھ رہا تھا!“

”جانے کیوں اس پر نظر پڑتے ہی فیاض کو بھی آگئی اور عمران بھی احمقانہ انداز میں ہٹنے لگا۔

”اب بتاؤ.... برخودار.... کہاں سے پیدا کرو گے لفافے۔“ فیاض نے کہا!

”ای لئے تو نہیں ظاہر کرنا چاہتا کہ میں اس اذیت سے نجات پا چکا ہوں!“

”یعنی تم ان کے لئے اپنی قوت برداشت کا مظاہرہ کرو گے!“

”یقیناً!“

”تو پھر اب وہ کوئی اس سے زیادہ خطرناک حرਬہ استعمال کریں گے!“

”تھہارے لئے سولی پر بھی چڑھ جاؤں گا....“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔!“ فراہم نے ملی کو بھی اتنا نہ چاہا ہو گا!“

”بکواس مت کرو....! مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ تم اس اذیت سے نجات پا چکے ہو!“

اب میری بھی سنو!“

”میں سُن رہا ہوں....!“

”اس لاش کی شناخت ہو چکی ہے!“

”کون تھی....!“

”برازیل کے سفارت خانے کے ایک آفیسر کی بیوی....!“

”اُوہ.... خیر.... اچھا تو پھر....!“

”میں نے لاش کی تصویر کی تشہیر کرائی تھی۔ اور لاش سرد خانے میں محفوظ کر دی گئی تھی!“

”اقفالاً تو اشتہار کئی دن بعد اس آفیسر کی نظر سے گذر اور وہ میرے پاس دوڑا آیا!“

”سب تو اس نے اپنی بیوی کی گکشیدگی کی روپورٹ پہلے بھی درج کرائی ہو گی!“

”یہی تو نہیں ہو سکا تھا۔! اس کے بیان کے مطابق اس کی بیوی پندرہ دن پہلے اندر وون ملک کی سیاحت کے لئے روانہ ہوئی تھی!“

"لیکن روانگی کے دس دن بعد صرف اُسی پہلاں تک پہنچ سکی...!" عمران نے مختصری سامنے لے کر کہا۔

"دوسری اہم خبر یہ ہے کہ اُس آفسر نے اپنی بیوی کی ڈائری بھی میرے حوالے کی ہے!" عمران کچھ سنہ بولا۔

تحوڑی دیر بعد فیاض نے کہا۔ "جانے ہو ڈائری اُس کے ہاتھ کیسے گی!"

"اگر اسی رفتار سے بتاتے رہے تو اگلے سال تک جان ہی جاؤں گا!"

"پانچ سال پہلے اس کی شادی ہوئی اور بیوی نے اس سے کہا تھا اگر بھی اُسے کوئی اچانک حادثہ پیش آجائے تو وہ بینک آف کینیڈ سے ضرور رجوع کرے۔ حادثہ سے مراد اچانک موت ہی تھی۔ اس نے اس کی وضاحت کر دی تھی۔ آفسر صاحب سمجھے تھے کہ شاید اس نے کوئی بڑی رقم محفوظ کر رکھی ہے جو اس کی موت کے بعد ان کے حصے میں آئے گی۔ لہذا بیوی کی موت کی تقدیمی ہو جانے کے بعد جب وہ اس کے حوالے سے بینک آف کینیڈ پہنچے تو ایک لاکر کی کنجی اُن کے حوالے کر دی گئی۔ اور اس لاکر میں اس ڈائری کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔"

فیاض خاموش ہو گیا۔ اور عمران مخفی خیز انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "اور اُس ڈائری سے ایک خوفناک گروہ کا سراغ ملنے کے امکانات ہیں۔"

"بالکل بیکار بات ہے۔" فیاض کی باخچیں کھلی پڑ رہی تھیں۔

عمران خاموشی سے کھڑکی کے باہر دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد فیاض ہی بولا۔ "اب وہ ڈائری میرے قبضے میں ہے۔"

"اور تم غالباً سے بھی جلد ہی گواہیٹھو گے۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ تو بہت ذیر فیاض تم آخر بھجو پراتے مہربان کیوں ہو گئے ہو۔ صح شام خیریت دریافت کرنے آرہے ہو۔"

"مجھے بے حد شرمندگی ہے کہ میری وجہ سے وہ لوگ تمہارے پیچے پڑ گئے ہیں۔"

"ای لئے آج کل میرا دل بھی تمہاری محبت سے لبریز ہے۔۔۔ بس یہ سمجھ لو پیانہ بھر پکا ہے۔ چھلنے کی دیر ہے۔۔۔ آیا کرتا میری قبر پر کبھی کبھی دوچار آنسو بہانے۔۔۔ ان لوگوں کو بھی ہماری اس تجدید محبت پر یقیناً بدلتی گئی ہے۔۔۔ اس طرح تمہاری کھال بالکل محفوظ رہے گی۔"

"اوہ۔۔۔ تم غلط سمجھے ہو۔!"

"خیر۔۔۔ خیر۔۔۔!"

"تمہیں کبھی میرے خلوص پر یقین نہیں آسکتا۔!" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سو فیصد۔۔۔!"

"میا مطلب۔۔۔!"

"ڈائری ادھر ہی جمع کر جاؤ۔۔۔ ورنہ مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔۔۔!"

"میں بھی سوچ کر آیا تھا! میرے مقابلے میں تمہاری معلومات بہر حال و سمع ہیں۔!"

"سما تھوڑے لائے ہو۔!" عمران نے پوچھا۔

"یہ ہے۔۔۔" فیاض نے کوٹ کی اندر وافی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پیکٹ نکالا اور اسے عمران کے سامنے پھینکتا ہوا بولا۔ "یہ رہی۔۔۔!"

عمران بنے پیکٹ سے ڈائری نکالی اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔۔۔ سارے صفات سادہ تھے۔ کہیں بھی کوئی تحریر نظر نہ آئی۔

"تم خود ہی کچھ پڑھ کر سناؤ۔!" عمران نے ڈائری بند کر کے فیاض کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ دوسرا جاہب رخ موڑے دیوار کی ایک پینٹنگ کا جائزہ لے رہا تھا۔

عمران کے طنزیہ لہجے پر چونک کر اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ ڈائری اس سے لے لی۔۔۔ ورق اٹھا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا!

اب وہ عمران کو قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا سانس بھولنے لگی تھی۔

"یہ کیا لکھنے پہنچا ہے؟" وہ بالآخر ہاتھ پر بولا! "لا۔۔۔ وہ ڈائری واپس کرو۔۔۔ ورنہ اچھانہ ہو گا۔!"

"دلاغ تو نہیں خراب ہو گیا۔۔۔ اس کے علاوہ اور کون سی ڈائری دی تھی تم نے۔"

"میں ایسے معاملات میں مذاق نہیں پسند کرتا۔"

"نہیں بہاں سے کہیں گیا۔۔۔ اور تم۔۔۔! تلاشی لے لو۔۔۔ میرا خیال ہے کہ بہاں بھی

پہلے علاج پر الگ چکا ہے۔"

"یعنی۔۔۔ یعنی۔۔۔ ڈائری میرے پاس ہی بدلتی گئی ہے۔!"

"اگر وہ سادہ نہیں تھی تو یقیناً بدلتی گئی ہے۔۔۔ تمہیں کب ملی تھی اور اس وقت سے اب تک

کہاں رہا ہے۔!"

کے انہوں سکھلوانا بی رہی تھی۔!  
اس نے لکھا تھا کہ وہ پر اسراز لوگ ہیں! مخصوص زبانوں میں گفتگو کرتے ہیں ایک دوسرے  
سے ہر اتفاق ممبر دو لائیںی الفاظ کے ذریعے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔!  
فیاض نے عمران کو بتایا کہ وہ الفاظ ”لوبو“ اور ”لی لا“ ہیں.... کسی کی زبان سے ”لوبو“ سن کر  
”لی لا“ کہنے والے ایک دوسرے کے متعلق یقین کر لیتے ہیں کہ وہ اس مخصوص تنظیم سے تعلق  
رکھے ہیں! مقتول نے ڈائری میں مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھا تھا! پچھلے سال جپان میں اسے  
ایک کام سونپا گیا! کسی سے کچھ کاغذات و صول کر کے .... کہیں پہچانے تھے۔ طریقہ یہ بتایا گیا کہ  
”ایک سماجی اجتماع میں شرکت کرے اور آہستہ آہستہ لفظ ”لوبو“ دہراتی ہوئی بھیڑ سے گزرتی  
رہے اور جواب میں جس کی زبان سے بھی ”لی لا“ سئے اسی کے ساتھ ہو لے.... کاغذات اسی سے  
ملیں گے! بھی ہوا بھی۔ اس کے بعد سیکنڑوں بار ان لائیںی الفاظ سے سابقہ پڑا۔  
فیاض نے بتایا.... ڈائری کا اختتام ان الفاظ پر ہوا تھا!

”اب اس ملک میں نئے آر گناہز کی آمد کی اطلاع ملی ہے۔ سنابے اس کے ساتھ جانوروں  
کی فوج ہو گی! تفصیلات کا انتظار ہے۔!  
فیاض خاموش ہو گیا تھا۔ اور کمرے کی فضائیں صرف نائم پیس کی ”نک“ نک“ گونج رہی  
تھیں۔



بالآخر قلیٹ کے دروازے پر چاک سے کراس کا نشان بنادیا گیا! اور دوسری ہی صبح عمران کو  
کمرے میں دوسرا ٹانپ کیا ہوا پر چہ پڑا ملا۔ جو غالباً بارات کو کسی وقت دروازے کے نیچے سے اندر  
کر کرایا تھا۔  
پرچہ کامضمون تھا۔

”پیکٹ کو مطفوف کر کے .... اپنے قلیٹ کے سامنے والے لیٹر بکس میں ڈال دو.... لفافے پر  
کوکھنے کی ضرورت نہیں۔! ہم مطمئن ہو جانے کے بعد تمہیں وہ دو بھجوادیں گے جس کے لگتے  
ہیں تمہاری تکلیف برفع ہو جائے گی!“  
ہدایت کے مطابق ایک لفافہ لیٹر بکس میں ڈال دیا گیا اور لیٹر بکس کی مگر انی کی جاتی رہی۔

”میرے پاس؟“ فیاض آنکھیں نکال کر بولا! ”بچھلی رات میں نے اس کا مطالعہ کر کے!  
اسی کوٹ کی اندر ورنی جیب میں رکھ دی تھی!“  
”صحی سے اس وقت تک پھر اسے کھوں کر دیکھا تھا یا نہیں۔!  
”نہیں....“ فیاض کی جھلائی بڑھتی جا رہی تھی۔  
”وہی چونے والا حماورہ ہو سکتا ہے....!  
”ڈائری واپس کرو....!“ فیاض دہڑات  
میری دوست میں اس وقت تمہارے لئے صرف مختند اپانی مفید ثابت ہو گا۔ اس کے بعد  
اعتراف کرو گے کہ چلو بھرپاںی زیادہ مناسب ہوتا.... مگر کیا ہو سکتا ہے جب کہ تمہاری آنکھوں  
پانی مرضکا ہے.... کب ہو رہے ہو پاپی پاپی....!  
”شٹ اپ....!  
”پانی پی کر کوس رہے ہو حالانکہ تم جیسے پانی دار کو اس کے بعد پانی نہ پینا چاہئے تھا!“  
”عمران ڈائری واپس کرو!“

”میں کہہ رہا ہوں۔ لاہمی نک بہاں سے تکا بھی نہیں ہلا..... بلا لو اپنے ماتحتوں کو خانہ ٹا  
ہی ہو جائے....!  
فیاض پکھ بولے بغیر اسے گھورتا رہا۔ عمران بدلت تمام اسے باور کر اس کا کہ اس معاشرے  
اے چوٹ ہوئی ہے۔ بچھلی رات ہی کسی نے ڈائری بدل دی تھی! اب اگر وہ اپنی یادداشت پر  
دے کر اس ڈائری کے مندرجات کے متعلق بتائیں تو اسی کے لئے فائدہ مند ثابت ہو گا!  
بڑی مشکل سے وہ اسے اس پر آمادہ کر سکا! بھی داستان تھی! مقتولہ کسی مجبوری کی بنا پر  
لوگوں کے جاں میں پھنس گئی تھی اور ان کے ہاتھوں کھپتی بھی رہی۔ وہ اسے جاسوس کیا ہے  
سے استعمال کرتے تھے۔ اسے ان کے حکم پر مقامی حکام سے ربط و ضبط بڑھانا پڑتا تھا! اور یہ  
انہیں اپنے اعتماد میں لے کر حکومت کے راز معلوم کرتی تھی۔

”بہاں آنے سے قبل بھی اس کا شوہر جن جن ممالک میں رہا تھا وہاں سب کچھ کرنا  
تھی....! ان ممالک کے راز معلوم کر کے اپنے نامعلوم آقاوں نکل کپنچا تی!“  
فیاض کے بیان کے مطابق ڈائری میں اس کا تذکرہ نہیں تھا کہ وہ کن مجبوریوں کے نزدیک

گیارہ بجے ڈاک کا ہر کارہ آیا اور اس نے لیٹر بکس کھول کر سارے خطوط اپنے زرد تھیلے میں انٹیل لئے۔ پھر جب وہ دوبارہ سائیکل سنپال کر دہاں سے چلا ہے تو سیکرت سروس کے تین مجرم اس کے پیچے لگ گئے۔ وہ تینوں بھی سائیکلوں ہی پر تھے!

بھی وہ آگے ہوتے ہر کارہ پیچے اور بھی ہر کارہ آگے اور یہ لوگ پیچے۔ رواں میں کسی دوسرے لیٹر بکس بھی ہر کارے نے خالی کئے اور اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا۔

بالآخر اسی طرح وہ تھیلا حلقت کے پوسٹ آفس تک جا پہنچا۔ سیکرت سروس کے تینوں مجرموں میں سے ایک کسی بہانے دہاں بھی جا پہنچا جہاں وہ تھیلا رکھا گیا تھا۔

بلیک زیر نے عمران کو اطلاع دی! ”ڈاک کا تھیلا جوں کا توں میل کر کے جی پی او۔ روانہ کر دیا گیا ہے!“

”پھر کچھ ذیر بعد دوبارہ فون کی گھنٹی بجی۔ اور دوسری طرف سے بلیک زیر بولا!“ ساریں لئے وہ تھیلا کھولا گیا۔ لیکن اس میں سے وہ سادہ لفافہ پر آمد نہیں ہوا!

”پھر تم اب کیا کر رہے ہو....!“ عمران نے پوچھا۔

”یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔“

”میرے کفن دفن کا انتظام....!“ عمران جھنجھلا کر بولا!

”مم.... میں کیا.... کر سکتا تھا جناب!“

”ہر کارے کو گھیرو۔ لفافہ تھیلے سے بھاپ بن کر نہیں اڑ سکتا۔“

”کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ لفافہ ہر کارے نے پہلے ہی نکال لیا ہو گا۔“

”ہاں میرا یہی خیال ہے....!“

”اچھی بات ہے جناب.... میں دیکھتا ہوں!“

دوسری طرف سے سلمہ منقطع ہو گیا تھا!

تقریباً دو گھنٹے بعد بلیک زیر نے خود ہی دوبارہ فون پر رابطہ قائم کر کے کہا! ”آپ کا خیال بالکل درست نکلا جناب۔ ہمارے ایک آدمی نے خود کو سی۔ آئی۔ ڈی کا آدمی ظاہر کر کے ہر کارے سے پوچھ گھٹ کی تھی: پہلے تو وہ کچھ بتانے سے پہنچتا رہا۔ پھر بولا کہ آج سے تین دن پہلے اس کو اسی لیٹر بکس میں ایک سادہ لفافہ ملا تھا جسے کھونے پر اندر سے دس روپے کا ایک نوٹ رکھا ہوا گی!“

یورات... عمران کے لئے خطرناک تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ کتنی آنکھیں اس عمارت کو گھور رکھا ہوں گی!

وین کی رفتار بھری پری سڑکوں پر بھی تیز رہی..... جوزف ایک مشاہد ڈرائیور تھا!

ہر مال وین پہلے سے طے شدہ راستوں پر دوڑتی رہی۔ ٹریک کی بھیڑ بھاڑ میں اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وین کا تاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں۔ پچھے دیر بعد شہری آبادی پیچھے رہ گئی۔

اور عمران کو اپنی دین کے پیچھے تین ہیڈ لائن نظر آئیں۔ یہ یقینی طور پر تن موڑ سائیکلیں نہیں جو آگے پیچھے دوڑتی آرہی تھیں۔ کبھی کبھی تینوں روشنیاں متوازنی بھی نظر آتیں.....!

یہ بیک عمران نے جوزف سے کہا! ”کسی طرف راستہ صاف دیکھ کر گاڑی کے میں اتار دو!“

”اچھا بس! لیکن پتہ نہیں گاڑی میں کوئی فالتو پہیہ بھی ہے یا نہیں....!“ جوزف نے بڑا لامبے ہوئے گاڑی بائیں جانب موڑ دی۔ سامنے حد نظر مطح میدان پھیلا ہوا تھا!

”رفتار بڑھاؤ!“ عمران غرایا! اسکی آگھے ابھی تک دروازے کے سوراخ ہی سے لگی رہی تھی!

جوزف نے رفتار بڑھا دی۔ عمران نے محسوس کیا کہ تینوں موڑ سائیکلیں ٹھیک اسی جگہ سے میدان میں موڑتی گئی ہیں۔ جہاں سے اس کی دین مڑی تھی۔ اب وہ پھر دین کے پیچھے تھیں۔

ہر مال عمران کو یقین ہو گیا کہ اس کی دین کا تاقب کیا جا رہا ہے!

اس نے دروازے کے کسی میکنزیم کو حرکت دی اور اس چھوٹے سے سوراخ نے بڑھ کر قریباً پچھلی اونچی کا قطع اختیار کر لیا۔ پھر رائفل کی نال اس بڑے سوراخ سے باہر ریگ گئی!

دوسرے ہی لمحے میں فائر ہوا۔ اور دور میں سے نظر آنے والا وہ ہیڈ لیپ بجھ گیا جس کا نہنہ لایا گیا تھا۔! بقیہ دو لیپ اور ہڑا ہڑا ڈولنے لگے تھے....!

ومر ان نے پے در پے دو فائر اور کئے لیکن اس بار نشانہ نہیں لیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ بقیہ دونوں لیپ اور اتفاقی کے عالم میں دوبارہ پختہ سڑک کی طرف مڑ گئے ہیں!

”رفتار کم کرو!“ عمران نے جوزف سے کہا۔

رفتار کم ہو گئی۔ عمران اندر ہیرے میں آنکھیں چھاڑتا رہا۔ ان دونوں ہیڈ لیپس کا اب کہیں پتہ نہیں تھا!

”گاڑی روک کر انجن بند کر دو!“ عمران فرش سے اٹھتا ہوا بولا۔ گاڑی رک گئی۔ انجن بند کر دیا گیا۔

جوزف مڑ کر عمران کی طرف دیکھنے لگا تھا اور عمران موڑ سائیکل کے انجن کی آواز سن ببا

لیئر بکس میں ڈالے جانے والے سادہ لفافے میں پلاسٹک کا لفافہ ضرور رکھا گیا تھا لیکن اس تار کی بجائے دفتی کا لکڑا رکھا تھا۔

یہ اس موقع پر کیا گیا تھا کہ سیکرٹ سروس کے ممبر اس طرح لفافے کو حاصل کرنے وال کا پتہ لگا سکیں گے۔ لیکن لفافہ حاصل کرنے کا طریقہ معلوم کر کے عمران کی کھوپڑی را کرنے لگی تھی۔

وہ لوگ چالاک اور خطرناک تھے۔

ومر ان اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ رات اس پر بھاری ہو گی۔ اُن دیکھے نشانہ بازوں کے کون روک سکا ہے! پتہ نہیں کب اور کہاں کن حالات سے دوچار ہوتا پڑے۔

پھر اُس کے لئے یہ بھی ناممکن تھا کہ چوہوں کی طرح گوشہ نشین ہو جاتا۔ جو لوگ مر کا ہسپتال میں فیاض کا علاج کر سکتے تھے ان کے لئے زہاٹی مکانات میں داخل کیا مشکل تھا۔ اور فیاض کی مرمت بھی تو اس کے گھر پر ہوئی تھی! ان کی تنظیم کا یہ عالم تھا کہ فیاض کے افس کی سراغری ہو رہی تھی۔

لہذا ایسوں سے نہنہ آسان کام نہیں تھا! دیہہ دانستہ بھی کچھ خطرات مول لینے پڑتے۔

اور عمران اُن کا سودا کر پکا تھا۔ اسیہ رنگ کی ایک بلٹ پروف دین فلیٹ کے یونچ کھڑی تھی۔ ڈرائیور کی سیٹ پر جوزف تھا۔! ٹھیک دس بجے عمران فلیٹ سے نکل کر زیوں تک آیا۔

آج اُس نے خاص طور پر خیال رکھا تھا کہ زیوں پر روشنی کرنے والے بلب کی گمرا جائے۔ لہذا اس وقت زیوں پر اندر ہرا نہیں تھا۔

زینے طے کر کے یونچ آیا اور دین کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ لیکن یہ سب پھرتی سے ہوا تھا کہ باہر کھڑا ہوا کوئی آدمی شاید ہی اُس کے اندر کا حال معلوم کر سکا ہوا۔

اندر سیٹیں نہیں تھیں! فرش پر ٹھیلی سکوپ لگی ہوئی ایک رائفل بڑی تھی اور اُس قریب ہی کارتوسون کی پیٹی بھی موجود تھی۔!

”ٹھیک ہے!“ عمران نے بلند آواز میں کہا۔ اور جوزف نے گاڑی اشارہ کر دی۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران فرش پر اونڈھا لیٹا ہوا نظر آیا۔! چہرہ عقبی دروازے کی طرف تھا اور آنکھ ایک چھوٹے سے سوراخ پر لگی ہوئی تھی۔!

تھا۔ آواز ہی سے اندازہ ہوتا تھا کہ انجن غلط پوزیشن میں ہے وہ پچھلادروازہ کھول کر نیچے از  
سینے کے بل تیزی سے جھپٹتا ہوا آواز کی جانب بڑھنے لگا۔

آواز لمحہ بہ قریب ہوتی جا رہی تھی....! دفعتاً عمران نے محسوس کیا کہ اس سے  
فاسطے پر کوئی اور بھی سینے کے بل رینگتا ہوا مخالف سمت میں بڑھ رہا ہے۔

یہ لیکن کر لینے کے بعد وہ کوئی آدمی ہے عمران نے رفتار تیز کردی شبکم میں بھی،  
مہندی گھاس پر ہاتھ پھسل رہے تھے....! اسی دوڑان میں ایک بڑا سماں بنا بائیں ران میں گھستا  
گیا۔ بے اختیاری میں وہ زمین سے کسی قدر اٹھ گیا! غالباً اس طرح آگے جانے والے نے از  
دیکھ لیا اور اٹھ کر بھاگنے لگا۔

ٹھہر و.... ٹھہر جاؤ....! ورنہ گولی مار دوں گا!“ عمران نے نہ صرف دھمکی دی بلکہ اُ  
فار بھی کر دیا۔

بھاگنے والا لڑکھڑا کر گرا تھا پھر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ عمران کی ایک ہی جست اس پر لے گئی.... قریب ہی زمین پر گری ہوئی موڑ سائکلن کا انجن شور چورا تھا۔ عمران اڑ  
شکار کو دبوپے ہوئے اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط کر رہا تھا!

دفعتاً اس نے جوزف کی آواز سنی....!

”میا میری ضرورت ہے باس...!“

”ہاں...! رسی کا لچھا لیتے آتا!“ عمران نے بلند آواز میں جواب دیا۔



رافیہ سوناف نے وہ کپڑے اتار کر جنہیں پہننے بغیر وہ آج کل اپنے فرائض منصی ادا نہیں  
کر سکتی تھی۔ اپنے کپڑے پہننے اور عمارت سے نکل کر نیکی اشینڈی کی طرف چل پڑی۔!  
جس دن سے بقول اوٹو دیالنی بروج نے اسے میڈم بنایا تھا اس کے لئے ضروری ہو گیا تھا  
وہ ایک مخصوص لباس کم اس وقت تک تو ضرور استعمال کرے جب تک اس کمرے میں  
یہ لباس بزرگ کے لیا دے اور سرپوش پر مشتمل تھا۔

ویلانی نے اب آمدی کا رجسٹر بھی اس کے سپرد کر دیا تھا۔ جتنے بھی پوٹھل آڑور آئے آئی  
تھویل میں رہتے.... کیونکہ اب وہ ملازمہ کی بجائے دیلانی کے برس میں برابر کی شریک تھی۔

دن میں کم از کم ایک بار ضرور وہ روح کی سرگوشیاں سنتی تھی۔ آج روح نے اس سے کہا تھا  
کہ وہ کالے آدمی (جوزف) اور اس کے متعلقین کا خیال رکھے کیونکہ اس کالے آدمی کا مورث اعلیٰ  
روح کے وفادار خدام میں سے تھا۔ روح نے اس سے کہا تھا کہ اُسے جوزف کے آقا کی عیادت کے  
لئے بھی جانا چاہے تھا۔!

رافیہ نے سوچا کہ وہ صحن یہاں آنے سے پہلے اس کی عیادت کو ضرور جائے گی۔ نیکی اشینڈی  
ذلی پڑا تھا.... کچھ دیر بعد ایک خالی ٹیکسی وہاں آکر رکی۔ رافیہ نے نیکی میں بیٹھنے ہوئے ڈرائیور  
کو اپنے ہوٹل کا نام بتایا۔

نیکی چل پڑی۔! کچھ دیر بعد رافیہ نے محسوس کیا کہ نیکی ان را ہوں پر نہیں جا رہی جن  
سے گزر کر وہ روزانہ ہوٹل پہنچا کرتی تھی۔!

اس نے سوچا کہیں ڈرائیور کو غلط فہمی نہ ہوئی ہو۔! الہذا اس نے وبارہ بلند آواز میں اپنے<sup>۱</sup>  
ہوٹل کا نام دہرایا۔ اس سے زیادہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ مقامی زبان سے خود تابد تھی  
اور انگریزی زبان عام طور پر مقامی لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے! کم از کم ابھی تک اُسے تو کوئی ایسا  
نیکی ڈرائیور نہیں ملا تھا جو انگریزی بول یا سمجھ سکتا۔!

ڈرائیور بدستور خاموشی سے اسٹرینگ پر جھکا رہا۔

رافیہ کو شدت سے اپنی بے بُنی کا احساس ہوا اور وہ جھنجھلاہٹ میں ڈرائیور پر بر س پڑی!“ میں  
نم سے جگہ کام بنا رہی ہوں لیکن تم سمجھے بغیر کاڑی اڑائے لئے جا رہے ہو۔!

”میں سمجھ رہا ہوں مادام....!“ ڈرائیور نے بڑے ادب سے انگریزی میں جواب دیا۔

”اوہ تو تم سمجھ رہے ہو۔!“ رافیہ خوش ہو کر یوں۔

”ہاں مادام.... لیکن آج آپ قریب کے اس مخصوص راستے سے نہ جائیں گی کیونکہ  
لڑک بندہ ہے غالباً کسی بڑے آدمی کی سواری اور ہر سے گزرے گی۔!

”خیر خیر....! کوئی بات نہیں! میں سمجھی تھی شائد تم سمجھے نہیں کہ مجھے کہاں جانا ہے۔!  
رافیہ نے کہا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔!

نیکی جن را ہوں سے گزر رہی تھی وہ اس کے لئے اجنبی تھیں۔ لیکن نیکی ڈرائیور کا  
جواب کن لینے کے بعد تو اسے خاموش ہی رہنا تھا۔!

«آپ تو اٹھ مجھی سے سوالات کرنے لگیں! وہ نہ کر بول۔  
تفہی میں یہ ضرور پوچھنا چاہوں گی کہ تم اُس آدمی میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو!»  
”وہ ایک خطرناک آدمی ہے محترم!“  
”میرے لئے اس سے کیا فرق پڑتا ہے! کیا تم یہ سب کچھ میری ہمدردی میں کر رہے ہو!“  
”نہیں ایسا تو نہیں ہے! وہ پر تھہر لجھے میں بولا۔“ لیکن پھر بھی میں جانا چاہتا ہوں!“  
”اچھی بات ہے میں تمہیں ضرور بتاؤں گی! اُس کے کسی دشمن نے ایک خطرناک قسم کا زہر  
بوجاری ذراائع سے گوشت میں پیوست ہو کر تکلیف دہ بن جاتا ہے اس پر استعمال کیا تھا! پروفیسر  
لواس زہر کا تریاق معلوم ہے! لہذا وہ آج کل پروفیسر کے زیر علاج ہے.... اور کچھ....!“

”میں سمجھ گیا....!“ سفید قام اُجھی سر ہلا کر بول۔ ”اچھا توب اس کا کیا حال ہے!“  
”میری معلومات کے مطابق وہ اس تکلیف سے نجات پا چکا ہے!“  
”شکریہ! اب میں ہی آپ کو ہوٹل تک چھوڑ آؤں گا انجیئے اپنی گاڑی میں لے چلوں گا!“  
”ہرگز نہیں....!“

”اچھی بات ہے! اُجھی نے ڈرائیور سے کہا!“ تم نیچے اتر آؤ اور میٹر پر کپڑا باندھ دو میں  
انہیں اسی گاڑی میں لے جاؤں گا!“  
رافیہ خاموش بیٹھی اپنا نچلا ہونٹ چباتی رہی!شدت سے غصہ تھا ان لوگوں پر۔ سفید قام  
بھی نے ٹیکسی کا اسٹریٹریک سنبھال لیا۔ گاڑی کمپاؤٹر سے نکل کر پھر سڑک پر آگئی! اُجھی خاموشی  
سے ڈرائیور کر رہا تھا رافیہ بھی خاموش تھی۔

کچھ دیر بعد وہ اس چورا ہے تک پہنچ گئی جہاں سے ہوٹل کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ اس نے  
محوس کیا کہ ٹیکسی کی رفتار کم ہو گئی ہے اور پھر وہ رک ہی گئی!۔

”اتر جائیے محترم! ہوٹل بہاں سے چند قدم کے فاصلے پر ہے.... میں ہوٹل کے سامنے  
ٹینکار کیا چاہتا۔ اویس بات کو بھی ذہن نشین کر لجھے کہ اب ہم وہاں اُس عمارت میں نہیں  
ملیں گے! لہذا اس واقعہ کا تذکرہ کسی اور سے کرنے کی ضرورت نہیں! شکریہ....!“

رافیہ ٹیکسی سے اتر آئی اور ٹیکسی فرانے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی! وہ وہیں کھڑی سوچتی رہی  
کہ اُسے کیا کرنا چاہئے!۔

کچھ دیر بعد اچائک ٹیکسی ایک کمپاؤٹر میں داخل ہونے لگی۔ رافیہ جو کمکی لیکن جتنی دیر میں  
زبان ہلاتی ٹیکسی پورچہ میں پہنچ کر رک چکی تھی!۔

”کیا مطلب!“ اس نے غصیلے لبھے میں پوچھا! ”تم مجھے کہاں لائے ہو؟“

”اس وقت تو آپ کو یہیں اترنا ہے محترم!“ ٹیکسی ڈرائیور اس کی طرف مڑ کر بولا!۔  
رافیہ کو اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا پستول بھی نظر آیا جس کا رخ اسی کی طرف تھا!۔

”مک... کیا مطلب....?“

”خاموشی سے اتر جائیے!“ ڈرائیور نے پستول کو جہش دے کر کہا!۔

”میں تو نہیں اترے گی!“

دفعہ باہر سے کسی نے کھڑکی پر جھک کر کہا! ”ہم آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں!“  
رافیہ اس کی طرف مڑی۔ یہ آدمی دیسی نہیں تھا! سفید قام تھا اور انگریزی اس کی مادری  
زبان معلوم ہوتی تھی!۔

”یہ سب کیا ہے؟“ رافیہ بھڑک اٹھی۔

”آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ ایہ ہماری درخواست ہے!“

”درخواست اسی طرح کی جاتی ہے!“ رافیہ نے ڈرائیور کی طرف ہاتھ جھک کر کہا!

”میں معافی چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں تھی!“

”پھر بھی میں ایسی صورت میں مطمئن نہیں ہو سکتی کہ سابقہ ابھی آدمیوں سے ہے!“

”اچھی بات ہے تو پھر آپ یہیں بیٹھے بیٹھے میرے چند سوالات کے جواب دیجئے!“

”اگر میں نے مناسب سمجھا“ رافیہ نے بے حد تلخ لجھے میں کہا!۔

”آپ اس آدمی علی عمران کے نگرو ملازم کے ساتھ اس کے گھر کیوں گئی تھیں!“

”تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے!“

”محترم! میں جاتا ہوں کہ آپ ماہر رہانیات پروفیسر اونڈویلانی کی سیکرٹری ہیں....!“

”تو پھر....!“

”میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پروفیسر جڑی بوٹیوں کا علم بھی رکھتے ہیں!“

”اچھا تو پھر....?“

”جہنم میں جائے!“ وہ دانت پیس کر بڑو بڑائی۔ اور ہوش کی طرف جل پڑی!



سیکرت سروس کے ہیڈ کوارٹر دانش منزل کے ایک کمرے میں عمران نے صحیح کیا پڑے اور تازہ اخبار دیکھا رہا۔

پچھے دیر بعد فون کار سیور اٹھا کر اس میں لگا ہوا ایک بنڈ دباتے ہوئے باڑھنے چیز میں کھلا۔

”اس کا کیا حال ہے؟“

”ٹھیک ہی ہے۔۔۔ بہت نری طرح غرائب ہے!“

”اب تم وہاں سے آجائو۔۔۔ میں دیکھوں گا!“ عمران نے کہا اور زیسور رکھ دیا۔

بھیجنی رات والا شکار جو اس کی گرفت میں بالآخر بیہوں ہو گیا تھا! دانش منزل ہی لیا گیا تھا اُس کی موڑ سائیکل بھی وین ہی پر لادی گئی تھی۔ اور شہر پہنچ کر ایک جگہ جو زف کو گزاری۔۔۔ اتنا نے کے بعد عمران نے خود اسٹریگ سنبھال لیا تھا۔

پھر جو زف تو گھر واپس گیا تھا اور عمران اپنے شکار سمیت دانش منزل چلا آیا تھا۔ جوزف

سخت تاکید تھی کہ وہ عمران کی عدم موجودگی میں گھر سے باہر قدم نہ نکالے۔

شکار سے رات بھر گفتگو نہ ہو سکی تھی! غالباً موڑ سائیکل سے گر کر وہ کوئی اندر ونی چوٹ کھایا تھا۔ عمران نے بھی کوئی ایسی خاص پروپرٹی نہیں کی تھی! اس اسے ساؤنڈ پروف کرے میں بند کر دیا تھا۔

بلیک زیرو نے اس کی دلکشی بھاول جاری رکھی تھی! اس وقت عمران نے فون پر اسی سے گفتگو کی تھی۔ اس نے اٹھ کر ایک طویل انگزاںی لی اور ساؤنڈ پروف کرے کی طرف چل پڑا۔

شکار آرام کرنی پر نیم دراز تھا۔۔۔! تیس اور چالیس کی درمیانی عمر کا سفید قام غیر ملنی۔۔۔

جسم کی بناوٹ کے اعتبار سے زیادہ طاقتور نہیں معلوم ہوتا تھا!

”کہو۔۔۔ کیا حال ہے؟“ عمران نے نرم لبھے میں پوچھا!

”مجھے یہاں کیوں قید کیا گیا ہے؟“ اس نے جواب دینے کی بجائے غصیل لبھ میں سوال کیا۔

”وجہ تھیں معلوم ہے!“ عمران مسکرا یا!

”میرے ملک کا سفیر تم لوگوں سے سمجھ لے گا! خود تمہاری حکومت میری غیر حاضری پر نہ کرے گی!“

”اوہ تو تم اتنے اہم ہو۔!“

”بیٹھا۔۔۔ اس نے خٹک لبھے میں کہا۔“ میری غیر حاضری کی بنا پر ایسی بھلی گھر کی تغیر کا کام زک جائے گا!“

”اوہ۔۔۔!“ عمران آنکھیں چھاڑ کر رہ گیا۔!

”میں تفریق کے موڑ میں تھا! تم لڑکوں کے دلال کی حیثیت سے مجھے یہاں لائے تھے۔ لیکن تفریق کا سامان مہیا کر نیکی بھائے تم نے مجھے لوٹ لیا اور اب غیر قانونی طور پر روک رکھا ہے!“

”یہ تو بہت بُرا ہوا۔۔۔!“ عمران تاسف آمیز لبھے میں بولا۔

سفید قام نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”اب مجھے جانا چاہئے۔!“

”ایسا بھی کیا! لچ کر کے چل جانا۔!“

”خاموش رہو۔۔۔!“ وہ آرام کر کی کے ہتھے پر ہاتھ مار کر چینا۔!

عمران نے دیوار کے قریب پہنچ کر سونچ بورڈ کے ایک سونچ پر انگلی رکھ دی۔ کھٹا کے کی ایک آواز آئی اور دیوار کے ایک حصے سے ایک صلیب سا دو پر کھلکھلتا چلا گیا! اب شٹھے کی ایک بہت بڑی

الہدی ان کے سامنے تھی اور الہدی میں ایک موٹی تازی ہلکی کی لاش بھی صاف دیکھی جا سکتی تھی! سفید قام حیرت سے آنکھیں چھاڑے اُسے دیکھا رہا۔ عمران نے پھر سونچ بورڈ پر کسی سونچ کو

چھوڑ اور الہدی میں اوپر سے کسی سیال کی دھار گرنے لگی! دھار براہ راست ہلکی لاش پر گر رہی تھی۔ اور ایسا لگ رہا تھا جیسے ہلکی اسی سیال میں تخلیل ہوتی جا رہی ہو۔!

سفید قام کچھ گیا تھا کہ اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ اس کے منہ پر ہو ایساں اڑنے لگی تھیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے ہلکی بے رنگ سیال میں بالکل ہی حل ہو گئی! البتہ اب اس سیال کو بے رنگ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اس کی شفافتی گندے پن میں تبدیل ہو چکی تھی۔۔۔!

”اور پھر اس طرح یہ پانی بھی گزر میں بہہ جاتا ہے!“ عمران نے سونچ بورڈ پر ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

الہدی میں سیال کی سطح بذریعہ پہنچی ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ پھر اس میں ایک قطرہ بھی نہ رہ گیا۔ اب عمران حقارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اپنے شکار پر نظر جائے ہوا تھا۔

پکھہ دیر بعد اس نے کہا! "اس طرح میری حکومت یا تمہاری حکومت کو علم ہی نہ ہوگا" تمہیں زمین نگل گئی یا تم ہو میں تخلیل ہو گئے۔"

سفید فام پکھہ نہ بولا! عمران ہی کہتا رہا۔ "میر دنیا کے بد معاش اکثر مجھے غلط سمجھتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ میں ہر قیمت پر پولیس ہی کا ساتھ دیتا ہوں۔"

"م..... میری بات سنو....!" سفید فام ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"مُسْنِ رہا ہوں۔!" عمران نے لا پرواہی سے کہا اور الماری کی طرف دیکھتا رہا۔

"میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو یا تم لوگ تم سے کیا چاہتے ہیں! ہمیں تو ہم تمہاری گمراہ حکم دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا کہ اگر کسی طرح تم پر قابو پاسکیں تو تمہیں ایک جگہ پہنچا دیں۔"

"تم جھوٹے ہو۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اگر تم مجھے مقابی ہیڈ کووارڈ پتہ نہیں بتا دے گے تو تمہاری لاش کا بھی بھی خشر ہو گا۔"

"میں قطعی نہیں جانتا۔"

"تمہیں میری گمراہی پر کس نے لکایا تھا۔"

"اُن دونوں میں سے کسی نے تجویز پیش کی تھی۔"

"اور تم مجھے کہاں لے جاتے۔"

باغدا پیراج کالونی کے ہسپتال میں۔ سفید فام نے اس طرح کہا جیسے غیر ارادی طور جملہ اس کی زبان سے نکلا ہو۔ اس نے اپنا نچلا ہوٹ دانتوں میں دبایا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے الگی غیر شوری غلٹی پر پچھتا رہا ہو۔

پھر یک یہکے دس کسی اعصاب زدہ آدمی کی طرح بڑھانے لگا! "میں دبارہ ہوں.... اس!؟" تسلی.... میں کیا کروں.... میں کیا کروں۔ اس کا خون میری گردن پر ہے۔"

"تم یہاں اپنا جی بکا کر سکتے ہو....!" عمران نے یک لخت اپنا الجہ بدل دیا اور اس نے مر کر اس طرح عمران کی طرف دیکھا۔ جیسے وہ اسے پہلی بار نظر آیا ہو!

"میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا سمجھے....!" اس نے کپکاپتی ہوئی آواز میں کہا۔ عمران نے ہمدردانہ انداز میں سر کو جنمیں دی پکھہ بولا نہیں۔"

"اس کا خون میری گردن پر ہے.... میرے خدا... کتنی بھیاک چیخ تھی.... سیکڑا"

ن کی بلندی سے وہ نیچے جا پڑی تھی۔!"

"اوہ.... خدار حرم کرے....!" عمران نے کہا۔

"میں سچ کہتا ہوں.... مجھے اپنی ذات سے نفرت ہو گئی ہے.... میں زندہ نہیں رہتا۔ باہت! ابھر ہے کہ تم مجھے اس میں کے ذریعہ گھر میں بہادو....!"

"میں کہتا ہوں میرے دوست! تم جلد باڑی سے کام نہ لو۔ ایسی بھی کیا مایوسی حوصلے سے کام لوں گی کا بارہ بکار ڈالو.... ممکن ہے میں تمہاری پکھہ مدد کر سکوں۔!"

سفید فام نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔! عمران خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا! وہ بڑی دیر تک اسی کیفیت میں رہا پھر چھرے پر سے ہاتھ ہٹائے بغیر بولا۔!

"لیا تم مجھے پکھہ دیر کے لئے معاف نہیں کر دے گے۔!"

"نہ رور.... ضرور.... کیا میں تمہارے لئے وہ اسکی اور سوڑا بھجواؤں۔!" عمران نے بڑے لامس سے پوچھا۔!

"شکریہ! میں اسکی ضرورت محسوس کر رہا ہوں...! میرے اعصاب قابو میں نہیں ہیں۔!" عمران ساؤنڈ پروف کرے سے باہر آگئی! اس سے پہلے اس نے شیشے کی الماری والے میکرزم کو حرکت دے کر دیوار دوبارہ برابر کر دی تھی۔!

بلیک ریو کو قیدی کے متعلق ہدایات دے کر وہ آپریشن روڈ میں آیا اور فون پر اپنے فلیٹ کے نمبر دا مل کر کے جو زفہ سے رابطہ قائم کیا۔!

"اوہ باس....!" جو زفہ چک کر بولا۔ "یہاں وہ نیک دل خاتون موجود ہیں۔ ابھی ابھی تمہاری خیریت دریافت کرنے آئی ہیں...!"

"ہوں بھج گیا.... اچھا تو دیکھ...!" سلیمان کے پاس وہ رقم موجود ہے۔ جو انہیں ادا کرنی ہے۔ سلیمان سے لے کر ان کے حوالے کر دو۔!

"بہت اچھا باس....! ایک منٹ ہولڈ کرو.... وہ مجھ سے کچھ کہہ رہی ہیں۔!"

ومران ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد آواز آئی "بیلو باس! وہ تم سے ایک فروڈ کی بات کرنا چاہتی ہیں۔!"

"ریسیور دے دو۔!" عمران نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔ اس کے بعد ہی اسے رافیہ سوناف کی

”میں بادشاہ ہے.... اس لئے یہ وظیفہ بے حد مفید ثابت ہو گا!“

”میں بادشاہ کا بھی شکر یہ.... خدا حافظ.... اب ریسیور جوزف کو دنے دیجئے!“

جوزف کی آواز سن لینے کے بعد اُس نے ماڈ تھے میں میں کہا! ”اوٹ شب دیجور کے پچے اگر

پروفیسر کا باب پ بھی تمہیں بلاۓ تو گھر سے باہر قدم نہ نکالنا سمجھے!“

”کیوں باس کیا پروفیسر....!“

”فضول بکواس نہ کرو!“

”چھا باس....!“ جوزف کی مردہ سی آواز آئی اور عمران نے سلسلہ مقطوع کر دیا! آپ نیشن بردم سے نکل کر وہ پھر ساؤنڈ پروف کرے کی طرف جا رہا تھا کہ یلیک زیر باہر نکلا دکھالا دیا۔

”تیرا اگ بانگ رہا ہے!“ اس نے کہا! ”لیکن میں مناسب نہیں سمجھتا!“

”ٹھیک ہے! ایک ہن دینا چاہئے تھا! خیر میں دیکھتا ہوں....!“ عمران نے دروازے کے بدل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!

دروازہ کھول کر وہ اندر آیا.... سفید فام اچھی اس بار اس کے استقبال کے لئے کرسی سے اٹھ گیا تھا!

”شکر یہ! میں.... بہر حال تمہارا معمون ہوں....!“ اس نے کہا!

”کارو باراپی جگہ پر!“ عمران سر ہلا کر بولا! ”انسانیت کے بھی کچھ تقاضے ہو اکرتے ہیں!“

”کارو بارا کا مطلب میں نہیں سمجھا!“

”عام طور پر لوگ مجھے ہی غلط سمجھتے ہیں! میں پولیس کے بھی کام آتا ہوں اور مجرموں کے لئے...!“

”اوہ....!“

”اک بار تو خواہ خواہ میری گردن پھنس گئی ہے.... تم لوگ مجھ سے جس چیز کا مطالبہ کر رہے ہو.... وہ نہ تو میرے پاس ہے اور نہ ملکہ سرا اگر سائی کے اس آفیسر کے پاس۔ کسی گرہ کث

خال کی بیب صاف کر دی تھی۔ پلا سٹک کا لفاف اسی پرس میں تھا....!“ گال والی اذیت میں بتلا

ہجانے کے بعد اس نے مجھے واقعات بتا کر مشورہ طلب کیا تھا! میں نے کہانی الحال اس مصیبت

آواز سنائی دی۔ ”لو.... موسیو عمران! آپ خیریت سے میں نا! میں آپ کی خیریت دریافت کرنے آئی تھی اور ایک خاص واقعہ سے بھی آپ کو باخبر کرنا تھا! آپ کے دشمنوں کو میرے ذریعے علم ہو پکا ہے کہ آپ اُس تکلیف سے بحاجت پاپکے ہیں۔ انہوں نے مجھ کو خاص طور پر گھیرا تھا اور روایوں کا کہا کہ آپ کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ میں نے پروفیسر سے اس واقعہ کا تذکرہ لیا۔ وہ بولے کہ آپ کو اس سے مطلع کر دوں....!“

”بہت بہت شکریہ! عمران نے بھراہی ہوئی آواز میں کہا! ”میں فی الحال اسی خطرے کے میں نظر روپوش ہو گیا ہوں! تمہیں دو ایک قیمت میرے ملازموں سے مل جائے گی۔ ویسے کیا ہے سکوگی کہ انہوں نے تمہیں کہاں گھیرا تھا....!“

”میں ابھی یہاں کی سڑکوں اور گلیوں سے واقع نہیں ہوں۔ پروفیسر کے مکان کے قریب جو ٹیکسی اسٹینڈ ہے وہیں سے ایک ٹیکسی ڈرائیور مجھے ایک عمارت تک لے گیا تھا۔ راستے میں میں نے اس سے کہا کہ وہ غلط راستوں پر چل رہا ہے تو اس نے بتایا کہ کسی بڑے آدمی کی سواری گزرنے کی وجہ سے وہ سڑک بند ہے بہر حال اُس عمارت میں پہنچ کر ڈرائیور نے پستول نکال کر مجھ سے اترنے کو کہا! میں نے انکار کر دیا۔ تب ایک آدمی نے ٹیکسی کے قریب آکر مجھ سے تمہارے متعلق سوالات شروع کر دیے۔“

”کیا وہ سہیں کے باشدے تھے....!“

”صرف ڈرائیور تھا۔ دوسرا آدمی انگریزی بولنے والی کسی قوم کا فرد تھا!“

”عمارت کی نشان دہی کر سکوگی!“

”میرا خیال ہے کہ میں اپنے ہوٹل سے چل کر اُس عمارت تک رہنمائی کر سکوں گی مقامات کے نام مجھے نہیں معلوم..... لیکن اس انگریزی بولنے والے نے مجھ سے کہا تھا کہ اب وہ لوگ اس عمارت میں نہیں مل سکیں گے!“

”خیر.... دیکھا جائے گا.... بہت بہت شکریہ! حالات ساز گار ہونے پر پروفیسر کا شکر یہ ادا کرنے بھی آؤں گا!“

”پروفیسر نے کچھ جادوئی الفاظ..... بھی بتائے ہیں ان کا ورد رکھنا آپ کے لئے نہ ہو گا.... لکھ لیجئے.... سلم.... سانگی.... سیاگ.... سکتی.... سکھا! انہوں نے کہا ہے آج کا

میرے خدا جو اتنی بلندی سے نیچے گری تھی...! میں ہی اسے وہاں اُس پہاڑی پر لے گیا  
ہے... میں نے ہی اسے وہ لفاف دیا تھا!“

”میا ضروری تھا کہ تم اسے وہ لفاف دیں لے جا کر دیتے!“  
”تم نے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ ہم اور کیسے پہنچ تھے؟“

”میا ضرورت ہے....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا! ”میں جانتا ہوں کہ تم نے یہی کو پہر  
استعمال کیا ہوگا!“

”غیر ہوں! میرا ذہن بیکنے لگتا ہے! اس حادثے نے میرے اعصابی نظام کو جھنجور کر کر دیا ہے!  
”وہسکی ختم ہو چکی ہے! تھوڑی دیر بعد ہی مل سکتے گی!“ عمران نے کہا۔

”اچھی بات ہے... لیکن میں تمہیں کس طرح بتاؤں کہ مجھ سے کتنا بڑا جرم سرزد ہوا  
ہے... خدا کی پناہ وہ چیز... میں اسے کبھی نہ بھلا سکوں گا! وہ میرے لئے اجنبی نہیں تھی۔ ہم  
پہلے بھی ملتے رہے تھے! میں اس کے لئے شدید ترین جذبہ رکھتا تھا! لیکن وہ اپنے شوہر کی وفادار  
تھی۔ اس کے لئے میرا جنون بڑھتا رہا! حتیٰ کہ میں نے تشدید تک سے کام لینے کی خنان لی! اُسی  
دوران میں مجھے ایک لفافہ مٹا اور ساتھ ہی ہدایت ملی کہ میں یہ لفافہ اسے دے کر ایک آدمی تک  
پہنچانے کو کہوں! وہ آدمی دارالحکومت میں رہتا ہے۔ میں نے کوڈورڈ میں اسے پیغام بھیجا کہ وہ مجھ  
سے اس منحوس عمارت میں ملے! پیغام میں اسے مطلع کیا گیا تھا کہ اس ملاقات کے فوراً بعد اسے  
دارالحکومت کے لئے روانہ ہو جانا پڑے گا۔ پہاڑی والی عمارت عرصہ دراز سے ہمارے استعمال  
میں رہی ہے....! بہر حال وہاں آئی۔ میں پہلے ہی وہاں موجود تھا۔ لفافہ اسے دے کر بدلیات  
دیں... اور ایک بار پھر اس کے لئے اپنے احساسات کا اظہار کیا۔ لیکن وہ نہ صرف ترشی وی

سے میش آئی بلکہ مجھے نہ بھلا بھی کہنے لگی۔ بس پھر مجھ پر خاشت سوار ہو گئی! وہ عمارت سے نکل  
کر جائی! میں پیچھے تھا! مجھے یقین تھا کہ وہ اوہر اور چکر کاٹ کاٹ کر پھر عمارت کے اندر  
والیں آئے گی۔ کیونکہ نیچے چھپنے کا اسٹرے عمارت کے اندر ہی ہے! لیکن میرے خدا... میں سوچ  
بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ سید ہی دوڑتی ہوئی اس طرح میری گرفت سے نکل جائے گی... میں کیا  
کروں.... میں کیا کروں....!“

اس نے پھر اپنا منہ چھپا لیا... وہ بُری طرح کاپ رہا تھا۔ عمران خاموشی سے اسے دیکھتا رہا!

سے نجات پانے کی کوئی تدبیر کر دی تو بعد میں سوچا جائے گا کہ اب کیا کرنا چاہئے! بہر حال جس  
تم کے تار اور لفافے کا تذکرہ اس نے کیا تھا میں نے فراہم کر کے تم لوگوں کو اس پر آمادہ کرنے  
کی کوشش کی تھی کہ اس تکلیف سے نجات دلاؤ۔ لیکن انہی آئتیں گلے پڑیں!“

”سب جہنم میں جائے....!“ وہ میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”مجھے اب کسی چیز کی پرواہ نہیں  
میں سرنا چاہتا ہوں!“

”بھلا میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکوں گا....!“ عمران نے مایوسانہ لمحہ میں کہا  
”کم از کم اتنا تو کرہی سکتے ہو کہ مجھے اس وقت تک قید میں رکھو جب تک کہ میں اپنے  
اعصاب پر قابو نہ پاؤں....!“

”گھر ہے تمہارا مائی ڈیزیری.... جب تک جی چاہے رہو!“ عمران چکپ کر بولا۔  
وہ کچھ نہ بولا سامنے والی دیوار پر نظر جائے سوچتا رہا....!  
عمران چاہتا تھا کہ وہ خود ہی اسے کچھ تھا۔ اسے مزید استفسار نہ کرنا پڑے۔

”لیکن کئی منٹ گزر گئے وہ خاموش ہی رہا!“  
”میں نے کہا تھا! جی کا بو جھ بہا کر ڈاؤں....!“ عمران کچھ دیر بعد بولا۔

اجنبی چونک پڑا... اور اس طرح عمران کی طرف متوجہ ہوا جیسے ابھی تک اس کی موجودگی  
سے لامع رہا ہو۔

”میرا خیال ہے اتنی پی جاؤں کہ کچھ یاد ہی نہ آئے۔“ اس نے کہا۔ انداز ایسا ہی تھا یہی:  
آواز بلند سوچ رہا ہو!

”آخر وہ تار کیا تھا؟“ عمران نے پوچھا۔ ”مجھے اس کے بارے میں بتاؤ...!“  
”خدا کے لئے اس کا ذکر نہ چھیڑو.... مجھے بھول جانے دو۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤ گا!“

”میں کہتا ہوں اگر تم نے دل کی بھڑا اس نے نکالی تپاگل ہو جاؤ گے...!“  
”مجھے میں نہیں آتا میرے ستارے مجھے کیا دکھانا چاہتے ہیں! تین موڑ سائیکلوں پر ہم  
آدمی تھے۔ اکیا یہ ضروری تھا کہ تمہاری را نکل میری ہی گاڑی کے ہیڈلیپ کو منتخب کرنی!“

”اکثر ایسا ہی ہوتا ہے....!“  
”بہر حال اس عورت کا خون میری گردن پر ہے۔ جس کی لاش پولیس کی خوبی!“

”مگر تم دونوں وہاں پہنچ کیسے تھے؟“ عمران نے پکھ دیر بعد پوچھا کیونکہ اس وقت وہاں آپاس کیا دردور تک سواری موجود نہیں تھی۔!

”ہم لوگ مختلف اوقات میں بسوں کے ذریعے وہاں پہنچ تھے... والبی بھی بسوں ہی سے ہوتی“  
”تم وہ پیکٹ اسے پہلے ہی دے چکے تھے؟“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں... لیکن پھر مجھے اسکا ہوش نہیں رہا تھا کہ وہ لفافہ وہیں کہیں گرا ہو گیا اُسی کے پاس ہو گا۔“  
”تمہارے ساتھی اس حادثے کی وجہ سے واقع ہیں۔!

”ہر گز نہیں.... کوئی بھی نہیں جانتا.... وہ تو میں نے اپنے طور پر اسے وہاں اُس پہلا ذی  
بلایا تھا! میرے ساتھیوں کو تو اس پر حیرت ہے کہ وہ اس پہلا ذی پر کیوں گئی تھی۔ اب اس فکر میں  
ہیں کہ اس حادثے کی وجہ دریافت کریں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مقامی حکمہ سرانگ رسمانی  
ہماری سُن گُن مل گئی ہے ہو سکتا ہے مرنے والی کا تعاقب کیا گیا ہو اور اس نے اس سے باخبر ہو کر  
پہلا ذی والی عمارت میں پناہ لینے کی کوشش کی ہو۔!

”تمہارے کتنے ساتھی ہیں۔!

”سات آدمیوں سے میں واقع ہوں جو ایک دوسرے سے شناسا بھی ہیں اور یہ بھی جانے  
ہیں کہ سکھوں کا تعلق اسی تنظیم سے ہے۔ پہلے یہ حلقہ آٹھ افراد پر مشتمل تھا...! لیکن اب“  
ایک ہم میں نہیں ہے جس کا خون تازندگی میری گردن پر رہے گا۔“

”تمہیں وہ لفافہ کس سے ملا تھا۔!

”ایک اجنبی سے.... اُس نے وہ لفافہ ایک خط سمیت مجھے دیا تھا۔ خط ہی میں اس کے تعلق  
ہدایات درج تھیں....!  
”وہ اجنبی غالباً تمہیں پہلے سے پیچا نہ کر رہا ہو گا۔!

”ممکن ہے وہ مجھے پیچا نہ کر رہا ہو۔! لیکن میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا! اور نہ پھر اس  
کے بعد ہی وہ مجھے کہیں نظر آیا۔!

”اگر تمہارے ساتھیوں کو اس حادثے کا علم ہو جائے تو کیا ہو؟“

”میں نہیں جانتا! ہو سکتا ہے مجھے گولی ہی مار دی جائے۔!

”میری زندگی میں یہ ناممکن ہے۔!“ عمران سینہ ٹھوک کو بولا۔ ”ویسے کیا خیال ہے تمہارا

”تم لوگ کسی ملک کے لئے جاسوسی کر رہے ہو؟“  
”ممکن ہے ایسا ہی ہو....!

”تمہیں یقین نہیں ہے؟“

”جب مجھے کام کی نو عیت ہی کام نہیں ہو سکتا تو میں قیاس کرنیکے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔!  
”تمہیں اس چکر میں کس نے ڈالا تھا۔!

”اپنے ملک کی جس فرم کے لئے میں کام کر رہا ہوں اس کے سربراہ نے مجھے ہدایت دی تھی  
غیر ممالک میں مجھے اپنے معمول کے فرائض کی ادائیگی کے علاوہ ان احکامات کی بجا آوری بھی  
لی پڑے گی جو ایک مہمل لفاظ کے نام پر دیے جائیں گے۔!

”مہمل لفاظ کے نام پر....!“ عمران نے متھیرانہ انداز میں پلٹیں جھپکائیں۔

”ایک مخصوص مہمل لفاظ ہے۔! اُسی کے ذریعے ہم ایک دوسرے کے متعلق آگاہ ہوتے  
ہا کہ ہمارا تعلق ایک ہی تنظیم سے ہے؟“

”یا تم مجھے وہ لفاظ نہیں بتا سکتے پیارے دوست....!  
”میں تمہیں اپنے ساتوں ساتھیوں کے نام اور پتے بتا سکتا ہوں! لیکن وہ لفاظ مرتبہ دم تک  
نہ بتاؤں گا! کیونکہ اُسے غرروں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے ایک بہت بڑی قسم کھانی پڑتی ہے۔!  
”خیر میں.... تمہیں مجبور نہیں کروں گا! لیکن اتنا تو بتا ہی دو کہ میری گرفتاری کے لئے  
نکات کہاں سے ملتے تھے۔!

”ان سات آدمیوں میں سے ایک نے مجھے سے کہا تھا! ہو سکتا ہے اسی نے دوسرے سے بھی  
لاہو! بہر حال پچھلی رات میرے ساتھ وہ بھی تھا۔“

”میں تمہاری قسم کا احترام کرتے ہوئے تمہیں اس مہمل لفاظ کے اظہار پر مجبور نہیں کروں  
لیکن تم کم از کم ان ساتوں کے نام اور پتے تو لکھوائی دو۔!  
”یہ میں کر سکوں گا۔!

”بھر وہ نام اور پتے بولتا رہا اور عمران کی پہلی تیزی سے کاغذ پر چلتی رہی۔ خصوصیت سے  
لے اس نام کے نیچے گہری لکیر کھینچ دی جس کے بارے میں مخاطب نے بتایا تھا کہ اُس کی  
راہی پر سامور کرنے والا وہی تھا۔!

”اور کیا تم اپنا نام اور پینے نہیں بتاؤ گے....!“ عمران نے مسکرا کر پوچھا۔

”تو نیل ڈیوڈ... کرو نمبر ستائیکس.... پیلس ہو مل....!“

”شکریہ....!“

”مل.... لیکن.... اس کے بعد.... اس کے بعد تم کیا کرو گے...?“

”ظاہر ہے کہ تم چیزے قسمی آدی کو گزٹ میں تو بہانے سے رہا! یہی اس وقت کی اور اس سے پہلے کی ہماری گفتگو ریکارڈ ہو گئی ہے۔ شیپ کی ایک کاپی تمہیں بھی دوں گا!“

”کیا مطلب...?“

”میں اس ملک کا سب سے بڑا بیک میلر ہوں!“

”ہوں....!“ وہ نتھے چلا کر غریباً۔ ”تم اس کا کیا بکار سکو گے جو زندہ ہی نہ رہتا چاہتا ہو!“

”میں تمہیں زندہ رہنے پر بجور کر سکتا ہوں!“

”اچھی بات ہے....!“ وہ اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں مرنا چاہتا ہوں تو پھر چوہوں کی طرح کیوں مر دوں....!“

پھر وہ مکاتان کر عمران کی طرف بڑھا ہی تھا کہ عمران کی زبان سے ”لو بوب“ لکھا۔

مقابل اس طرح لاکھڑا کر پیچھے ہٹا چیسے یہ لفظ گونے کی طرح خود اس کے جیڑے پر پڑا ہوا پھر بے سانگکی میں اس کے منہ سے بھی ”لی لی“ پھسل گیا۔

”تم نے اس مہمل لفظ کو مکمل کر دیا! شکریہ!“ عمران نے بے حد فرم لجھ میں کہا۔

مقابل دیولہ سے لاکھڑا ہاپ رہا تھا اور اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں۔

(دوسری حصہ)

عمران سیریز نمبر 45

سر رنگا شعلہ

## پیشہ رس

بہر حال! انہیں سب باتوں کے پیش نظر میں نے احتیاط بر تا  
ہی مناسب سمجھا ورنہ سمیت سماٹ کر یہ کہانی اس جلد میں بھی پوری  
ہو سکتی تھی۔

خاص نمبر میں یہ یقینی طور پر ختم ہو جائے گی اور اسے آپ  
بالکل ”اپنی خاص الخاص“ پسند کے مطابق پائیں گے۔

ایک بات اور۔ اس دوران میں مجھے مشرقی پاکستان سے ایک خط  
موصول ہوا تھا جس میں بہت زیادہ پریشانی کے اظہار کے ساتھ  
میری خیریت دریافت کی گئی! ہو سکتا ہے تین ماہ تک کوئی نئی کتاب نہ  
آنے کی بناء پر یہ فرض کر لیا گیا ہو کہ میں سفر آخرت پر روانہ ہو چکا  
ہوں۔

بھی افواہوں پر کافی نہ دھریے۔ اب میں اتنا غیر معروف  
آدمی بھی نہیں ہوں کہ اخبارات میری موت کی خبر بھی چھاپنا پسند  
نہ کریں۔

ابن صفحہ

”سر نگا شعلہ“ ملاحظہ فرمائیے۔ سلسلے کی کتاب تھی اس لئے  
کوشش یہی تھی کہ تاخیر نہ ہونے پائے۔ بہر حال کہانی کی طوالت ہی  
کی بناء پر میں خود بھی اسے دھھوں پر مشتمل سمجھتا رہا تھا لیکن اسے  
کیا کیا کیا جائے کہ بات سے بات نکل، ہی آئی..... ویسے یقین سمجھے کہ  
جتنی پھرتی سے یہ ناول پیش کیا جا رہا ہے ویسی ہی تیزی آپ کو خاص  
نمبر کی اشاعت کے سلسلے میں بھی نظر آئے گی۔

میں جانتا ہوں کہ آپ ایک بار پھر مجھ پر خنا ہوں گے لیکن  
آپ ہی بتائیے دشواری یہ تھی کہ سر نگا شعلہ کی قیمت کا اعلان پہلے  
ہی کیا جا چکا تھا۔ ورنہ میں اس کتاب کو زیادہ تخفیم بنا کر پیش کرتا اور  
بات نہیں ختم ہو جاتی۔

بہر حال ایک بار اور خنا ہو سمجھے! زندگی ہے تو آئندہ بھی اکثر  
خنا ہوتے رہئے گا۔ بعض کہانیاں پھیل ہی جاتی ہیں کم صفات میں  
سمیئنے کی کوشش کی جاتی ہے تو حشر وہی ہوتا ہے جو ”بلی چیختی ہے“ کا  
ہوا تھا! اس کتاب کی اشاعت کے بعد لا تعداد خطوط موصول ہوئے  
تھے کہ میں نے اس کہانی کو ایک ہی جلد میں ختم کر کے زیادتی کی ہے  
اور اختصار کی بناء پر کہانی کوئی خاص اثر ذہن پر نہیں چھوڑتی۔

”میں تم سے خائف نہیں ہوں سمجھے! میں نے تمہارے سامنے اپنی حماقت کا اعتراف کیا ہے  
ایسا کے بعد تم نے مجھے جتیا کہ تم بھی اسی تنظیم سے تعلق رکھتے ہو۔!  
”یہ غلط فہمی تھیں کیونکہ ہوئی کہ میں بھی اس تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں۔!  
”لیا ہم نے کچھ دیر پہلے شناختی کوڈورڈ کا تبادلہ نہیں کیا تھا۔....?  
عمران نے ایک بلند آہنگ قہقهہ لگایا اور دیر تک ہنستارہ۔  
”کیوں میرا منظکہ اڑا رہے ہو....!“ ڈیوڈ بھجنھلا کر بولا۔  
”تھہاری اس منظکہ غیر غلط فہمی پر ہنس رہا ہوں۔۔۔ ارے میرے دوست تمہارے کوڈورڈ  
کے متعلق میری معلومات و سیغت ہیں۔ ہو سکتا ہے تم خود اس سے واقف نہ ہو کہ کس مقصد کے  
لئے کام کر رہے ہو لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں۔!  
”تو تم.... یعنی کہ.... تم ان مہمل الفاظ کو اسی حیثیت سے جانتے تھے۔!  
”بالکل....!  
”تو اس کا مطلب ہے کہ یہاں کے بلیک میلرز پولیس سے زیادہ چالاک ہیں۔!  
”پولیس تو میری جیب میں پڑی رہتی ہے۔!  
”تو تم یو نہیں تمہارے پیچھے لگے رہے تھے۔!  
”یقیناً....!  
ڈیوڈ فوری طور پر کچھ نہ بولا۔ عمران اسے ایسی نظریوں سے دیکھ رہا تھا جیسے تو نئے کی  
اٹش کر رہا ہو۔!

”ٹائیم نے یہ بھی کہا تھا کہ تم پولیس کے خلاف بھی کام کرتے ہو۔!“ ڈیوڈ نے کچھ دیر بعد  
گھر لئی آواز میں میں کہا۔

” بعض اوقات.... جب پولیس سے کسی فائدے کی امید نہ ہو۔!  
”تمارے لئے وہ تار اور لفافہ بہت اہم ہے۔!  
” ہو سکتا ہے....?  
” تو پھر اس کی تلاش میں ہماری مدد کر سکو گے....?  
” یہ بھی ممکن ہے۔!

عمران کا شکار ایک بار پھر بے ہوش ہو چکا تھا۔ وہ اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر ساؤنڈ پروف  
گرے سے باہر آگیا۔  
بلیک زیرو کو آپریشن روم میں طلب کر کے اسے ناموں اور پتوں والی لست دیتے ہوئے کہا  
” ہمارے اس مہمان کا نام نویل ڈیوڈ ہے۔ لست میں جس نام کے نیچے نشان ہے اس پر خاص لٹر  
پر نظر رکھنی ہے اور اسے بھی ذہن میں رکھو یہ کیس فیاض کے لمحے کا نہیں۔۔۔ اس کا تعلق  
فیصلہ ہم سے ہے۔!  
” میں نہیں سمجھا جناب....!  
” میا نہیں سمجھے۔!  
” ہم سے کس طرح تعلق ہے۔....?  
” یہ کبی دوسرے ملک کی سرگرمیاں ہیں۔....!  
” ہوں.... اوں....!  
عمران مزید کچھ کہے بغیر پھر ساؤنڈ پروف کرے میں واپس آگیا۔ ڈیوڈ اب بھی صوف پر پڑا  
تھا۔ آنکھیں بند۔ تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔  
عمران نے اسکے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیے۔ تین چار منٹ بعد وہ ہوش میں آگیا  
” میں بڑی نقاہت محسوس کر رہا ہوں۔ تھوڑی سی بران۔۔۔ برانڈی۔۔۔ اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔  
وہ نجیف آواز میں کراہنے لگا۔  
” بھی مل جائے گی۔!“ عمران اس کا شانہ تھپکا کر بولا۔

”تو پھر شاید میں تمہارے لئے کوئی برا برنس مہیا کر سکوں۔!“

عمران پچھے نہ بولا۔ لیکن ڈیوڈ فٹا عجیب سے لجھے میں بولا۔ ”میں یہ کیا کواس کر رہا ہوں جو ضرورت ہی کیا ہے اس معاملے میں پڑنے کی۔ میں تو مرنا چاہتا ہوں۔!“

”شادی ہو چکی ہے تمہاری....؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں....؟“ اس نے تھیر انداز میں جواب دیا۔

”تب تو پھر تمہیں زندہ رہنا چاہئے۔!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”ایک عورت کے مراجانے سے اتنے نرس ہو گئے ہو....! مجھے دیکھو ہر سال تن بار عورتیں مار دیتا ہوں۔!“

”کیسے....؟“

”ان سے شادی کی درخواست کرتا ہوں اور وہ خود کشی کر لیتی ہیں....!“

”خود کشی کیوں کر لیتی ہیں۔!“

”میرے ساتھ زندہ رہنے سے موت انہیں آسان نظر آتی ہے۔!“

”تمہاری باتمیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔!“

”خیر سے چھوڑو.... دار الحکومت کے اس آدمی کا پچھا اتنا پتہ بتاؤ جس کے لئے وہ لفاذ جانے والی تھی۔!“

”مجھے کیا معلوم اس کا پتہ....!“

”کیوں.... کیا تم نے ہی اس کے لئے ہدایت نامہ مرتب نہیں کیا تھا....؟“

”قطعنی کیا تھا....! لیکن اسے ڈھونڈنکارنے کا طریق کارا بیا نہیں تھا جس سے اس کے پتے پر روشنی پڑ سکتی۔ اسے تو ایک تقریب میں شرکت کرنی تھی دیہیں وہ شناختی کوڈ و رذہ ذریعے اسے ڈھونڈنکارنے کے حوالے کر کے بیباں واپس آ جاتی۔!“

”تقریب.... کب اور کہاں منعقد ہو گی۔!“

”وقت گزر چکا.... تقریب ہو چکی ہو گی.... کئی دن پہلے۔!“

”اچھا انپی کر پنڈگرانی کے متعلق کچھ بتاؤ۔!“

”تم ابھی کہہ رہے تھے کہ ہمارے کوڈ و رذہ کے متعلق کچھ بتاؤ۔!“

ڈیوڈ نے طفریہ لجھے میں کہا۔

”وہ تو محض بلف تھا.... البتہ لو بولے.... لی لا.... کا علم کسی طرح ہو گیا تھا۔!“

”تم ہماری کر پنڈگرانی کے بارے میں کچھ معلوم کر کے کیا کرو گے۔ اگر ہمارے لئے کوئی کام بر انجام دینا چاہا ہو تو معقول معاوضے پر تمہاری خدمات حاصل کرنی جائیں گی۔!“

”چلو یہی سکی....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”آج کل مالی مشکلات میں مبتلا ہوں۔!“

ڈیوڈ کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں سے گہرا لھکر جھاکن رہا تھا۔ ایک بار پھر عمران کو اس کے چہرے پر ایسے تاثرات دکھائی دیئے جیسے کچھ دیر پہلے نظر آئے تھے جب اس نے مراجانے کی خواہ ظاہر کی تھی۔



رافیہ سوناف جوزف سے کہہ رہی تھی۔

”تمہارا باس عجیب ہے۔ انه جانے اس میں کوئی خاص بات محسوس کرتی ہوں جو ہر آدمی میں نہیں ہوتی۔!“

”میں بھی محسوس کرتا ہوں مادام....!“ جوزف نے پر اعتماد لجھے میں کہا۔

”دریغہ معاش کیا ہے....؟“

”دریغہ معاش....؟“ جوزف اس کی طرف دیکھے بغیر سر ہلا کر بڑا لیا۔ ”میں نے معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔!“

”میا مطلب....؟ تو گویا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ تمہارا باس کرتا کیا ہے۔!“

”نہیں مادام.... میں تو صرف اس پر نظر رکھتا ہوں کہ مجھے کیا کرتا ہے۔!“

”تم سب ہی عجیب ہو!“ رافیہ مسکرائی۔ ”میں دیکھ رہی ہوں کہ تم نے مجھ سے اس عمارت کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی جہاں تمہارے بارے میں پوچھ گچھ کی گئی تھی۔!“

”باس.... اگر اسے پسند کرتے تو اس کے لئے مجھے فون پر ہدایت مل جاتی۔!“

”یہ معاملہ ایسا تو نہیں تھا کہ تمہیں ہدایت کی ضرورت ہوتی۔!“

”بالکل ضرورت ہے مادام.... میرے بارے کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ ایک بار میں نے ایک جگہ سے میں اپنی مرضی سے انکا ہاتھ بٹانا چاہا تھا۔ میں اٹ پڑے اور مجھے ہی ٹھوک پیٹ کر رکھ دیا۔!“

”میں یا تم نہیں جانتے کہ وہ لوگ کیوں اس کے دشمن ہو گئے ہیں۔“  
 ”میں کچھ بھی نہیں جانتا مادام....!“ جوزف نے ایسے لمحے میں کہا جیسے اب اس موضوع پر  
 مزید گفتگو سے پچنا چاہتا ہو۔  
 کچھ دیر خاموشی رہی تھی۔ پھر رافیہ واپسی کے لئے انھی تھی۔

اس ملک میں یہ پہلے غیر متعلق لوگ تھے جن سے اس کی جان پہچان ہوئی تھی اور ان سے  
 رسم و راہ بڑھانے کا مشورہ روح کی طرف سے ملا تھا۔ وہ اس روح کے بارے میں بھی اکثر بحث  
 اور گھسنوں اس کا ذہن سریت کے دھنڈکوں میں ڈوبتا رہتا۔ کبھی کبھی تو اس کو اپنی اس محیت سے  
 خوف بھی محسوس ہونے لگا۔ پتہ نہیں کب اور کہاں اس روح کا خیال آئے اور اس کا ذہن اسی میں  
 غلطیاں پیچاں ہو کر اسے جسمانی طور پر کسی بڑی غلطی کا سر تکب بنا دے۔  
 عمران کے فلیٹ سے نکل کر وہ سڑک کے کنارے رکی۔ وہ پدرہ منت گزر گئے لیکن کوئی  
 خالی ٹیکسی نہ دکھائی دی۔ اس نے سوچا کچھ دور پیدل ہی کہی اگلے چڑھاتے پر ٹیکسی ضرور ملے گی۔  
 اس وقت وہ اسکرت اور بلاوز میں تھی۔ روح کے مخصوص کمرے والا لباس وہیں چھوڑا آئی  
 تھی۔ پہلی پار جب وہ عمران کے فلیٹ میں داخل ہوئی تھی تو اس کے جسم پر وہی لباس تھا اور وہ اس  
 کے متعلق سخت الجھن میں بتلا رہی تھی مجبوری تھی۔ پروفیسر نے اس سے کہا تھا کہ وہ اسی لباس  
 میں عمران سے ملے۔ لیکن آج اس نے خود ہی پروفیسر سے کہا تھا کہ وہ اس بیست کذائی میں باہر  
 نہیں نکل سکتی۔ اسے معمولی لباس استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ پروفیسر نے اس کے  
 برخلاف اصرار نہیں کیا تھا۔

وہ چورا ہے پر پہنچ کر رک گئی۔ سوچ رہی تھی پتہ نہیں کتنی دیر بعد ٹیکسی ملے پروفیسر کے پاس  
 اس نے ابھی تک کوئی گاڑی نہیں دیکھی تھی۔ اور اس سے اس کے متعلق کچھ پوچھا بھی نہیں تھا۔  
 اچھی طرح جانتی تھی کہ پروفیسر کسی ایک جگہ جم کر نہیں رہ سکتا۔ کچھ دن اس ملک کے چند بڑے  
 شہروں میں قیام کر کے بزنس کرے گا پھر پہنچ نہیں کہاں جانا پڑے لہذا مستقل طور پر گاڑی رکھنا  
 سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن اس وقت وہ کیا کرے وہ دوسرے کسی ٹیکسی کا پتہ نہیں تھا۔ اگر کوئی نظر بھی آتی تو غالبا  
 نہ ہوتی۔ دفعتاً ایک شکستہ حال پچھے اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس کے ہاتھ میں باداں رنگ

اک لفافہ تھا جسے وہ رافیہ کے ہاتھ میں تھما کر آگے دوڑتا چلا گیا۔ رافیہ اس حرکت پر ہکا بکارہ  
 عنی تھی کبھی لفافے کی طرف دیکھتی اور کبھی دور ہوتے ہوئے لڑکے کی طرف۔ نہ وہ اس کے پیچے  
 جا سکی اور نہ آواز دے سکی۔

پھر اسے لفافے ہی کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا پڑا۔ اس پر انگریزی میں ”براءے  
 سکریٹری پروفیسر اوٹو دیلائی...!“ تاہمپ کیا ہوا تھا۔

لفافہ سل کیا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ لفافے کو نہیں کھول ڈالے یا اسی  
 حالت میں ساتھ لے جائے۔

یہاں اسے کون جانتا تھا۔؟ سیاہ قام جوزف یا اس کے مالک کے علاوہ اور کون شناسا تھا جو اس  
 طرح.... دفعتاً وہ چونک پڑی وہ لوگ بھی تو اسے جانتے ہیں جنہوں نے جوزف کے مالک کے  
 بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔ لیکن کیوں....؟ اب وہ کیا  
 چاہتے ہیں اس الجھن نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ اسے گرد و پیش کا احساس ہی نہ رہا۔ یہ بھی  
 بھول گئی کہ یہاں کیوں رکی تھی۔

کچھ دیر بعد جب قریب سے گزرنے والے ایک ٹرک کے طویل ہارن کی آواز سے ہوش  
 ملے آئی تو اس نے اس طرح پٹشا کر چاروں طرف دیکھا جیسے کچھ دیر قبل میہن کھڑے  
 کھڑے سوتی رہی ہو....!

ٹھیک اسی وقت ایک خالی ٹیکسی بھی نظر آئی۔ رافیہ نے ہاتھ اٹھا کر رکنے کا اشارہ کیا۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے ڈرائیور سے ماذل کالوںی چلنے کو کہا تھا اور پھر اس لفافے کو  
 اٹھا پٹ کر دیکھنے لگی تھی۔

بالآخر لفافہ چاک ہوا۔ اور اس میں سے سور و پے کے دس نوٹ برآمد ہوئے ان کے  
 ساتھ ایک خط بھی تھا۔ انگریزی تاہمپ میں مضمون تھا۔

”محترمہم آپ کے مختار ہیں اس اطلاع کے سلسلے میں جو آپ نے عمران سے متعلق ہیں ہم  
 پہنچاں ہیں۔ یہ ایک ہزار روپے کی حقیر رقم قبول فرمائیے۔ اس قسم کی مزید آمنی کے امکانات ہر  
 وقت موجود ہیں گے اگر آپ نے اس وقت عمران کو اس فلیٹ میں دیکھا ہو تو اسی لفافے کی پشت پر  
 مرفہ ہاں یا نہیں لکھ کر جاں بھی آپ گاڑی سے اتریں ٹرک کے کنارے پر ڈال دیں۔ شکریہ!“

رافیہ نے خط اور نوٹ اسی لفافہ میں رکھ دیئے اور خلا ہونٹ دانتوں میں دبائے بیٹھی رہی۔ پھر ویلانی کی کوئی تھی کے چھانک ہی پر تیکی رکاوی تھی۔ لیکن خط کی ہدایات پر عمل نہ کرنے ہوئے لفافے کو بغل میں دبائے ہوئے کپاٹ میں داخل ہو گئی۔ اوٹو ویلانی اس وقت نشست کر کرے میں موجود تھا۔ رافیہ نے کچھ کہے بغیر وہ لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ کیا ہے؟“ ویلانی نے تھیڑاں لپجھ میں پوچھا۔  
”دیکھئے...!“ رافیہ کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

ویلانی نے لفافے کو بیمز پر الٹ دیا اور پھر خط پڑھتا رہا اس کی بھنویں تھی جاری تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے اس پر شدت سے غصہ آرہا ہو۔!

دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وہ سارے نوٹ اور خط ریزہ کر دیئے۔

”تو لیل...!“ وہ غرتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”ہمیں کیا سمجھتے ہیں؟“

”اس پیچارے کو ان لوگوں نے اس درج خوف زدہ کر دیا ہے کہ اسے روپوش ہو جانا پڑا۔“

رافیہ نے کہا۔

ویلانی کچھ نہ بولا۔ اس کے ہونٹ کھینچنے ہوئے تھے۔

رافیہ کہتی رہی۔ ”وہ اس وقت فلیٹ میں موجود نہیں تھا۔ میرے سامنے ہی نیکرو نے فون پر اس کی کال ریسیو کی تھی۔ نیکرو نے اسے وہاں میری موجودگی کی اطلاع دی میں نے نیکرو سے کہا کہ وہ اس سے گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ بہر حال میں نے اسے بتا دیا ہے کہ کچھ لوگوں نے مجھ سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہی تھیں۔!“

”تم نے اچھا کیا؟“ ویلانی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”آپ نے یہ نوٹ کیوں چھاڑ دیئے...؟“

”نیا پاک پیسہ تھا...!“ ویلانی نے جھلا کر کہا۔

رافیہ کچھ نہ بولی! تھوڑی دیر بعد ویلانی بولا۔

”تم روح سے درخواست کرو کہ انہیں سزا دے۔!“

”اس سے کیا ہو گا...؟“

”تمہاری توین کی طرح بھی برداشت نہیں کی جا سکتی۔ ایک غلط کام کے لئے انہوں نے

نہیں پہنچے کالا جغ دلانے کی کوشش کی تھی۔ ذہل کتے کہیں کے۔!“ پھر وہ اسی طرح بڑھا تارہ اور رانی پاس تبدیل کرنے کے کمرے میں چلی آئی۔

ذہم مصری می کی قد آدم تصویر پر نظر پڑتے ہی اس نے سوچا کہ اسے بچ جو روح سے درخواست کرنی چاہئے کہ وہ عمران کے دشمنوں کو سزادے۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکی تھی کہ کر کے کی فضاسر گوشی سے گونج آئی۔  
”ایام کچھ کہنا چاہتی ہو....!“

”ہاں... اے... مقدس روح...“ بے اختیار اس کی زبان سے نکلا۔ ”ان بد بختوں کو سزا لئی چاہئے جو مجھے ایک غلط کام پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں۔!“

”صرف ایک گھنٹہ انتظار کرلو... اس کا ذمہ دار جلد ہی تمہارے قدموں پر ہو گا۔“ رافیہ نے کوئی کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے لیکن اچانک چھا جانے والی خاموشی جیسے خود اس کی آواز پر بھی ماری ہو گئی تھی۔

وہ کچھ بھی نہ بول سکی۔ چند لمحے اسی طرح کھڑی رہی۔ پھر میز کے سامنے جا بیٹھی۔ خطوط کا ابڑاں کا منتظر تھا۔

کچھ در بعد ناپ رائٹر کی آواز کرے میں گوئی بخوبی گئی۔

کام میں مصروف ہو جانے کے بعد رافیہ کو وقت کا احساس نہیں رہ جاتا تھا۔

آن بھی سی ہوا... ناپ رائٹر کی کھٹ کھٹ میں اس کا ذہن ڈوب کر گردو بیش سے بے خبر ہوا گیا۔

پھر وہ ذور نیل کی تیز آواز ہی تھی جس نے اسے اس محیت سے نکال کر جھنجلاہٹ میں بٹا کر دیا۔ کوئی پے در پے گھنٹی بجائے جارہا تھا۔

”کون ہو سکتا ہے؟“ اس نے سوچا بھی تک جوزف کے علاوہ تو اور کوئی یہاں آیا نہیں تھا۔

بہر حال کوئی بھی ہو جھنجلاہٹ اپنی جگہ پر تھی۔ وہ طوعاً و کرہاً بھی اور صدر دروازے تک آئی۔ لیکن... یہ کون تھا...؟ صورت کچھ جانی پہچانی تھی۔ بہر چند کہ اس وقت بگڑ کر رہ گئی۔ لیکن بہر حال پیچان لی گئی... یہ تو وہی سفید قام غیر ملکی تھا جس نے عمران کے بارے میں

الا سے پوچھ گچھ کی تھی۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے بیالا پبلود بار کھا تھا اور چہرے پر کسی اندر ونی اذیت کے آثار تھے  
”پروفیسر.... میں پروفیسر سے ملتا چاہتا ہوں۔!“ وہ کہا۔  
”پروفیسر موجود نہیں ہیں۔!“ رافیہ نے سرد لبجھ میں کہا۔  
”میں مر رہا ہوں....!“

”کیوں....؟ تمہیں کیا ہوا ہے۔!“

”زیادہ دیر کھڑا نہیں رہ سکتا۔.... مجھ پر رحم کرو۔!“

رافیہ نے برآمدے میں پڑی ہوئی آرام کر سی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”بیٹھ جاؤ۔!“  
وہ اسی طرح بیالا پبلود بائے ہوئے آرام کر سی میں ڈھیر ہو گیا۔۔۔ گھری گھری سانسیں۔  
رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے دم گھٹ رہا ہو۔

”تمہیں کیا اٹکلیف ہے....!“ رافیہ نے کسی قدر نرم لبجھ میں پوچھا۔

”مم.... میں نہیں جانتا۔۔۔ بیان نہیں کر سکتا۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔۔۔ یہ بھی نہیں۔  
جانتا کہ بیہاں کیوں آیا ہوں۔!“

رافیہ کچھ نہ بولی۔ وہ روح کی سرگوشی کے متعلق سوچ رہی تھی۔

یہ وہی شخص تھا جس نے اس سے زبردستی عمران کے بارے میں معلومات حاصل کی  
تھیں۔ روح نے کچھ دیر قبل اسے بتایا تھا کہ وہ ایک گھنٹے کے اندر اندر اس کے قدموں پر ہوگا  
اب نہ کیا کرے۔ آخزو دیر بیہاں کیوں آیا ہے۔۔۔؟

”پروفیسر سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔!“ رافیہ نے کچھ دیر بعد کہا۔

”تب پھر مجھے مرجانے دو۔۔۔ میرا خیال تھا کہ اوٹو یا لیانی میرے لئے کچھ کر سکے گا۔ اکام  
یہی تاکہ گا کہ میں اچانک کس مرض میں بیٹلا ہو گیا ہوں۔!“

”وہ کیا بتا سکیں گے۔۔۔ تم کسی ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔۔۔!“

”پہلے ڈاکٹر ہی کے پاس گیا تھا لیکن وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔!  
رافیہ چند لمحے اسے گھوڑتی رہی پھر بولی۔ ”توکان کھوں کر سنو۔۔۔ تم نے میری توہین کی  
اس کی سزا بھگت رہے ہو۔۔۔! اس دن زبردستی مجھ سے معلومات حاصل کیں اور آج وہ لفاذ۔  
”وہ تو اظہارِ تشكیر کے طور پر۔۔۔!“

”خاموش رہو۔۔۔ پروفیسر نے وہ سارے فوٹ چیر پھاڑ کر پھینک دیے۔!“ وہ کچھ نہ بولا۔  
رافیہ کہتی رہی۔ ”تمہیں جرأت کیے ہوئی تھی۔۔۔ کیا سمجھے تھے تم۔۔۔!“  
”تمہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔!“ راہداری سے پروفیسر کی غرائی ہوئی آواز آئی۔ ”سموتاف  
اے اندر کاؤ۔!“

رافیہ چونک کر مڑی تھی لیکن اُسے پروفیسر دکھائی نہ دیا۔ وہ عجیب طرح کی اعصابی کشیدگی  
غلوس کر رہی تھی۔ خود اس سے مزید کچھ نہ کہہ سکی اور ایک بار پھر مڑ کر راہداری کی طرف دیکھا۔  
لیکن پھر پروفیسر کی آواز نہ سنائی دی۔

”تم نے سنا۔۔۔!“ وہ بالآخر اس سے مخاطب ہوئی۔  
سفید قام اجنبی نے کراہتے ہوئے کہا۔ ”ذرائعہ وہ۔۔۔ میں خود پر قابو پالوں فوری طور پر  
کری سے نہ اٹھ سکوں گا۔!“

رافیہ کو پہلے اس پر غصہ آیا تھا۔۔۔ اور اب وہ خوف زدہ تھی۔۔۔ اس کے لئے تشویش میں  
جلما ہو گئی تھی اب اس کا کیا حشر ہو گا۔ پروفیسر کی خوف ناک آنکھیں کچھ اور زیادہ خوف ناک اور  
جنہے انقاوم کی تفسیر بن کر اس کے ذہن میں ابھر رہی تھی۔

پڑھنے کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سفید قام اجنبی اندر نہ جائے۔  
لیکن کچھ دیر بعد وہ خود ہی اٹھا اور لڑکھراتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ رافیہ راستہ  
تائے کے لئے تیزی سے جھپٹی۔

وہ راہداری سے گزر رہی رہے تھے کہ عمارت کے کسی دور افتادہ حصے سے پروفیسر کی آواز آئی۔  
”اے بیہاں لاؤ۔!“

رافیہ نے اب اس نیم تاریک کرے کی طرف اس کی رہنمائی کی جہاں کچھ دن پہلے عمران کو  
لے گئی تھی۔

”سموتاف۔۔۔! اب تم جاؤ۔۔۔!“ پروفیسر کی آواز آئی۔

اور وہ اس نیم تاریک کرے سے باہر آگئی۔

خخت لجھن میں تھی۔ پڑھنے اس کا کیا حشر ہو۔۔۔!

وہ کچھ لوگوں سے نفرت کر سکتی تھی لیکن وہ یہ گوار نہیں کر سکتی تھی کہ انہیں کوئی گزند پہنچے۔!

”میں کسی کو معاف نہیں کرتا۔ آخر اس نے اپنے بھڑے پٹانے کے لئے تمہیں کیوں آکر  
بنا جائیا تھا!“  
رانی کسی گھری سوچ میں ڈوب گئی۔

عمران نے آپریشن روم میں بیٹھے بیٹھے ساتویں اطلاع بھی وصول کی اور آخر کار نہ اسامنے  
بیٹھے ہوئے اٹھ گیا۔

ڈیڑا باب بھی ساؤٹر پروف کرنے ہی میں بند تھا۔ ایک بار پھر اسے عمران کا سامنا کرتا پڑا۔  
”تمہارے وہ ساتوں دوست ان چوں پر نہیں مل سکے!“ عمران اس سے کہہ رہا تھا۔ ”میرے  
آریوں کو یہ پہنچائی ہوئی اطلاعات کے مطابق انہوں نے آج ہی ان رہائش گاہوں کو چھوڑا ہے!“  
”تب تو پھر....!“ ڈیڑا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا لیکن جملہ پورانہ کر سکا۔

عمران غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

”تب تو بہتر ہے کہ میں تمہاری ہی قید میں رہوں!“ ڈیڑا نے تھوڑی دیر بعد کہا۔  
”کیوں....!“

”ونجھ زندہ چھوڑیں گے۔!“

”اوہ....! لیکن اس اسکیم کا کیا ہو گا جس کے تحت میں تم لوگوں کو مدد دینے والا تھا!“  
اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ کچھ بھی نہیں ہو سکتا میں ان کی غلط فہمی کسی طرح بھی رفع نہ  
کر سکوں گا!“  
”کیا مطلب....!“

”میرے اس طرح غائب ہو جانے سے انہوں نے یقیناً کسی قسم کا خطہ محوس کیا ہو گا تب ہی  
آنہارہائش گاہوں کو چھوڑ گئے۔“

”خیر.... خیر.... لیکن تم ان کے پیشوں سے تو واقف ہی ہو گے!“  
”ہرگز نہیں.... وہ بھی میرے پیشے سے واقف نہیں تھے۔“

”یا تمہیں ایسی کوئی پدایتی می تھی جس کے تحت تم کسی کو اپنے پیشے سے آگاہ نہ کرو!“  
”صرف اتنی کہ کسی اجنبی کو اپنے بارے میں کچھ نہ بتائیں۔ دراصل ہم آٹھوں ایک کلب کے

شاید میں منٹ بعد وہ اس کرے سے باہر آیا تھا.... رافی نے اس کے چہرے پر ٹھنڈی  
دیکھی۔ تن کر چل رہا تھا۔ چال میں لڑکھڑاہٹ بھی نہیں تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر ایک سیاہ  
داغ نظر آ رہا تھا.... چھوکی ٹھکل کا حسن نے ڈنگ اٹھا کر کھا ہو۔  
انداز ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس داغ سے باخبر ہے۔  
رافیہ ساکت و صامت کھڑی رہی اور وہ اٹھاہٹ ٹھنڈر کے طور پر کچھ کہتا ہوا اسکے قریب سے گزر گیا۔  
وہ دیہی کھڑی رہی کچھ دیر بعد پروفیسر بھی اسی دروازے سے برآمد ہوا اس کے ہونٹوں پر  
سفاک سی مکراہٹ تھی۔

”کچھ دیکھا تھا نے....؟“ اس نے رافیہ سے پوچھا۔  
رافیہ سوالیہ انداز میں اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔  
”وہ اس کا لے چھو سے بے خبر ہے!“  
”میں نہیں سمجھی!“

”میا تم نے اس کا چہرہ غور سے نہیں دیکھا تھا!“  
”جی ہاں.... میں نے دیکھا تھا۔ شاید آپ سے اس کی پیشانی کے داغ کے بارے میں کہہ  
رہے ہیں جو کرے میں داخل ہونے سے پہلے نہیں تھا!“

”ہمیں بات ہے....!“ پروفیسر مکرایا۔ ”وہ بھی کیا یاد کرے گا!“  
”میں نہیں سمجھی!“

”سزا کے طور پر....! اسے پیشانی سے ہٹانے کا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں کہ اتنی  
کھال ہی نکال دی جائے....؟“

”مگر کیوں....؟“ رافیہ مضطربانہ انداز میں بولی۔  
”میری مرضی۔“ پروفیسر غیریا۔ ”اپنے مقابل آنے والوں کو میں ایسی ہی سزا دیتا ہوں!“  
”لیکن وہ تو بہت خوش نظر آ رہا تھا....؟“

”اس کی وہ تکلیف میں نے رفع کر دی تھی جس میں بتلا ہو کر یہاں آیا تھا۔ سزا کا علم اس وقت  
تک نہیں ہو گا جب تک کہ وہ خود آئینہ نہ دیکھے یا کوئی اس کی طرف توجہ نہ دلائے!“

”لیکن آپ نے ایسا کیا ہی کیوں....؟“

نہیں کے درمیان قدبائی خفت تین ایجھی... اچھی صحت اور دل کش خدو خال رکھتی ہے۔ بلا شہبہ پیغمبرت کی جا سکتی ہے۔ ہمارے کلچر کا مطالعہ اور مصوری کے مختلف ادوار کے بارے میں مواد پیغمبرتی ہے۔ آج کل مغل طرز کی مصوری کی استثنی کروہی ہے۔ اینہے بلڈنگ ہی میں بڑنس ہے اور قیام بھی ہے، بہت سو شل بھی واقع ہوئی ہے۔ مقامی آرٹسٹ یا آرٹ کے طالب علم پیغمبرت کے سکریٹری کے توسط سے اس تک پہنچ سکتے ہیں!

”کلب کے بارے میں کیا معلومات حاصل ہوئیں!“ عمران نے پوچھا۔

”یہ عموماً غیر ملکیوں کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن مقامی لوگوں کو بھی ممبر شب دی جا سکتی ہے۔ بڑی طیکہ وہ مس فرمام کے معیار پر پورے اتریں۔ شاید اسی لئے مقامی ممبروں کی تعداد تین آگے نہیں بڑھ سکی۔“

”غیر تم... کلچر سینٹر کے سکریٹری سے ایک تعارفی خط حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ مرزا نیجی کے نام جو مصوروں کے ایک قدیم خاندان کارکن ہے...!“

”میں سمجھ گیا... اچھی بات ہے ایک گھنٹے کے اندر اندر یہ بھی ہو جائیگا!“ بلیک زیر و نے کہا۔ اور پھر کلچر سینٹر کے سکریٹری کا تعارف نام وہ خود ہی لے کر دانش منزل میں داخل ہوا تھا۔ ”تم نے یہ بھی معلوم کر دیا ہو گا کہ وہ کس وقت سے کس وقت تک اجنیوں سے ملتی ہے؟“ ان نے بلیک زیر و سے پوچھا۔

”کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ مقامی آرٹسٹوں سے کسی وقت بھی مل سکتی ہے۔ بس کلچر سینٹر کے یونیورسٹی کے حوالے سے فون کرنا پڑے گا۔ وہ فوراً اطلب کر لے گی۔ کیا آپ خود ہی جائیں گے؟“

”ہوں...!“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اب مجھے ہی دیکھنا پڑے گا...! لیکن تم جوزف سے رابطہ قائم کر کے اس آدمی کے بارے میں چھان بین کرو جس نے پروفیسر اوٹو دیلانی کی سکریٹری سے مدرسے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہی تھیں!“



موریلی فرمام سوینڈن شہی...! خوبصورت بھی تھی اور صحت مند بھی اگر بڑی روشنی کے لامگوں بول کئی تھی اور اردو سیکھنے کی کوشش کروہی تھی۔ سوینڈن سے تجارتی نویعت کے پیغمبرت پر بیان آئی تھی... اور کئی سال سے بیان مقیم تھی۔ شفافی سرگرمیوں میں بھی اکثر

مجرتیہ زیادہ تر کلب ہی میں ہماری ملاقاتیں ہوتی تھیں!“

”کلب کے متعلق کچھ بتاؤ!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”کلب کا نام...“ فرینڈز اے براؤ“ ہے سرفراز روڈ پر۔ آئینہ بلڈنگ میں ایک سوینڈن عورت مس موریلی فرمام کلب کی مالکہ اور فنیجہ ہے!“

”تب تو میرا خیال ہے کہ وہ کلب بھی دہان سے غائب ہو گیا ہو گا!“ عمران نے اپنے سانہ اداہ میں کہا۔

”خداجانے...!“ ذیوڈ جھنپٹا کر بولا۔ ”میرا مستقبل تو تباہ ہو چکا!“

”ارے تم تو دیے بھی مر جانے پر تلے بیٹھے تھے!“

”میں غلطی پر تھا...!“ ذیوڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”اب میں نے اپنا فیصلہ بدلتا دیا وہ عورت احمد تھی جو اس طرح مر گئی۔ کل میں بے حد جذباتی ہو رہا تھا!“

”شباش....!“ اب تم نے کام کی باتیں شروع کی ہیں.... اچھا تو پھر اب تم بہیں قیام کرو...“ میں دیکھوں گا کہ میں ان لوگوں کو اپنا تعاون حاصل کرنے پر آمادہ کر سکتا ہوں یا نہیں!“

”سب کچھ جہنم میں جائے... کیا تم میرے لئے کوئی تیز قسم کی شراب مہیا نہیں کر سکو گے؟“

”ضرور... ضرور ابھی بھجواتا ہوں!“ عمران نے کہا اور پھر ساؤنڈ پر دف کر کے سے باہر گیا۔ وہ جانتا تھا کہ بلیک زیر و بھی رانا پیلس ہی میں موجود ہو گا۔ ان دونوں وہ وہیں سے سکٹ سروس کے دوسرے ممبروں کی کمائٹ کر رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے وہی ذیوڈ کے دوستوں کے متعلق معلومات فرمام کر کے عمران کو ٹرانس میٹر پر مطلع کرتا رہا تھا۔

عمران نے فون پر رانا پیلس سے رابطہ قائم کر کے بلیک زیر و کو پھر خاطب کیا اور ”فرینڈز اے براؤ“ کی مالکہ مس موریلی فرمام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ہدایات دیں۔

”اوہ دیکھو!“ اس نے ماڈ تھیں میں کہا۔ ”دو گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا!“ ”بہت بہتر جتاب....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ویش آں آں....!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

”پھر ٹھیک دو گھنٹے بعد ہی فون کی گھنٹی بھی تھی۔

بلیک زیر و پورٹ پیش کر رہا تھا!“ مس موریلی فرمام سوینڈن کی باشندہ ہے۔ عمر پیلس اور

انگریزی تھی میں ادا کیا تھا۔ ٹھوڑے توقف کے بعد پھر بولی۔ ”در اصل ابھی میں اردو سیکھ رہی ہوں روانی کے ساتھ نہیں بول سکتی!“

”اگر آپ روانی کے ساتھ بول سکتی ہو تو میں اٹھ کر بھاگ جاتا!“  
”آخر کیوں....؟ بڑی عجیب بات ہے!“

”میری زندگی ایک لامتناہی اکتاہت ہے بعض وقت مجھے شیم بیگ سے بھی نفرت ہو جاتی ہے!“  
”اوہ....!“ اس نے تشویش ظاہر کرنے کے لئے ہونٹ سکوڑے.... مرخ رنگ کا وہ دارہ دل کش بھی تھا تر غیب آفریں بھی۔  
”یقیناً آپ مجھے اپنی ہمدردی کا سخت سمجھ رہی ہوں گی۔ لیکن مجھے ہمدردوں سے بھی نفرت ہے!“  
”بڑی عجیب بات ہے!“

”ہمارے خاندان میں ہمیشہ سے عجیب باشی ہوتی آئی ہیں۔ خیر آپ یہ خط ملاحظہ فرمائیے.... جو کلپر سینٹر کے سکریٹری نے میرے بارے میں آپ کو تحریر کیا ہے!“  
وہ اس کے ہاتھ سے لفاف لے کر خط نکالنے لگی۔ عمران سر جھکاٹے بیٹھا رہا۔ وہ خط پڑھ پکنے کے بعد موریلی چند لمحے اسے غور سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”مغل آرٹ کے بارے میں میں ایک کتاب لکھ رہی ہوں۔ اس سلسلے میں آپ مجھے کیا مددے سکیں گے!“

”یکاً عرض کروں.... جبکہ میں صرف مغل ہی مغل ہوں آرٹسٹ قطعی نہیں ویسے میں تو آپ کو اپنے خاندان کے کچھ کارنامے دکھانا چاہتا ہوں!“

”ضرور.... ضرور....!“

عمران نے پینڈ بیگ سے مغل آرٹ کے کچھ نمونے نکالے۔  
موریلی انہیں دیکھتی رہی۔ انداز سے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی بچے کے ہاتھ ایسا کھلونا گا ہو جس کی آرزو سے عرصے سے رہی ہو کچھ دیر بعد وہ کیپاٹی ہوئی آواز میں بولی۔

”لیکن آپ انہیں فروخت کرنا پسند کریں گے....؟“

”اگر کوئی ان سے میرا پچھا چھڑا سکے تو میں خود ہی اسے اسکی منہ مانگی قیمت ادا کر سکتا ہوں!“  
”میں نہیں سمجھی!“

”مجھے یہ دیکھ کر سخت کوفت ہوتی ہے کہ ڈاٹھی دار مغل بھی اتنے آہو چشم اور نازک انداز

حصہ لیتی ہوئی دیکھی گئی تھی۔

عمران انہیں اطلاعات پر غور کرتا ہوا سر فراز روڈ طے کر رہا تھا۔ پچھلے چورا ہے پر نیکی بوجہ دی تھی وہاں سے پیدل ہی چل پڑا تھا۔ لیکن اسے ان لوگوں کی قطعی قفر نہیں تھی جو اس کی عالم میں تھے۔ کیونکہ وہ خود اس وقت میک اپ میں تھا۔ شاید قریب سے دیکھنے والے بھی نہ پہنچاں سکے کئی گھنٹے اس میک اپ میں صرف کئے تھے اور اب اسکیم کے مطابق داش منزل والیں نہیں جاتا تھا۔ اسی میک اپ میں اس نے اپنے لئے ایک متوسط درجہ کے ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لیا تو ایمن بلڈنگ کے سامنے پہنچ کر وہ رک گیا۔ صدر دروازے پر عین سائن ہورڈ کے پیچے ایک باوردی چپڑا اسی کھڑا نظر آیا۔

عمران نے آگے بڑھ کر اس سے کہا۔ ”مجھے وقت دیا گیا ہے مادام موریلی کو میری آمد اطلاع دے دو!“

”لیکن آپ مرزا شیم بیگ صاحب ہیں...؟“ اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔  
”ہاں میں ہی ہوں!“

”آئیے تشریف لائیے جناب....!“ وہ ایک طرف پہنچا ہوا بولا۔

عمران اس کے پیچھے چلے گا۔

وہ اسے اسی کرے میں لے آیا جہاں موریلی فراہم سے ملاقات ہونے والی تھی۔  
کرہہ سلیقے سے سحیاً کیا تھا۔ دیواروں پر آرٹ کے نادر نمونوں کی نقول موجود تھیں۔ اگر بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ ہائیں جانب والے دروازے سے وہ مسکراتی ہوئی برآمد ہوئی۔

”بیٹھئے.... بیٹھئے.... جناب....!“ میری طرف سے دلی شکریہ قبول فرمائیے اپنی تعریف آوری پر!“ اس نے اردو میں کہا لیکن صاف معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ دیر پہلے اس مٹلے کو کرنے کی مشق کرتی رہی ہو!“

”کوئی بات نہیں!....!“ عمران نے انگریزی میں گل افسانی شروع کی۔ ”مجھ میں تویی صدا برابر بھی نہیں ہے اس لئے میں اردو میں آپ سے گفتگو نہیں کر سکوں گا مجھے انگریزی بولنے کا شوق ہے۔ لیکن ایسے لوگ مجھے کم ہی ملتے ہیں جن کے ساتھ میں اپنایہ شوق پورا کر سکوں!“

”مجھے آپ نے ایک بہت بڑی دشواری سے بچا لیا!“ وہ مسکراتی۔ اس باریہ جملہ اس نے

ہوا کرتے تھے۔!

موریلی نہس پڑی۔

ہنسنے نہیں....!

” عمران وردناک لجھے میں بولا۔ ” اسی مسئلے پر غور کرتا کرتا میں بوڑھا ہو جاؤ گا۔ میرے پاس ایسی ہی درجنوں تصادیر اور بھی ہیں۔!

” وہ کب دھماں گے آپ۔!

” کل یاتا آؤں گا۔!

” عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ ” نہیں تو آپ رکھ ہی لجھے... یہ ذہنی بر کچھ تو بلکا ہو۔!

” بڑی عجیب بات ہے۔ بڑی عجیب بات ہے۔!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

” یقیناً یہ بات آپ کو عجیب لگ رہی ہو گی۔!“ عمران نے جلدی سے کہا۔ ” کیونکہ پلچر سینٹر کی سیکریٹری نے میر اقارب آرٹسٹ ہی کی حیثیت سے کرایا ہے۔!

” جی ہاں....!

” لیکن میر آرٹ ذہنوں میں محفوظ رہتا ہے.... کاغذ پر نہیں۔!

” میں بھر نہیں سمجھی.... آپ کی باتیں مشکل سے سمجھ میں آتی ہیں۔!

” میں سمجھائے دیتا ہوں....!“ عمران نے کہا اور پینڈ بیگ سے لوہے کے دو گولے نکالے.... وہ متھر انداز میں دونوں کو دیکھتی رہی۔

” عمران نے گولے فرش پر ڈال دیئے۔

” یہ کیا ہے....!“ موریلی نے پوچھا۔

” بس دیکھتی جائے....!“ عمران نے ان گولوں پر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ہر پیر کے نیچے ایک گولا تھا۔

اس نے پھر کہا۔ ” دیکھتی رہئے گا.... کہ میری ایڑیاں یا پنجے زمین سے تو نہیں لگتے۔ ” پھر موریلی شایدی چیخ جیر توں کے سندمریں غوطے کھانے لگی تھی۔ امحیت اس قدر بڑھی کہ فرش پر اکڑوں بیٹھ کر یہ دیکھنے کی کوشش کرنے لگی کہ گولوں پر چلتے وقت اس کے پیر زمین سے تو نہیں لگ رہے تھے۔

” عمران پورے کرے میں چکراتا پھر رہا تھا۔ کبھی دو کرسیوں کے درمیان سے نکلا کبھی میز کے

کچھ دیر بعد وہ گولوں سے اتر آیا۔

” ڈکلین جھکائے بغیر سے دیکھتی رہی بھر بولی۔ ” واقعی یہ آرٹ ایسا ہی ہے کہ عرصے تک بتوں سے چپکا رہے۔!

” لیکن آپ کو اس آرٹ سے دچپی کیوں ہونے لگی۔ خیر فکر نہ کیجھ کل میں بقیہ تصاویر بھی اپنے پہنچادوں گا۔!

” نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ نے بچھ مجھے متھر کر دیا ہے۔ کیا آپ اپنے اس فن کا ظاہرہ کرنا پسند کریں گے....؟“

” یہاں احقوں کے جنگل میں؟“ عمران نے تھیر آمیز حفارت کا اظہار کرتے ہوئے سوال کیا۔ ” آپ کو اپنے فن کی شایان شان دادلے گی۔ میرے کلب کے مبرذین اور ذی عزت ہیں۔!

” ہل ذینین آدمیوں کے محدود حلقة میں ممکن ہے۔!

” اور پھر آپ کی حیثیت پیشہ و رانہ بھی نہ ہو گی۔ سب سے پہلے میں آپ کو کلب کا باقاعدہ برمبناؤں گی۔!

” عمران کچھ نہ بولا۔ موریلی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ” اور یہ تصاویر بھی میں مفت نہیں لوں گا۔ آپ کو ان کی معقول قیمت طے گی۔!

” نہیں محترمہ ویسے اگر آپ کو اس پر اصرار رہی ہے تو وہ رقم کسی شیتم خانے کو بھجواد بجھے گا۔!“ اچک ہی کئی کتوں کے بیک وقت بھوکتے کی آواز آئی اور موریلی کی بھنوؤں میں تفر آمیز تاؤ پیدا ہو گیا۔

” اکڑیں زیادہ دور کی نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ یہ کتنے عدالت ہی کے کسی حصے میں بھوک رہے تھے۔ ” جنگلی....!“ وہ دانت پیس کر بڑھ رہا۔

” کیا مجھ سے کچھ فرمایا۔!“ عمران نے پوچھا۔ ” نہیں جتنا بھا۔!“ موریلی کا الجہ ناخوش گوار تھا۔

” کیا نیمری موجودگی گراں گزر رہی ہے۔!“ ” نہیں جتنا بھا....!“

عمران خاموش ہو گیا..... وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے بیٹھی رہی۔ پھر تھوڑی ری بوی۔ ”کسی کا احسان مند ہونا بہت رہا ہے!“

”یقیناً رہا ہے بشرطیکہ وہ احسان ہو!“  
”کیا مطلب...!“

” غالباً آپ ان تصاویر کے بارے میں کچھ سوچ رہی ہیں لہذا میں یہ بات صاف کروں، میں تو چھان تصاویر سے اپنا یچھا چھڑانا چاہتا ہوں!“

”آپ غلط سمجھے... اس بات کا تعلق آپ کی ذات سے نہیں۔ غالباً آپ نے مجھی کفر شور سنایا گا!“

”جی ہاں...!“

” یہ تعداد میں گیارہ ہیں... قد اور قسم کے اسی شکن اور وہ جنگلی انہیں ساتھ لئے پھرتا ہے“  
”ادھ...!“ عمران نے تشویش کن انداز میں ہونٹ سکوڑے۔

”ابھی حال ہی میں کیلیفورنیا سے آیا ہے۔ میرے ایک محنت نے صرف اس کا تعاف کر تھا بلکہ سفارش بھی کی تھی کہ اسے کلب کا ممبر بنالیا جائے۔“

”اور اس نے اپنے کتوں کو بھی ممبری سے محروم نہیں رکھا۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔  
” بالکل یہی بات ہے۔ میں کمی بار اعتراض کرچکی ہوں۔ لیکن اس پر اسکا کوئی اثر نہیں ہوتا۔“

”کتوں کی صحبت کا اثر ہے۔!“

”ایک بڑی اسٹیشن ویگن میں یہ کہتے اس کے ساتھ سفر کرتے ہیں!“  
عمران کچھ نہ بولا۔ اس کا ذہن پہلا ہی سے گر کر مرنے والی کی ڈائری کی طرف ہبک گایا

فیاض کے بیان کے مطابق ڈائری کے اندر اجات میں تنظیم کے نئے سر براد کے بارے میں!“  
”سے متعلق جانوروں کی فوج کا تذکرہ تھا اور یہ چیز بھی غیر معمولی ہی تھی کہ کوئی ہر وقت گیادہ“  
کے ساتھ لئے پھرے۔

”موریلی زہر خند کے ساتھ کہہ رہی تھی وہ اس خط میں بھی بتلا ہے کہ عورتیں بہت جلد“  
کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں!“

”تادر الوجود نسل کے کتبہ بیشہ سے عورتوں کی کمزوری رہے ہیں!“ عمران مسکرا کر بولا۔

” مجھے کتوں سے نفرت ہے!“ وہ اسامنہ بنا کر رہ گئی۔

” تو پھر آپ ان کتوں کو یہاں کیوں آنے دیتی ہیں!“

” میں نے کہا تاکہ احسان مندی بھی ایک قسم کا عذاب ہے۔ اپنے اس محنت کی سفارش کی بناء پر میں سب کچھ برداشت کرنے پر مجبور ہوں!“

” کہیے تو میں آپ کے اس محنت کو ارادت پر لانے کی کوشش کروں!“  
” وہاں یہاں کہاں.... کبھی کاسو بیڈن چلا گیا!“

” یہاں کلب کے دوسرے ممبروں کو اس کی حرکت پر اعتراض نہیں ہوتا!“  
” انہوں نے تو اسے تماشہ بنایا ہے:... فطرتاً حمق ہے اس لئے ان کی دل بیکھنی کا سامان بن جاتا ہے!“

” نام کیا ہے...?“

” ہاروے رجمہنڈ اور تھو تھنی سور کی سی ہے!“ موریلی نے جلے کے لبھ میں کہا اور نہ پڑی۔  
چھر عمران بھی بالکل ایسے ہی انداز میں پہنچا جیسے کوئی تاخوٹ گوار فرض ادا کرنا پڑا ہو۔  
ذفتباہر سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

” اوہ... ادھر ہی آ رہا ہے.... مردوں.... اتنا غیر مہذب اور ناشائستہ آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ ضرورت ہو یا نہ ہو ہر جگہ دھل اندازی کر رہتا ہے!“  
موریلی بہت بُرے لبھ میں بڑی بڑا ہی تھی اور عمران کو دوسرے ہی لبھ میں دروازے کے سامنے ایک لمبا ترکا سفید فام آدمی دکھائی دیا اس کے پیچے کئی اسی شکن کتے تھے۔ اس نے غالباً مکر کتوں سے ہی کہا تھا۔ ”میرے دوستو! تم یہیں مٹھرو گے.... اگر میرے ساتھ کوئی کمرے میں داخل ہوا تو گولی مار دوں گا۔ کیوں کہ مس فراہم کتوں سے نفرت کرتی ہیں!“

” میں اس وقت مشغول ہوں مسٹر رجمہنڈ...!“ موریلی نے غصیلے لبھ میں کہا۔  
” میں تمہاری مشغولیت میں مخل نہیں ہوں گا۔ صرف دو باشی کرنی ہیں کیا میں اندر آ جاؤں!“

اور پھر موریلی کے جواب کا انتظار کئے بغیر کرے میں داخل ہو گیا۔ مضبوط ہاتھ پیر اور کسرتی جنم کا آدمی تھا۔ آنکھوں سے تند خوبی بھی جھلکتی تھی اور ہونوں کی بناوٹ تو چھانی ہی تھی کہ وہ موریلی کے بیان کے مطابق سور کی تھو تھنی معلوم ہوتے تھے۔ عمر چالیس سال سے زیادہ نہ

رہی ہوگی۔

اس نے کمرے میں گھستے ہی کہنا شروع کر دیا۔ ”میں بیہاں کی آب و ہوا سے بچک آگئیا ہوں۔  
میرے کتے سخت پریشان ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں!“

”بھلا میں کیا کر سکوں گی اس سلسلے میں!“ موریلی نے بے بی سے کہا۔  
”کوئی نیک مشورہ تو دے ہی سکوگی!“

”افسوس کہ میں اس وقت کوئی مشورہ نہیں دے سکوں گی!“

”کیوں....؟ ادھ آپ کی تعریف....؟“ اب وہ عمران کی طرف متوجہ ہوا تھا۔  
”مرزا نیک بیگ بہت اچھے آرٹسٹ ہیں!“

”میں ہاروے رحمنڈ ہوں!“ اس نے عمران کی طرف مصافی کے نکلے ہاتھ بڑھاتے ہوئے  
کہا اور عمران نے دوسرے ہی لمحے میں محسوس کیا کہ وہ طاقتور بھی ہے!

اس نے کچھ کہے بغیر اس سے مصافی کیا اور اس کے بعد بھی خاموش ہی رہا۔  
”کس قسم کے آرٹسٹ ہیں آپ....؟“ رحمنڈ نے اس سے پوچھا۔

”ہر قسم کا آرٹسٹ ہوں!“ عمران نے جواب دیا اور موریلی جلدی سے بول اٹھی۔ ”تصویریں  
بناتے ہیں اور مثل آرٹ خاص موضوع ہے۔ یہ دیکھو!“ اس نے عمران کی لائی ہوئی تصویریں  
اس کی طرف بڑھادیں اور وہ انہیں اسی طرح دیکھتا رہا جیسے حقیقتان کی طرف متوجہ ہو۔ تھوڑی  
دیر کے بعد اس نے مفحکانہ انداز میں پوچھا۔

”کیا یہ آدمیوں کی تصویریں ہیں!“

”آدمیوں کو تو آدمیوں ہی کی نظر آتی ہیں!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔  
”کیا مطلب....؟“ وہ اسے گھوٹا ہوا بولا۔

”کتوں کو دھاؤ تو بھوننے لگیں گے!“ عمران نے بھولے پن سے کہا۔  
”یہ دیسی آدمی کس قسم کی باتیں کرتا ہے!“ اس نے حقارت آمیز لمحے میں کہا۔  
”میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم....!“

”اچھا بھجے اجات دیجئے!“ عمران جلدی سے بولا۔

”پلیز مسٹر نیم.... کل ضرور آنا.... میں تمہاری منتظر رہوں گی!“ موریلی اٹھتی ہوئی۔

بپی۔ اس نے عمران سے مصافی کیا اور عمران دروازے کی طرف بڑھ گیا۔



دوسری صبح بلیک زیر و نے ٹرانس میٹر پر عمران سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ ”لڑکی نے اس آدمی  
کی جو پیچاں پتا ہے اس سے ایک کہانی بھی واپسی ہے!“  
اور پھر کہانی سنانے کے بعد کہا۔ ”پیشانی کے جس حصے پر بچھوکی شکل کا داعی ہے اسے چھپایا  
باہت کہا۔“

”لینکن یہ لوگ پگڑی استعمال نہیں کرتے!“ عمران نے پر تائف لمحے میں کہا۔  
”رخی پیشانی پر ٹی تو باندھی جا سکتی ہے!“ بلیک زیر و کی آواز آئی۔

”بس پھر اخبارات میں اشہارات شائع کر دو کہ ہر اس شخص کو مبلغ پانچ سورو پے نقد انعام  
دیے جائیں گے جو تمہارے سامنے پیشانی پر ٹی باندھ کر آئے گا!“

”میں نہیں سمجھا جتاب....!“

”لغویات میں نہ پڑو....!“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔  
”تو پھر وہ لڑکی جھوٹ بولتی ہو گی!“

”تمہیں یہ معلومات کس ذریعے سے حاصل ہوئیں!“

”و جوزف سے روزانہ ملتی ہے.... اسی کو بتائی تھیں یہ باتیں!“

”اب ختم کر دیو یہ قصہ....!“ عمران نے کہا اور پھر بقیہ باتیں کو ڈورڈز میں ہوئیں ہوئیں اس نے بلیک  
زیر و سے کہا۔ ”فرینڈز اے براؤ کلب پر کڑی نظر رکھو... اور وہاں کے مجرموں کے متعلق پوری  
معلومات بہم پہنچاو کو شش کرو کہ ان کی تصاویر حاصل ہو سکیں وہاں ایک آدمی ہاروے رحمنڈ نام  
کا آتا ہے اس کے ساتھ گیارہ عدد لسیشن کتے ہوتے ہیں خصوصیت سے اس کی گرفتی بے حد  
ضروری ہے اور قیدی کا خیال رکھنا سے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے اور اینڈ آل....!“

ومر ان نے ٹرانس میٹر کا سوچ آف کر دیا۔

آن اسے سب سے اہم کام یہ کرنا تھا کہ فیاض کو ہاروے رحمنڈ تک پہنچنے سے روک دیتا اس  
کی خصوصیت ایسی ہی تھی کہ بہت تھوڑے دنوں میں شہر بھر میں مشہور ہو جاتا۔ موریلی کے بیان  
کے مطابق اسے بیہاں آئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے۔

ناشیت کے بعد عمران ہوٹل سے باہر آیا۔ ایک پیک ٹیل فون بو تھے سے سر سلطان کے نمبر ڈائیل کئے ان سے رابطہ قائم کرنے میں دیر نہیں لگی۔

”کیس کی نوعیت بدل گئی ہے۔“ اس نے انہیں اطلاع دیتے ہوئے کہا۔ ”فیاض کے ہجے کو اس سے نہ صرف بظاہر ہی سروکار ہونا چاہئے۔ حقیقتاً سکش ہو جانا چاہئے ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔“

”آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!“

”یہ میرے ہجے کا کیس ہے۔!“ عمران بولا۔

”کھل کر کہو۔!“

”فون پر تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔۔۔ فیاض کو اب تک جتنی معلومات حاصل ہو چکی ہیں انہیں پر اکتفا کرے اور خاموش بیٹھ۔۔۔ متعلق لوگوں کو یقین دلانے کی کوشش کرتا رہے کہ وہ کیس کے سلسلے میں تفتیش کر رہا ہے۔!“

”اچھی بات ہے۔۔۔!“ پکھد دی بعد سر سلطان کی آواز آئی۔ ”اور کچھ۔۔۔؟“

”جی نہیں۔۔۔ بس شکریہ۔۔۔!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

”دفعہ ایک یا خیال اس کے ذہن میں ابھر۔۔۔ وہ سوچنے لگا کہ اسے رجمہنڈ کے بارے میں پچھلی ہی رات مکمل تین معلومات حاصل کرنی چاہئے تھیں کہیں یہ فراہم ہو۔ پویس کو غلط راہ پر ڈالنے کے لئے رجمہنڈ اس بیت کذائی کے ساتھ منتظر عام پر لایا گیا ہو۔ فیاض کے ہاتھ لگنے والی ڈازی میں کسی ایسے آدمی کا تذکرہ کیا گیا تھا جس کے ساتھ جانوروں کی فوج ہوگی! ڈازی فیاض کے پاس سے غائب ہو گئی تھی۔ لیکن غائب کرنے والے یہ تو جانتے ہی ہوں گے کہ فیاض نے اس کا ایک ایک لفظ بغور پڑھا ہو گا۔ لہذا ممکن ہے کہ اسے الجھانے کے لئے یہ حرکت کی گئی ہو۔ درندہ اس قسم کے لوگ تو اپنی پیلسی سے کوسوں دور بھاگتے ہیں اور پھر بھلا اس طرح درجن بھر کتے ساتھ لئے پھرنسے کی کیا افادیت ہو سکتی ہے۔!

عمران نے بو تھے کا دروازہ کھول کر باہر دیکھا لیکن اور کوئی امیدوار موجود نہیں تھا لہذا اس نے دوبارہ دروازہ بند کر کے فیاض کے نمبر ڈائیل کئے۔

”تم کہاں سے بول رہے ہو۔۔۔!“ فیاض نے چھوٹے ہی سوال کیا۔

”یاد کیوں میرے پیچے پڑ گئے ہو۔!“ عمران جھنجھلا کر بولا۔ ”ویسے اگر میری لاش ہی دیکھنے کی

بیش ہو تو تمہارے گھر آ کر کسی ایسے مصنف کا مزاجیہ ادب پڑھنا شروع کر دوں جو اسے مزاجیہ بیانے کے لئے کتاب کے سرور ق پر اپنی قیقهہ لگاتی ہوئی تصور چھاپتا ہو۔!“

”بیوں کرنے کے لئے فون کیا تھا۔۔۔!“ فیاض دوسرا طرف سے غایا۔

”بات غیر متعلق ضرور ہے لیکن حال ہی میں مزاجیہ ادب کی یہ نئی تعریف و ریافت ہوئی ہے۔!“

”شہ اپ۔۔۔!“

”اب کام کی بات سنو!“ عمران نے بائیں ہاتھ سے سر کھجاتے ہوئے ماٹھ پیس میں کہا۔ ”کیا

نکا یہی آدمی کا سراغ پانے میں کامیاب ہو گئے ہو جس کے ساتھ جانوروں کی فوج رہی ہوا!“

”ہاں۔۔۔ نہیں۔۔۔ کیوں۔۔۔؟“

”میں یو نبی پوچھ رہا ہوں۔!“

”ویکھو عمران ایسے الگ بات ہے کہ میری وجہ سے تمہیں بعض خطرات سے دوچار ہونا پڑا مجھے

اپنے شدید شرمدگی بھی ہے لیکن تم ان معاملات میں ناگ ہیں اڑاؤ گے۔“

”ناگ فال تو نہیں ہے میری۔۔۔!“ عمران بولا۔ ”میں تو یو نبی پوچھ رہا تھا۔!“

”ممکن ہے ہاروے رجمہنڈ تمہاری نظر میں آگیا ہو۔۔۔ لیکن تم اس سے دور ہی رہو گے۔!“

”گلڑ۔۔۔!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”لیکن سوپر فیاض کم از کم اتنا تو بتا ہی دو گے کہ وہ تمہاری فلمی کیسے آیا تھا۔!“

”میں بتا سکتا ہوں لیکن تم وعدہ کرو کہ اس سے دور ہی رہو گے۔!“

”چلو وعدہ رہا۔!“

”بل وہ اتفاقاً نظر آگیا۔۔۔!“

”کب اور کہاں۔۔۔؟“

”پرسوں میں آفس سے نکل رہا تھا۔۔۔ کہ وہ سڑک کے کنارے اپنی اسٹیشن ویگن کا یوں

الٹائے ہوئے نظر آیا تھا۔۔۔ غالباً انہیں میں کوئی خرابی آگئی تھی۔ اسٹیشن ویگن کے پچھلے حصے میں

کیا روک دعا لیسٹین بھرے ہوئے تھے۔!“

”تمہیں لازمی طور پر وہ ڈائزی یاد آئی ہو گی۔!“

”قطیعی۔۔۔!“

”اور پھر تم نے اس کی گمراہی شروع کر دی ہوگی۔!“

”ہوں.... ہوں.... ختم کرو.... یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔!“

”وچار فقروں کو کھانا کھلاو۔.... اور مخفیت کے لئے دعا کرو!“ عمران مخفی سازی کر بولا۔ ”دشکاری کتوں کی طرح پورے شہر میں میری بوس غنچتے پھر رہے ہوں گے۔!“

”آخر تم ہو کہاں؟“

”جہاں بھی ہوں ایک منٹ بعد وہاں نہیں ہوں گا۔ کیونکہ تمہارا کوئی ماتحت دوسرے فون پر ایکچھ سے رابطہ قائم کر کے اس فون کا نمبر معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہو گا۔ اچھا نہا۔!“

”سن تو سہی....!“ دوسری طرف سے آواز آئی لیکن عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور تیزی سے باہر نکل کر دوسرے فٹ پا تھوڑا پھر آدمی منت بھی نہیں گزرا تھا کہ پولیس

کی ایک پڑوں کا رہنگا ٹیلی فون بو تھے کے سامنے آ کر رکی۔ دو تین سادہ لباس والے اس سے از کر ہو تھے کی طرف جھیٹے۔ اتنے میں عمران بھی ایک خالی ٹکسی کو رکنے کا اشارہ کر پکا تھا۔

”سید ہے چلو.... میں بتاؤں گا۔!“ اس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کرتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ فیاض اسے ہرگز کچھ نہ بتاتا لیکن الحکایہ رکھنے کے لئے ہاروے رجنڈر کے بارے میں بھی گفتگو شروع کر دی تھی۔ مقدمہ یہی تھا کہ جتنی دیر میں اس کے آدمی ٹیلی فون بو تھے تک پہنچیں وہ ہیں موجود رہے۔

اس ٹیلی فون بو تھے سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر عمران نے ٹکسی چھوڑ دی اور یہاں گئی۔ ایک ٹیلی فون بو تھے میں جا گھسا۔

اب وہ .... فرینڈ زاے براؤ کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”مس فرہاں پلیز۔!“ عمران نے ماڈ تھوڑی پیس میں کہا۔

”کون صاحب ہیں....?“

”مرزا نسیم بیگ۔!“

”ہولڈ آن تیکھے۔!“

”پکھ دیر بعد بھرائی ہوئی سی نسوانی آواز آئی۔“ ”بیلو مسٹر بیک۔!...!“

”مجھے بے حد افسوس ہے کہ خواہ مخواہ آپ کو تکلیف دی۔!“

”نبیں کوئی بات نہیں.... فرمائیے۔!“

”میں آپ کو وہ تصاویر بذریعہ ذاک بھجوادوں گا.... خود نہ آسکوں گا۔“

”کیوں....؟ کیوں....؟“

”پچھلی رات میں نے اپنی سخت توبہن محسوس کی تھی۔!“

”اوہ اسے بھول جاؤ رچمنڈ کریک ہے۔ تمہارے جانے کے بعد اس نے تم سے متعلق کسی قسم کی گفتگو نہیں کی تھی۔!“

”پکھ بھی ہو....!“

”بات تو سنئے میں سوچ رہی ہوں کہ اس کا نام کلب کی رکنیت سے خارج کر دوں.... اس کے خلاف دوسرے مجرموں سے احتجاج کراؤں گی۔!“

”کیا وہ پہلے دن بھی کتوں سمیت آیا تھا....؟“

”نبیں.... یہ یہ رکن اس نے ادھری سے شروع کی ہے۔!“

”انداز کرنے عرصے سے۔!“

”بھی دو تین دن سمجھ بیجھے۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”مسٹر بیک آپ آج شام کو ضرور آرہے ہیں۔! میں نے چند مجرموں سے آپ کے اس کمال کا تذکرہ کیا تھا۔ وہ بے حد مشماق ہیں۔!“

”میں سوچوں گا۔!“

”نبیں آپ آئیں گے۔!“ دوسری طرف سے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا گیا۔

”چھ بات ہے....!“ عمران نے مردہ سی آواز میں کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ چند لمحے خیالات میں گم رہا پھر سر سلطان کے نمبر ڈائل کئے۔

”دوسری طرف سے اس بار سر سلطان ہی نے رسیوور اٹھایا۔ عمران کی آواز سن کر جھنجھلانے ہوئے انداز میں بولے۔ ”اب کیا ہے....؟“

”فیاض جو کچھ کر رہا ہے اسے کرنے دیا جائے۔!“ عمران نے کہا اور دوسری طرف سے کچھ سے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر بتوحہ سے باہر آیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ ایک بار پھر دانش منزل واپس جانا پڑے گا۔ ڈیوڈ کو روکے رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ موجودہ حالات کی بناء پر اس کا وجود سیکرٹ سروس والوں کے لئے زیادہ سود مند ثابت نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ باہر آنے کے بعد ہی وہ کسی نہ کسی طرح ان کی رہنمائی کر سکے۔ ہوش والپس آکر عمران نے پھر بلکہ زیر و سے ٹرانس میٹر پر رابطہ قائم کیا اور کوڈ ورڈز میں اسے ہدایات دینے لگا۔

”دیکھو...! رہمنڈ کے سلسلے میں تمہیں جو ہدایات پہلے مل پکھی ہیں انہیں منسون سمجھو... قیدی کا کیا حال ہے!“

”مختلف قسم کی بکواس جاری ہے۔!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔ ”کبھی کہتا ہے مجھے جھوڈ دو کبھی کہتا ہے نہیں اس وقت تک رکھوجب تک کہ ڈاڑھی نہ بڑھ جائے۔ اس طرح وہ آسانی سے پیچانہ چاکے گا۔ کبھی کہتا ہے وہ مجھے مارڈالیں گے کبھی کہتا ہے کہ ذہ خود ہی مر جانا چاہتا ہے۔ پھر ڈرنا کیما...؟“

”ٹھیک ہے...! لیکن میں اسے باہر لانا چاہتا ہوں اور ڈاڑھی بڑھنے کا انتظار نہیں کر سکتا...“ تم اسے بند گاڑی میں رانی پیلس لے جاؤ... بے ہوش کے بغیر کمرے سے باہر مت نکالنا... بے ہوش کرنے کے لئے لکوئی تحریث میں شراب میں ملا کر دو...! رانی پیلس پہنچ کر مجھے مطلع کرنا!“

”بہت بہتر جناب...!“

”اور اینڈ آل...!“ عمران نے کہا اور سوچ آف کر دیا۔ حقیقتاً وہ ابھی تک فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ ڈیوڈ کے بیانات میں کس حد تک صداقت تھی۔ ایک اچھا ایکٹر بھی ایسے حالات میں اتنا ہی کامیاب ہو سکتا ہے جتنا کہ ایک سیدھا سادہ آدمی۔ پھر فی الحال اسی پر پوری طرح توجہ کیوں نہ دی جائے!“



بلکہ زیر ڈیوڈ کو حسب ہدایت بیہوش کر کے رانی پیلس میں لے آیا تھا اور عمران کو اس کی اطلاع دی تھی اور اب دوسرا ہدایت کے مطابق ڈیوڈ سے گفتگو کرنے جا رہا تھا۔

”تم لوگوں نے شاید اب مجھے کسی دوسرا جگہ منتقل کیا ہے!“ اس نے بلکہ زیر و کوڈ کیستھے ہی کہا۔

”وہم ہے تمہارا...!“ بلکہ زیر و مگریا۔ ”صرف دوسرے کمرے میں منتقل کئے گئے ہو۔!“

”لیکن مجھے اس منتقلی کا علم کیوں نہ ہو سکا!“

”پہنچ ہو تو پینے ہی چلے جاتے ہو۔ میں نے تمہیں اس کمرے میں بیہوش پایا تھا!“

”ڈیوڈ کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آئے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یادداشت کو سمجھا کرنے کو شکر رہا ہو۔!“

”پھر وہ بے بی سے بولا۔ ”شاید ایسا ہی ہوا ہو...!“

”تم نے ابھی تک اس سلسلے میں کوئی واضح جواب نہیں دیا!“ بلکہ زیر و نے کہا۔

”کس سلسلے میں...!“

”لیکن کہ تمہیں رہا کیا جائے یا نہیں...!“

”میں اپنی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا!“

”لیکن میرے بارے کو تو تم نے اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ کسی چیز کی تلاش میں نہ گوکا کہا تھا بٹائے!“

”میری خام خیالی تھی... نہ میں اس چیز کی نوعیت سے واقع ہوں اور نہ اہمیت سے... اور ہر یا تم دری ہے کہ وہ اس سلسلے پر مجھ سے اتفاق کریں!“

”غیر چھوڑو...!“ ہم جلد سے جلد تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں!“

”تم نے کہا تو تھا کہ بس اتنے دن اور ٹھہرو کہ میری ڈاڑھی بڑھ جائے اور میں اپنے بالوں میں ہاتھ لگا کر یہاں سے نکلنے کے قابل ہو سکوں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس صورت میں وہ مجھے انہلائے نہ پہچان سکتیں گے!“

”لیکن اس بیٹت کدائی میں تم سفر کیسے کر سکو گے کیا تمہارے کاغذات تمہارے ہلے کی نفی نہ لٹکا کریں گے!“

”وہ سب کچھ میں کرلوں گا۔ اب اپنے ملک کون واپس جائے گا!“

”لیکن یہاں ایسی صورت میں تم کیسے رہ سکو گے۔ میں نے تصدیق کر لی ہے کہ تم زیر تعمیر لٹکا کر کے انجینئروں میں سے ہو۔!“

”تم سے دوست...! میرا دماغ نہ چاٹو...!“ ڈیوڈ نے جھنگھلا کر کہا۔

”ہاں نیشنل بینک کی صدر برائی میں لیکن میں جانتا ہوں کہ اسے بھی چھپرنا موت ہی کو بنت دینا ہو گا۔“

”اکاؤنٹ نمبر بتاؤ... شاید اس سلسلے میں بھی کچھ کیا جاسکے!“

”چھ سو اٹھتر... ایس بی...!“

”صدر برائی کے کچھ لوز چیزوں پر دستخط کرو...!“

”مگر... کیوں...?“

”حق آدمی تاکہ تم وہاں سے اپنے روپے نکلا سکو... ورنہ بھیک مانگنے کی نوبت آجائے گی ہلا۔“

”لاو... مجھے امید ہے کہ تم لوگ ایک بے بس آدمی کے ساتھ کوئی فراہمیں کرو گے!“

بلیک زیر و اس کے لئے نیشنل بینک کی صدر برائی کے کچھ لوز چیک لایا۔ ڈیوڈ نے ان پر پڑھنا شروع ہا۔ اور بار بار یہی کہتا رہا کہ اس کے ساتھ کوئی فراہمہ کیا جائے!

بلیک زیر نے سوچا کہ اس کے یہاں سے چلے جانے سے قبل ہی اس اکاؤنٹ کے بارے میں طلبات حاصل کر لی جائیں تو تھرٹر ہے!

اس وقت چار نجک رہے تھے بیکوں کی دوسری شفت شروع ہونے میں بھی آدھا گھنٹہ باقی تھا۔

لائے فون پر صدر سے رابطہ قائم کر کے اس کے بارے میں ہدایات دیں اور پھر ایک گھنٹہ بعد غور کی کال رسیو کی۔

”کہہ رہا تھا۔“ اکاؤنٹ صدر برائی میں موجود ہے۔ لیکن نوئیل ڈیوڈ کی طرف سے بک کو رایت لیا ہے کہ اس کے اکاؤنٹ سے کوئی ادا بیگنے کی جائے۔ اگر کوئی اس پر مصروف تو اسے کاؤنٹر

نامبر دوک کر فون نمبر تین چھ چار آٹھ ٹن پر اطلاع دی جائے اور سننے۔ یہ نمبر دراصل کریم بے کے پولیس اسٹیشن کے ہیں۔! لہذا میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ آپ کو اطلاع دیے بغیر

لائے آگے چھان میں شروع کروں۔!“

”میک ہے...!“ بلیک زیر نے ایکس ٹوکی سی بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”دوسرے احکامات انفلکٹ کرو!“

سلسلہ مقاطعہ کر کے وہ پھر ڈیوڈ کے پاس آیا۔

”ایک کار توں ضائع کر دینا بھی کھلی نہیں ہے... دیسے اگر ہم اس میں رتی برابر بھی فا دیکھتے تو یعنی طور پر...!“

”ٹھہر و...!“ ڈیوڈ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے سوچنے دو!“

”سوچتے رہو...! لیکن میرے پاس ایک معقول تجویز ہے!“

”وہ کیا...?“

”میں فوری طور پر تمہاری شکل تبدیل کر سکتا ہوں!“

”وہ کیسے...?“

”تاک کی بناوٹ کسی قدر بدل دوں گا اور آنکھوں کے نیچے والے گڑھے اس طرح پا ہو جائیں گے جیسے جپانیوں کے ہوتے ہیں!“

”میک اپ کا کوئی بھروسہ نہیں۔!“ ڈیوڈ میوسی سے سر ہلا کر بولا۔

”میں پلاسٹک میک اپ کی بات کر رہا ہوں... شاید قریب سے دیکھنے والے بھی اس پر بیک اپ کا شہر نہ کر سکیں!“

”اوہ... جب تو... ٹھیک ہے...!“

”میرے ساتھ آؤ...!“ بلیک زیر نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر بعد ڈیوڈ امتحانہ انداز میں قد آدم آئینے کے سامنے کھڑا اس طرح ہکلایا تھا جیسے بیک رہا ہو۔

شکل بالکل بدل گئی تھی۔

”مم... میرا دعویٰ ہے کہ اب مجھے میری ماں بھی نہ پہچان سکے گی۔ لل لیکن... میں جاؤں گا کہاں... وہ میری قیام گاہ کی کڑی غرائب کر رہے ہوں گے!“

”جہنم میں جاؤ...!“ بلیک زیر پیور ٹھیک کر بولا۔ ”نہیں جاؤ گے تو دھکے دے کر نکلوادوں گا!“

”چھی بات ہے۔ چلا جاؤں گا لیکن اسی شرط پر کہ تم میرے لئے کچھ نقدی بھی مہیا کرو گے!“

”یک نہ شد و شد!“ بلیک زیر بھنا کر بولا۔ ”اب آپ کے لئے مالی امداد بھی مہیا کی جائے!“

”بالکل...! ورنہ میں بھوکا مر جاؤں گا... قیام گاہ کی طرف رخ نہیں کر سکتا!“

”کوئی اکاؤنٹ ہے کسی بک میں!“

ڈیوڈ نے یہ نئی کہانی سنی اور آپ سے باہر ہو گیا۔ ایک ہی سانس میں نہ جانے کتنی کمالیں کی زبان سے نکلی تھیں۔

اور پھر کچھ دیر بعد دماغ ٹھنڈا ہو جانے پر اس نے کہا تھا۔ ”وہ مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا!“  
ٹھیک اسی وقت دوسرا کمرے میں فون کی گھنٹی بجی۔

میک زیرو کو پھر والیں آنا پڑا۔ کال عمران کی تھی۔

وہ اس سے پوچھ رہا تھا کہ نوٹل ڈیوڈ کو کس وقت وہاں سے رخصت کیا جائے گا!

”ایک نیا ذیول پسخت ہوا ہے...!“ میک زیرو نے اصل سوال کا جواب دینے کی وجہ سے  
پیش بک والی کہانی دہرا دی۔

”بہت اچھے...!“ دوسرا طرف سے عمران کی آواز آئی۔ ”اب ڈیوڈ کو وہیں روکو...!  
اپ بھی برقرار رہنے دو۔ جب جیسی ضرورت سمجھوں گا اسی کے مطابق اس سے کام لے جائے  
تم اس سے کہہ سکتے ہو کہ حالات کے نئے موڑ کے مطابق باہر اس کے لئے خطرات ہیں۔  
بہر حال اب تم اس معاملے میں میری نئی ہدایات کے منتظر ہو گے۔“  
میک زیرو نے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر خود بھی رسیور کھدیا۔



عمران نے گھری دیکھی.... بکلوں کی دوسرا شفت ختم ہونے میں ابھی آدھا گھنٹہ باہر  
وہ ہوٹل سے باہر آگیا.... اگلی گلی کے موڑ پر میک ٹیلی فون بو تھا۔ بو تھا میں داخل ہو کر  
نے دروازہ بند کیا اور اندر سے چھپنی چڑھا دی۔ پھر کریم پور کے تھانے کے نمبر ڈائل کئے  
دوسری طرف سے کسی نے رسیور کھایا۔

”ہم پیش بک صدر برائج سے بول رہے ہیں!“

”اکاؤنٹ نمبر چھ سوا ٹھنٹر کا معاملہ ہے...؟“ دوسرا طرف سے پوچھا گیا۔

”بی ہاں...!“

”لیکن اچارج صاحب تو موجود نہیں ہیں!“ دوسرا طرف سے پوچھا گیا۔ ”کوئی پیاں  
لکھوا دیجئے!“

”میں انہی سے بات کرنا چاہتا ہوں...!“ عمران نے کہا۔ ”رانا صاحب ہیں!“

”بی ہاں...!“

”ان سے کہہ دو مجھ سے ٹھیک سات بجے...!“ ٹپ ناٹ کلب میں مل لیں بے حد  
ضروری ہے!“

”آپ کا نام....!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔ لیکن عمران نے جواب دیئے بغیر سلسلہ  
منقطع کر دیا۔

اب اس نے فریڈڑاے براؤ کلب کے نمبر ڈائل کر کے مس موریلی فرہاد اس سے رابط قائم  
کرنا چاہا۔ لیکن دوسرا طرف سے یوں دلے دلے نے اس کی عدم موجودگی کی اطلاع دی۔

”پیغام لکھ لو....!“ عمران نے ماٹھ پیس میں کہا۔ ”مرزا نسیم بیک کی طرف سے ہے۔ آج  
میں بعض مصروفیات کی بنا پر نہیں آسکوں گا۔ لیکن کل شام میرا منتظر ضرور کیا جائے!“

سلسلہ منقطع کر کے وہ بو تھے سے باہر آگیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس مخالفے کی نو عیت باضابطہ ہوتی تو پولیس اسٹیشن کا کوئی بھی ذمہ دار  
بک والوں کی کال پر انہیں اس سلسلے میں ہدایات دے سکتا تھا۔ ہدایات کے لئے اچارج کی عدم  
موجودگی کا عذر پیش کرنے کا مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ معاملہ اچارج ہی کی حد تک بھی حیثیت  
رکھتا ہے۔ اس کے لئے خود پولیس اسٹیشن میں کوئی تحریری کارروائی نہیں کی گئی۔

ٹھانے کا اچارج رانا اس سے اچھی طرح واقع تھا اور ان لوگوں میں تھا جو کسی نہ کسی طرح  
عمران کے احسان مبتدا تھے۔ عمران نے بعض کیسیوں کی تفتیش میں اس کی رہنمائی کی تھی اور یوں  
بھی وہ اس عہدے تک پہنچ کے لئے عمران کے والد رحمان صاحب کا مر ہون منت بھی تھا۔  
بہر حال عمران اس سے اس سلسلے میں بال مشافہ گفتگو کر سکتا تھا۔ لہذا اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس  
سے میک اپ میں نہیں ملے گا۔

شام کو ہوٹل سے نکلا تو مرزا نسیم بیک کے میک اپ میں نہیں تھا۔ البتہ چہرہ چھپائے رکھنے  
کے لئے اس نے اور کوٹ کا کار اٹھا دیا تھا اور فلت ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر جھکا لیا تھا۔

ٹپ ناٹ کلب سے کچھ فاصلے ہی پر اس نے ٹیکی روائی اور یونچے اتر گیا سات بجے میں  
پدرہ منٹ باتی تھے۔ وہ آہستہ آہستہ کلب کی عمارت کی طرف چلنے لگا۔ اس فکر میں تھا کہ باہر ہی  
لامائے ملاقات ہو جائے کلب میں نہ جانا پڑے۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں....!“ رانا کسی سوچ میں پر گیا۔

”مناسب بھی ہے کہ ہم نیشنل کھڑے کھڑے گفتگو کریں اور رخصت ہو جائیں!“

”میں اس آدمی نو نیشنل ڈیوڈ سے ذاتی طور پر واقعہ نہیں ہوں۔ دراصل پرسوں کریم پورے کے یہ دنی طبی مشن والے ہسپتال کی ایک نرس مجھ سے مل تھی۔ مس گرٹروڈ لیبر نام ہے اس نے اپنی دکھ بھری کہانی سننا کر مدد طلب کی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق یہ آدمی نو نیشنل ڈیوڈ اس کا مغثیر ہے وہ اس سے بے اندازہ محبت کرتی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق وہ اپنی کمائی کا پیشتر حصہ اس کے حوالے کرتی رہی تھی لیکن اس نے بے وفا کی۔ اسے چھوڑ کر غائب ہو گیا۔ اس کی رائٹ میں اس نے کسی دوسری عورت کے چکر میں پڑ کر اپنی جائے رہائش بدلتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں اسے ڈھونڈنے کا نئے میں اس کی مدد کروں! اپ جانتے ہی میں عورت کے آنسو کیا کچھ نہیں کر سکتے اور پھر جبکہ وہ خوبصورت بھی ہو!“

رانا خاموش ہو کر ڈھنائی سے ہٹا اور عمران بھی اس پہنچی میں شامل ہو گیا۔

”بہر حال....!“ رانا نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”ڈھونڈنے کے سلسلے میں بنک اکاؤنٹ والی جھوڑ اس کی تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ خود اس بات کی تحقیق کر جی ہے اس کا اکاؤنٹ بالکل ہی صاف نہیں ہے....؟ کچھ رقم ہے وہ اسے نکلوانے کی کوشش کرے گا اور میں ایک پولیس آفیسر ہونے کی جیشیت سے ڈیوڈ ہی کا حوالہ دے کر بنک والوں کو اس اکاؤنٹ کے بارے میں کسی بھی قسم کی ہدایات دے سکتا ہوں۔ بات میری سمجھ میں آگئی۔ میں برائج نیجر سے ملا اور اسے بتایا کہ ڈیوڈ کی خواہش کے مطابق میرے علم میں لائے بغیر اس کا کوئی چیک کیش نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ اگر کیش کرنے والا خود کو نو نیشنل ڈیوڈ ظاہر کرے تو بھی مجھے اطلاع دیئے بغیر رقم نہ دی جائے۔ نیجر نے اسی وقت کا ونڈر گلری کوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا اور مجھے اطمینان دلایا کہ ایسا ہی ہو گا!“

”بہر حال یہ ایک بے ضابطہ کارروائی تھی!“ عمران نے کہا۔

”یقیناً! آپ خود سوچنے! اگر وہ کسی دوسری عورت کے پکر میں پڑ کر اسے چھوڑ گیا ہے تو قانون بھلا اس سلسلے میں کیا کر سکے گا۔ لہذا پورٹ تو لکھی نہیں جاسکتی تھی بہر حال مقصد اسے ڈھونڈنے کا تھا جس کا وعدہ میں نے گرٹروڈ سے کر لیا تھا!“

”ہوں.... تو وہ پرسوں پہلی بار تمہیں نظر آئی تھی!“

ضروری نہیں تھا کہ اس کی یہ خواہش پوری ہی ہو جاتی لیکن اتفاقات کو کیا کیا جائے۔ رانا اور وہ دو نوں ساتھ ہی کمپاؤنڈ کے پھانک کے قریب پہنچے تھے۔ مختلف سمت سے آکر رانا نے اپنا اسکوڑ فٹ پا تھے سے لگایا تھا۔

وہ سیٹ سے اتری رہا تھا کہ عمران سر پر بھی گیا۔

”لہور انا... ہاؤ ڈیوڈ... ناک!“ امریکن لجھ میں عمران چکا۔

”فائن... فائن... اوہ... آپ....!“ رانا نہ سو نظر آنے لگا تھا۔

”کہو... اور ہر کیسے....؟“ عمران بے تکلفی سے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔

”وہ دراصل... سات بجے ایک پانچھٹ... کیا آپ بھی اندر ہی چل رہے ہیں۔“

”ہر گز نہیں... نہ میں اندر جا رہا ہوں اور نہ تم جاؤ گے!“

”گک... کیوں....!“

”تمہارا وہ پانچھٹ مجھ سے ہی تھا!“

”کیا مطلب....؟“ رانا کے لجھ سے بہت زیادہ حیرت ظاہر ہو رہی تھی۔

”مطلب میں بتا دوں گا لیکن تم مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے!“

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... لیکن میں جھوٹ کیوں بولوں گا!“ شہریے کیا آپ ہی نے

”بیشل بنک کے حوالے سے....!“

”بالکل.... بالکل....!“ عمران نے اسے جملہ پورانہ کرنے دیا۔

”آپ مجھے اچھن میں ڈال رہے ہیں۔ بھلا آپ کا اس معاملے سے کیا تعلق...!“

”بہت گہرا تعلق ہے.... تم جانتے ہو کہ میں بہت وابیات آدمی ہوں لیکن وطن دشمنی

میرے بس سے باہر ہے اور میں تمہیں بھی ندار نہیں سمجھتا!“

”خدا کی پناہ....! کیا میں کسی جاں میں پھنس گیا ہوں؟“ رانا ایک قدم پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے کہ تم نا دانگی میں.... خیر.... چھوڑو.... تم سے کس نے کہا ہے کہ تم اکاؤنٹ نمبر پچ سو اٹھتی سیز کراؤ... میرا خیال ہے کہ یہ کسی ضابطے کی کارروائی کے تحت نہیں ہوں۔ ورنہ تمہارا ہیدر گلری اس کے بارے میں گفت و شنید صرف تمہاری ہی ذات تک کبلا محدود کر دیتا۔“

”نہیں.... ویسے تروز ہی دیکھتا تھا!“ رانا پھر ڈھنائی سے نہ کر بولا۔ ”پرسوں پہلے بار گفتگو کی نوبت آئی تھی!“

”بہر حال پہلے سے تم اسے آتے جاتے گھورتے رہے تھے پرسوں مل بینخ کی خواہش بھی غیر متوقع طور پر پوری ہو گئی!“

”چلنے بھی سمجھ لیجھے...! باقی کاڑا تنی سیکس اپیل ابھی تک کسی عورت میں نہیں نظر آئی!“

”اب اس سے دور ہی رہتا۔ خود ہر گز نہ ملنا۔ اگر وہ تم سے ملنے آئے تو مصالحتہ نہیں۔ تم نہایتطمینان سے اسے یقین دلاتے رہو گے کہ ابھی تک ڈیوڈ کا کوئی چیک کیش ہونے کے لئے نہیں آیا۔ راتا تم نہیں سمجھ سکتے کہ کن لوگوں کا کھلوٹا بننے والے ہو۔... بس جتنا میں نے کہہ دیا ہے۔ اس سے آگے نہ بڑھنا!“

”آپ مطمئن رہئے۔!“

”اس ملاقات اور اس معاملے کے بارے میں بھی اپنی زبان بند ہی رکھنا۔ اچھا بس اب جاؤ!“

”آپ نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے!“

”تمہیں اب کسی الجھن سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ یہ سب کچھ اپنے ذہن سے نکال پہنچکو۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کے سلسلے میں کہیں تمہارا نام آئے!“

”بہت بہت شکریہ!“

کریم پورہ غربیوں کی بستی تھی۔ چھوٹے چھوٹے کچے مکانات کا سلسلہ دور تک بکھرا ہوا تھا۔ کہیں کہیں ایک آدھ بڑی عمارت بھی نظر آتی تھیں ساخنوروں کی اور مکینوں کی لاپرواہی کا روناروتی ہوئی۔ چند سال پہلے یہاں ایک غیر ملکی طبی مشن نے ایک خیر اتی ہسپتال قائم کیا تھا۔ اس ہسپتال کا عملہ زیادہ تر غیر ملکیوں ہی پر مشتمل تھا۔ ڈاکٹر اور نر سین ٹوٹی پچھوٹی اردو بول سکتی تھیں۔

”زس گرڑوڈ کو ڈھونڈھ نکالنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ صدر نے اس کی ڈیوٹی کے اوقات ہی میں اسے جالیا۔“

متناسب الاعضاء اور متوسط قد کی یہ زس بے حد شوخ اور باقونی تھی۔ خود صدر کو بھی بھی رائے قائم کرنی پڑی کہ غصب کی سیکن اپیل رکھتی ہے عمر زیادہ سے زیادہ بائیس سال رہی ہو گئی۔

صدر نے اسے دیکھا اور ہسپتال کے آس پاس منتلا تارہ۔ اسکے نو سے اس کی گمراہی کا حکم ملا گئے جائے رہا۔ اس کا پہنچا اور ان لوگوں کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنی تھیں جن سے اس گمراہی کے دوران میں اس کا ملنا جلتا ہوا۔

سازھے دس بجے وہ ایک ڈاکٹر کی کار میں کپاڈ سے باہر آئی۔ صدر نے دیکھا اور وہ اپنے اسکوڑ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پھر دوسرے ہی لمحہ میں وہ کار کا تعاقب کر رہا تھا۔ کریم پورہ کے پولیس اسٹشن کے سامنے گاڑی رک گئی۔ صدر نے بھی بریک لگائے۔ رفتہ کم ہو گئی۔ صدر نے نس گرڑوڈ کو گاڑی سے اترتے دیکھا۔۔۔ پھر کار سے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔ صدر تھوڑے ہی فاصلے پر اپنا اسکوڑ روک کر اتر پڑا تھا اور اس پر اس طرح بھک گیا تھا جیسے اس میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو۔

اس نے گرڑوڈ کو عمارت کے اندر داخل ہوتے دیکھا۔

صدر بدستور اسکوڑ کے انجن پر جھکا رہا۔



دوسری صبح بیک زیر و نے ٹرانس میٹر پر عمران کو اطلاع دی کہ نس گرڑوڈ سازھے دس بجے شب کو کریم پورہ کے تھانے میں گئی تھی۔ قریب قریب پون گھٹنے تک تھانے کے اندر رہی پھر اپنے کوارٹر میں واپس چل گئی۔ جو ہسپتال کی کپاڈ ہی میں واقع ہے۔ صبح بجے تک کی اطلاع ہے کہ وہ پھر کوارٹر سے باہر نہیں نکلی۔

اس اطلاع پر عمران کو انسپکٹر راتا سے رابطہ قائم کرنا پڑا۔ ہوٹل کے فون پر گفتگو کرنا مناسب نہ کچھ کراس نے قریبی پیلک ٹیلی فون بو تھا کا سہارا لیا۔

”میں تو پہلے ہی جانتا تھا.... خیر بتاؤ!“

”فون پر ناممکن ہے.... آپ کہاں ملیں گے!“

”لیکا کوئی بے حد ضروری بات ہے!“

”بے حد....!“

”اچھی بات ہے.... تو تم نہیں کیا رہے ہے ہوٹل ذیشان پہنچ جاؤ.... میں منٹ باقی ہیں!“

”بہت بہتر...! میں آرہا ہوں!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ عمران سلمہ منقطع کر کے باہر نکل آیا... اس وقت وہ پھر مرزا شم بیگ نی کے میک اپ میں تھا۔

ہوش والیں آگر وہ ڈائینگ ہال میں مشہر ا رہا... پدرہ منت بعد اس نے رانا کو بھی ڈائینگ ہال میں داخل ہوتے دیکھا... وہ وردی میں نہیں تھا۔ ایک خالی میز کے قریب بیٹھ گیا۔ عمران نے فوری طور پر اس کے قریب پہنچنے کی کوشش نہیں کی... وہ اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ کوئی رانا کا عاقب تو نہیں کرتا رہا۔

مطمئن ہو جانے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر رانا والی میز کے قریب آیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ساتھ ہی اس نے رانا کے چہرے پر جھخٹلاہٹ کے آثار دیکھے لیکن قبل اس کے وہ کچھ کہتا عمران ہی بولا پڑا۔

”گھلی مت دے بیٹھنا۔ ہبڑے بیٹے ہوئے تھا نے والوں کی سرکار سے بڑے انعام پا تے ہیں!“ ”خدای کی پناہ...!“ رانا چھل پڑا۔ چند لمحے تھیرانہ انداز میں پلکنیں جھپکاتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یہ آپ ہیں!“

”ہکام کی بات کرو...! حیرت ظاہر کرنے کے بہت موقع آئیں گے!“

”خدای کی قسم صرف آواز ہی سے پہچان سکا ہوں!“

”میں کہہ رہا ہوں وہ بات بتاؤ جس کے لئے دوڑے آئے ہو!“

”وہ کل رات پھر آئی تھی۔ لیکن اس بار میرے لئے سچھا ایک بہت بڑی لمحہ من لائی ہے!“

”ہوں... وہ کیا...?“

”میں نے شام کا کوئی اخبار نہیں دیکھا تھا۔ اسی نے خبر کی طرف توجہ دلائی یہ نو نکل ڈیوڑ کے متعلق تھی۔ اسی سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایسی بھلی گھر تعمیر کرانے والے تین انجینئروں میں سے تھا۔ مقامی حکام کو اس کے اس طرح غائب ہو جانے پر تشویش ہے۔ خبر کے ساتھ ہی محققہ سرائی رسانی کے پر نہنڈٹ کیپن فیاض کا یہ اعلان بھی تھا کہ اگر کوئی ڈیوڑ کے بارے میں جانتا ہو تو اس سے رجوع کرے۔ ڈیوڑ کی تصوری بھی شائع ہوئی تھی۔ یقین سمجھنے میں اس اعلان کو دیکھ کر بڑی طرح زدوس ہو گیا تھا۔ وہ کہنے لگی کہ اس کا نام نہ آنے پائے۔ میں نے کہا یہ کوئی ممکن ہے۔“

ہادیت کے انداز میں بولی سب کچھ ممکن ہے اگر بیک والے تمہارے آفیسروں تک یہ کہانی پہنچا رہی تو تم نہایت آسانی سے انہیں غلط راہ پر لگا سکتے ہوں! کہہ دینا ایک بوزھے غیر ملکی نے تم سے کہا تھا کہ وہ نو نکل ڈیوڑ ہے اور کچھ لوگ اس کی بیک میں جمع شدہ رقم جعلازی سے ہتھیانا چاہتے ہیں اسے یقین ہے کہ کسی نے اس کے دستخط کی من و عن نقل اتنا نے کی کوشش کی ہے۔ تم اس کی استدعا پر بیک کو ہدایت دیتے ہو۔ لیکن جب یہ خبر شائع ہوئی ہے اور تم نو نکل ڈیوڑ کی تصویر دیکھتے ہو تو اسے اس بوزھے سے مختلف پانتے ہو۔ اپھر فوراً ہی تمہیں خیال آتا ہے کہ مذکورہ آفیسر سے مل کر یہ موقع بیان کر دو....؟“

رانا خاموش ہو گیا۔ ...! عمران اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

”پھر میں کیا بتاؤ...!“ رانا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”مجھے اس سے وعدہ کرنا ہی پڑا کہ میں یہی کروں گا کہنے لگی یقین نہیں آتا۔ اچھا مجھے پیدا کرو تب میں یقین کرلوں گی کہ تم مجھے دھوکہ نہیں دو گے!“

”اور تم نے یقین دلادیا ہو گا۔!“ عمران مسکرا کر بولا۔

”والا نا ہی پڑا...!“ رانا نے جھپٹی ہوئی ہنگی کے ساتھ کہا۔ ”اچھا تو پھر...!“

یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ بیک کا برائی مخبر اور میں ساتھ ہی کیپن فیاض صاحب کے دفتر پہنچے۔ میں نے وہی کہانی دھرا دی جو گڑھڑوڑ نے سمجھائی تھی اور مخبر نے بتایا کہ ابھی تک اس کا کوئی چیک کیش ہونے کے لئے نہیں آیا۔ اب آپ بتائیے کہ میں غلطی کیا ہے....؟“

”تم بہت اچھے رہے....!“ عمران بولا۔ ”میں بھی تمہیں وہی مشورہ دیتا جو گڑھڑوڑ نے دیا تھا۔ لیکن تم کم از کم مجھے اپنی وفاداری کا یقین نہ دلا سکتے!“

”بڑے بڑے چکر میں پھنس گیا ہوں.... اب وہ مجھ سے ملتی ہی رہے گی!“

”تم خود اس سے ملنے کی کوشش ہرگز نہ کرنا...!“

”آخر یہ سب ہے کیا....?“

”رانا خاموش ہو یہ ٹھوٹو... اس او ہیٹر بن میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ابھی تک جو کچھ بھی ہوا ہے اسے یکسرہ ہن سے نکال دو....!“

ہوں... پتہ نہیں... وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ اس کا حکم ہے کہ میں بھی گھر سے باہر قدم نہ کلوں۔ ورنہ میں خود آکر تم سے ملتا۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا کالا جادو نہیں ہے جس سے اس کے ان دیکھے دشمن غارت ہو جائیں یا کھل کر سامنے آئیں تاکہ وہا نہیں جن چن کر مار دالے!

کچھ تو کرو..... ملٹی

جوف

نہ جانے کیوں جوف کا خط پڑھ کر رافیہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

کچھ دیر بعد اس نے آج کی ڈاک اوٹو ویلانی کی میز پر پہنچا دی اور خود بیٹھ کر چھٹے دن کے آئے ہوئے پوشل آرڈر و کام کا اندر ارج کیش بک میں کرنے لگی۔ آمدی روز بروز بڑھ رہی تھی۔ آدی کس قدر بے چین ہے مستقبل میں جھانکنے کے لئے۔ شاید آدمی اور جانور میں صرف اتنا ہی فرق ہے۔ جانور مستقبل سے بے نیاز ہوتا ہے اور آدمی مستقبل کے لئے مر جاتا ہے!

کام ختم کر کے وہ پھر اس کرے میں آئی جہاں پر و فیر کی میز تھی۔ وہ بھی اپنا کام نبنا چکا تھا۔ لیکن وہاں سے اٹھا نہیں تھا۔ محکمہ خارجہ کے آفیسر کے خط کا جواب اوپر ہی رکھا ہوا تھا۔ پروفیر نے اُسے لکھا تھا۔

”میں ڈیزیر مسٹر صدیقی!

میری سیکریٹری سے مل کر گفت و شنید کرو۔ وہ ہوٹل شیر از کے کمرہ نمبر گیارہ میں رہتی ہے۔ لئے کے اوقات صح آٹھ سے نوبجے تک اور شام چھ بجے سے سات بجے تک ملکص

اوٹو ویلانی

رافیہ نے خط پڑھ کر پروفیر کی طرف دیکھا۔ یہ اپنی نویعت کا پہلا جواب تھا۔ اس سے قبل بھی ”متعدد گاہکوں“ نے پروفیر سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن انہیں یہی جواب دیا گیا تھا کہ پروفیر بالآخر گفتگو کے لئے وقت نہیں نکال سکتے ہے حد مصروف آدمی ہیں۔ لیکن اس آدمی کا ایک صدیقی کو پہلے اس سے ملنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کے بعد پروفیر سے بھی اس کی ملاقات ہو سکتی ہے۔ ”میں اس کا مطلب نہیں سمجھی پروفیر!“ اس نے خط کے جواب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”اچھی بات...!“

”بس اب جاؤ... ایک بار پھر سن لو کہ اپنے آپ اس سے ملنے کی کوشش نہ کرنا تاکہ یہ ورنہ نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے!“

”نہیں ملوں گا...! آپ یقین کیجئے...!“

”آخاء... تو کیا بیٹھ میں بھی گرڑوڑی کی طرح یقین دہانی چاہوں گا۔ بھاگ جاؤ!“ راتا گھسیانی نہیں نہ کر رہ گیا۔

رافیہ سونا ف آج کی ڈاک دیکھ رہی تھی۔ دو خطوط ایسے تھے جن میں سید ہی سادی زبان استعمال کی گئی تھی ایک توسیعہ قام جوف کا خط تھا اور دوسرا الحکمہ خارجہ کے ایک ذمہ دار آفیسر کا! الحکمہ خارجہ کے آفیسر نے اوٹو ویلانی کو لکھا تھا۔

”پروفیر تم تھے مجھ بامکال آدمی ہو۔ ملک ایک جانور کے نام اور نام لکھنے کے وقت کے سہارے تم نے میری گذشتہ اور آئندہ زندگی کے حالات پر روشنی ڈالی۔ جوز ندگی گزار چکا ہوں اس کے بارے میں تصدیق کرتا ہوں کہ تم نے حرف بحروف سب کچھ صحیح لکھا ہے۔ مستقبل ہنوز تاریکی میں ہے لیکن جو شخص ماخی کی صحیح نشان دہی کر سکتا ہے اس نے مستقبل کے لئے بھی سو فیصد صحیح پیشیں گوئی کی ہو گی.... میں تم سے ملتا چاہتا ہوں۔ کیا ممکن ہے....؟ ممکن ہو تو اپنا مفصل پتہ لکھو! مستقل کے بارے میں تمہارے بعض اشارے بہم ہیں.... میں ان کی وضاحت چاہتا ہوں اور یہ خط و کتابت کے ذریعہ ممکن نہیں... تو قع ہے کہ جواب جلد دو گے۔“

منون کرم۔ اُنچ۔ صدیقی“

جوف نے لکھا تھا۔

”لاق صد احترام پروفیر!“

میں بے حد اس ہوں۔ میں نے اپنے بس کو چند دن سے نہیں دیکھا۔ وہ میری زندگی ہے۔ میری زندگی کی سرست ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے میں بھی زندہ ہوں۔ ورنہ میری لاش بھی اسی کے برابر پڑی ہو گی۔ اس سے زیادہ انزوہ تاک بات میرے لئے اور کوئی نہیں کہ میں اسے کسی دل نہ دیکھوں.... پھر بھی بھی غیمت ہے کہ میں دن میں کم از کم ایک بار اس کی آواز فون پر سن لیتا

آخر میں اس سے کیا کہوں گی۔!

”بس تالی رہنا۔!

”بھلا اس کا نکدہ....؟“

”کچھ وہ بعد میں بھی لوں گا۔!“ پروفیسر نے زم لجھ میں کہا۔ ”کاروباری بننے کی کوشش کرو۔ جو لوگ کسی کی طرح ہمارے کام آسکیں ان سے رسم و رواہ پیدا کرنی ہی پڑے گی۔ مثلاً کے طور پر ہم جو کچھ یہاں کمارہ ہے ہیں اسے اسٹرنس کی شکل میں اپنے ساتھ لے جانا بھی چاہیں گے۔ وہ پس مندہ مالک جو ترقی کی راہ پر چل رہے ہیں زر مبادلہ صرف کرنے کے معاملے میں محتاط ہوتے ہیں۔ لیکن بڑے آفسروں سے مراسم ہو جائیں تو وہ کوئی نہ کوئی راہ نکال ہی لیں ہیں۔ اگر ہم نے دانش مندوں سے کام لیا تو انہا سارے یہ اسٹرنس کی شکل میں تبدیل کرائیں گے۔ مجھے توقع ہے کہ تم اس آفسر کو اپنے اخلاق کا گرد ویدہ بنالوگی۔ بس اب جاؤ۔!

”آخر میں کیا کہہ کر اُسے تالوں گی۔!

”تم اپنے آسانی کہہ سکتی ہو..... فی الحال مصروفیت زیادہ ہے۔ آپ مجھ سے کل مل لیجئے گا۔ دوسرا دن سرپا معدورت بن کر پھر کہہ دینا کہ اندازے کی غلطی کی بناء پر تم اسے صحیح بات سنتا سکیں.... اب کچھ کہا نہیں جاسکتا کہ پروفیسر کو کب فرصت ملے کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ روزانہ فون کر کے مجھ سے معلوم کر لیا کریں۔!

”یہ تو خواہ مخواہ دھوکے میں رکھنا ہوا۔!

”ای کام بزنس بیکٹ ہے بے بی! ابھی تمہیں ٹریننگ کی ضرورت ہے۔ خیر اب جاؤ۔.... مجھے توقع ہے کہ اپنی پارٹ بخوبی بجاوگی۔!“ پروفیسر اس سے مزید کچھ کہہ بنے بغیر اٹھا اور کمرے سے چلا گیا۔

رافی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے وہیں کھڑی رہی۔

”بزنس....!“ وہ بڑا بڑا۔ ”یہ تو کھلا ہوا فراہم ہے۔ بزنس کے لئے آدمیت کی سمع سے گرباہ کھاں تک مناسب ہے۔!

پھر وہ خطوط کا انبار سیٹی ہوئی اس کمرے میں چل آئی جہاں خود بیٹھ کر کام کرتی تھی۔ اسے جو زفاف کے خط کا خیال آیا اور وہ اس کا جواب تلاش کرنے لگی۔

”چھ آدمی

میں تمہارے لئے معموم ہوں۔ بھی کیفیت تمہارے باس کے لئے بھی ہے۔ تم اس سے کہو بھے فون پر رابطہ تائماً کرے شاید میں اسے کوئی مفید مشورہ دے سکوں۔ میں کسی کو غارت روئینے کی قوت نہیں رکھتا بتہ یہ ممکن ہے کہ اس کے دشمنوں کے دلوں سے کدورت کارگر ہو جائے۔ بہتر بھی ہے کہ تم اپنے باس کے حکم کے مطابق گھر سے باہر نہ نکلو۔!

مخلص

اوٹو دیلانی“

رافیہ نے طویل سانس لی اور انکلیاں پھٹانے لگی۔

اس دوران میں کئی پار اس کا جی چاہتا کہ جو زفاف سے ملے لیکن پروفیسر نے اسے اس سے روک دیا تھا۔ اس نے کہا تھا ممکن ہے اس کے دشمنوں کو خیال پیدا ہو کہ ہم اس جگہ سے واقف ہیں جہاں اس نے پناہی ہے لہذا وہ پھر جہاں پر یچھے پڑ جائیں گے اور میں اسے اپنے بزنس کے لئے ہاں کن سمجھتا ہوں۔!

”دوسرا طرف رافیہ یہ معلوم کرنے کے لئے بھی بے چین تھی کہ پیشانی کے داغ کا علم ہو جانے کے بعد اس آدمی پر اس کا کیا رد عمل ہوا ہو گا۔ پروفیسر کے بیان کے مطابق بچھو کی شکل کا دسیاہد انتہ تھا۔ پھر اسے اس پر بھی حریت تھی کہ داغ کا علم ہو جانے پر وہ پھر یہاں کیوں نہیں آیا۔!

دنٹاہدہ گھی کی تصویر کی طرف مز کر بولی۔ ”تم ہی بتاؤ اے مقدس روح میری الجھن رفع کرو!“

”کیسی الجھن؟“ دوسرا ہی لمحے میں تیز قسم کی سرگوشی سے کمرے کی فناگوئخ اٹھی۔

”وہ آدمی واپس کیوں نہیں آیا۔.... جسے تم نے سزا دی تھی۔!

”پیشانی پر سیاہ داغ ذکر یعنی کے بعد اس نے اسے صاف کر دینے کی کوشش کی تھی.... لیکن ہاں رہنے کے بعد ذہنی توازن کھو بیٹھا۔....! غفرنیب خود کشی کر لے گا۔!

”خدا کی پناہ... اتنی بھیک سرز!“ رافیہ گزر گئی۔ ”میں یہ نہیں چاہتی تھی... مقدس روح!“

”میں نے تو بھی چاہا اور میں جو کچھ بھی چاہتی ہوں وہ ہر حال میں ہو کر رہتا ہے.... اب تم

اے بھلادو!

”لیکن.... لیکن....!“ وہ ہکلا کر رہ گئی۔ پھر ایک بیک ہنڈیاں انداز میں بولی۔ ”اس نے مجھ کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا تھا۔ اس پر رحم کرو... اسے معاف کر دو... اپنی ہستی کو اتنی ایسا رس نہیں دیتی کہ اس پر جانوں کی بھیت چڑھائی جائے۔ رحم... رحم... مقدس روح!“  
پھر اسکی آواز ایک طویل سکی میں تبدیل ہو گئی۔ لیکن وہ دوبارہ روح کی سرگوشی نہ سن سکی۔ شدت گریہ سے اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ لیکن نہ تو آنکھوں سے آنسو نکلے اور نہ حلقے سے آواز ہی نکل سکی۔

”بِمَعَاشِكَ...!“

”پہنچے گی.... پھر بولی۔ ”نہیں سمجھدی گی سے بتائیے!“

”پہنچے گی.... اس شہر کے بدمعاش ہی میرا ذریعہ معاش ہیں۔ آپ کو یہ بات مخفف اس لئے بنا رہا ہوں کہ آپ کا تعلق ہماری سوسائٹی سے نہیں۔ اپنی سوسائٹی کے کسی فرد کو یہ بات ہونہ بتانا کوئی نکلہ وہ تو مجھے ایک باعزت اور ذمہ دار آدمی سمجھتے ہیں۔ اس بار میرے حلقوں کے ہل مجھے میوپل ایکشن کے لئے بھی کھڑا کر رہے ہیں!“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ نے یہ بات مجھے بھی کیوں بتائی!“

”آپ کی خصیت.... میرا خیال ہے کہ آپ سے کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا!“

”ٹھریے....!“ وہ دلاؤ زینداز میں مسکرائی۔ ”حالانکہ میں بہت آسانی سے بے وقوف بن بنا ہوں!“

”پ تو آپ ہیرا بیس ہیرا!.... دنیا ایسے ہی آدمیوں کی قدر کرتی ہے جو آسانی سے بے اُن بُن جاتے ہیں یہ بہت اچھے آدمی کہلاتے ہیں اور جو آسانی سے بے وقوف بن جانے کی ملادیت نہیں رکھتے۔ اچھے الفاظ میں یاد نہیں کئے جاتے!“

”میں آپ کا مطلب سمجھ گئی۔ مجھے آپ ہی جیسے کسی سمجھدار مقامی آدمی کی ضرورت تھی!“

”کیا اپنے بُن کے سلسلے میں....!“

”نہیں یہ دوسرا معاملہ ہے....!“

” عمران کچھ بُن لا۔ ویسے وہ اسے مستفرانہ نظر دیں دیکھے جا رہا تھا۔

”یہاں کے کچھ سرمایہ داروں کو میرے باریے میں کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے!“

”یکسی غلط فہمی....!“

”وہ کچھ ہیں کہ میں لڑکوں کا بُن کرتی ہوں.... اور وہ اس سلسلے میں میرے گاہک بننا پڑتے ہیں.... پہلے بھی انہیں بُنی میں اڑاتی رہی پھر سمجھدی گی سے سمجھانے کی کوشش کرنے لگی کہ وہ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ لہذا ان میں سے ایک نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے اس کے

لئے غیر ملکی لڑکیاں فراہم نہ کیں تو وہ میرا محابری ویزا کنسل کر دے گا!“

”اے محفل دھمکی ہی سمجھتے.... وہ ایمانہ کر سکے گا!“

عمران مرزا نیم بیگ کی حیثیت سے مس موریلی کے کلب کی عمارت میں داخل ہوا۔ رات کے ساڑھے سات بجے تھے۔ ڈائینگ ہال میں ہلکی موسمیتی کے ریکارڈ کی آواز گونج تھی اور مدھم روشنی والے بلب روشن تھے۔ قریب قریب ساری ہی میزیں ایکجھ تھیں اور تین چار دوسریں آدمیوں کے علاوہ سب غیر ملکی تھے ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ رحمذہ بھی دکھلائیں لیکن اپنی میز پر وہ تھا تھا۔ سامنے ثراب کی بوٹی اور سوڑے کا سائیفن رکھا ہوا تھا۔ گاں میں قرمزی رنگ کی شراب تھی۔

کئی عورتیں موسمیتی کی دھن پر اپنے شانے تھر کارہی تھیں اور مردوں کے پیر فرش پر تھاں دے رہے تھے۔ سفید و زردی میں ملبوس مودب بیرے خاموشی سے ادھر ادھر آجائے تھے۔

موریلی کا دنتر کے قریب کھڑی تھی۔ عمران کو دیکھ کر آگے بڑھی۔

”خوش آمدید.... مسٹر بیگ!...!“ اس کی متزمم آواز کانوں میں رس گھوٹ گئی۔ جواب عمران نے مسکرا کر سر کو خفیف سی جنمیش دی اور اس کے ساتھ چلے گا۔ وہ محوس کر رہا تھا کہ بے خلا آنکھیں ان کی جانب نگران ہیں۔

موریلی اسے اپنے آفس میں لائی۔

”بیٹھنے مسٹر بیگ!... کل آپ کا پیغام ملا تھا۔ بڑی مایوسی ہوئی تھی۔“

عمران نے ہینڈ بیگ سے تصاویر نکال کر میز پر کھکھ دیں۔ وہ ایک ایک کر کے انہیں دیکھتا رہی۔ پھر کسی قدر پچکا پاٹ کے ساتھ پوچھا تھا۔ ”آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے مسٹر بیگ!...!“

ایشی اسی کامقاً ضمی ہے.... فیاض عرصہ سے آپ سے مل بینچنے کا خواہش مند رہا ہو گا۔ لیکن زبب بہر ملاقات ہاتھ نہ آئی ہو گی۔ اتفاق سے ہاروے رجمذن سامنے پڑ گیا۔ اس نے سوچا ہو گا اپنے انخوں ہاتھ آیا۔ اب وہ اس کے بارے میں تازہ ترین معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ  
وزانہ ملتا ہے گا!“  
”اوہ....!  
”

”میں ہاں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”فیاض انہیں لوگوں میں سے ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ دنیا لہر فو صورت لڑکی سے ان کی جان پیچان ضرور ہو!“

”اگر یہ بات ہے تو میں اسے سڑک پر نچاؤں گی!“ موریلی چک کر بولی۔

”نہیں آپ خود اس قسم کی کوشش نہ کیجیے گا.... ورنہ اگر وہ غلط فہمی کا شکار ہو گیا تو آپ کسی لمحہ اس سے دامن نہ پچائیں گی!“

”غیر سے چھوڑیے....! ہو سکتا ہے میں غلطی پر ہوں... لیکن میں اس ہرمایہ دار کی دلکشی کے بارے میں سنجیدگی سے غور کر رہی ہوں!“

”آخر کس نتاء پر....!  
”

”عنی چار دن پہلے ایک واقعہ اور بھی ہو چکا ہے جس سے مجھے سازش کی بو آتی ہے!“  
”اس واقعہ کے بارے میں بھی کچھ بتائیے!“

”یک وقت سات ممبروں نے کوئی معقول وجہ بتائے بغیر کلب کی نمبر شپ ختم کر دی ہے۔ وہ ان لوگوں دوست تھے۔ اس حد تک خفختے کسی بات پر کہ یہاں سے اپنگراؤپ فوٹو سک لے گئے!“  
”اوہ....!  
”

”لیکر واقعہ میرے شے کو تقویت دینے کے لئے کافی نہیں ہے!“  
”وہ تو ہے.... لیکن آخر وہ لوگ اپنے فوٹو کیوں لے گئے!“

”ان میں سے ایک میر اگرہ ادوست بھی تھا....!  
”ہوں....!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”اس کی تصویر تو ہو گی ہی آپ کے پاس....!  
”مگر تو تناہا چاہتی ہوں کہ وہ اسے بھی میرے الیم میں سے نکوالے گیا.... اسے یاد تھا کہ اس کا یہ تصویر میرے پاس تھی!“

”میرا خیال ہے کہ اس نے میرے خلاف کچھ شروع کر دیا ہے.... کیونکہ ایک پولیس آفیسر آج یہاں آیا تھا۔ شاید اس وقت پھر آئے!“  
”کس سلسلے میں پوچھ گچھ کی تھی!“

”جن سلسلے میں پوچھ گچھ کی تھی اسے تو میں صرف ایک بہانہ سمجھتی ہوں۔ حقیقتہ میرے بارے میں تیقش کرنا چاہتا ہے!“

”تب تو پھر آپ مجھے بھی کوئی سادہ لیاس والا سمجھ رہی ہوں گی!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ ”یقین تکچھ جب سے وہ پولیس آفیسر گلشن کر کے گیا ہے میں آپ ہی کے بارے میں ہو چک رہی ہوں اور یہی سوچتی رہی ہوں جو ابھی آپ نے کہا ہے!“

”حالات کے تحت آپ اس میں حق بجانب ہیں.... کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس نے کس معاملے میں آپ سے پوچھ گچھ کی تھی!“

”اڑے وہی معاملہ جو ایک راہ گیر کی توجہ بھی اپنی طرف مبذول کر سکتا ہے کوئی بھی اُڑ رجمذن جیسے مداریوں کے متعلق پوچھ گچھ کر سکتا ہے!“

”آپ کو اس آفیسر کا نام میاہنے!“

”نام تو یاد نہیں ہے۔ البتہ عہدہ ذہن میں محفوظ رہ گیا۔ غالباً وہی آئی ڈی کا پرنسپل تھا!“  
”کیپشن فیاض....!“ عمران آہست سے بڑھوایا۔

”ہاں.... ہاں شاید یہی نام تھا لیکن آپ اسے جانتے ہیں!“

”عمران پس پڑا.... دیر تک ہفتارہا پھر بولا۔ ”مجھے یقین ہے کہ اس نے رجمذن ہی کو یہاں فرا دے کر آپ سے جان پیچان ییدا کرنے کی راہ نکالی ہو گی۔ ہے تاہمی بات....!  
”تیکی بات ہے.... لیکن مقصد کے بارے میں آپ کی رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا!“

”میں نہیں سمجھی!“

”وہ آپ کے بارے میں چھان میں نہیں کر رہا!“  
”پھر بھی بات واضح نہیں ہوئی!“

”وہ مجھ سے ذاتی طور پر دافت نہیں ہے۔ لیکن میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہاں کے پولیس آفیسروں اور بدمعاشوں کے متعلق مجھے ہر وقت تازہ ترین اطلاعات مہیا کرنی پڑتی ہے۔“

”در اصل صرف یہی مسئلہ آپ کے لئے باعث تشویش ہونا چاہئے۔“  
”کو نامسئلہ.....!“

”تصویروں والا....!“

”سبھ میں نہیں آتا.....ہاں مجھے بھی اس کا خیال آیا تھا.....بہر حال اب آپ ہی بتائیے کہ کسی قسم کی سازش ہی ہو سکتی ہے یا نہیں....!“

”ہو تو سکتی ہے....!“ عمران پر تفکر لجھے میں بولا۔ ”لیکن تصویروں کا مسئلہ.....!“  
”تصویروں والے مسئلے کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے....!“

”اور آپ اسی ممبر سے ملنے کیلئے اسکی قیام گاہ پر گئی ہوں گی جس سے آپکی زیادہ بے تکلفی تھی۔“  
”ہمیں ہاں....!“ سب سے پہلے اسی کی قیام گاہ پر گئی تھی۔ لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ انی  
ہاں جگہ کو چھوڑ چکا ہے۔۔۔ چونکہ ممبروں کے رجسٹر میں ان سکھوں کے پتے درج تھے اس  
لئے لوگوں کی قیام گاہ پر بھی بہ آسانی پہنچ سکی تھی۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا رہی جب  
لئے معلوم ہوا کہ ان سکھوں نے اسی دن ان قیام گاہوں کو چھوڑا تھا۔ قیام گاہوں سے مختلف

”سوچنے کی بات ہے.... خیر ہاں تو آپ یہ بتائیے کیا حقیقتاً کسی طرح بھی آپ کے کاروبار کے لئے کچھ نہ بتائے۔۔۔ سکھوں نے لا علی ظاہر کی تھی۔“  
”خوب....!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”یہاں سے اپنی تصاویر ٹک لے گئے اور قیام گاہوں کو  
ہاں طرح چھوڑ دیا۔۔۔ پھر کیا سوچا جا سکتا ہے....؟“

”خخت الجھن میں ہوں....!“ موریلی اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔

”اگر لوگ دشمنی پر کربستہ ہوں تو آپ کو ان الزامات کے لئے بھی تیار رہنا پڑے گا جو آپ

پر کسی طرح بھی عائد نہ ہو سکتے ہوں۔ مثال کے طور پر یہاں کلب کی عمارت کے کسی گوشے میں  
”آپ نہیں پائیں گے کہاں کہ دیکھیں گے....!“  
کچھ قابل گرفت غیر قانونی چیزیں رکھ دی جائیں...۔۔۔ اور میری لا علی میں پولیس چھاپ مارے“

”ٹالیڈاپاہی جاؤں....ہاں اس سرمایہ دار نے دھمکی کب دی تھی۔“  
”اکی دن.... یہ بھی اسی دن کی بات ہے.... ان لوگوں کی ممبر شپ ختم ہونے سے غالباً  
نہ گھٹے پہلے اس نے دھمکی دی تھی....؟“

”خوب....!“ عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کیا دھمکی محض اسی لئے دی  
لائی گا کہ ان ساتوں کا یہی وقت یہاں سے تعلق ختم کر دینا اسی سرمایہ دار کی ریشہ دوائیوں کا متوجہ  
گماجائے۔۔۔“

”در اصل اسے بھی فن مصوری سے لگاؤ تھا۔ اسی بناء پر خصوصیت سے اس سے ایک طریقہ  
کا لگاؤ ہو گیا تھا۔“  
”اچھا وہ ساتوں یہیں آپس میں دوست بنے تھے یا کلب کی رکنیت حاصل کرنے ہے پہلے  
”ممبروں کا رجسٹر.... اچھا....!“ موریلی نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی ایک ملازم کرے  
کردا تھا۔۔۔

”میرا خیال ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی ایک دوسرے کو جانتے تھے۔!“  
”قدرتی بات ہے کہ آپ کو ان کی برا فروختگی پر حیرت ہوئی ہو گی اور آپ نے اس کی  
”المکمل چالاگیں۔۔۔“

”در اصل صرف یہی مسئلہ آپ کے لئے باعث تشویش ہونا چاہئے۔“  
”کو نامسئلہ.....!“

”تصویروں والا....!“

عمران ان ساتوں کے نام اور پتے دیکھنا چاہتا تھا معلوم کرنا خواہتا تھا کہ وہ ڈیوڈ کے بتائے ہوئے تھے۔ عمران اور پتوں سے مطابقت رکھتے تھے یا ان سے مختلف تھے پسچھے دیر بعد رجسٹر آگئی۔ عمران نے اس سے وہ صفحہ کھولنے کے لئے کہا جس پر ان کا انبر ارجح تھا۔

وہ سب ایک جگہ سلسلہ وار درج تھے۔ اسکے بعد پھر دوسرے نام آتے تھے۔ یہ سب وہی نام تھے جو ڈیوڈ نے بتائے تھے اور عمران کی روانست میں پتے بھی اس کے بتائے چوں سے مختلف نہیں تھے۔ ان میں ڈیوڈ کا نام بھی موجود تھا۔

”ان کے درمیان یہ ایک نام کیسا ہے؟“

”کہاں.... وہ.... اسے تو میں بھول ہی گئی تھی۔ نوئیل ڈیوڈ.... لیکن یہ دراصل یہ بھی میری الجھن کا باعث بنا ہوا ہے.... اس کے غائب ہو جانے کی خبر تو اخبارات میں بھی شائع ہوئی ہے۔ خبر کے ساتھ ہی تصویر بھی تھی لیکن اس نے اپنی مبرشرپ کے بارے میں مجھے کوئی اطلاع نہیں دی۔ ان کے ساتھ بھی نہیں آیا تھا!“

”آخر آپ نے ان ساتوں کے ساتھ ہی اس کا تذکرہ بھی کیوں نہیں کیا تھا....؟“

”محض اس لئے کہ اس نے اپنی مبرشرپ ختم کر دینے کی اطلاع مجھے نہیں دی!“

”اس کے بارے میں خبر کیا تھی!“

”اچھی طرح یاد نہیں... جی!“

”یقیناً.... آپ نے اس خبر پر پوری طرح دھیان نہیں دیا تھا.... ورنہ کیپن فیاض کی آدم کی سازش پر محول نہ کرتی!....!“

”خبر کے نیچے ہی کیپن فیاض کا اعلان بھی تھا کہ نوئیل ڈیوڈ کے بارے میں کسی قسم کی کوئی معلومات رکھنے والے اس سے رجوع کریں!....!“

”اوہ.... تو.... وہ کیپن فیاض!....!“

”جی ہاں... مجھے وہ خبر اور اعلان من و عن یاد ہے! بتایا کہ مجھے بہت زیادہ باخبر رہتا تھا وہ کچھ کہنے کے بجائے خلاء میں گھورتی رہی۔“

”آپ نے اس آدمی نوئیل ڈیوڈ سے بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہو گی!“

”جی!....!“ وہ چونکہ پڑی۔ ”کیا کہا!....?“

عمران نے اپنا سوال دہرایا۔  
”جی ہاں....! لیکن جس وقت میں وہاں پہنچی تھی۔ وہ بھی موجود نہیں تھا!“  
”اس خبر کے شائع ہوتے سے پہلے پہنچی تھی یا بعد میں....!“  
”پہلے ہی....!“  
”وہ کہاں رہتا تھا!....!“  
”ایک ہوٹل میں.... لیکن وہاں اس کے کرہ چھوڑ دینے کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ کاؤنٹر لارک نے اس کے کرے میں فون کرنے کے بعد مجھے بتایا کہ وہ موجود نہیں ہے!“  
”ہوں اور اس کے بعد صرف فون کر کے ہی آپ اس کے بارے میں پوچھتی رہی ہو گئی!“  
”جی ہاں.... لیکن بس بھی معلوم ہوتا رہتا تھا کہ وہ موجود نہیں ہے!“  
”خبر شائع ہونے کے بعد بھی آپ نے فون کیا تھا!....!“  
”جی نہیں....؟“  
”کچھ اپ پر شواریوں میں پڑ گئی ہیں.... اب اسے سازش والے نکتہ نظر سے نہ دیکھنے!“  
”پھر....؟“  
”وہ آٹھوں ساتھ ہی آئے تھے....!“  
”جی ہاں....!“  
”ایک دوسرے کے دوست بھی تھے....!“  
”جی ہاں....!“  
”ایک دن وہ ساتوں آتے ہیں اور نہ صرف مبرشرپ ختم کر دیتے ہیں بلکہ اپنی تصاویر بھی لے جاتے ہیں۔ آٹھوں نہیں آتا.... اور پھر اسی کی گشਦگی کی خبر اخبار میں شائع ہوتی ہے۔ مجھے یہ بتائیے آخر دہلوگ اپنی تصویریں کیوں لے گئے....؟“  
”میں کیا بتاؤں میری سمجھ میں تو نہیں آتا....!“  
”آٹھوں غالباً قتل کر دیا گیا ہے.... وہ ساتوں تو اس کے قاتل میں یا قتل میں اعانت کی ہے انہوں نے اسی لئے تصویریں بھی لے گئے اور اپنی قیام کا ہیں بھی چھوڑ دیں۔!“  
”میرے خدا!....!“ وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

”ہو سکتا ہے پولیس کو ابھی تک ان ساتوں کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکا ہو لیکن آپ کے بارے میں ضرور معلوم ہوا ہوگا....!“

”لک... کیوں.... کیسے....؟“

”تو نیل کے ہوٹل میں.... کاؤنٹر کلر نے بتایا ہو گا کہ ایک عورت اس کے بارے میں پوچھنے آئی تھی اور پھر فون پر پوچھتی رہی تھی۔ پھر اگر پولیس کو ان ساتوں کی قیام گاہوں کا پہ معلوم ہو جائے تو ان سے تعلق رکھنے والے بھی پولیس کو آپ کی کہانی سنائیں گے کہ عورت ان کے جانے کے بعد ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئی تھی!“

”میں کیا کروں.... میں کیا کروں....!“ وہ مضطربانہ انداز میں بوی۔

”فی الحال بیٹھ جائیے.... گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ آپ نے اچھا کیا کہ یہ ساری باتیں میرے علم میں لے آئیں!“

”لیکن اس آفسیر نے مجھ سے نوٹل کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا!“

”ابھی اسے اس کا علم ہی نہ ہو گا کہ وہ اس کلب کا ممبر بھی تھا!“

”پھر اب کیا ہو گا.... مجھے کیا کرنا چاہئے....؟“ وہ کلامی کی گھری پر نظر ڈالتی ہوئی۔

”پچھے دیر بعد وہ یہاں پھر آئے گا!“

”میرا مشورہ ہے کہ آپ اسے ان واقعات سے آگاہ کر دیں۔!“

”پھر میری پوزیشن کیا ہو گی....؟“

”تحوڑی داش مندی سے بھی کام لیں تو آپ بھی خرے ہی میں رہیں گی! اور پولیس کا اعانت کرنے کا سرٹیفیکٹ بھی آپ کو مل جائے گا!“

”تو تباہی ناکہ میں کیا کروں....؟“

”آج اس کے جانے کے بعد ہی کسی نے نوٹل والی خبر کی طرف توجہ دلانا تھی۔ آپ نے اسے پڑھا تھا اور یہ معلوم کر کے خوف زدہ ہو گئی تھیں کہ نوٹل کے بارے میں وہی تفتیش کر رہا تھا۔ آپ کہنے گا کہ آپ کو تشویش تھی کہ اس نے براہ راست نوٹل کا تذکرہ کرنے کے مجاہے ہار دے رہا تھا۔ آپ کو تشویش کے متعلق کیوں پوچھ گئے شروع کر دی تھی۔ کیا اس کا یہ خالی ہے کہ نوٹل کی گئشگی میں آپ کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔ اپھر تھوڑی سی لگاوت کی باتیں ہیں۔“

”عمران نے ایک طویل سانس لی اور اٹھنے کا رادہ متوجی کر دیا۔

”یہ سوال آپ نے کیوں کیا....؟“

”آپ تصویریں لے کر آئئے تھے۔ میں سمجھی تھی مصور ہوں گے لیکن آپ نے سرکس

ٹریوں کر دیا۔ اور اب اس قسم کے کمالات دکھار ہے ہیں۔!“

”عمران نہیں پڑا۔۔۔ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔۔۔ سب میرے مقدر کی خوبی ہے۔ اوت پانگ

ٹور پر پیدا ہوا تھا اور زندگی کے ہر موڑ پر اوت پانگ حالات کا شکار ہوتا ہوا اس عمر تک آپنچا

کل۔ آپ کو سن کر بھی آئے گی کہ میں ہوائی جہاز پر پیدا ہوا تھا۔ سارے مسافروں میں

راہگئی پھیل گئی تھی اور میرے باپ پر غشی کے دورے پر ہر ہے تھے کہنے کا مطلب یہ کہ میرا

فریج معاش مصوری نہیں ہے میں حقیقتاً یہ تصویریں کسی قدر دان کے حوالے کر کے ان سے اپنا

بچپا چڑھانا چاہتا ہوں۔!“

"چوری کی تو نہیں ہیں....!"

عمران نے پھر قہقہہ لگایا۔ پھر دیر تک ہستے رہنے کے بعد بولا۔ "چوری کامال قدر دنوں کے حوالے نہیں کیا جاتا بلکہ اونے پونے فروخت کیا جاتا ہے۔"

"معاف کیجئے گا۔ اس وقت میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس سوال پر شرمندہ ہوں۔" "کوئی بات نہیں....! بہر حال اسے محض اتفاق بھیجئے کہ آپ سے آنکھیاں آپ کے سارے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اب اجازت دیجئے.... ایک بار پھر یاد دلاؤں گا کہ آپ فیاض کو زور دیں مل کے بارے میں کچھ نہ بتائیے گا!"

عمران اٹھ گیا۔



ان دنوں جوزف ایک طاقتور دور بین سنبھالے کھڑکی کے قریب بیٹھا رہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ لوگ جو عمران کی تاک میں ہیں یعنی طور پر فلیٹ کی نگرانی کرتے ہوں گے وہ دل ہی دل میں تاؤ کھاتا رہتا۔ کاش کسی ایک کے بارے میں یقین ہو جائے۔ چھٹی کا دودھ یاد دلادے اسے.... اکثر سفید قام را گیریوں کو دیکھ کر دانت پیشتا۔

آج ہی اسے اوٹو بیانی کی سیکریٹری کا خط اپنے خط کے جواب میں ملا تھا۔ اور وہ مضطرب تھا کہ کسی طرح فون پر عمران کی کمال آئے اور وہ اس تک پروفیسر کا پیغام پہنچا دے۔ مضطرب بھی تھا اور جھنجلاہٹ میں بھی جلتا تھا۔ جھنجلاہٹ اس بات پر تھی کہ آخر عمران اسے اپنا فون نمبر بتانے سے کیوں گریز کر رہا ہے۔ اب اگر ایسے میں فوری طور پر کوئی اہم اطلاع اس تک پہنچانی ہو تو وہ کیا کرے گا۔

جوزف اتنی زیادہ احتیاط کا قائل نہیں تھا۔ اس کا قول تھا کہ جب لوگ اس طرح گھیرنے لگیں تو پھر بس کٹ مرنا چاہیے اور وہ تو اس پر پتہ نہیں کب سے تلا بیٹھا تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی پیانا بھی تو جاسکتا! ایسے دور بین سنبھال بیٹھنے کا مقصد بھی تھا کہ وہ آس پاس پائے جانے والوں کے چہرے پڑھ سکے اس کا دعویٰ تھا کہ وہ چور قسم کے دشمنوں کی بو سونگھ سکتا ہے۔ ان کی آنکھوں میں ان کے دل کا حال پڑھ سکتا ہے۔

دور بین کا فوکس زیادہ تر سامنے والے کیفے کے برآمدے پر ہوتا۔ وہاں سگریٹ اور سگار

ثوں کی تین دو کانیں تھیں جن پر کچھ دیر نگہرنے کا حجاز بھی پیدا کیا جاسکتا تھا اور وہیں سے ان کے فلیٹ کی نگرانی بھی ہو سکتی تھی۔!

اس وقت ایک طویل قامت آدمی جو اور کوٹ اور فلیٹ ہیٹ میں ملوس تھا ایک دوکان پر رہا۔ اور جب وہ سڑک کی جانب مڑ کر سگار سلاکا نے لگا تو جوزف نے دیکھا کہ اس نے فلٹ کا گوشہ پیشانی پر جھکا رکھا ہے۔

آج منجھی سے سردی شدید تھی۔ دن نکلنے سے قبل تیز بارش ہوئی تھی اور پھر آسمان کھل بافل۔ لیکن دھوپ ایسی لگ رہی تھی جیسے پانی میں داخل کر اپنی رنگت گنو بیٹھی ہو۔ ادھوب میں اکر بھی سردی کا احساس کم نہیں ہوتا تھا۔

جوزف دور بین کے بیششوں میں آنکھیں پھاڑانے لگا۔ فلیٹ ہیٹ کے سامنے کے نیچے سفید رہی تھی شاید سر کھجانے کے لئے اس نے فلیٹ ہیٹ پیچھے کھکائی تھی۔

لیکن یہ کیا؟ جوزف کے ہونٹ پھر کئے گئے۔ انگلی دور بین کی گراری پر تیزی سے چلی۔ بلکہ ہیٹ والا چہرہ تریب آتا گیا۔ خدا کی پناہ.... داغ.... پیشانی پر بچھوکی شکل کا داغ....! سر کھجانے کے بعد فلیٹ ہیٹ پھر آگے کھک آئی.... اور بچھوکی شکل کا داغ سامنے کی اٹ میں ہو گیا۔

وہنا اس نے دور بین میز پر بچنکی اور اچھل کر اس کری کی طرف آیا جس کے ہتھے پر اس کا لٹ پڑا ہوا تھا۔ کری ہی پر دونوں ریبوالوں کے لئے ہولٹر بھی رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ہلدی جلدی ہولٹروں کو پہلوؤں سے لٹکایا اور تیزی سے کوٹ پہنچتا ہوا دروازے کی طرف جھپٹا۔ زینے ایسی ہی رفتار سے طے کئے تھے کہ اگر مقدار سے زیادہ پی رکھی ہوتی تو سر کے ہزار گلے ہو جاتے۔

نیچے فٹ پاتھ پر پہنچ کر اس نے اس غیر ملکی کو ایک ست جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ نہایت الہماں سے چل رہا تھا۔ جوزف کے ہونٹوں پر تیز آمیز کھنکا و پیدا ہوا اور وہ تھوڑے فاصلے سے ال کا تعاقب کرنے لگا۔



عمران نے اپنے ٹرائس میٹر پر اشارہ محسوس کیا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے میں بلیک زرید کی آواز سنائی دی۔ ہوا یکس ٹو۔ ہوا یکس ٹو۔!

”ایکس ٹو۔“ عمران نے ماٹیک میں کہا۔ ”لو۔۔۔ استاپ۔۔۔!“  
دوسری طرف سے بلیک زرید کو ڈورڈز میں روپورٹ دینے لگا۔ ”سکس ون، اطلاع دیتا ہے کہ جوزف ایک غیر ملکی کا تعاقب کرتا ہوا داراب منزل میں داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد باہر نہیں آیا۔۔۔ اس کے دہاں داخل ہونے کے تین گھنٹے بعد تک کی روپورٹ ہے۔۔۔ اور۔۔۔!“  
”تعاقب کہاں سے اور کیسے شروع کیا تھا؟ اور۔۔۔!“

”ایکن وہ داراب منزل میں کس طرح داخل ہوا۔۔۔ اور۔۔۔!“  
”سکس ون کا بیان ہے کہ جوزف غیر ملکی کے اندر داخل ہو جانے کے بعد پچھہ دری تک سڑک پر ہی کھڑا رہتا تھا۔۔۔ پھر وہ بھی اندر چلا گیا۔۔۔ اور۔۔۔!“

”جوزف سے اسی حماقت کی توقع نہیں۔۔۔ خیر۔۔۔ داراب منزل کہاں ہے۔ اس کے بارے میں کیا معلومات ہیں۔۔۔؟ اور۔۔۔!“

”عمارت کا مالک ڈاکٹر داراب ہڈیوں کے امراض کا ماہر ہے۔ عمارت بظاہر آج کل خالی ہے کیونکہ ڈاکٹر داراب آج کل غیر ممالک کے دورے پر گیا ہوا ہے۔ عمارت میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا تھا۔ وہ کنوار ہے۔۔۔ پچھلیں گرین اسکواڑ۔۔۔ اور۔۔۔!“

”عمارت کی گرفتاری کس طرح کی جا رہی ہے۔۔۔؟ اور۔۔۔!“  
”لکاسی کے ہر راستے پر نظر ہے۔۔۔ اور۔۔۔!  
”گلہ۔۔۔ میں دیکھوں گا۔۔۔ اور پچھ۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔ اور۔۔۔!“  
”اوور اینڈ آل۔۔۔!“ عمران نے سوچ آف کر دیا۔

اس کے چہرے پر تشویش آمیز تھکر کے آثار نظر آرہے تھے۔ یہ جوزف گھر سے کیسے نکل گیا۔ کیا قصہ ہے؟ یہ تو کسی طرح ممکن ہی نہیں کہ اسے کوئی حکم دیا جائے اور وہ تھیل نہ کرے۔

ہے بھی زیادہ قادر آدمی۔!

اس نے سوچا شاید سلیمان اس مسئلے پر روشنی ڈال سکے۔ اس نے وہ ہوٹل سے باہر نکل کر اسی ٹیکن بوجھ کی طرف چل پڑا۔ جسے دوسروں سے رابطہ قائم کرنے کیلئے عموماً استعمال کرتا تھا۔ سلیمان گھر بر موجود تھا۔۔۔ اس کی آواز سن کر چینے لگا۔ چھوٹے ہی بولا۔ ”وہ حرام زادہ آپ کے ہم کی پرواہ کے بغیر گھر سے باہر نکل گیا۔۔۔!  
”لیکن کیسے۔۔۔؟“

”پتہ نہیں۔۔۔ سالے کی یوتیلیں تک میں ہی منگوا کر دیا کرتا تھا۔ ارے یہ کام سانپ کی نہ ہے۔۔۔ آپ کو پتہ نہیں کب عقل آئے گی۔!  
”اویسیمان۔۔۔!  
”جی صاحب۔۔۔!  
”غور سے کن اور میری بات کا جواب دے! وہ ان دونوں کیا کرتا تھا!“

”دن بھر دور میں لئے کھڑکی پر بیٹھا رہتا تھا! ہمیں کچھ دیر پہلے یکایک دور میں میز پر پھیلکی اور اٹ پہن کر بھاگ گیا۔۔۔ میں چیختا رہ گیا!“  
”اس کے اشاك میں شراب موجود تھی۔۔۔!  
”چار بو تلیں جناب غالی۔۔۔ اب کیا سالے کو اپناخون پلاتا۔۔۔ اور جو قسم چاہے لے لجھے میں لے تو اس دوران میں اس سے بات تک نہیں کی کہ کہیں بنگلوں بن کر میرے سر پر کوئی مصیبت نہ لکھ لیتیں سمجھ کر وہ کالی مرغی کی اولاد کی بات چیت کے بغیر نکل بھاگا ہے!“

”بہر حال وہ دور میں لئے کھڑکی کے قریب بیٹھا رہا کرتا تھا۔۔۔!“ عمران نے کہا۔  
”گلہاں۔۔۔ اور اس کی ذمہ داری ہمیں چست لباس لڑکیوں پر ہو سکتی ہے مجھ پر نہیں۔!  
”ایک بات تو بھی سن گھر سے باہر قدم نکالنے کی ضرورت نہیں پڑ دیوں سے سودا منگوالیا کر۔!  
”اگرے ضرورت ہی کیا ہے۔۔۔ سودا بھی آپ ہی کے لئے ہوتا ہے۔۔۔ ہم تو کچھ کھائے پانچھری بھی برسوں چل سکتے ہیں۔!  
”شتاب۔۔۔!“ عمران نے کہا اور سلسہ منقطع کر دیا۔  
”کھوڑ کر رانا پیلس کے نمبر رنگ کئے۔۔۔! بلیک زرید نے کال رسیوں کی۔

”اس عمارت کا بیر و فی نقشہ مع محل و قوع دو گھنے کے اندر اندر چاہئے تم خود مل... ہو مل  
ذیشان کے قریب....!“ عمران نے ماڈ تھے پیس میں کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

تیسرا پار موریلی فرہام کے نمبر ڈائیل کے اور دوسرا طرف سے اس کی آواز سن کر بولا  
”شمیک....!“

”اوہ.... مسٹر بیگ....! میں نے تمہارے مشورے کے مطابق اس آفسر کو سب کچھ بتایا  
لیکن روپی مل کا تذکرہ نہیں کیا۔!“

”خوب.... روپی مل کیا رہا....?“

”بے حد شکر گزار ہے میرا کہ میں نے اسے اس عورت کی تلاش سے بچالیا جو ڈیوڈ کے ہوں  
میں اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے گئی تھی۔ وہ بہت مہربان ہے۔!  
”نمیک ہے.... اچھی خبر ہے۔!“

”اب اسے ڈیوڈ کے ان ساتوں دوستوں کی تلاش ہے....؟“

”یہ بھی اچھی بات ہے۔!“

”ہم کب مل رہے ہو....؟“

”میاں بھی میری ضرورت باقی رہتی ہے۔!“

”کیوں نہیں....! میں تمہاری غنیمت رہوں گی۔!“

”آج نہیں.... آسکوں گا.... کل پر رکھو....!“

”میں تمہاری مخلوق ہوں کہ اس الجھن سے نجات پا سکی۔!“

”لیکن اس آفسر سے نجات نہ پا سکو گی....!“

”کیا مطلب....!“

”بے دھڑک عاشق ہو جاتا ہے....!“

دوسرا طرف سے کھنکتا ہوا ساق قہچہ سنائی دیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران بو تھے سے باہر آگیا اب وہ پھر ہوٹل ہی کی طرف جا رہا تھا۔

نمیک دو گھنے بعد اس نے بیک زیر و کوٹھی کے قریب کھڑے دیکھا۔ جو اس کے لئے

داراب منزل کا بیر و فی نقشہ لایا تھا۔

وہ عمران کے موجودہ میک اپ سے واقع تھا۔ دونوں ذیشان کے ڈائیکنگ ہال میں داخل ہو کر  
کہینوں کی طرف چلے گئے۔

پیشے ہی بلیک زیر و بولا۔ ”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جوزف کبھی آپ کے احکامات کے  
ان بھی کچھ کر گزرے گا۔!“

”اوہ.... اتنا حق بھی نہیں ہے کہ ہر سفید قام غیر ملکی کے پیچھے اس لئے دوڑتا پھرے کہ مجھ  
کرانے والے چند غیر ملکی ہی تھے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”پھر....؟“

”اے کسی طرح یقین آگیا ہو گا کہ وہ انہیں لوگوں میں سے ہو سکتا ہے۔ سلیمان سے معلوم  
داہے کہ وہ دور بین لئے کھڑکی پر بیٹھا رہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ نیچے سرکار پر سے بھی وہ اپنی دور  
بنا سیست صاف نظر آتا ہو گا۔ اچاک اس نے دور بین پھینکی تھی اور کوٹ پہن کر نیچے بھاگا تھا۔  
ایسا چاہا سکتا ہے اس سلسلے میں....؟“

”تو گویا آپ یہ کہنا چاہئے میں کہ جس کے پیچھے وہ گیا تھا اسی نے کسی طرح اسے یقین دلا دیا  
ہو گا کہ وہ انہیں لوگوں میں سے ہے۔!“

”اس کے علاوہ اور کوئی چیز جوزف کو میرے حکم سے سرتالی پر مجبور نہیں کر سکتی۔!“

”آخراں نے اسے کس طرح یقین دلایا ہو گا کہ وہ انہیں لوگوں میں سے ہے....؟“

”تم پہلے بتاؤ کہ اوٹو دیلائی کی قیام گاہ کی گمراہی کے کیا نتائج نکلے۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”کچھ بھی نہیں....! اس لڑکی کے علاوہ اور کسی کو بھی وہاں آتے جاتے نہیں دیکھا  
گیا۔ مقررہ وقت پر آتی ہے اور مقررہ وقت پر وہاں سے چلی جاتی ہے۔! مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے  
اہل اس کے علاوہ اور کوئی ہوتا ہی نہیں۔!“

”یعنی ہمارے آدمیوں نے وہاں ابھی تک کوئی مرد نہیں دیکھا۔!“

”بھی نہیں....!“

”اس آدمی دیلائی نے مجھے روحانیات وغیرہ کے چکر میں پھنسانے کی کوشش کی تھی۔!“

”آخر یہ ہے کیا بلا۔....؟“

”ایک پیشہ ور نجومی....! یو کے میں ہمارے کسی بڑے لیدر سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔“

اپنے بھوڑاں دیا مناسب نہیں.... اب تو شاخوں ہی کے سہارے جڑ تک پہنچنا ہو گا۔ ہم میں سے کہ داراب منزل میں کیا ہو رہا ہے....؟ لیکن اس سے قبل تمہیں اطمینان کر لینا ہو گا۔ ہر ان آدمیوں کی بھی نگرانی تو نہیں کی جا رہی جو داراب منزل کی گنگانی کر رہے ہیں!۔ ”اس پر خاص طور سے توجہ دی گئی ہے.... اور میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے!“



جوزف اس غیر ملکی کا تعاقب کرتا ہوا داراب منزل تک آیا تھا.... اور اس کے اندر داخل جانے کے بعد سوچ ہی رہا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہئے۔ اچانک اسے ایک مٹھکہ خیز نظر کمال دیا ہد آدمی جس کا تعاقب کرتا ہوا وہ یہاں تک آیا تھا پورچ میں پہنچا ہی تھا کہ کسی جانب سے اب عورت اس پر جھپٹ پڑی اور پٹائی شروع کر دی۔ دونوں ہاتھوں سے۔ جوزف میں گیث کے راستے کھڑا تھا۔ اس لئے وہ اس حادثے کو دیکھ سکتا تھا۔ ورنہ کمپاؤڈ کی قد آدم دیواریں سڑک پر سے اندر کا جائزہ لینے میں حارج ہی ہوتی۔

پھر دفعہ اس آدمی نے مدد کے لئے چیخنا شروع کر دیا۔ جوزف نے دیر سے شراب نہیں پی تھی اس لئے کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی کند ہو کر اگئی تھی۔ بہر حال اس عورت پر سخت غصہ آیا اور وہ پٹنے والے کی مدد کرنے کے لئے چھانک سے لگزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ لیکن اسے اس کی خبر بھی نہ ہو سکی کہ اس کے اندر داخل ہوتے ہی پاک بند کر کے مقفل کر دیا گیا ہے۔ وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا پورچ تک آپہنچا۔

اب عورت اپنے شکار کو زمین پر گرا کر چڑھ بیٹھی تھی.... اور دونوں ہاتھوں سے پیٹے جا رہی تھی اور وہ اب بھی مدد کے لئے پیٹے جا رہا تھا۔ یہ عورت بھی سفید فام ہی تھی۔

”محترم.....! محترم.....!“ وہ ان کے قریب پہنچ کر گھھھلیا۔۔۔ ”خداؤند خدا کے لئے ایک اداکی اس طرح تذلیل نہ کیجئے!“

”اوچے کر چین ہٹ جا یہاں سے!“ عورت ہانپتی ہوئی یوں۔ ”یہ بھی تیری ہی طرح چاڑھنے ہے... اور گلے میں کراس لٹکا کر مجھے دھوکے دیتا ہے!“

”میں شرمند ہوں اپنی دخل اندازی پر محترم..... لیکن یہ میری استدعا ہے.... مقدس کوارٹی کا واسطہ ہٹ جائیے!“

اس نے اس کے بارے میں کچھ بالکل صحیح پیشیں گویاں کی تھیں۔ لہذا انہی کی سعاداش پر اسے دیا گیا تھا۔ وزارت خارجہ کے دیرینا برائی میں اس کا دیکارڈ موجود ہے۔ اتصویر بھی میں نے دیکھی تھی۔ خوف ناک صورت والا ہے۔ بہر حال منظر عام پر آتا پسند نہیں کرتا۔ بڑیں بذریعہ خطا، کتابت کرتا ہے!“

”تو آپ بھی اسے نہیں دیکھ سکتے تھے!“

”نہیں صرف آواز سنی تھی....!“

”وہ کسی سے ملتا نہیں.... لیکن جوزف پر بہت سہرا ہے!“

”اور اس سہرا بیانی کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مجھ سے تعلق رکھنے والا ایک آدمی خود بخوبی اس کی طرف کھنچا چلا گیا تھا۔“ عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔

”تو آپ نی کہنا چاہتے ہیں کہ ویلانی برادر اسے انہی لوگوں سے تعلق رکھتا ہے!“

”اس کا شہر کیا جاسکتا ہے۔“ عمران آہستہ سے بڑھا۔ ”اب وہ بچھو کی شکل والے سیاہ دلاغی کا تھے لے لو.... لڑکی نے جوزف کو اس کی کہانی سنائی تھی۔ جوزف بالکل ہی گدھا نہیں ہے لیکن جہاں کا لے جادو وغیرہ کا بچک آپڑے وہاں وہ گدھے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ اسے لڑکی کی کہانی پر یقین آگیا ہو گا۔ اب ذرا تصور کرو.... وہ دور میں لئے کھڑکی پر بیٹھا ہوا ہے۔ مقصود یہی ہو سکتا ہے کہ وہ آس پاس پائے جانے والے مشتبہ آدمیوں پر نظر رکھ۔ ظاہر ہے کہ خصوصی توجہ سفید فام غیر ملکیوں پر ہو گی۔ اچانک وہ ایسے ہی ایک آدمی کی پیشانی پر بچھو کی شکل کا دلاغ دیکھ لیتا ہے۔ تم خود سوچو اس کی کیا حالت ہو سکتی ہے۔ اسی صورت میں!“

” غالباً آپ ٹھیک نتیجے پر پہنچ ہیں!“

”بچھو کے دلاغ والی کہانی اس لئے گردھی گئی ہے کہ ہم لوگ ایسے کسی آدمی کی تلاش میں رہیں.... فوٹیں والے واقعہ سے انہیں یقین آگیا ہے کہ میں تھا نہیں ہوں.... اور یہ بھی ممکن ہے کہ پویس کے لئے کام کر رہا ہوں.... وہ غالباً جوزف پر شدید کریں گے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ حقیقت کیا ہے....!“

”تو پیری یہ اوٹو میلانی!“

”نہیں فی الحال.... ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے۔ لہذا برادر اس

دفتارہ اسے چھوڑ کر بہت گئی اور مرد اندر کو کھلانے ہوئے انداز میں اندر بجا گا....! عورت چند لمحے ہانپی اور جوزف کو گھورتی رہی پھر بولی۔ "تم کون ہو...!"  
"مم.... میں.... مداخلت کی معافی چاہتا ہوں محترم....! ویسے میں دراصل ان صاحب کے پیچے پیچے ہی آیا تھا! "

"کیوں....؟" عورت غرائی۔

"میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں...!"

"ہم رومن یکتوںکے ہیں....!" عورت نے اکٹ کر کہا۔

"تعجب ہے....!" جوزف سر ہلا کر بولا۔ "میں نے آج تک کوئی ایسا رومن یکتوںکے نہیں دیکھا جو ماتھے پر پیچوکی تصور بنائے پھر تاہو...!"

"اوہ....!" وہ پڑھنے نظر آنے لگی۔ پھر یہ یہک پر جوش لجھے میں بولی۔

"اسے سزا ملی ہے.... خدا کا قہر نازل ہوا ہے۔ اس جیسے بد کردار شہر کا توپ را چڑھایہ ہو جا چاہئے۔ اوہ تم مجھے معاف کرنا.... سیاہی کوئی ایسی نرمی چیز نہیں.... لیکن سزا کے طور پر....!"

"میں سمجھتا ہوں.... میں سمجھتا ہوں....!" جوزف سر ہلا کر بولا۔

"اوہ.... اندر چلو میں تمہیں بتاؤں گی کہ وہ کیسا آدمی ہے تب تم اندازہ کر سکو گے کہ میں تن بجانب ہوں....!"

"نہیں مادام.... شکریہ بس اتنا ہی کافی ہے.... مجھے اس مداخلت پر شرمندگی ہے۔ آپ کے اپنے فتحی معاملات ہیں.... میں دخل دینے والا کون...!"

"میں دل کا غبار یا بخار جو کچھ بھی سمجھو نکالنا چاہتی ہوں۔ کیا میرے لئے ہمدردی کا اتنا سما جذبہ بھی نہیں رکھتے.... اسے بچانے تو دوڑے آئے تھے!"

"اے نہیں.... یہ بات نہیں....!" جوزف نے دانت نکال دیئے۔ وہ زوس ہو گیا تھا...  
اگر وہ کوئی نوجوان اور دلی پلی عورت ہوتی تو جوزف گھاس بھی نہ ڈالتا لیکن وہ ایک معمر اور مولی تازی خاتون ہونے کی حیثیت سے جوزف کے لئے قابلِ احترام تھی۔ اس کی بات کسی طرح نہ

تال سکا۔ یہ بھی بھول گیا کہ اس آدمی کا تعاقب کیوں کیا تھا....!  
سعادت مندانہ انداز میں عورت کے پیچے چل پڑا۔ لیکن نشست کے کمرے میں داخل ہو کر

"ہی قدم آگے بڑھا تھا کہ پے درپے تین چار ایسی ضریب میں سر پر پڑیں کہ یہک وقت آنکھوں میں ہرے بھی ناچے اور مکمل تاریکی کا احساس بھی پیدا ہوا اس کے بعد وہ احساس کی کسی بھی قسم کو یافت کرنے کے قابل نہ رہ گیا۔

پھر پتہ نہیں کتنی دیر ہے، پر وہ تاریکی مسلط رہی تھی.... ہوش آنے پر اس نے خود کو ایک رہی سے بندھا ہوا پیالا تھا۔

کری ایک میز کے قریب رکھی ہوئی تھی اور اس کے دونوں ہاتھ رہی کی بندش سے آزاد نہ۔ اس نے محسوس کیا کہ تائیکن الگ الگ کرسی کے پایوں سے باندھی گئی ہیں۔ بہر حال اس بڑی طرح جکڑا ہوا تھا کہ ہاتھوں کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

دفتارہ میز پر رکھی ہوئی بوتل پر اس کی نظر پڑی۔ لیل سے وہاںٹ ہادس وہ کسی معلوم ہوتی نہیں۔ جوزف کی باخچیں کھل گئیں۔ بوتل اس کی پیچنے سے دور نہیں تھی۔ سوڑے کا سائیلنٹ بھی فربہ ہی موجود تھا اور ایک عدد گلاس بھی.... لیکن جوزف جیسے بلا ٹوٹ کو سوڑے یا گلاس سے کیا لپپی ہو سکتی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر بوتل اٹھا۔ اسے کھولنے کا کام دانتوں سے لیا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ اس کے ہونٹوں سے لگی ہوئی تھی۔ چوتھائی بوتل چک لینے کے بعد سائنس لینے کے لئے رکا ہی تھا کہ پشت سے کسی نے ہاتھ بڑھا کر بوتل چھین لی۔

ساتھ ہی آواز آئی۔ "مفت کی نہیں ہے....!"

جوزف گروں گھما کر بولنے والے کو دیکھنے سکا۔ اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے بہت دیر بعد لاتھی اس نے فوری طور پر نہ صرف دماغ گرم ہو گیا تھا بلکہ سر کی چوٹ بھی رنگ لارہی تھی۔

ملال تو نہیں پھٹی تھی البتہ سر میں کئی عدد چھوٹے چھوٹے۔ "ظفیلی سر" ضرور پیدا ہو گئے تھے۔

وہ بے جس و حرکت بیٹھا رہا۔ ہونٹ اب بھی پھٹنے ہوئے تھے اور آنکھوں سے جہنم جھاک رہا۔

فلڈ آہستہ آہستہ اسے یاد آتا رہا کہ یہاں اس کی موجودگی کا مطلب کیا ہو سکتا ہے۔

"یا تم ہوش میں ہو....!" پشت سے آواز آئی۔ بڑی گونجدار اور پر وقار آواز تھی۔

"ہوں....!" جوزف بھی غریا۔

"تم سے سوالات کے جواب دے سکو گے....؟"

"سوالات پر نہیں ہے....!"

”ہڈیاں توڑ دی جائیں گی....!“

”کیا یہ سوال ہے....؟“ جوزف غرایا۔

”ہم تمہارے اور تم سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرچکے تھیں۔“  
”اس جملے میں بھی کہیں سوال نظر نہیں آتا....!“ جوزف کا لبھ زہریلا تھا۔ لیکن اس باراں  
نے پشت سے بولنے والے کی آواز نہ سن۔ کرے کی فضا پر پھر بوجھ سامنے تھا کہ یو تو ف جوزف  
اب وہاں تھا کہ اس کی بوتل بھی اس کی دسترس سے باہر تھی۔ بہر حال جتنی بھی حل سے پہنچ  
اترچکی تھی فی الحال ذہن کو جگائے رکھنے کے لئے کافی تھی۔

تحوڑی دیر بعد اس نے کرے کا جائزہ لینا شروع کیا۔۔۔ کرہ کیا اسے ہال کہنا چاہئے لیکن اس  
کے اور ایک میز اور ایک کرسی کے علاوہ وہاں فرنچیز کے قسم کی اور کوئی چیز موجود نہیں تھی البتہ  
سامنے والے گوشے میں ریفریجیریٹر ناپ کی کوئی مشین رکھی نظر آئی۔۔۔ اس سے اپرمنگ کی  
شکل کا ایک تار نکل کر مخالف سمت والی دیوار تک چلا گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کی اپرمنگ کو  
کھینچ کر پھیلایا گیا ہو۔ اپرمنگ کے بلوں کا قطر کم از کم چھ انچ ضرور رہا ہو گا۔

دفعتہ کسی جاپ سے ایک بوڑی سی بکری ہال میں گھس آئی۔۔۔ اس کے پیچے ایک آدمی بھی آیا  
تھا۔۔۔ یہ مقامی ہی تھا ایسا لگتا تھا جیسے وہی اس بکری کو گھیر کر یہاں تک لا یا ہو۔ بکری کے کان پر  
کر سکپتی ہوا سے اس جگہ تک لے گیا جہاں اپرمنگ کے دوسرا سرے کو دیوار کے ایک کہے  
نسک کر دیا گیا تھا۔ آنے والے نے اپرمنگ کا سرا دیوار کے کہے سے نکال کر بکری کے گھے میں  
پڑے ہوئے پڑے سے لگادیا۔

”کیا کر رہا ہے.... یہ....!“ جوزف آہستہ سے بڑا ہیا۔ اس نے دیکھا کہ بکری کے پیارکوں  
کے شکنچے میں اس طرح کس دیے گئے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے مل بھی نہیں سکتی تھی۔

پھر وہ آدمی بھی وہاں سے چلا گیا۔۔۔ جوزف الجھن میں پڑ گیا تھا اور اس الجھن کی وجہ سے ”  
غصہ بھی جاتا رہا جو کچھ درپہلے گھنگوپ آیا تھا۔

یہ کیا ہو رہا ہے....؟ کیا یہ سب مخربے ہیں۔۔۔ وہ سوچتا رہا۔ اسے اس جاں میں پہنچانے  
کے لئے ایک عورت نے اس مرد کی پٹائی کی تھی جس کا تعاقب کرتا ہوا وہ یہاں تک پہنچا تھا۔  
اب یہ بکری لیکن کیوں۔۔۔ اس میں حرمت کی کیا بات ہے ہو سکتا ہے یہ موڑن بکری کا

مرح باندھی جاتی ہو۔۔۔ او نہہ جہنم میں جائے اسے کیا۔۔۔؟ وہ خود تو بندھا بیٹھا ہے۔۔۔ پہ  
نہیں دوسرا الحمد اس کے لئے کیا لائے ہے اس سے بکری کے بجائے اپنے بارے میں سوچنا  
پڑھنے۔ بارے میں حد عقل مند ہے۔۔۔ اس نے اسے ہدایت دی تھی کہ وہ کسی بھی حال میں باہر نہ  
پڑھنے لیکن بالآخر وہ اس بچھو کے جاں میں پھنس گیا۔ وہ مردود شاید جانتا تھا کہ یو تو ف جوزف  
درین بنجا لے کھڑکی کے قریب بیٹھا ہے لہذا اس نے جان بوجھ کر اپنا وہ منحوس داغ دکھایا۔۔۔  
اور یو تو ف جوزف خدا سے معاف کرے اس کے پیچے دوڑ پڑا۔۔۔ لیکن بچھو۔۔۔! خدا کی پناہ۔۔۔  
بچھو آیا کہاں سے تھا۔!

”ہوئی قادر....!“ اس کی زبان سے بے ساختہ بہ آواز بلند نکلا۔  
”کس بات پر حرمت ہے....؟“ پشت سے آواز آئی۔

”اڑے تو کیا اب تم میرے پیٹ میں گھنے کی کو شش کرو گے۔!“ جوزف نے جھلا کر کہا لیکن  
اں کے جواب میں اس نے کچھ نہ سن۔ پھر پہلے ہی کی کسی خاموشی طاری ہو گئی۔ بکری بھی خاموش  
کری تھی وہ تو اس درجہ ساکت تھی کہ جگالی بھی نہیں کر رہی تھی۔ چونکہ جوزف کو پھر غصہ آگیا  
تھا اس نے اس کا بھی چاہا کہ وہ خود ہی بچالی شروع کر دے۔ کم بختوں نے خواہ مخواہ باندھ رکھا ہے  
پڑھنے لیکن کیا چاہتے ہیں۔

دفعتہ ایک عجیب قسم کی آواز نے اسے چوٹا کیا۔ یہ اسی ریفریجیریٹر ناپ کی مشین سے آرہی  
تم جس سے اپرمنگ کی شکل کا تار نکل کر بکری کے پٹے تک گیا تھا۔

پھر اپرمنگ کے ریفریجیریٹر سے نکلنے سرے سے ایک شعلہ سالپ کا اور اپرمنگ کے بلوں پر  
آہستہ آہستہ ریلنگے لگا۔ عجیب سا شعلہ تھا۔۔۔ جب اپرمنگ کے کسی بل کے اوپری حصے پر پہنچتا تو  
اں کی رنگت تبدیل ہو جاتی پھر جب دوسرا طرف نیچے اترنے لگتا تو پھر رنگت بدلتی اور سامنے  
کے موڑ نک آتے آتے وہ تیسری رنگت اختیار کر لیتا۔۔۔ اس طرح وہ کبھی سرخ ہو جاتا کبھی بیز  
اوہ کبھی کہر ایسا لائیں رنگوں کا یہ شعلہ اپرمنگ کے بلوں پر آہستہ آہستہ ریلنگتا ہوا بکری کی جانب  
پہنچتا رہا۔

پھر دیر نک جوزف حرمت سے منہ چاڑھے اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر ذہن پر جی ہوئی برف پھیلی  
گیا اور دفعتہ اس نے محوس کیا تھا کہ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔۔۔ یہ دھمکی ہے۔۔۔ سو فیصد۔

عمران نے اور کوٹ اتار کر ایک طرف ڈال دیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا دیوار کے قریب پہنچ کر کھڑکیاں اس جانب بھی کھلنے تھیں۔ بُغض کے ششے روشن نظر آئے۔ وہ روشنی کی زد پہنچتا ہوا آیا تھا.... چند لمحے دیوار سے لگا کھڑا اندر ہیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا اور بالآخر گندے پہلے کے ایک پاسپ پر نظر پڑھی گئی۔ اندازہ میں تھا کہ وہ آخری چھٹت تک گیا ہوا گا۔ پھر اس کے زیر پہنچ کر تصدیق بھی ہو گئی۔ جوتے اتار کر جیجنوں میں ٹھونے اور پاسپ کے سہارے دیوار پر چھا شروع کیا۔ سیاہ کپڑے پہن رکھتے تھے اس نے دور سے دیکھ لئے جانے کا اندازہ بھی کم ہی تھا۔ پلک جھکتے ہی وہ آخری چھٹت پر نظر آیا۔ پائیوں کے سہارے چھتوں پر پہنچنے کے سلسلے میں وہ ایسی مہارت دکھاتا جیسے بندروں میں پل کر جوان ہوا ہو۔



جوزف نے اسی آدمی کو راکھ کا وہ ڈھیر دہاں سے ہٹاتے دیکھا جو بکری کو گھیر کر لایا تھا۔ اپر گلکا چھل کر مشین کے قریب جا پڑا تھا۔

راکھ کا ڈھیر ہٹادینے کے بعد اس نے اس اپر گلک کو مشین سے الگ کر کے ایک طرف ڈال یا۔ چند لمحے مشین کا جائزہ لیتا رہا پھر دوسرا اپر گلک جو مشین کے اوپری حصے پر رکھا ہوا تھا اس کر مشین کے کسی پر زے سے نسلک کر کے اسے کھینچتا ہوا مختلف سُت و ای دیوار تک لایا۔.... جوزف نے دیکھا کہ وہ اسے دیوار کے ٹک سے انکار رہا ہے۔

دفعتائیجھے سے کسی نے اس کی کرسی کو دھکا دیا اور وہ پھسلتی ہوئی آگے بڑھ گئی اب جوزف نے ٹووس کیا کہ کرسی کے پائیوں کو چھوٹے چھوٹے پیٹے لگے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ اب کرسی پھر دھکیل جائے گی۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب اسے بھی وہیں پہنچا دینے کی کوشش کی جا رہی ہے جہاں بکری راکھ ہو گئی تھی۔

وہ دوسرے دھکے کا منتظر ہی تھا کہ دفعتائی اس کے ادھر ادھر جھولتے ہوئے ہاتھ پکڑ لئے گئے۔ اور پشت پر لے جا کر انہیں بھی باندھ دیا گیا۔.... غفلت میں مارا گیا۔.... شاید وہ اپنے انگوں کو آزاد رکھنے کے لئے پوری قوت صرف کردیتا۔

بہر حال کرسی وہیں پہنچا دی گئی۔.... جہاں کچھ دیر پہلے بکری راکھ ہوئی تھی۔.... "یکر و...!" انگل کی نے اسے مخاطب کیا۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو

دھمکی... اس نے سوچا کہ یہ لوگ اسے خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں.... اس بکری کو مار دالیں گے۔ شعلہ تین چوتھائی فاصلہ طے کر چکا تھا.... اس میں تقریباً پندرہ منٹ لگے تھے پھر میوس منٹ پر کیا ہوا گا.... جوزف مضطرب انداز میں منتظر تھا۔ بیسوال منٹ شعلے کی راہ میں حائل ہوا ہی تھا کہ تیز قسم کی روشنی کے جھماکے سے جوزف کی آنکھیں چند ہی گنک۔ اور جب نظر ٹھہری تو بکری کی جگہ راکھ کا ڈھیر دکھائی دیا۔



بیک زیرو کے توسط سے پل پل بھر کی خبریں عمران تک پہنچتی رہی تھیں۔ وہ اچھی طرح جانا تھا کہ جوزف پر سختیاں کی جا رہی ہوں گی۔ ساتھ ہی اس پر بھی یقین تھا کہ وہ اسے جان سے نہیں مار سکتے۔ اس طرح جال میں چھانے کا مقصد ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ جوزف سے اسکا پتہ معلوم کریں کیونکہ گھر سے فرار ہوتے وقت جوزف ہی نے گاڑی ڈرائیور کی تھی۔ انہیں یقین ہے کہ جوزف اس کی کمین گاہ سے واقع ہے۔ بیچارہ جوزف .... وہ اس سے انکار کرے گا اور وہ یقین نہ کریں گے بہر حال انہیں اسے زندہ رکھنا ہی پڑے گا۔ البتہ بڑی سخت اذیتیں دیں گے کہ وہ کسی طرح اگل دے شام تک اسی کوئی اطلاع نہ ملی جس کے مطابق داراب منزل میں کسی نے قدم رکھا ہوا کوئی باہر آیا ہو.... کپڑا ڈھکا پھاٹک جوزف کے داخل ہونے کے بعد سے اب تک بند ہی رہا تھا۔

عمران عمارت کے پیر ونی نقشوں کا کمی بار جائزہ لے چکا تھا۔ سر شام ہوٹ سے نکلا کچھ دیر شہر میں مژ رگشت کرتا پھرا..... اور پھر ایک پلک ٹیلی فون کے ذریعے بیک زیرو سے آخری روپورٹ لے کر داراب منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

مارکت کے سامنے والی سڑک پر کسی قدر ٹریکھ تھا.... لیکن عقبی شاہراہ سنان پڑی تھی۔ اور اس سڑک کے دوسرے کنارے سے کچھ ہی فاصلے پر کھینوں کے سلسلے دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ادھر عمارتیں نہیں تھیں.... داراب منزل کے قریب کے کچھ درختوں نے عمارت کی عقبی دیوار کو تقریباً گھیر رکھا تھا۔ لیکن کسی درخت کی شاخ عمارت سے اتنی قریب نہیں تھی کہ اس کے سہارے چھٹت تک پہنچا ممکن ہوتا۔

مارکت دو منزلہ تھی اور زمین سے آخری چھٹت تک کافاصلہ کم از کم پچاس فٹ ضرور رہا ہوگا۔

”تم اب اپنی بکواس بند کرو...!“ جوزف نے اسمنہ بنانے کا کر بولا۔ ”میں اس سے زیادہ اور کچھ  
ٹھیں جانتا کہ وہ میرے باس ہیں۔!“  
”اچھی بات ہے!“ آواز آئی۔ ”تمہیں فی الحال صرف اتنا بتانا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔!“  
جلد پورا ہوتے ہی اپر گنگ کے مشین والے سرے سے شعلہ بھڑکا اور آہستہ آہستہ جوزف  
کی طرف ریکنے لگا۔  
”میں کچھ نہیں جانتا....!“ جوزف حلق پھاڑ کر چینا۔

لیکن اس نے پھر وہ آواز نہ سنی۔ ... شعلہ آہستہ آہستہ اپر گنگ کے بلوں میں چکرا تا اس کی  
بانپ بڑھتا رہا۔

پھر دفتار پرے ہال میں اندر ہیرا چھا گیا۔ ... بکل کے بلب اچانک بجھ گئے تھے۔ شعلہ بھی چہاں  
تھا وہیں غائب ہو گیا۔ اور اندر ہیرے میں پھر وہی آواز گوئی۔  
”یہ کیا ہوا....؟ دیکھو....؟ خطرہ ہے.... ہوشیدار....!“  
پھر جوزف نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔ شاید ایک فائر بھی ہوا تھا۔ لیکن  
آواز اتنی بہکی تھی کہ جوزف کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکا۔ ... اس کی دانست میں وہ فائر بھی ہو سکتا  
تھا اور اس کے بر عکس بھی....!

کچھ دیر بعد ہال میں پھر روشنی ہو گئی اور ایک دروازے میں عمران نظر آیا جو اس دیسی آدمی کو  
دھک دیتا ہوا اندر لا رہا تھا۔ ... جس نے جوزف کے کار میں اپر گنگ کا سر انکلایا تھا۔  
جوزف کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلیں۔ ... پچھے نہیں یہ حیرت کا ظہار تھا یا خوشی کا۔ ...  
بہر حال اب اسے اس کی پرواہ نہیں تھی کہ روشنی ہوتے ہی وہ ہلاکت آفرین شعلہ دوبارہ اپر گنگ  
کے بلوں میں ریکنے لگا ہے۔

ومران دیسی آدمی کو مشین کی طرف دھکیلتا ہوا غریا۔ ”اسے بند کرو....!“ اس نے بے چون  
اپا ٹیل کی۔ ... اور اس کے بعد جوزف کے کار سے اپر گنگ کا سر انکل دیا۔  
ومران نے اسی سے جوزف کی رسیاں بھی کھلوا دیں۔

”بب.... بس....!“ جوزف کی آواز کا پرہیز تھی اور وہ اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔  
”تھے سے تو میں سمجھوں گا....!“ عمران اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

”تم کچھ دیر پہلے اس بکری کا دیکھ پکھے ہو....!“  
جوزف کچھ نہ بولا۔ ... اس بار بھی اسے بولنے والا نظر نہیں آیا تھا۔ ... ہال میں دیکھ آؤ  
کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا جس نے مشین دوبارہ چلائی تھی۔  
وہ آگے بڑھا اور دیوار کے پہ سے اپر گنگ کا سر انکل کر جوزف کے کار سے انکلایا اور جوزف  
بالکل اس بکری ہی کی طرح ان واقعات سے بے تعلق نظر آتا رہا اس کے چہرے پر ایسی ہی  
معصومیت تھی جیسے وہ اپنی شادی کی رسومات سے دوچار ہو رہا ہو۔  
”جوزف....!“ وہی آواز پھر ہال میں گوئی۔ ... اور جوزف چوک چڑا۔ ... لیکن اس نے بھی  
زبان نہیں ہلاکی۔

”جوزف....!“ آواز پھر سنائی دی جو کسی در بندے کی غرابیت سے مشابہ تھی جوزف نے  
لاپرواںی سے کہا۔ ”میں صرف انہیں جواب دینے کا عادی ہوں جو مردوں کی طرح سامنے اکر  
بات کریں۔!“  
خدا رات آمیز قہقہے کے ساتھ کہا گیا۔ ”میں سامنے آؤں بھی تو کیا.... تم قوبے بس ہو۔“  
جوزف غریا۔ ”تم میری زبان کاٹ دو....!“ لیکن میری آنکھوں میں اپنے لئے ایک گندی کی  
کالی پاؤ گے۔!

”اس کے باوجود بھی تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے بشرطیکہ تم عمران کا پتہ تباو....!“  
”میں نہیں جانتا.... اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس سے لعلم رکھا درجنہ ہو سکتا تھا کہ  
میں تمہیں بتاتی دیتا۔ زندگی کے پیدا ری نہیں ہوتی۔!“

”تم جھوٹے ہو....!“  
”تم خبیث ہو....!“ جوزف دانت پیس کر بولا۔  
”اچھا ہی بتا دو کیا وہ پولیس کے لئے کام کر رہا ہے۔!“  
”مرضی کے مالک ہیں.... جس کے لئے چاہیں کام کریں۔!  
”ہاں یا نہیں میں جواب دو....!“

”میں نہیں جانتا....! میری اتنی اہمیت نہیں ہے کہ وہ اپنی مشغولیات سے مجھے باخبر رکھیں۔!  
”اس کے ساتھ کتنے آدمی ہیں....?“

”ٹھیک ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”تم سب احتیاطی تدبیر نمبر گیارہ پر عمل کرو گے!“ پھر عمران اور وہ نقاب پوش ساتھ ہی کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔ جوزف ان تین نقاب شوں اور قیدیوں سمیت وہیں ٹھہر ا رہا۔

ایک نقاب پوش نے ریو اور نکال کر اس کا رخ قیدیوں کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ”اگر کسی کے منہ سے ہلکی سی بھی آواز نکلی تو بنے دریچ گولی مار دی جائے گی۔“ پھر دوسرے نقاب پوش نے ہاتھ بڑھا کر بھلی کا سونچ آف کر دیا اب کمرے میں گھری تاریکی فی اور وہ سب ایک دوسرے کی سامنوں کی آوازیں سن رہے تھے۔



عمران برآمدے کے ستون کی اوٹ میں تھا۔۔۔ اس نے پورچ میں کھڑی ہوئی گاڑی سے ایک آدمی کو اترتے دیکھا۔۔۔ یہ بھی سفید قام ہی تھا۔۔۔ برآمدے کی روشنی گاڑی پر پوری طرح ڈری تھی۔ اس لئے یہ معلوم کر لینے میں دشواری نہ ہوئی کہ گاڑی میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

عمران نے جیب میں پڑے ہوئے ریو اور کادستہ مضبوطی سے گرفت میں لے رکھا تھا۔ بھی ہی نووارد نے برآمدے کے پہلے زینے پر قدم رکھا یا اور جیب سے نکل آیا۔ ”ہاتھ اور اخداو....!“ اس کے برآمدے میں داخل ہوتے ہی عمران غریا۔ نووارد اچھل پڑا۔ جنم سے آنکھیں چھائے چند لمحے عمران کو دیکھتا ہا پھر چپ چاپ ہاتھ اور اخداو یے۔ ”اندر چلو....!“ مز کر دیکھے بغیر۔۔۔!“ عمران نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔ وہ اسی طرح ہاتھ لائے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا۔

”چلتے رہو.... ہوں....!“ ٹھیک ہے.... اب یہیں ٹھہر جاؤ....!“ خود عمران نے بھی رک کر مخصوص انداز میں بہ آواز بلند کہا۔ ”روشنی....!“ اور پھر جب وہ نووارد کو اس کمرے میں لے گیا تو وہاں اندر ہمراں نہیں تھا۔

”کسے بھی سنجاو....!“ عمران نے نقاب پوشوں کو مخاطب کیا۔ ”وہاں پر ٹوٹ پڑے۔۔۔!“ ”بے کام ہو رہا ہے....!“ نووارد بالآخر چیخا۔۔۔ ”ا بھی سک تو میں سختا رہتا تھا کہ ڈاکٹر مجھ سے

جوزف نے دانت نکال دیئے.... کچھ بولا نہیں۔

”میں اچھی طرح جانتا ہوں تو نے کسی کی پیشانی پر بچھو کا نشان دیکھ لیا ہو گا....!“

”خدا کی قسم پاں....!“ تم کیا جانو....!

”اسے انہیں رسیوں سے جکڑ دے....!“ عمران نے دیسی کی طرف اشارہ کیا۔

جوزف نے اسے انہیں رسیوں سے نہ صرف جکڑ دیا بلکہ اسی کر سی پر ڈال کر دھکیتا، وا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

”لکھر....!“ عمران نے ہاتھ نجما کر پوچھا۔

”یا اسے یہیں جھوڑ جائیں گے باس....!“ جوزف نے تحریر ان لمحے میں سوال کیا۔

”ٹھیک ہے.... چلو....!“

”بھر عمران اس کی رہنمائی کرتا ہوا اسے ایک ایسے کمرے میں لاایا جہاں تین نقاب پوش کھڑے اس سفید قام جوڑے کی گمراہی کر رہے تھے جس نے جوزف کو اس جاں میں پھنسایا تھا۔

جوزف نے دیکھا کہ اس کی پیشانی پر جہاں داغ تھا پی بندھی ہوئی ہے۔

”یہی تھا باس....!“ جوزف ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”اسی پٹی کے نیچے وہ منحوس بچھو موجود ہے۔ پٹی کھول دو....!“ عمران نے ایک نقاب پوش سے کہا۔

غیر ملکی نے مراحت نہ کی پٹی کھول دی گئی۔ مراحت نہ کر سکنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ہاتھ پہلے ہی پشت پر لے جا کر باندھ دیتے گئے۔۔۔ عورت کے ساتھ بھی یہی بر تاؤ ہوا تھا۔

عمران جھک کر غیر ملکی کی پیشانی کا وہ داغ دیکھتا رہا۔ ایک بار انگوٹھے کو لب لگا کر اسے مٹانے کی بھی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئی۔۔۔ داغ قدرتی ہی معلوم ہو رہا تھا۔

”پروفیسر دیلانی سے تمہارا کیا تعلق ہے....?“ عمران نے غیر ملکی کو مخاطب کر کے پوچھا۔

”یہ اسی حرای کا کارنامہ ہے...!“ غیر ملکی نے غصیلے لمحے میں جواب دیا۔

”یہ داغ....!“

”ہاں یہ داغ....!“

”بہر حال یہ بھی کسی کی تعلق ہی کی بناء پر ہوا ہو گا۔!“

دفعتاً ایک اور نقاب پوش کمرے میں داخل ہو کر بولا۔ ”ایک گاڑی کپاڈنہ میں آکر رکی ہے۔“

مذاق کر رہا ہے۔!

”خبردار...! ڈاکٹر کا نام نہ لینا...!“ دیسی آدمی عصیلی آواز میں دھاڑا۔ ”تم سب بد معاملہ ہو...! یہ بات اب سمجھ میں آئی ہے۔!  
”میں مطمئن ہوں...!“ عمران مسکرا یا۔

جوزف احقوقی کی طرح منہ پھاڑائے ہوئے ہربن لئے والے کی طرف متوجہ ہو جاتا زار ہی سی  
دیر میں نواروں کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے گئے۔

”کیوں نہ ہم یہاں سے فرار وانہ ہو جائیں۔!“ ایک نقاب پوش بولا۔

”نہیں...!“ عمران کے لجھ میں تھکم تھا...!“ بمشکل تمام یہ موقع ہاتھ آیا ہے... نقاب پوش نے پھر کچھ کہنا چاہا۔... لیکن دوسرا نقاب پوش نے آہتہ سے کچھ کہہ کر اسے باز کھلا۔

”کیا تم اس عمارت کے نگران ہو...!“ عمران نے دیسی قیدی سے پوچھا۔

”میں اس عمارت کا نگران بھی ہوں اور ڈاکٹر دارب کا اسٹنٹ بھی...! یہ آدمی خود کو ڈاکٹر کا قریبی دوست ظاہر کر کے یہاں آیا تھا...!“

دیسی قیدی خاموش ہو کر اس غیر ملکی کو گھورنے لگا جس کی پیشانی پر دم نمادغ تھا۔

”اچھا تو پھر...؟“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”اس نے ظاہر کیا کہ ڈاکٹر سے ملا چاہتا تھا لیکن اس کی عدم موجودگی پر اسے افسوس ہے  
در اصل یہ ڈاکٹر سے ایک معاملے میں مدد کا خواہیں تھا...!“ اس نے یہی کہا تھا مجھ سے...!  
”کس معاملہ میں مدد کا خواہیں تھا...!“

”اپنی بیانی ہوئی ایک مشین کا تجربہ کرنا چاہتا تھا اس کے بیان کے مطابق اس نے وہ مشین  
ڈاکٹر ہی کے لئے بیانی تھی...! اس سے پہلے بھی اکثر غیر ملکی ڈاکٹر اور موجودین ڈاکٹر دارب سے  
ملنے آتے رہتے تھے اس لئے مجھے کسی قسم کا شہر نہ ہوا۔ میں نے اسے اجازت دے دی۔ یہ اپنی  
بیوی اور سازو سامان سمیت یہاں آگیا۔... مشین آپ دیکھ چکے ہیں...! آج سے قبل میں اس  
کے استعمال سے واقف نہیں تھا۔ آج ہی اس نے مجھے اسے آپریٹ کرنے کی ٹریننگ دی تھی۔  
مجھ سے کہا تھا کہ یہ مشین نظام ہضم کو بہتر بنانے میں مدد دے گی۔ تجربہ کے لئے ایک بکری  
فراتھم کی گئی تھی۔ دن بھر اسے ایسی دوائیں دی گئیں جنہوں نے اس کا نظام ہضم بتا کر کے رکھ

”یہ اس مردود کا کہنا تھا کہ وہ اسے اس مشین کے ذریعہ اعتدال پر لائے گا۔ لیکن میرے خدا...!  
”تو راکھ ہو گئی...! اور پھر یہ آدمی۔!“  
”وہ جوزف پر نظر جائے ہوئے خاموش ہو گیا۔

”کیوں کیا تم نہیں جانتے تھے کہ الیے زبردستی یہاں لایا گیا تھا!“ عمران نے تلخ لجھ میں پوچھا۔  
”ہرگز نہیں جناب میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ یہ کہاں سے آپکا تھا۔ اس نے تو مجھے  
بھی بکری کی فراہمی کے لئے باہر بھیج دیا تھا۔ یقین کجھے بس تھوڑی دیر پہلے مجھے علم ہوا تھا کہ  
یہاں ان دونوں میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی بھی موجود ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ نیکروں کب  
یہاں لایا گیا۔... بکری کے بھیم ہو جانے کے بعد ہی مجھے بہت بڑے خطرے کا احسان ہوا تھا۔  
ویسے اس آدمی کو کرسی سے بندھا دیکھ کر بھی میں سوچ میں پڑ گیا تھا....! لیکن اس مردود کے  
ظراہک تیور دیکھ کر خاموش ہی رہ جاتا پڑا!“  
اس کے خاموش ہو جانے پر عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہا پھر اس سفید قام کی طرف مڑا  
بس کی پیشانی پر داغ تھا۔

”میری طرف کیا دیکھ رہے ہو...! میں نہیں جانتا کہ یہ اپنی زبان میں کیا کہتا رہا ہے...?  
سفید قام بولا۔

”تم اپھی طرح جانتے ہو کہ یہ کیا کہتا رہا ہے... خیر...! ہاں تو میں نے تم سے پروفیسر  
بیانی کے بارے میں پوچھا تھا!“

”میں اس سے اختلاف قلب کی دو ایسے گیا تھاو اپسی پر داغ پیشانی پر دیکھا۔“  
”تم نہیک کہہ رہے تھے۔!“ عمران نے نقاب پوش کی طرف مڑ کر کہا۔ ”ہمیں انہیں یہاں  
سلے لیا چلنا چاہئے۔!  
”آپ لوگ کون ہیں...؟“ ڈاکٹر دارب کے مینہ اسٹنٹ نے پوچھا۔

”کیا تم ان لوگوں کے بارے میں کچھ جانتے ہو...!“ عمران نے غیر ملکیوں کی طرف اعتمادہ  
کر کے پوچھا۔  
”لب تو یہی کہنا پڑے گا کہ قطعی کچھ نہیں جانتا...!“

”لہذا ہمارے بارے میں بھی کچھ معلوم کر کے کیا کرو گے...! ویسے چلتا تو تمہیں بھی نہیں ہے یہ۔“

ہمارے ساتھ...!"

"میں اس عمارت کو نہیں چھوڑ سکوں گا... یہ میری ذمہ داری ہے۔!"  
"میں تم سے بھی زیادہ ذمہ دار آدمی ہوں... لہذا تمہیں اسکی حفاظت کی فکر نہ ہونی چاہئے!"  
ڈاکٹر کا اسٹنٹ اب بھی اسے استفہامیے نظر وہ سے دیکھے جا رہا تھا۔  
"ان سکھوں کی تلاشی لے پکے ہو...!" عمران نے نقاب پوشوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔  
"جی باں...!" ایک نے جواب دیا۔  
"تواب اسکی بھی جانہ تلاشی لے ڈاؤ...!" عمران نے نووارد غیر ملکی کی طرف دیکھ کر کہا۔  
اس کے پاس سے ایک پرنس... ایک قلم اور جبی ٹرائس میٹر ریڈیو سیٹ برآمد ہوا۔  
پرس میں ایک سو بیالیں روپے اور پچھہ وزینگ کارڈز تھے۔ عمران ٹرائس میٹر ریڈیو کو اٹ پلک  
کر دیکھے ہی رہا تھا کہ دفعتاً ایک جانب سے اس کی ایک دیوار سرک گئی۔ یہ غالباً کسی بیٹن کے دنبے  
سے ہوا تھا۔

"اوہ...!" عمران کے حلق سے تحریز دہ سی آواز نکلی۔ اور آنکھیں ایسے ہی انداز میں  
روشن نظر آنے لگی تھیں جیسے کسی مشکل مسئلے کا حل اچانک سامنے آگیا ہو۔

"تم اُسے خراب کر دو گے...!" نووارد غرایا۔ "میں کہتا ہوں یہ سب آخر کیا ہو رہا ہے۔ میں  
اپنے سفارت خانے...!"

"بن بن...!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تھمارے سفارت خانے کی اجازت ہی سے تمہیں  
جہنم زیبد کروں گا... مطمئن رہو...!"

اس نے وہ ٹرائس میٹر ریڈیو اپنی جیب میں ڈال لیا۔  
"تم کوئی بھی ہو...! تمہیں بچتا ناپڑے گا...!" نووارد دانت پیس کر بولا۔

"میں عمران ہوں جس کے لئے تم لوگوں نے اس بیچارے کو گھیرا تھا...!" اس نے جوزف  
کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"عمران...!" نووارد کے چہرے پر ہوا بیان اٹھنے لگیں۔  
"اوز تم مجھے پہچانتے ہی تھے...!" عمران اس غیر ملکی کی طرف دیکھ کر مسکرا جس کی پیشانی  
پر داغ تھا۔

"میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو...!"  
"جو کچھ چاہتا ہوں تم دیکھ بھی لوگے...!" عمران نے خنک لہجے میں کہا اور نقاب پوشوں سے  
ہے۔ "ان سکھوں کو وہیں لے چلو جہاں میشن رکھی ہوئی ہے۔!"  
"لک... کیوں... کیوں...؟" پچھو نمادغ رکھنے والا جنپی ہکلایا۔  
"اب میں بھی ایک تجربہ کرنا چاہتا ہوں...!"  
"نن... نہیں...!" وہ بے حد خوف زدہ نظر آنے لگا تھا۔  
پھر جب اسے وہاں سے لے جیا جانے لگا تو اس نے ہندیانی انداز میں چختا بھی شروع کر دیا تھا۔  
جوزف اور ڈاکٹر دراپ کا نائب بے تحاشہ بھس رہے تھے۔  
ہاں میں پہنچ کر ڈاکٹر دراپ کے نائب کو کرسی سے اٹھا دیا گیا۔ اس کے ہاتھ پیر بھی کھول  
یے گئے اور اس کی جگہ اس سفید قام کو بھاکر کرسی سے کس دیا گیا۔ کرسی دیوار کے ساتھ اسی جگہ  
لے جانی گئی جہاں پچھہ دیر پہلے جوزف نظر آرہا تھا۔  
عمران کی ہدایت پر دراپ کے اسٹنٹ نے اسپر گنگ کا سراغیر ملکی کے کالر سے انکادیا۔

"اب میشین کو چلاو...!" عمران گرج کر بولا۔

غیر ملکی گھنکھا رہا تھا۔ لیکن عمران پر ذرہ برا بر بھی اثر نہ ہوا۔ میشین چلتے ہی اسپر گنگ پر اسی  
جگہ پر شعلہ نظر آیا جہاں پہلے گل ہوا تھا۔

"اب بتاؤ... تو میں ڈیوڈ کہاں ہے...?" عمران نے قیدی سے پوچھا۔

"اگر تم عمران ہو...!" وہ جلدی بولنے لگا۔ "تو وہ دو آدمیوں کے ساتھ تھمارا تعاقب  
کرتا ہوا غائب ہو گیا تھا...!"

"لیکن یا تم ان آٹھ آدمیوں میں سے ہو جو فرینڈز اے براؤ کے مجرم تھے...!"

"ہاں... میں تھا اور وہ بھی جو تھمارے قریب کھڑا ہے... خدا کے لئے میشین بند کر دوا!"

"ڈاکٹر ویلانی سے تھمارا کیا تلقن ہے...?"

"پچھے بھی نہیں... میچے ہدایت می تھی کہ ڈاکٹر ویلانی کی یکریٹری سے تھمارے متعلق پوچھ  
گھو کر دوں... پھر کسی کی ہدایت ہی پر دوبارہ ایک کہانی لے کر اس کے پاس گیا تھا اور یہ داغ

پیشانی پلے کر وہاں سے واپس آیا تھا... جو کسی طرح بھی نہ مٹ سکا!"

”ہی تمہیں ہدایت ملی تھی کہ جو زف کو داغ دکھا کر اپنے ساتھ لگاؤ...!“

”ہاں بھی بات تھی...!“

”ہدایات کس سے ملتی ہیں...؟“

”کاش میں جانتا ہوتا...!“

”طریقہ کیا ہوتا ہے...!“

”بیتیرے طریقے ہیں... کبھی کوئی اجنبی پیغامات لاتا ہے اور کبھی ٹرانس میز پر کبھی کرپٹوگرافی

کے ذریعے... تم اگر چاہو تو تمہیں اپنی کرپٹوگرافی کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتا ہوں...!“

”اُن بہانے زندہ رہنا چاہتے ہو.... کیوں...؟“ عمران نے کہا اور ڈاکٹر داراب کے نائب تھا... میشن بند کر دے... سہ رنگا شعلہ قیدی سے صرف ایک گز کے فائلے پر رہ گیا۔

”مجھے تو قوت ہے کہ تم اپنے بقیہ پانچ ساتھیوں کا پہنچان ضرور بتاؤ گے۔“

”یقیناً بتا دوں گا...!“

”یہ عورت تمہاری بیوی ہے...!“

”نہیں...!“ سفید قام نے کہا اور دفعۂ حلق چھڑ کر چینا۔

”اے... وہ سرخ روشنی... ہر اسونگ آف کرو... آف کرو...!“ لمحے میں کچھ ایسا بوکھلا ہٹ تھی کہ عمران کو کسی قریبی خطرے کا احساس ہوا اور وہ دروازے کی طرف جھپٹا... اس کے ساتھ وہ نقاب پوش اور جو زف بھی کچھ اسی طرح بھڑ کے تھے۔

دفعۂ ایک زور وار دھماکہ ہوا پھر کسی کو ہوش نہ تھا کہ کون کدھر گیا۔

عمران اندر ہیرے میں سرکلرا تاپھر رہا تھا۔ عجیب سی گھٹن تھی... پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ دھواں ہی ہو سکتا ہے... آنکھیں جلنے لگی تھیں اور حلق بند ہوتا جا رہا تھا۔

”جو زف...!“ وہ پوزی قوت سے چینا۔

”ہاں... باس...!“ دور سے آواز آئی... ”اگ لگ گئی ہے... باہر نکلو... ادھر تھا چلے آؤ سب...“ یہاں دیوار بھی ٹوٹ گئی ہے... میں آسمان دیکھ رہا ہوں...!“

”بولتے رہو... میں آرہا ہوں...“ تمہارے ساتھ اور کون ہے...؟“

”وہ تینوں باہر کو دے گئے ہیں... میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں جلدی سے آ جاؤ...!“

”بالآخر عمران اسکے پیش ہی گیا۔

یہاں تاروں کی چھاؤں میں اس نے بلے کا ذہر دیکھا... دوسری طرف پا میں باغ نظر آ رہا تھا۔ ”صدمہ...!“ اس نے غالباً چھتے نقاب پوش کو آواز دی جو باہر ہی رک کر عمارت کی ٹکڑی نیز بنا رہا تھا۔

”اے... وہ موجود ہے...!“ باہر سے آواز آئی۔ ”جلدی کیجئے...!“

”دوسرے ہی لمحے میں عمران اور جو زف بھی ٹوٹی ہوئی دیوار پھلانگ کرپائیں باغ میں پیش گئے۔ پوری عمارت نہیں گری تھی۔ کچھ حصے منہدم ہوئے تھے اور اس کے اوپر دھوئیں اور غبار ایکٹھے بادلوں میں آگ کی بڑی بڑی لپکن اٹھ رہی تھیں۔

”کل چلو...!“ عمران چالنک کی طرف جھپٹتا ہوا بولا۔ ”تم سب اپنی گاڑیوں سے جاؤ...!“

”اُن بھی تمہارے ہی ساتھ جائے گا...“ میں عمارت کی پشت پر اپنا اور کوٹ چھوڑ آیا ہوں!“

”وہ چالنک سے نکل کر عقبی سڑک کی طرف بھاگا...“ ہر چند کہ یہاں گھنی آبادی نہیں تھی لہن لوگوں چھوٹی ٹکڑیوں کی صورت میں عمارت کی طرف دوڑے آ رہے تھے۔

عمران نے عمارت کی پشت پر پیش کر اور کوبہ اٹھا لیا اور اسے پہن کر خود بھی کو شش کرنے لگا۔ عمارت کے سامنے والی بھیڑ میں شامل ہو جائے اسے یقین تھا کہ ان لوگوں میں سے ایک آدھ لہن بھتی سے بھی تعلق رکھتا ہو گا ورنہ اس کام کے لئے خصوصیت سے اسی عمارت کو کیوں نہیں کیا جاتا۔

لوگ چیز ہے تھے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے... طرح طرح کی تجویزیں پیش کی جا رہی تھیں۔

ٹکڑا فاع کے عملے کے لوگ آگ بھانے کی تدبیریں عمل میں لارہے تھے۔

عمران کو موقع نہ تھی کہ اندر رہ جانے والوں میں سے کوئی زندہ بچا ہو۔ اگر وہ اور اس کے

ان کل لاشیں بھی بلے کے ذہر میں دبی پڑی ہوں۔

”بھیڑ میں ایک ایک کو قریب سے دیکھتا پھر رہا تھا کہ اچالنک دو سفید قام غیر ملکی نظر۔

اسکے انہوں نے گرم سلپنگ گاڑیں پکن رکھتے تھے عمران چپ چاپ ان کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

”نہیں.... نہیں.... تم اچھے ایکٹر نہیں ہو.... بے تعلق ظاہر نہیں کر سکو گے۔ تمہارا بیس شہر نامناسب ہے!“ اس نے کہا اور اپنے ساتھی کو وہیں جھوڑ کر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ عمران دوسرے کے پیچھے ہی کھڑا رہا۔ لوگ کئی لاشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے قرب سے ازدرا رہے تھے۔ ایک آدمی کہہ رہا تھا کتابخانہ دردار دھاکہ تھا۔ بم ہی کا ہو سکتا ہے!

”بھلاڑا کٹر دارب کی کوئی نہیں میں بم کا کیا کام....!“ کسی نے جواباً کہا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا غیر ملکی واپس آیا۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔ اس نے ہاتھ پر کہا۔ ”تینوں ختم ہو گئے!“

”تینوں کون....؟“ ساتھی نے پوچھا۔

”شہر ڈی.... یونی اور فیلڈ....!“

”فیلڈ.... فیلڈ کیوں....؟ وہ کب تھا وہاں....؟ مطلب یہ کہ اس وقت تو اسے وہاں نہ ہوتا ہے تھا!“

”خدا ہی جانے... میرا خیال ہے اب کھک چلو یہاں سے.... ڈاکٹر کا استثنہ بھی مر گیا؟“

”اور.... وہ نیگر و....!“

”کوئی پانچویں لاش میں نے وہاں نہیں دیکھی....!“

پھر وہ بھیڑ سے نکل کر ایک طرف چلنے لگے تھے۔

عمران کافی فاصلے پر ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے اب اس کا امکان نہیں تھا کہ ان کی مزید نگرانی کر سکتے۔

وہ زیادہ دور نہیں گئے تھے.... اس نے انہیں ایک عمارت میں داخل ہوتے دیکھا۔ اور خود اگے بڑھتا چلا گیا۔

”دوسری رہا تھا کہ اس کے علاوہ اب اور کوئی چارہ نہیں کہ انہیں یا تو کپڑا کپڑا کر کھٹا کیا جائے یا انہیں کے ذریعے دوسروں کا بھی پتہ لگایا جائے۔

ان آٹھوں میں سے ایک اس کا قیدی تھا و ختم ہو چکے تھے.... وہ نظر میں تھے اب باقی پچھے تھے۔

”میرے خدا....!“ ایک بڑی طبقہ۔ ”تم میںیں ٹھہر دیں دیکھ کر آتا ہوں!“

یہ یقیناً قریب ہی کی کسی عمارت سے آئے تھے سلپینگ گاؤن میں ملبوس ہوتا اس بات پر دلالت کر رہا تھا۔

”یہ کیا ہو گیا....!“ ان میں سے ایک منظر بانہ انداز میں بڑی طبقہ۔

”میا کہا جاسکتا ہے.... اب خاموشی سے دیکھتے رہو....!“

”ہم کیوں نہ اندر جا کر دیکھیں.... شہر ڈاکٹر پوٹی میں سے کوئی بھی کسی کے ہاتھ لگ گیا تو اچھا نہ ہو گا!“

”میں خطرہ نہیں مول لے سکتا.... بس دیکھتے رہو....!“

”لیکن یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ شپر ڈنے اس کا غلط استعمال کیا ہو گا!“

”سب کچھ ممکن ہے....!“ دوسرے نے منظر بانہ انداز میں کہا۔

”پھر ہم کیا کریں....!“

”بل و دیکھتے رہو.... اگر ان میں سے کوئی زندہ ہو اور ان کے ہاتھ لگ جائے تو پھر بچاؤ کی تدبیر کریں گے.... وہاں سے بھی بھاگنا پڑے گا!“

”آہستہ بولو....!“

”دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے.... لیکن پیچے مرکر نہیں دیکھا۔

تقریباً دو گھنٹے کی جدو جہد کے بعد آگ پر قابو پایا گیا۔

عمران اس دوران میں انہیں دونوں کے ساتھ ساتھ رہا تھا۔ وہ اب بھی یہیں موجود تھا۔

ایک بار پھر وہ گھنگوکرنے لگا۔

”مشین آئی کہاں سے تھی....!“

”کے فرصت ہے کہ اسی باتوں میں سر کھپاتا پھرے۔“ دوسرے بولا۔ ”بس آئی تھی غالباً ہم یہی سے آئی ہو گی۔ کاش ہم اس آدمی کو پا سکتے ہیں کی وجہ سے یہ ساری مصیبتیں آئی ہیں!“

عمران شرارت آمیز انداز میں مسکرا کر سر ہلانے لگا۔ وہ اب بھی ان کے پیچے ہی موجود تھا۔

کچھ وقت اور گزر ادا..... پھر ”لاش لاش“ کا شور اٹھا تھا۔

”میرے خدا....!“ ایک بڑی طبقہ۔ ”تم میںیں ٹھہر دیں دیکھ کر آتا ہوں!“

”میں بھی چل رہا ہوں....!“ دوسرے نے کہا۔

بلیک زیر و منہ دیکھتا رہ گیا... وہ سمجھا تھا شاید ستارے گو بھی کے کھلت برآمد ہوں گے۔ عمران اُسے وہیں چھوڑ کر اس کرے میں آیا جہاں اپنی رہائش کے دوران میں سویا کرتا تھا۔ دروازہ بند کر کے اور کوٹ اتارا... اور جیب سے وہ ٹرانس میٹر ریڈیو سیٹ نکلا... اسے ان پلٹ کرو پیختا رہا۔

پھر اسے کھول ڈالا... اس کے میکنزیم کو سمجھنے کی کوشش کی... بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ بیوی طور پر معمولی ساری یہ بھی ہے... ٹرانس میٹر بھی ہے اور واٹر ریکارڈر بھی ہے۔ اس نے ان میں سے دو چھوٹی چھوٹی چرخیاں نکالیں... یہ خالی تھیں... اب اس نے جیب سے وہی پکٹ نکالا جو اس سارے فساد کی جڑ تھا۔ پکٹ سے تار کی پچھی نکال کر اسے ایک چرخی میں لپیٹنے لگ۔ بہ دوسرا سرے کے قریب پہنچا تو اسے دوسری چرخی میں پھنسا کر دونوں چرخیاں اسی جگہ نہ کر دیں جہاں سے نکالی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ تجربہ ناکام نہیں ہو گا۔ اپنی دانست میں آج وہ ایسا ریکارڈر حاصل کر لیتے میں کامیاب ہو گیا تھا جس پر وہ تار کار آمد ناپت ہو سکتا۔

اس تار کے سلسلے میں ان لوگوں کی اس اچھل کو دنے اس پر نہ صرف اس کی اہمیت کو واضح کر دیا تھا بلکہ اس کی نوعیت کا اندازہ بھی ہو گیا تھا۔

فیاض کی کہانی شنتے ہی اس نے سوچا تھا کہ تار ریکارڈر کیا ہوا ہو سکتا تھا اس کے علاوہ اس کی اور کئی مشیت نہیں... لیکن دانش منزل کے آپریشن روم کے دائر ریکارڈ پر وہ تار بے صرف ٹابت ہوا تھا۔ پھر وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ یقیناً کسی مخصوص بناوٹ کے ریکارڈر ہی پر چل سکے گا لہذا آج جب انہیں لوگوں کے پاس سے برآمد ہونے والا ٹرانس میٹر ریڈیو سیٹ واٹر ریکارڈر گلیکل تو اس تار کی طرف خیال جانا لازمی تھا۔

اس مختصر سی مشین میں کئی سوچ تھے عمران انہیں کیے بعد دیگرے آزماتا رہا۔ آخر کار ایک گھن کا استعمال ان چرخیوں کو حرکت میں لانے کا موجب بن ہی گیا اور اپنیکر سے آواز آئی۔ "انہیں کوڈ... لاست لیٹر... چیف پورٹ... پی... او... بی... این تھری سکس ایٹ فائٹر... پرمیٹسٹ ڈیلی... پلٹشی...!" پھر خالی تار کی گھر گھر سنائی دیتی رہی۔ چرخیاں چلتی رہیں۔ آخر کار ایک چرخی خالی ہو گئی اس میں سے تار کار انکل کر دوسری چرخی میں پتتا چلا گیا۔ عمران نے سوچ آف کر کے طویل سانس لی... اور پر معنی انداز میں سر ہلا تارہا۔

شامل تھا۔ ان ساتوں کے علاوہ اس نے صرف اس عورت کا تذکرہ کیا تھا جس کی موت کا ذمہ دار خود کو ٹھہراتے ہوئے خود کشی کر لینے کا ارادہ ظاہر کر تارہتا تھا۔

عمران تیز تیز قدم امتحانتا ہوا جلد از جلد کسی ایسی جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں سے ٹیکسی کر کے رہا پلیس جا سکے کیونکہ بلیک زیر واب بھی ڈیوڈ سیست وہیں موجود تھا۔

پھر شاید میں منٹ بعد وہ رہا پلیس میں داخل ہو رہا تھا۔ چوکیدار نے پوری طرح اطمینان کے بغیر کہ وہ عمران ہی ہے پھاٹک نہیں کھولا تھا... بلیک زیر واب کو اس نے ان دونوں غیر ملکیوں کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

"اس عمارت کی گلگرانی میں منٹ کے اندر اندر ہی شروع کر دو...!"

"بہت بہتر... میرے پاس بھی آپ کے لئے ایک اطلاع ہے... ڈاکٹر داراب کا استثنیں ابھی مر انہیں ہے... اسے ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے!"

"مرے یا نہ مرے... اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا... وہ صرف ایک سیاہ فام آدمی کے بارے میں پولیس کو کچھ بتا سکے گا... شہر میں بے شمار ٹیکر و آباد ہیں خیر تم ڈیوڈ کو یہاں لاو۔"

"بہت زیادہ پی گیا تھا... ہوش میں نہیں ہے!"

"میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم یہاں بارکوں کر بیٹھ جاؤ...!"

"بس غلطی ہو گئی... وہ کمخت کھڑکی سے باہر جھانکنے کی بھی ہمت نہیں رکھتا لیکن اندر پوری عمارت میں چکراتا پھرتا ہے... کسی طرح ذخیرے پر نظر پڑ گئی میری لامبی میں پیتا رہا ہے۔"

"ذخیرے کو تہہ خانے میں منتقل کر دو سمجھے...!" عمران اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ "ورشہ...!"

"بہت بہتر ہے... اب میں آپ کی ہدایات دوسرے لوگوں تک پہنچا دوں...!" بلیک زیر واب جلدی سے امتحانتا ہوا بولا۔

"ضرور پہنچا دو... واپسی میں میرا ستار بھی امتحان لانا...!"

بلیک زیر واب مسکراتا ہوا چلا گیا... تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو جو اس کے ہاتھ میں ستار تھا۔

"اب تم یہاں بیٹھ کر ستار بجاو...!" عمران نے اس سے کہا۔ "میں کچھ دیر اپنے کرنے میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔!"

257

نمبر 13

”تھماری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“  
 ”پروفیسر میں بے حد خاکہ ہوں... اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کی چیز کس رج واپس کر کے اپنا پیچھا چھڑاؤں....!“  
 ”بُس واپس کر دو....!“  
 ”کس کو واپس کروں....؟ میں نہیں جانتا کہ وہ لوگ کون ہیں اور کہاں میں گے جو ہاتھ  
 پر بھی تھے وہ جوزف کی سخت جانی کی وجہ سے ہاتھ نے نکل بھی گئے اور اب میں بیٹھا ہاتھ مل  
 ہاں۔ اب عزت تھمارے ہی ہاتھ ہے۔!“  
 ”بھلا میں کیا کر سکوں گا....؟“  
 ”تم نے اپنی روحانی قوت سے اسے نہ صرف کھنچ بلایا تھا بلکہ سزا کے طور پر اسے ایک عدد پچھو  
 میں عطا کر دیا تھا۔ کیا میرے لئے ایسا نہیں کر سکو گے۔!“  
 ”ممکن تو ہے.... لیکن مجھے اپنی روحانی قوت صرف کرنا پڑے گی اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ  
 میا نے یہ سب کچھ شوقیہ نہیں اختیار کیا بلکہ پیشہ بھی نہیں ہے۔ لہذا الگی صورت میں تمہیں اس  
 کی قیمت بھی ادا کرنی پڑے گی۔!“  
 ”میں تیار ہوں.... رقم بتاؤ....!“  
 ”دوسرا روپے....!“  
 ”جان بچانے کے لئے یہ کچھ بھی نہیں ہے بس اتنا ہو گا کہ مجھے اپنی گاڑی اونے پونے  
 اور افت کر دینی پڑے گی۔ خیر کوئی مضا نہیں۔!“  
 ”اچھی بات ہے.... وہ چیز تم خود ہی مجھ تک پہنچا جاؤ....!“  
 ”لیکن تم یقین کیسے کر لو گے کہ یہ وہی چیز ہے۔!“  
 ”یہاں بھی میرا علم کام آئے گا....!“  
 ”اچھا تو سنو وہ تار کا ایک بے حقیقت نکڑا ہے....!“  
 ”میں نہیں سمجھا....!“  
 ”تار کا نکرا..... نہ سونے کا ہے اور نہ چاندی کا.... لیکن وہ لوگ اس کے لئے پاگل ہوئے  
 جائیں گے۔ میرا جانور ہے لگڑ بگھا.... اب بتاؤ میری قسمت کا حال....!“

و�탠اں نے فون کی طرف ہاتھ بڑھا کر جوزف کے تباۓ ہوئے نمبر ڈائل کئے یہ نمبر اسے  
 اوٹو ڈیلیانی سے اس پہاڑیت کے ساتھ ملے تھے کہ عمران اسے رنگ کرے۔  
 ”کچھ دیر بعد دوسری طرف سے بھرا ہی ہوئی آواز آئی۔ ”بھلو....!“  
 ”بھلو پروفیسر....!“ عمران نے ماڈ تھہ پیس میں کہا۔  
 ”کون ہے....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔  
 ”عمران....!“  
 ”اُوہ..... بھلوہا ڈو یو ڈو....!“  
 ”تم اکے ... تھیمکس ... پروفیسر میں جوزف کی پہاڑیت کے مطابق تمہیں فون کر رہا ہوں!“  
 ”ٹھیک ہے.... تم نے بروقت رابطہ قائم کیا.... میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میرے علم  
 کے مطابق آئندہ چو میں گھنٹے بہت سخت ہیں۔!“  
 ”صرف چو میں گھنٹے....!“  
 ” بلاشبہ .... تم موت سے بھی ہمکنار ہو سکتے ہو....!“  
 ”یہ تو جیسی بُری خبر ہے.... ابھی کچھ تھی دیر پہلے میں نے جوزف کو موت کے منہ سے بچا  
 ہے.... اس کے علاوہ اور سب کچھ غارت ہو گیا!“  
 ”میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہہ رہے ہو....؟“  
 ”تم نے یا تمہاری سیکریٹری نے اس سے کسی ایسے آدمی کا نذر کرہ کیا تھا جس کی پیشانی پر پچھو  
 ٹکل کا داغ ہے۔!“  
 ”ہاں.... ہاں....!“  
 ”اس نے اسے کہیں دیکھ لیا اور اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ بھر سرے سے غائب ہو گیا۔ مجھے  
 اطلاع میں میں اس کی تلاش میں نکلا اور ہلاا خڑو ہوٹر نکالا....!“  
 ”پھر کیا ہوا....؟“  
 ”کہہ تو رہا ہوں کہ پچھو کے ساتھ ایک عورت اور ایک مرد بھی گئے.... سب کچھ جا  
 ہو گیا.... اس کی زندگی خطرے میں ہے جسے انہوں نے آل کار بنایا ہے اور بے جای جوزف اس  
 وقت بھی میرے فلیٹ میں بیٹھا اپنی بو تکوں سے شغل کر رہا ہے۔!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر عمران نے بھی رسیور رکھ دیا۔



گھر پہنچ کر جو زف نے اپنی بوتیں سنبھالیں اور پاٹھی مار کر فرش پر بیٹھ گیا۔ سلیمان پاس ہی کراخا سے کینہ تو ز نظر وں سے دیکھ رہا تھا۔

رفتاں نے زبردست لمحہ میں پوچھا۔

”صاحب کا حکم بجالانے کہاں تشریف لے گئے تھے؟“

”تشریف... نہیں بابا... ہم اکیلا گیا تھا...!“

”وفادار ٹھہرے... حکم بجالائے تھے!“

”چوب راؤ... سالا... شور بائلو... آلو چھللو... تم ہمارا بات کیا جانے... ہم نیزہ ہلاتا... ہم رائق چلاتا... ہم دشمن کا پیٹ پھاڑتا... بھاگو... آلو چھللو... سالا والا...!“

”دیکھے ہم سے اونڈھی سیدھی بات نہ کرنا...!“

”بھاگ جاؤ...!“ جو زف ہاتھ جھٹک کر بولا۔

”کرو لو کچھ دری عیش... جہاں صاحب کی شادی ہوئی...!“

”صاحب کی شادی...!“ جو زف نے حلقت پھاڑ کر قبھہ لگایا۔

”آجے ہاں...!“

”صاحب کے باپ کا بھی نہیں ہو سکتا!“ جو زف نے دفتار غصیلے لمحہ میں کہا۔

”میں کراؤں گا... میں...!“ سلیمان اپنا سینہ ٹوٹ کر بولا۔

”لوم کارائے گا...!“ جو زف جھومتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

ٹھیک اسی وقت فون کی کھنٹی بیجی... سلیمان نے لپک کر رسیور اٹھایا لیکن پھر نہ اسامنہ بنائے لگئے جو زف کی طرف مڑا۔

”تم کی کال ہے...!“

جو زف جھومتا ہوا فون کی طرف بڑھا... اس وقت اسے کچھ نشہ ہو گیا تھا۔

سے تماشہ پانی تھی۔

”سخت دشواریوں میں پڑنے والے ہو... کیا تم مجھ کہہ رہے ہو کہ وہ تاروں کا ایک بے حقیقت مکمل ہے!“

”ہاں پروفیسر...!“

”لیکن تمہیں ہو کیا گیا تھا... تم اس بے وقت تار کے ٹکڑے کے لئے اتنے دنوں تک اپنی زندگی خطرے میں ڈالے رہے۔“

”میرا خیال تھا کہ اس تار میں کوئی راز پوشیدہ ہے...!“

”تار میں راز...!“

”ہاں میری دانست میں وہ ریکارڈ کیا ہوا تھا... لیکن میں نے اسے ایک واٹر ریکارڈ پر بھی چلا کر دیکھا... اور میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا... میں اب تک اسی او ہیٹر بن میں پڑا ہوں گے کہ وہ آخر ہے کیا بالا جس کے لئے ان لوگوں نے سر دھڑکی بازی لگادی ہے!“

”تو کیا تم اس کا جواب مجھ سے چاہتے ہو...!“

”یقیناً پروفیسر... کیا تمہاری روحاںی قوت...!“

”وزرا ٹھہر و... مجھے یہ قوت محض اسی بناء پر حاصل ہو سکی ہے کہ میں اس قوت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی خواہش نہیں رکھتا۔ ایک کے راز دوسرے پر ظاہر کرنا میرے لئے خود کشی کے مترادف ہو گا۔ اچھے لڑکے مجھ سے میری صلاحیت چھپن جائے گی۔ اگر میں نے ایسا کیا...!“

”عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ پھر ماڈ تھہ پیس میں بولا۔ ”خیر تم مجھے بتاؤ کہ اس سے کس طرح چھکارا حاصل کروں...!“

”مجھے سوچنا پڑے گا اچھے لڑکے... تم صح اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کرنا...!“

”لیکن پروفیسر... اگر وہ پھر جو زف کو پکڑ لے گئے تو...!“

”میں انہیں فنا کر دوں گا اگر انہوں نے ایسا کیا...!“ دوسری طرف سے پروفیسر کی غصیل آواز سنائی دی۔

”میں مطمئن نہیں ہوں... ویسے اس بچارے کو قطعی نہیں معلوم کہ میں کہاں پایا جاتا ہوں!“

”اگر وہ جانتا بھی ہو تو تھر گز نہیں تائے گا... یہ نسل کتوں کی نسل سے بھی زیادہ وفادار ہوتا ہے...!“ ویلانی کی آواز آئی... ”خیراب مجھے اجازت دو... میں عبادت کر رہا تھا... صح مجھے

# عمران سیریز نمبر 46

## اہ لشی بادل

(تیسرا حصہ)

فون پر دوسری طرف عمران تھا۔۔۔ جوزف نے ماڈ تھہ پیس میں کہا۔  
 ”ہام۔۔۔ ہام۔۔۔ میں خیریت سے گرفتن۔۔۔ تھ۔۔۔ گیا ہوں۔۔۔ تھ۔۔۔ مگر تم مجھے تھ۔۔۔ یہ بتاؤ۔۔۔ کہ کیا تم۔۔۔ تھ۔۔۔ اس حرام زادے کے کہنے سے شادی کرلو گے۔۔۔ تھ۔۔۔“  
 ”کیا بک رہا ہے۔۔۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”اوہ کمخت میں سمجھ گیا تو مر بھکوں کی طرح خراب پر گرا ہو گا۔!“

”میری بات کا جواب دو باس۔۔۔!“ جوزف بائیں مٹھی بھینچ کر ماڈ تھہ پیس میں چینا۔  
 ”ہام میں اس حرام زادے کے کہنے سے شادی کرلوں گا۔!“  
 ”میرے خدا۔۔۔!“ جوزف کی آواز گلو گیر ہو گئی۔ ”باس یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔!“ پھر وہ دھڑائیں مارناد کرو نے لگا۔ سلیمان نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے رسیور لے لیا۔۔۔ اور عمران کو مخاطب کر کے بولا۔ ”اب سنبھالنے۔۔۔ آکر سالا بیک گیا ہے۔ ساری رات سونے تھوڑا تھی دے گا۔ پڑوس والے پر سے کے لئے آہی رہے ہوں گے۔!“

”اوہ دو دو۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟“ عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔  
 ”اب میں بھی رونے جا رہا ہوں!“ سلیمان نے کہا اور جوزف کے رونے کی نقل اتنا نے لگ۔  
 ”خدا غارت کرے۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔!

## پیشہ

بعض اوقات میرے پڑھنے والے مجھے بڑی دشواری میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ آخر عمر ان کا وہ مخصوص کردار کہاں گیا جس میں زیادہ ہنسیا کرتا تھا اس کا جواب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہنسنے یا کسی کردار کے مخصوص روئے کا انحصار کہانی کی "بناؤث" پر ہوتا ہے! ان کہانیوں کو اٹھا کر دیکھئے جن میں عمران نے بہت زیادہ ہنسیا ہے اور ان کا مقابلہ زیر نظر سلسلے سے کیجئے آپ دونوں کی تکمیل اور ٹریننگ میں زمین و آسمان کا فرق پائیں گے۔ پس پھر جیسی کہانی کی رو، اسی کی مناسبت سے کرداروں کا رویہ۔ اگر خواہ مخواہ مزاح بھی ٹھوننے کی کوشش کی جائے تو کہانی حقیقت سے قریب نہ ہو سکے گی اور بے چارہ مصنف بھی آپ کو نو مشق نظر آنے لگے گا اور پھر آپ خطوط لکھ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ میں نے یہ کہانی کسی "بناپتی" صفائی سے تو نہیں لکھوائی۔

ان صاحب کا دوسرا سوال ایسا ہے کہ مجھے کئی ماہ تک اس کا جواب سوچتا پڑے گا! پھر بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ جواب انہیں پسند ہی آئے۔

فرماتے ہیں.....!

"آپ نے کئی جگہ لکھا ہے کہ فریدی نے جو سانپ پال رکھے ہیں انہیں اپنے ہاتھ سے دودھ پلاتا ہے..... لیکن آپ ہی نے یہ لکھا ہے کہ وہ کئی کئی ماہ گھر سے باہر رہ کر اپنے فرائض انجام دیتا رہتا ہے..... تو پھر اس کی غیر حاضری میں انہیں کون دودھ پلاتا ہے؟" میں کیا عرض کروں جتاب! ہو سکتا ہے اس نے اس کے لئے چند رسمیں ملازم رکھ چھوڑی ہوں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ فریدی کے سانپ بھی اتنے تربیت یافتہ اور مہذب تو ہوں گے ہی کہ اس کی عدم موجودگی میں کسی دوسرے کے ہاتھ سے ملی ہوئی خوراک پر ناک بھوں نہ چڑھائیں۔

بہر حال وہ اس کا بھی کچھ کچھ انظام رکھتا ہی ہو گا! مصنف کے بس کاروگ نہیں کہ ہر وقت فریدی صاحب کے پیچے لگا رہے۔

آپ تو بس کہانیوں سے سروکاڑ کھا کر بچھے!

اب آتشی بادل ملاحظہ فرمائیے..... اگر کوئی مسئلہ ذہن میں صاف نہ ہو تو دوبارہ شروع سے بغور پڑھنے مصنف کی توضیح کے بغیر ہی پوری کہانی آپ کی سمجھ میں آجائے گی۔

اب صفحہ

کے ساتھ بسوڑے تک دکھائی دینے لگیں۔

بہر حال اس نے دروازہ کھولा..... مسکرائی اور مسٹر صدیقی کے دانت نکل پڑے۔

”کیا بتاؤں.... پھر تکلیف کا باعث ہا....!“

”مگر.... کوئی بات نہیں....!“ رافیہ کو پھر اخلاقاً مسکراتا پڑا.... ویسے وہ سوچ رہی تھی ہاش واپسی میں وہ کسی خادشے کا شکار ہو جائے کہ شام کی بوریت کا باعث نہ بن سکے۔

”تشریف لائیے....!“ وہ پیچھے بہتے ہوئے بولی۔ دیلانی نے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ اگر وہ مددیقی کی وجہ سے ویرے بھی کام پر پہنچے گی تو اسے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

”جیچھے میں بے حد شرمند ہوں محترمہ سووناف.... لیکن کیا کروں حالات ایسے ہیں کیا آپ نے پچھلی شام پر دو فیسر سے فون پربات کی تھی!“

”رابط قائم نہیں ہو سکا تھا.... تشریف رکھئے دراصل ہوش کے فون کی لائن میں کوئی خرابی ہے۔ اور ہر نمبر ملے اور ادھر کسی طرف سے کوئی دوسرا لائن آلمی.... اب آپ ہی دو آدمیوں کی گلگلو سنتے رہئے....!“

”بد نصیبی ہے میری....!“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”پچھلی رات معلوم ہوا ہے کہ مجھ سے کئی سال جو نیز آدمی کی ترقی ہونے والی ہے اور پوسٹ پر میرا حق ہے.... لیکن اقراب انواعی کا پچر شاید مجھے اس سے محروم ہی رکھے... دیکھئے اب ایسے وقت میں اگر پروفیسر سے ملاقات نہ ہو سکی تو پھر کوئی فائدہ نہیں....!“

”میں کیا کروں مسٹر صدیقی بے بس ہوں.... اس معاملے میں.... پروفیسر مر منی کے مالک ہیں جب خود چاہیں گے تب ہی ملیں گے.... آپ سے! وہ کہتے ہیں افسروں کا معاملہ ہے جب ستارے موافق ہوں گے تب ہی ملؤں گا۔“

”لیکن اگر یہ ترقی کسی دوسرے کو مل گئی....!“

”آپ خواہ خواہ نکر مند ہوتے ہیں اگر ایسی کوئی بات ہو بھی گئی تو پروفیسر کوئی راہ نکال لیں گے.... ستارے ناموافق ہو جانے کے بعد تو انہوں نے لوگوں کے لئے ایسے کام کے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔“

”آن کے ستارے یا میرے....!“

رافیہ سووناف شدت سے بور ہو رہی تھی۔ ملکہ خارجہ کا آفیسر اسچ صدیقی نبڑی طرح جان کو آگیا تھا۔ صبح ہوئی تو موجود شام کو ہوش ایسی تو دیکھئے لاونج میں بیٹھے انتظار فرمائے ہیں۔ اور ہر پروفیسر تھا کہ اسے وقت دیسے کے سلسلے میں کوئی واضح جواب نہیں دیتا تھا۔ کبھی کہتا ہیں ستارے موافق نہیں ہیں کبھی کہتا اس طرح فوری طور پر مل لینے میں بے و قعی ہو گی۔ رافیہ اسے سمجھانے کی کوشش کرتی کہ وہ اس صورت حال کو زیادہ عرصہ تک برداشت نہ کر سکے گی۔ دیلانی مسٹر اکسر ہلاتا اور اسے دوسری باتوں میں الجھا کر اس موضوع کو سرے سے اڑا ہی دیتا۔

اوھر رافیہ محسوس کرنے لگی تھی کہ اسچ صدیقی بھی اب پروفیسر سے ملنے کے لئے اتنا بے تاب نہیں جتنا کہ خود اس کے ساتھ وقت گزارنے کے لئے رہتا ہے۔

یہ ایک دراز قد اور صحت مند آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہو گی۔ ویسے تو صاف سترہی عادات والا معلوم ہوتا تھا لیکن عورتوں کے معاملے میں ان لوگوں سے مختلف نہیں ہو سکتا تھا جو اپنی معصومیت اور بچگانہ افتاد طبع کا مظاہرہ کر کے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اس طرح اپنا حق جاتے ہیں جیسے وہ صرف انہی کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔

ایک ہفتہ سے وہ دن میں دوبار اس سے مل رہا تھا۔ آج بھی ٹھیک اسی وقت نازل ہوا جب وہ کام پر جانے کے لئے تیار تھی۔ روزانے پر بہکی سی دستک سن کر اس کا مowitz بگز گیا.... ذہن میں کئی نہیں لئے الفاظ مسٹر اسچ صدیقی کے لئے گوئے لیکن وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ دروازہ کوئے

ہی اسے اخلاقاً مسکراتا بھی پڑے گا اور جواب میں مسٹر صدیقی کی بیتی کا دیدار لازمی شہرا۔ کبجھ کوہنے کا بھی سلیقہ نہیں.... رافیہ کو ایسی بھی بے حد گران گذرتی تھی جس میں دانتوں

جیسے ہی وہ سرے پر پہنچے انہیں زینوں سے ایک آدمی لاٹھکتا نظر آیا اس کے ساتھ ہی تمن چار  
مجلد تباہیں بھی چھلتی جا رہی تھیں۔

ویکھتے ہی دیکھتے وہ دوسرا منزل کی راہداری میں جا پڑا۔ یہ دونوں بھی تیزی سے زینے طے  
کرنے لگے رانیہ نے محسوس کیا تھا کہ وہ گرانے کے بعد اٹھ بیٹھنے میں کامیاب نہیں ہو رہا... اور  
اٹھ بیٹھنے کے لئے یہ جدو جہد کچھ ایسی ہی لگ رہی تھی جیسے کوئی بیویوں ہوتا ہوا آدمی بے بیسے  
ہاتھ پیر مار رہا ہو۔

”ارے مد دیکھجے... اٹھائے...!“ رافیہ نے بوکھلائے ہوئے لبجے میں کہا۔

”جی ہاں... جی ہاں...!“ صدیقی گرجانے والے پر جھکتا ہوا بولا۔

اس نے اسے اٹھا کر سیدھا کرنے کی کوشش لیکن... لیکن اس کے گھنٹے مڑ گئے۔ آنکھیں  
کھل ہوئی تھیں پلکیں بھی جھپک رہا تھا... لیکن ایسا لگتا تھا جیسے کچھ دکھائی نہ دے رہا ہو۔

”سرٹ سرٹ... ہوش میں آئے...!“ صدیقی نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر کہا  
اور بدستور اس کے بغلوں میں ہاتھ دیئے اٹھائے رہا۔

”میں ہوش میں ہوں...!“ اس نے بھرا کی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میری عینک...؟ مجھے کچھ  
دکھائی نہیں دے رہا۔!“

عینک سامنے ہی پڑی تھی... صدیقی نے رافیہ سے انگریزی میں کہا۔ ”ذرا وہ عینک اٹھا کر لگا  
ویجھے... یہ دیکھ نہیں سکتے۔!“

نوجوان کے پیرا ب پوری طرح فرش پر نکل گئے تھے اور وہ اپنی ہی قوت سے کھڑا ہوا تھا۔  
رافیہ نے چھپت کر عینک اٹھائی اور اس کے لگادی۔

”یہ ایک نوجوان آدمی تھا۔ خوش شکل اور خوش لباس بھی تھا لیکن رافیہ نے اس میں کوئی ایسی  
بات محسوس کی جو عام طور پر نہیں پائی جاتی۔!“

اس نے جھک کر اس کی کتنا بھی اٹھائیں۔

”براؤ کرم مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیجئے...!“ نوجوان نے نحیف سی آواز میں کہا۔

”میں تہاڑا زینے طے نہ کر سکوں گا۔!“  
”ضرور... ضرور...!“ صدیقی بولا۔ پھر اس نے رافیہ کو انگریزی میں اس نوجوان کی

”دونوں کے... مطابقت اور موافقت ہو جانے کے بعد ہی کام بننے ہیں...!“

”خیر....!“ وہ مردہ ہی آواز میں بولا۔

رافیہ سوچنے لگی... بات ختم ہو گئی مگر یہ مرد و دباب کر سی سے چپک کر رہ جائے گا۔  
کچھ دیر خاموشی رہی پھر صدقہ بولا۔ ”میں شام کو پھر آؤں گا کیا آپ میرے ساتھ ایک  
درائی شومنی چلانا پسند کریں گی۔!“

رافیہ سنائے میں آگئی۔ بھلا کیا تک تھی۔ وہ اس سے پروفیسر کی سیکریٹری کی حیثیت سے ملتی  
تھی اور ان ملاقاتوں کی توعیت مخفی کاروباری تھی ورنہ وہ تو یہاں آنے سے قبل بھی الگ تھا۔  
زندگی گزارنے کی عادی رہی تھی۔ اس کا کبھی کوئی بوابے فریڈ نہیں رہا تھا۔ لہذا اس قسم کی  
دعوت اسے کچھ اچھی شے لگی۔ اس نے سوچا اس مسئلے پر پروفیسر سے بات کئے بغیر کوئی فیصلہ کن  
جواب نہ دینا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پروفیسر کی مرخصی سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔  
”دیکھئے... میں بھی جواب نہیں دے سکتی... پہنچنے والی شام کو بھی کتنی دیر تک مصروفیت  
رہے...!“ رافیہ نے کچھ دیر بعد کہا۔

”ٹھیک ہے... ٹھیک ہے... میں شام کو آپ سے معلوم کروں گا۔!“  
اس جواب پر رافیہ جھنجلاسی لگی۔ کم بخت ڈھینٹ ہی معلوم ہوتا ہے۔ کوئی اور ہوتا تو عذر لگ  
سکھ کر خاموشی ہی اختیار کرتا۔

بہر حال وہ اس کے اٹھ جانے کی منتظر رہی... لیکن آدھا گھنٹہ گزر جانے پر بھی اس نے  
رخصت ہو جانے کا رادہ ظاہر نہیں کیا۔

آخر سے گھٹری دیکھتے ہوئے کہنا ہی پڑا کہ اسے دس منٹ قبل کام پر پہنچ جانا چاہئے تھا۔  
”اوہ... خیال ہی نہ رہا باتوں میں... مجھے بھی ایک جگہ پہنچانا ہے...!“ صدیقی نے بھی  
گھٹری دیکھتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ ساتھ ہی کرے سے باہر نکلے...! ہوٹل کی عمارت تین منزل تھی۔ لفت سشم  
نہیں تھا رانیہ تیری منزل پر تھی۔

وہ دونوں سیر ہیوں کی طرف بڑھے...! سیر ہیوں نکل پہنچنے کے لئے ایک چھوٹی سی  
راہداری طے کرنی پڑتی تھی۔

”کوئی بات نہیں! اس صورت میں بھی تم بزنس ہی سے متعلق ایک فرض ادا کرتی رہی ہو۔!“  
 ”لیکن.... پروفیسر....!“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔  
 ”ہاں.... ہاں کہو....!“  
 ”مجھے یہ آدمی قطعی پسند نہیں....!“  
 ”ممکن ہے مجھے بھی پسند نہ آئے.... پھر اس سے کیا؟“  
 رانیہ نے جھنچھلاٹ میں کوئی تنخ جواب دینا چاہا... لیکن پھر خاموش رہی۔ ویسے ناگواری  
 کے اثرات اس کے چہرے پر موجود تھے۔  
 ”ویلانی اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔“  
 ”کچھ دیر بعد رافیہ نے عصیلی آواز میں کہا۔“  
 ”وہ آج شام کو مجھے کسی ورائی شویں لے جانا چاہتا ہے۔!“  
 ”چلی جانا....!“ ویلانی نے لاپرواٹی سے کہا۔  
 ”میں اسے پسند نہیں کرتی۔!“  
 ”تم جانو.... اس کی غرض و غایت میں تم پر پہلے ہی واضح کر چکا ہوں۔!“  
 ”ایک پار آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے بارے میں کافی چھان بین کرنے کے بعد آپ  
 نے مجھے اس ملازمت کا آفر دیا تھا؟“  
 ”یہ درست بھی ہے....!“  
 ”لہذا آپ جانتے ہی ہوں گے کہ میرا کبھی کوئی بوائے فریض نہیں رہا اور میں اپنی شامیں تھا  
 ہی گزارتی رہی ہوں۔!“  
 ”میں اسے بھی تعلیم کرتا ہوں....!“  
 ”تو پھر....!“  
 ”میری رائے ہے کہ تم اس کی دعوت قبول کرلو.... اس سے تمہارے کردار پر حرف نہیں  
 اسکا کیونکہ تم تجارتی مصالح کی بنا پر ایسا کرو گی۔!“  
 ”سوال یہ ہے کہ ہم ایسی تجارت میں ہاتھ ہی کیوں لگائیں جس کیلئے اپنی سطح سے گرتا پڑے۔!  
 ”اُدھ تو کیا ہم یہاں کمائی ہوئی رقم یہیں چھوڑ جائیں گے.... میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں

خواہ سے آگاہ کر دیا۔  
 نوجوان نے بتایا کہ وہ تیسرا منزل پر رہتا ہے۔ اکمرے کے نمبر سے رافیہ نے اندازہ لگایا کہ ”  
 اُس کے قریب ہی ہو گا۔“  
 ”دونوں نے سہارا دے کراس سے زینے طے کرائے اور کمرے تک پہنچا۔  
 ”کہیں چوت تو نہیں آئی۔!“ رافیہ نے پوچھا۔  
 ”جی ہاں... گھنٹوں میں... اکثر میر اسر جکرا جاتا ہے... پیغمبر کھڑا تھا ہیں اور چلتے چلتے گر جاتا  
 ہوں!“ اس نے کچھ ایسی مخصوصیت سے کہا کہ رافیہ کا دار الحرم کے جذبے سے مستmor ہو گیا۔  
 ”اگر ضرورت ہو تو ڈاکٹر....!“  
 ”جی نہیں شکر یہ.... یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے.... گھنٹوں میں زیادہ چوت نہیں آئی.... تھوڑی  
 دیر میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔!“  
 ”آپ کے ساتھ اور کوئی نہیں ہے....؟“ صدیقی نے پوچھا۔  
 ”جی نہیں....؟“  
 ”ایسی صورت میں تو آپ کو تہائے رہنا چاہئے۔!“  
 رافیہ کی وجہ سے صدیقی شاید طوعاً کہ رہا تھا نتھکو کو طول دے رہا تھا۔  
 ”میں ایم اے فائل کا طالب علم ہوں....!“ نوجوان بولا۔  
 ”ہو سل میں جگہ نہیں ملی تھی اس لئے مجبور ایساں رہائش اختیار کرنی پڑی۔!“  
 وہ دونوں کچھ دیر اس کے حالات پر افسوس کرتے رہے پھر کمرے سے نکل آئے۔ اس کے  
 بعد دونوں کی راہیں الگ ہو گئیں۔  
 رافیہ تیکی میں بیٹھ کر ماذل کالوں کی طرف رو انہ ہو گئی تھی۔ راستہ بھرا ہی نوجوان کے بارے  
 میں سوچتی رہی۔ کتنی بے بسی کی حالت میں تھا۔ خطرناک مرض ہے۔ اکثر راہ چلتے بھی گرپٹا  
 ہو گا۔ صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر سوچتے رہنے کا عادی ہے۔ اچھے پر علم کا نور تھا۔  
 اوٹو دیلانی اپنی میز پر نظر آیا۔ اسے دیر ہو جانے کی بناء پر شاید خود ہی ذاک لے کر بیٹھ گیا تھا۔  
 ”مجھے افسوس ہے پروفیسر....!“ رافیہ نے اُسے اپنا کام کرتے دیکھ کر کہا۔ ”وہ آگیا تھا۔...  
 صدیقی با توں میں الجھائے رہا۔!

”میں نہیں سمجھی.... ویسے میرا خیال ہے کہ میں نے آپ سے پوچھ لیا تھا....؟“  
 ”تم بھول رہی ہو.... میں نے اس کی اجازت ہرگز نہ دی ہوگی وہ ہمارا خیال معاملہ تھا میں نے  
 اس آدی کو سزا دی تھی مخفی اس لئے کہ وہ ہم لوگوں کو بھی اس معاملے میں گھینٹا چاہتا تھا!“  
 ”لیکن ہوا کیا....؟“

”عمران نے جوزف کو ہدایت کی تھی کہ وہ فلیٹ سے باہر قدم نہ نکالے لیکن وہ کسی کی پیشانی  
 پر عقرب نماداغ دیکھ کر اس کے پیچھے دوڑ پڑا تھا۔ اس طرح وہ لوگ اس پر قابو پا سکے!“  
 ”آخر وہ ہم پر کس بات کا شہید کرے گا!“

”پچھے نہیں ختم کرو.... ہاں تو وہ اس چیز کو دیں تو کرنا چاہتا ہے لیکن نہیں جانتا کہ ان سے  
 کہاں ملاقات ہو سکے گی! اس سلسلے میں وہ مجھ سے مدد کا خواہاں ہے اور میرا خیال ہے کہ اس نے  
 اس کا سراغ پا تو لیا تھا لیکن جوزف کو حاصل کر لینے کے بعد پھر وہ اس کی نظر وہ سے او جھل  
 ہو گئے! ظاہر ہے جوزف جہاں سے ملا ہو گا اب وہ لوگ ہاں تونہ ہوں گے!“

”یقیناً لیکن پچھو والے معاملے نے مجھے انجمن میں ڈال دیا ہے.... اور تب یہ بات میری سمجھ  
 میں آئی ہے.... کہیں جوزف یہ نہ سمجھ رہا ہو کہ ہم ہی لوگوں نے اسے پھنسوایا ہے۔“  
 ”اوہ نہ.... سمجھے بھی تو کیا ہو گا....!“ پروفیسر نے لاپرواپی سے شانوں کو جبکش دی۔

رافیہ کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

”میں تو صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ عمران کو اس مصیبت سے کس طرح نجات دلائی جائے!“  
 ”کوئی طریقہ نہیں....؟“  
 پروفیسر نے فنی میں سر کو جبکش دی۔

”وہ کیسے چلا آیا تھا۔ جس نے میری توہین کی تھی اور سزا کے طور پر اپنی پیشانی پر داغ لے گیا تھا!“  
 ”روح کے معاملات روح ہی جانے!“ پروفیسر کچھ سوچتا ہوا بولा۔  
 ”البتہ ایک بات ہے.... تم یعنی طور پر اس سلسلے میں کچھ نہ پکھ کر سکو گی!“  
 ”میں....!“ رافیہ کے لہجے میں حیرت تھی۔ ”وہ کس طرح....!“

”وہ پھر تمہاری ایچپا کریں گے....!“  
 ”کیوں....?“

کہ اس رقم کو اسٹرلنگ میں تبدیل کرنا ہے.... اور یہ سرکاری افسروں سے میں جوں پیارا کئے  
 بغیر ناممکن ہے!“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ مجھے اس کے لئے وہ سب کچھ بھی کر گزرنما پڑے گا جس پر تم  
 ملامت کرے!“

”اس حد تک کیوں سوچتی ہو.... یہ تو تمہارے تذہب پر مخصر ہے.... کہ خود کو گراۓ بغیر  
 کام نکال لو....!“  
 ”وہ کچھ نہ ہو گی۔

پروفیسر ابھی مزید کچھ کہنے والا تھا.... کہ فون کی گھنٹی بجی۔  
 اس نے رسیور اٹھا لیا۔

”میلو.... اوہ.... ہاں.... اچھا.... تم وہ چیز ابھی اپنے ہی پاس رکھو....! ستاروں کی چال  
 بھی کہتی ہے۔ نہیں فی الحال تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں وہ لوگ خاف معلوم ہوتے ہیں۔ تم اگر  
 سامنے آبھی جاؤ تو تم سے دور ہی دور رہیں گے۔ لیکن میں ابھی تمہیں منظر عام پر آنے کا مشورہ  
 نہیں دے سکتا۔ بس اتنا ہی کافی ہے!“

ویلانی نے رسیور رکھ دیا۔  
 پھر وہ رافیہ سے بولا۔

”عمران تھا.... کل وہ لوگ کسی طرح جوزف کو پکڑ لے گئے تھے عمران نے پچھلی رات اسے  
 ڈھونڈ نکالا.... ان کے پیچے سے رہائی دلائی لیکن اب وہ خاف ہے۔ نہیں وہ چیزیں واپس کر دینا  
 چاہتا ہے جس کے لئے یہ ہنگامہ ہوا تھا!“

”جوزف کہاں ہے....؟“  
 ”عمران کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق اس کے فلیٹ میں ہے....!“

”تو کیا وہ لوگ اسے گھر سے پکڑ لے گئے تھے!“  
 ”اس کے بارے میں کوئی اچھی خبر نہیں ہے.... شاید عمران ہم پر بھی کسی قسم کا شہید کر رہا  
 ہے اور یہ سب کچھ تمہاری ایک غلطی کی بجائے پر ہوں۔ تمہیں جوزف کو پچھو کے داغ والے واقعے سے  
 آگاہ نہ کرنا چاہئے تھا!“

صادر سوچ رہا تھا کہ کیا وہ لوگ خائف ہیں.....؟  
ڈاکٹر داراب کی کوئی بھی جگہ حصہ دھا کے سے منہدم ہو گیا تھا یہاں سے زیادہ دور نہیں تھی۔  
نیز ملکیوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا تھا اور ڈاکٹر داراب کا اسٹنٹ جو فوری موت کا  
پھر نہیں ہوا تھا ہمچ ہوتے ہوتے بیہو شی ہی کی حالت میں چل بسا تھا.... صدر کو یہی رپورٹ ملی  
تھی کہ پولیس اس کا یہاں نہیں لے سکی.... شہر میں سنتی پھیل گئی تھی۔ داراب کی کوئی کے  
رو پولیس کا پھرہ تھا اور ماہرین دھا کے کا سبب معلوم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔!  
نکھل سراغ سانی کے لئے نی ابجھوں نے جنم لیا تھا۔ صدر بے اختیار مکرا پڑا کیونکہ کیپیں فیاض  
لی گوئی ہوئی صورت آنکھوں میں پھر گئی تھی۔ صدر کی دانت میں وہ اس عہدے کے لئے  
ہوزوں نہیں تھا۔

ٹھیک سو گیارہ بجے اس نے عمارت کی کپڑوں میں ایک چھوٹی سی کار داخل ہوتی دیکھی کوئی  
دروٹ رائیکر ہی تھی اور شاید وہی تھا تھی گاڑی میں۔! فاصلہ زیادہ ہونے کی بنا پر خدوخال کا  
نمازہ نہ ہوسکا.... گاڑی سے اترنے اور صدر دروازے تک پہنچنے میں اس نے بڑی پھرتی دکھائی  
تھی۔ صدر نے محسوس کیا جیسے چلنے کا انداز پکھ جانا پچھانا سا ہو۔!

دروازے کا ہینڈل گھما کر وہ اندر چلی گئی.... اس کا مطلب یہی ہوا تھا کہ وہ یا تو خود نہیں  
تھا۔ تھا یا یہاں کے مکنوں سے اس حد تک بے تکلف تھی کہ گھنٹی بجا کر انہیں اپنی آمد سے مطلع  
رنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا۔

صدر سوچ رہا تھا کہ آخر شناسی کا احساس کیوں پیدا ہوا اسے دیکھ کر... یہ چلنے کا انداز...:  
اہل دیکھا تھا....؟ کب دیکھا تھا....؟

دفعتا وہ جو ٹک پڑا.... نرس گرڑوڈ.... کیا وہ گرڑوڈ تھی....؟ قدو قامت میں یقیناً اسی سے  
لامثت رکھتی تھی چہڑہ اچھی طرح دیکھے نہیں سکا تھا۔ دیکھا بھی تو کیا؟ اتنے فاصلے سے صورت  
لب پہنچانی جاسکتی۔

اس نے اپنا اسکوڑ اسٹارٹ کیا اور عمارت کے پھانک سے تھوڑے ہی فاصلے پر دوبارہ رک کر  
انجن کی چال کو خواہ مخواہ گھنٹاتا بڑھاتا رہا۔ پھر سوچ آف کر کے اتر پڑا اور اسکوڑ کی دیکھ بھال ایسے  
عالمہ تشویش انداز میں شروع کر دی جیسے انجن میں کوئی سمجھ میں نہ آئے والی خرابی پیدا ہو گئی ہو۔

”آنہیں یقین ہے کہ ہم لوگ عمران کی کمین گاہ سے واقع ہیں۔!  
”تو گویا....؟“

”ڈرڈ نہیں!“ پرد فیسر سر ہلا کر بولا۔ ”تم زیادہ سے زیادہ وقت باہر گذارنے کی کوشش کرو۔!  
”میں نہیں سمجھی....!“

”شہر میں سیر و تفریح کے بہت سے مواقع ہیں.... اقاق ہی کہنا چاہئے کہ مسٹر نی ایچ  
صدیقی کی طرف سے دعوت بھی ملی ہے.... تھا بھکتی پھر و تو شاید انہیں شہر ہو جائے لیکن کسی  
کے ساتھ دیکھ کر وہ مقصد کی تھہ بک نہ پہنچ سکیں گے۔!  
رافیہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر کچھ دیر بعد یوں۔ ”اس کا مقصد کیا ہو گا۔!  
”ان لوگوں میں سے کسی ایک کوڈ ہو گڑھ نکالنا... تاکہ عمران کے معاملات طے کئے جاسکیں!“

”آخر آپ اس میں اتنی دلچسپی کیوں نہ رہے ہیں۔!  
”جو زف کی وجہ سے جس کا مورث اعلیٰ اس مقدس روح کا خادم تھا۔!  
پھر رافیہ نے موضوع کو آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ ذہنی خلقشار میں بتلا ہو گئی تھی۔  
جوزف والا معاملہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا.... وہ سوچتی رہی اسے جانے کیوں وہ اسی نتیجے پر  
پہنچا چاہتی تھی کہ غیر ارادی طور پر وہ خود ہی اس واقعہ کا سبب بنی تھی تو کیا پرد فیسر عمران کے  
مان لفہن کی اعانت کر رہا تھا۔

اگر ایسا نہیں تھا تو پیشانی پر ایک مخصوص قسم کا داغ لگا کر کیوں رخصت کر دیا گیا تھا۔ یہ کیسی  
سرما تھی....؟



سیکٹ سروس کے تین مجرم اس عمارت کی گمراہی کر رہے تھے۔ ان میں صدر بھی شامل تھا۔  
دن کے گیارہ بجے تھے اور ابھی تک عمارت سے کوئی برآمد نہیں ہوا تھا اس کی گمراہی تو پچھلی  
رات ہی سے شروع کر دی گئی تھی۔

عمران نے دو آدمیوں کو عمارت میں داخل ہوتے دیکھا تھا لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا  
جا سکتا تھا کہ وہاں صرف وہی دونوں مخفی تھے یا ان کے علاوہ بھی تھے۔

بے لعہ ہوئے کہا۔  
گاڑی چل پڑی تھی۔  
”ہمار جاؤ گے.....!“  
”بس ریکشن اسٹریٹ کے چورا ہے پر اتار دینا.....!“  
”اور تمہیں وہیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی.....؟“ سوال کیا گیا.....!  
”بہ..... بالکل.....!“  
”کیا میں احق ہوں.....؟“  
”پتہ نہیں.....!“ صدر نے سادگی سے جواب دیا۔  
”اُرے اس کے عیوض..... تمہیں بھی میر اکام کرنا پڑے گا..... اور پھر کیا تم اپنے اسکوڑ کو  
وہیں پڑا رہنے دو گے.....!“

”خدا کی پناہ.....!“ صدر اپنی بیٹھانی سہلا تاہوا برپا کیا۔ ”میں کتنا یہ تو ف ہوں.....؟“  
”کیوں.....؟ کیا ہوا.....؟“  
”کیا آپ وہیں رہتی ہیں.....؟“  
”نہیں.... میرے ایک دوست کا مکان ہے۔!“  
”تب تو پھر عقل مندی کا تقاضہ ہی ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہی رہوں ورنہ کچھ چاہا اپنا  
اسکوڑ وہاں سے نہ لے جا سکوں گا..... کیونکہ وہاں اسے رکھتے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔!  
”بہر حال عقل آگئی.....!“ وہ فہم پڑی۔  
صدر کچھ نہ بولا تھوڑی دیر بعد گرثروڈ نے کہا۔ ”مجھے بولتے رہنے کا مرض ہے۔ اس لئے  
دوسروں کو بھی خاموش نہیں دیکھ سکتی۔!  
”اور میں زیادہ تر خاموش رہتا ہوں..... اس خوف سے کہ کہیں کوئی احتمانہ بات زبان سے نہ  
ٹکل جائے۔!  
”پتہ نہیں تم لوگ اتنا سوچتے کیوں ہو.....! یہاں کے کتنے کے پلے بھی مجھے دانشور معلوم  
ہونے لگے ہیں۔!  
”نہیں! کتنے تو بھوکتے ہی رہتے ہیں۔!  
”

پھر ٹھیک پھانک کے سامنے رکے رہنے کو مناسب نہ سمجھ کر اسکوڑ کو کھینچ کر کچھ آگے لے گیا۔  
”تحوڑی ہی دیر بعد اس نے گاڑی اشارت ہونے کی آواز سنی..... اور پھر دیکھا کہ عمارت کے  
کپاؤندھ میں رکنے والی گاڑی اس کے قریب ہی سے گزر گئی..... ذرا دور جا کر بریک چڑھا کر اس پر  
پھر وہ الٹی چلتی ہوئی آکر اس کے قریب رک گئی۔

آنکھوں میں بجلی سی چک گئی..... ذرا سوکرنے والی نے کھڑکی سے سر نکال کر پوچھا تھا۔  
”کیوں رو رہے ہو.....؟“

یہ گرثروڈ تھی..... سو فیصد گرثروڈ..... وہی زندگی سے بھر پور آنکھیں وہی دمکتا ہوا سماں پر  
شوخی اور شرارت سے ہوتوں کے گوشے تحرک رہے تھے۔ اس اچانک دریافت حال پر صفر  
گز بڑا گیا۔

”نہیں تو..... میں تو نہیں رو رہا.....!“ وہ احتمانہ انداز میں بولا اور پھر نہیں پڑا۔  
”نہیں چلتی.....!“

”پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے.....؟“ صدر نے اسکوڑ کی طرف دیکھ کر مایوسانہ انداز میں ہاتھوں کو  
جنش دی۔

”کہیں ضروری کام سے جا رہے تھے.....!“  
”بالکل..... بہت زیادہ ضروری کام ہے۔!  
”چلو میں لئے چلتی ہوں..... شریف آدمی معلوم ہوتے ہو.....!  
”لیکن..... یہ میرا اسکوڑ.....؟“

”اسے میہیں چھوڑو.....?  
”یہاں اتنے شریف لوگ لوگ نہیں لتتے.....!  
”اچھا تو اسے کپاؤندھ میں دھکیل آؤ.....!  
صدر نے بحث میں پڑنا مناسب سمجھ کر بے چوں و چ اوہی کیا جو کہا گیا تھا۔

گرثروڈ نے اسے اپنے قریب ہی بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ صدر نے دروازہ کھول کر بیٹھنے ہوئے  
اس کا شکریہ ادا کیا۔

”میرے ہم وطن تم لوگوں کے لئے بڑی اپنائیت محسوس کرتے ہیں.....!“ گرثروڈ نے گی

”کیا اس جملے میں بھی کسی قسم کی معنویت پوشیدہ ہے.... تم لوگوں کی پاتوں پر بہت غور کرنا پڑتا ہے!“

”یعنی ہماری وجہ سے تم بھی انش ور ہوتی جا رہی ہو....!“

”وہ نہ پڑی.... پھر بولی۔“ ریکٹشن اسٹریٹ کے چوراہے پر تمہیں کتنی دیر لگے گی۔“

”صرف دس منٹ.... ایک دوکان دار سے کچھ ضروری باتیں کرنی پڑیں.... اس کے بیہان فون نہیں ہے ورنہ خود دوڑتے آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ لیکن براہ کرم تمہارے چلنا نیز ساتھ کیونکہ وہ دوکاندار میرے باپ کے گھرے دوستوں میں سے ہے!“

”میں سمجھ گئی....!“ گرڑوڈ بُر اسامنہ بنا کر بولی۔ ”تمہارے بیہان عورتوں اور مردوں کے مابین دوستی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا!“

”بالکل.... بالکل.... یہی بات ہے ایسے نوجوانوں کی شادیاں بڑی مشکل سے ہوتی ہیں جن کی شناسائی غیر عورتوں سے ہو....!“

”اس کا تصور ہی منحصرہ خیز ہے....!“ وہ پھر نہ پڑی۔ ”ہم تو ایسے حالات میں ایک منٹ بھی زندہ نہ رہ سکیں!“

”جبوری ہے....!“ صدر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”تو تمہاری بھی کوئی گرل فریڈ نہیں ہے!“

”سوال ہی نہیں بیدا ہوتا....!“ صدر کے لمحے میں مایوس تھی۔

”مجھ سے دوستی کرو گے....؟“

”لیکن میں تمہیں اپنے گھر نہ لے جا سکوں گا!“ صدر کی آواز میں بلاکادر و بیدا ہو گیا تھا۔

”خیر.... خیر.... ریکٹشن کا چوراہا قریب ہے....! جہاں کبو! ٹھہر جائیں....!“

”بب... بب... میں اس طرف پار کر دو... میں دس منٹ سے بھی کم وقت لوں گا!“

”صدر گاڑی سے اتر کر آگے بڑھا اور چوراہے پر بائیں جانب مڑ گیا۔ اسے گرڑوڈ کی اس حرکت پر حیرت تھی کیا وہ لوگ باخبر ہو گئے تھے کہ ان کی نگرانی کی جا رہی ہے....?“

”وہ کچھ دیر کیلے ایک جز ل اسٹور میں گھس۔ بلیڈوں کا ایک پیکٹ خرید اور کچھ دیر سیز میں سے دیکی اور بدیسی بلیڈوں کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ پھر اسٹور سے باہر نکل کر دوبارہ گرڑوڈ کی

گاڑی کی طرف چل پڑا۔

”وہ آنکھیں بند کئے سیٹ کی پشت گاہ سے لگی ہوئی تھی۔“

”میرا کام ہو گیا....!“ صدر نے قریب پہنچ کر کہا۔

”وہ چوک کر مسکرائی اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔“ بیٹھ جاؤ....!

”صدر نے دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے دیکھا کہ وہ پھر اوٹ گئی ہے۔“

”اب تم بتاؤ مجھے کہاں چلانا ہے....?“ صدر نے اوپر آواز میں پوچھا۔

”وہ پھر چوکی اور جماہی لے کر بولی۔“ سب سے پہلے ایک کپ کافی پیٹا پسند کروں گی سستی سی محسوس کر رہی ہوں....!“

”تو آؤ.... وہ بکافی ہاکر سامنے....!“

”بیہان نہیں... ریالٹو چلو.... اور بہاں.... اور تم ڈرائیور کرو.... کہیں میں اوٹ گھنے جاؤں!“

”اور اگر مجھے ڈرائیور گئے آتی ہو تو....!“

”چلو بکواس نہ کرو....!“ وہ اسے دوسری طرف دھکلیتی ہوئی بولی۔

صدر گاڑی سے اتر کر اسٹریٹگ والے دروازے کی طرف آیا۔ گرڑوڈ اس کی جگہ کھک ک آئی تھی۔

صدر نے یوٹن لے کر گاڑی کو پھر اسی راستے پر لگادیا جدھر سے کچھ دیر پہلے آئے تھے۔

”کہاں چل رہے ہیں....؟“ گرڑوڈ نے خواب ناک سی آواز میں پوچھا۔

”مگر میں اسکو رجہاں میں نے اپنا اسکوڑ چھوڑا ہے....!“

”تم عجیب آدمی ہو.... میں کہہ رہی ہوں کہ کافی کے لئے ہم ریالٹو چلیں گے!“

”اگر وہاں میرے باپ کا کوئی دوست مل گیا تو....!“

”کیا تمہارا باپ کوئی بیکار آدمی ہے....؟“

”کیا مطلب....؟“

”قدم قدم پر دوست.... کوئی باکار آدمی اتنے دوست نہیں بن سکتا!“ صدر کچھ نہ یولا وہ

کوچھ رہا تھا آخر وہ چاہتی کیا ہے....؟

”وہ خاموشی سے اسٹریٹگ کرتا رہا.... اور کچھ دیر بعد وہ بالآخر ریالٹو تک آپنچھ.... گرڑوڈ کی

آنکھیں بند کئے سیٹ کی پشت گاہ سے گئی ہوئی تھی صدر نے بلند آواز میں ریالٹو سک آپریشنز کا اعلان کیا۔

”سیکا کوئی مل گیا....؟“ وہ چوک کر بولی۔

”کون....؟“

”تمہارے باپ کا کوئی دوست....؟“

”تم میرا مصلحکہ کیوں اڑا رہی ہو....؟“ صدر نے چڑچے پن کا مظاہرہ کیا۔

”صبر.... صبر....؟“ اس کا شاند تھکتی ہوئی بولی۔ ”چلو اترو... یہاں تمہیں شراب بھی مل سکے گی اور تمہارا چڑچہ اپنے دور ہو جائے گا!“

”میں شراب نہیں پیتا....!“

”اب پینے لگو گے.... چلو اترو....!“

صدر گاڑی سے اتر گیا....! گرڑوڈ بھی اتری دو فوٹ ڈائینگ ہال میں آئے کہیں میزیں خالی تھیں.... گرڑوڈ نے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔

صدر اسی جانب بڑھتا چلا گیا.... یہ میز دوسری آباد میزوں سے دور تھی۔

”اب بتاؤ.... کون سی پینتے ہو....؟“ گرڑوڈ تیٹھتی ہوئی بولی۔

”یہ حقیقت ہے کہ میں نہیں پیتا....!“

”کبھی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے....؟“

”نہیں! جب مجھے ایک چیز کا تجربہ ہی نہیں ہے تو اس کی ضرورت کیوں محسوس ہونے لگی۔“

”بڑی عجیب بات ہے.... میرا بھی نہیں چلے گی۔!“

”اتفاق سے ہم لوگ اس کا شمار بھی منتظر ہی میں کرتے ہیں۔!“

”فرشتے ہو تم لوگ تو....!“ وہ جل کر بولی۔

”ہاں تو تم کافی پیو گی....!“

”ابسی باتوں پر تمہارا خون پینے کو جی چاہتا ہے....!“

”پہلی ہی ملاقات میں اس درجے بے تکلفی مجھے پند نہیں!“ صدر نے خشک لبھ میں کہا۔

”ہاں.... ہاں.... تم تو شہنشاہ ہیل سلانی کے بھتیجے ہو....!“

”میں اٹھ جاؤں گا....!“

”اس طرح اپنے اسکوڑ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے....!“

”آختر تم چاہتی کیا ہو....؟“

”بے تکلفی....!“

”لغت ہے مجھ پر اگر اب کسی لڑکی کو منہ لگاؤں....!“

”مجھے حیرت ہے کہ تمہارے گھروں نے تمہیں نقاب کے بغیر گھر سے باہر کیے نکلنے دیا۔!“

”حد ہوتی ہے.... تو پین کی۔!“ صدر پیر پٹھ کر بولا اور وہ چڑھنے والے انداز میں ہٹ پڑی۔

”عجیب ہے غصہ و معلوم ہوتے ہو....!“ اس بار اس نے لگاؤٹ کے انداز میں کہا۔

”بے تم مجھے اپنا کام بتاؤ.... میں نے وعدہ کیا تھا.... اور....!“

”بتاؤں گی.... پہلے کافی تو پیو....!“

صدر غصیلے انداز میں دوسری طرف دیکھنے لگا۔

گرڑوڈ نے دیٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کے لئے کہا اور پھر صدر کی طرف متوجہ ہو گئی جو

ال کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

”تم کرتے کیا ہو....!“ اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”سب کچھ ایک ہی بار پوچھ لو.... میرا نام صدر سعید ہے.... تعلیم مکمل کر چکا ہوں فی الحال

یکار ہوں.... شادی بھی ابھی نہیں ہوئی۔!“

”کھانی تو نہیں آتی....!“ گرڑوڈ نے تشویش آمیز لبھ میں پوچھا۔

”یا مطلب....?“

گرڑوڈ زور سے ہٹ پڑی اور صدر پیر پٹھنے لگا۔ اتنے میں ویٹر نے کافی میز پر لگادی۔

صدر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کس چکر میں پھنس گیا ہے۔ کیا وہ اس کی موت سے

انف ہے کیا ب جوزف کے بعد خود اس کی باری ہے۔ ہو سکتا ہے ان لوگوں نے کبھی اُسے عمران

کے فلیٹ میں داخل ہوتے دیکھا ہو۔ ان دونوں جب عمران پر پہلا حملہ ہوا تھا وہ اس کی عیادت کے

لئے جاتا رہا۔

”کتنی شکر پینتے ہو....؟“ دھنٹا گرڑوڈ نے پوچھا۔

”پورا شوگر پات الٹ دو....!“ صدر بڑا لیا۔ ”اتی تکنیوں سے دوچار ہونے کے بعد ایک آدھ چھجے سے کام نہیں چلے گا!“

”ارے تم آدمی ہو یا زہر کی بوش!... مودودیکی نہیں ہوتا کسی طرح... کیا مجھے زیادہ خوبصورت کسی لڑکی کی امید کر رہے ہو....!“

”میں کہتا ہوں مجھ سے اسی باتیں نہ کرو.... یہ امریکہ نہیں ہے....!“

”چلو کافی بیٹو... ورنہ۔“ گرثود نے غصیلی آواز میں کہا اور کافی کا پیالہ اس کی طرف کھسکایا۔ ”آج پتہ نہیں کس گناہ کی سزا میں رہی ہے....!“ صدر کافی کپ کو گھوڑتا ہوا بڑا لیا۔

”اب خاموش بھی رہو... ورنہ مجھے غصہ آگیا تو....!“

صدر نے اسے گھوڑ کر دیکھا اور زیر لپ کچھ بڑا کر کافی پینے لگا....!

اب وہ گرثود کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا... لیکن گرثود اسے محیرانہ نظر دل سے گھوڑے جا رہی تھی۔ کافی ختم کر کے صدر نے سگریٹ سلاکی۔

”ایک مجھے بھی دو....!“ گرثود نے کہا۔

صدر نے پیکٹ اور لاٹر اس کی طرف کھسکا دیئے۔

”تم کیسے وحشی ہو... سگریٹ مجھے دو.... لاٹر اپنے پاس رکھو... اور منتظر رہو کہ میں سگریٹ اپنے ہونٹوں میں دباؤں اور پھر تم اسے لاٹر دکھاؤ....!“

”ہمارے یہاں خواتین سگریٹ نہیں پہنچیں... اس لئے ان سے متعلق اخلاقیات کا مجھے علم نہیں!“

”تمہارے یہاں تو سب گھاس کھاتے ہیں....!“

”بد تمزی نہیں!...!“ صدر نے تختے پھلانے۔

”بد مزاج مرغیوں کی طرح پھول کیوں رہے ہو....!“

”جنہم میں گیا... اسکوڑ بھی...!“ صدر غرا کرا اخال۔

لیکن گرثود نے چھپت کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”ارے... ارے...!“ صدر نے زوس ہو جانے کی اوکاری شروع کر دی۔

”بیٹھو... ورنہ یہاں میٹھے ہوئے لوگوں کو ہماری طرف متوجہ ہونا پڑے گا۔“ گرثود نے

”ہمکی دی اور صدر بیٹھ کر اپنی پیشانی کو رو مال سے تھکیاں دینے لگا۔

گرثود اسی طرح ہنس رہی تھی... جیسے اس کی بے بی سے لطف انداز ہو رہی ہو۔

پھر یک بیک وہ سمجھدہ ہو گئی اور بولی۔ ”میں اب تمہیں پریشان نہیں کروں گی تم بہت بھولے آدمی ہو....!“

اب صدر نے غصے میں بھولا پن بھی شامل کر لیا۔

”مجھے تم سب بہت اچھے لگتے ہو....!“ گرثود کہتی رہی۔ ”مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ بہت سے مقامی لوگ میرے دوست ہیں ان میں زیادہ تر لوگ غریب آدمی ہیں۔ اس وقت میں دراصل ایسے ہی ایک غریب دوست کے سلسلے میں تم سے مدد لیتا چاہتی ہوں... کریم پورہ کے اختام پر جھوپڑیاں ہیں وہ انہیں میں سے ایک میں رہتا ہے.... میں بذات خود وہاں اس سے نہیں ناطا چاہتی.... خواہ مخواہ اسکی نیڈل بنے گا تم میرا ایک خط اس تک پہنچا دو....!“

”کیا تم اس سے وہاں ملنے میں اپنی توہین محسوس کرتی ہو...!“

”ہرگز نہیں!... میں نہیں چاہتی کہ اس کے پڑوں اس سے میرے بارے میں پوچھ گچھ کر کے اسے پریشان کریں!“

صدر پکھنہ بولا۔

”کیا تم میرا یہ کام نہیں کر سکو گے....!“

”ضرور کر دوں گا!... تم تو بہت اچھی اور خدا ترس معلوم ہوتی ہو...!“

گرثود نے اپنے دنیشی بیک سے ایک لفافہ نکال کر صدر کے سامنے رکھ دیا۔

”اب مجھے پورا پتہ بتاؤ...!“ صدر نے کہا۔

”وہ اسے سمجھاتی رہی کہ وہ کس طرح اسکے غریب دوست زیش کی جھوپڑی نکل پہنچ سکے گا۔

”تو کیا تم مجھے بیہیں چھوڑو گی....!“

”میں تمہیں کریم پورہ کے مشن ہپتال کے قریب چھوڑوں گی.... میں وہاں نرس کے

فرائض انجام دیتی ہوں.... گرثود ولیزم نام ہے....!“

”اچھی بات ہے.... ہاں خط دے کر پھر تمہارے پاس واپس آتا ہو گا....!“

”ضروری نہیں!“

”اوہو... تو پھر میرا اسکوڑ...!“  
”کہیں بھاگا نہیں جاتا...! کل گیارہ بجے میرے پاس آ جانا ہستال میں... میں تمہیں سامنے  
لے چلوں گی...!“

”نہیں اسکوڑ تو میں آج ہی وہاں سے لے جاؤں گا...!“

”تمہاری کوئی کل سیدھی بھی ہے...!“ گرڑوڈ چھلا کر بولی۔

”میں آج کے بعد پھر کبھی تم سے نہیں ملتا چاہتا...!“

”اوہو...! اب میں ایسی بُری ہوں...!“

”یہ بات نہیں ہے... اگر میرے کسی عزیز نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا تو...!“

”ہاں پھر تمہاری شادی نہ ہو سکے گی...!“

”صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”میں دیکھتی ہوں کیسے ہو جاتی ہے تمہاری شادی...!“

”کیا مطلب...?“

”بس زندگی برباد کر دوں گی تمہاری...!“

”چلو اٹھو...! میرا دم گھٹ رہا ہے...! اگر اس کام کا وعدہ نہ کر لیا ہوتا تو کبھی کا...!“

گرڑوڈ نے ویٹر سے بل لانے کو کہا! صدر اپنے پرس نکالنے لگا۔

”نہیں بل کی قیمت میں ادا کروں گی...!“ گرڑوڈ بولی۔

”یہ بھی میرے لئے توہین آمیز ہے...!“

”اوہو...!“

”قطعنی... میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی عورت مجھ پر اپنے پیے صرف کرے...!“

”چونچ اسی قابل ہو کہ کسی چڑیا گھر کے کٹھرے میں بند کردیئے جاؤ...!“

”خیر... خیر...!“ صدر احمقانہ انداز میں سر ہلا کر دسری طرف دیکھنے لگا۔ گرڑوڈ نے بل

کی قیمت ادا کی اور دونوں باہر آئے۔

پچھے دیر بعد گاڑی کریم پورہ کی طرف جا رہی تھی۔

”تو تم اب مجھ سے نہیں طوگے!“ گرڑوڈ نے پوچھا... اس باروہی کا رد ایجو کر رہی تھی۔

”ارے کیوں.... ملوں گا...! کیا ضرورت ہے...!“

”میرا دعویٰ ہے کہ تم اپنی بیوی کو خوش نہیں رکھ سکو گے!“

”اب خاموش بھی رہو...! ورنہ میں چلتی گاڑی سے چھلانگ لگادوں گا!“

”تم شاید اپنے اسکوڑ سے بھی ہاتھ دھونا چاہتے ہو...!“

”میں بے کار ضرور ہوں لیکن کنگال نہیں.... کل ہی دوسرا خرید لوں گا!“

”لیکن مجھ سے نہیں ملوگے!“

”ہرگز نہیں...!“

”اچھی بات ہے...!“ گرڑوڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔

مشن ہستال کے قریب اس نے گاڑی روک دی... اور جب صدر نیچے اتر رہا تھا اس نے  
لہا۔ ”دہن شین کرو کہ تم میری عدم موجودگی میں وہ اسکوڑ وہاں سے نہ لے جا سکو گے!“ صدر  
نے لاپرواں سے شانوں کو جبکش دی اور آگے بڑھتا چلا۔

”ٹھہرو...!“ گرڑوڈ نے اسے آواز دی اور وہ رک کر مڑا۔

”ہاتھ اٹھا کر بولی۔“ تمہیں یہ خط خاموشی سے اس کے حوالے کرتا ہے... اسے بتانا چند را  
زوری نہیں کہ تم کون ہو اور تمہیں کس نے بھیجا ہے!“

صدر نے بُر اسامنہ بنائے سر کو جبکش دی اور پھر آگے بڑھا۔

منزل مقصود تک پیدل ہی چلنا پڑا۔ بتائے ہوئے پتہ پر زیش کی جھوپڑی میں گئی... وہ  
دوخال۔

اک کاسا منا ہوتے ہی صدر چوکٹ پڑا... تو یہ ہے زیش... لیکن آج کل یہ ایسی گھٹیازندگی۔  
اک لگزار رہا ہے!

صدر کی معلومات کے مطابق وہ ایک ”ماہر فن“ اسکلگر تھا... اس نے باقاعدہ طور پر تعلیم  
مل نہیں کی تھی لیکن دنیا کی کئی بڑی زیانیں بے ٹکان بول سکتا تھا۔

پولیس آج تک اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکی تھی۔ اس کے خلاف ایسے واضح ثبوت فراہم نہ  
کی تھی جسیں عدالت میں پیش کیا جا سکتا... اس سے پہلے صدر اسے بڑی اچھی حالت  
تکارہا تھا۔

موری عوچ بجے شام سے پہلے کلب میں نہیں ملتی تھی۔ لیکن پچھے دیر پہلے ہی عمران اسے زن کے معلوم کر چکا تھا کہ وہ کلب ہی میں موجود ہے اور اس کی منتظر رہے گی۔ ریکارڈ کے ہوئے تار کے پیغام کا علم ہو جانے کے بعد سے کھل آگے بڑھ گیا تھا اور اب بھائیوں سے نجات ملنی مشکل ہی تھی۔ وہ اس پیغام کو پوری طرح سمجھا تھا اور اب اسے اداگوٹ کے اس آدمی کی فکر تھی جس کے لئے وہ پیغام ریکارڈ کیا گیا تھا۔

کلب کی کپاؤٹھ میں نیکی داخل ہوتے ہیں کتوں کا شور سنائی دیا۔ ہاروے رحمتی کی اشیش و میں ہیں کڑی نظر آئیں لیکن اس میں کتنے نہیں تھے وہ غالباً انہیں اپنے ساتھ عملات کے اندر لے گیا تھا۔ عمران نے نیکی کا کرایہ ادا کیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ذائقہ بھائیوں میں داخل ہوا۔... یہاں س وقت ان گیارہ کتوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔... وہ سب قطار میں بیٹھے تھوڑی دیر بعد منہ پر اٹا کر ایک ساتھ روئے لگتے تھے۔

عمران کی آمد پر بھی ان کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

کلب کا نائب مقنظم عمران کو دیکھ کر آگے بڑھا۔

”نادم... آپکی منتظر تھیں جناب کہ وہ منحوس آگئی؟“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔ ”اس وقت وہ نئے میں بھی ہے... مادام آفس میں ہیں وہ بھی وہیں ہے اب جیسا آپ سمجھیں!“

”کیا تم اس فریلام کو میری آمد کی اطلاع نہ دے سکو گے...؟“

”یہاں کا پرانا قانون ہے جناب کہ اگر مادام کے پاس آفس میں کوئی موجود ہو تو کسی کی آمد کی اطلاع بھی دہال نہ پہنچائی جائے!“

”خیر میں یہیں بیٹھ کر انتظار کروں گا....!“ عمران نے سختی سانس لے کر کہا۔ اتنے میں اُن نے پھر رونا شروع کر دیا۔

”کیا انہیں کوئی گھر اصد مہ پہنچا ہے؟“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے نائب مقنظم کو مخاطب کیا۔ اب مقنظم پہلے تو پہلا لیکن عمران کے چہرے پر گھری تشویش کے آثار دیکھ کر یہ کبی خود لیں بجیدہ ہو گیا۔

”پہنچنیں جناب...!“ اس نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

”معلوم کرو...!“

بہر حال اس نے وہ لفافہ چپ چاپ اس کے حوالے کیا اور وہاں سے چلا آیا۔ نریں نہیں اسے روک کر پچھے پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جو پیڑیوں کی سمتی سے نکل کر پچھے دور پیدل چلنے کے بعد نیکی میں لے گئی۔ لیکن اب یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا کہ وہ پھر گرین اسکو رکی اس عمارت کی طرف واپس جاتا۔

اس کی نگرانی تو بہر حال ہوتی ہی رہی تھی۔ صادر کے علاوہ دو اور ممبر بھی تھے جو یہ بیک وڑہ عمارت کی نگرانی کرتے رہے تھے!

اب وہ جلد از جلد گھر پہنچ کر ان واقعات کی اطلاع ایکس ٹو کو دینا چاہتا تھا۔

بلیک زیر و نے صادر سے ملی ہوئی اطلاعات بذریعہ ٹرانس میٹر عمران تک پہنچائیں۔ عمران نے کہا ”اس سے کہو کہ کل اسکوڑ حاصل کرنے کے لئے اس سے ضرور ملے بہت اچھا جاہا ہے،“ اس آدمی کی ہر وقت نگرانی کی جائے جس تک اس نے لڑکی کو خط پہنچایا تھا.... اور...!“

”بہت بہتر... اور...!“

”کوئی اور ڈیولپمنٹ... اور...!“

”اچھی تک اس عمارت سے کوئی باہر نہیں نکلا... بس وہ لڑکی آئی تھی.... صادر کا اسکا اب بھی عمارت کی کپاؤٹھ میں موجود ہے۔!“

”نگرانی جاری رکھو... اور ایڈ آل...!“

عمران نے گفتگو ختم کر دی۔

وہ اس وقت مرزا نسیم بیک کے میک اپ میں اسی ہوٹل میں موجود تھا۔ پچھہ دیر بعد وہ ہوٹل سے نکل کر سڑک پر آیا اور کسی کالی نیکی کا انتظار کر تارہ۔ پچھہ دیر پہاڑویلانی سے فون پر گفتگو ہوئی تھی اور اس نے عمران کو بتایا تھا کہ وہ اس کے دشمنوں کو زور ملے طور پر اس بات پر آمادہ کر پکا ہے کہ وہ اس سے کسی شے کسی طرح رابطہ قائم کریں۔

عمران سوچ رہا تھا.... کہ آخر یہ آدمی اسے بالکل ہی گدھا کیوں سمجھتا ہے۔!

پچھہ دیر بعد اسے ایک خالی نیکی میں سر ہلا کر کی طرف روانہ ہو گیا۔

"جناب.... جناب.... کیا آپ بھی مسٹر ہاروٹے رہمنڈ کی طرح....؟" اس نے جرا  
ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے لجھ میں احتجاج تھا....

"ہاں... ہاں میں بھی اسی کی طرح بہت بڑا دانشور ہوں۔!"

"معاف فرمائے گائیں کتوں کا مزاج و ان نبیس ہوں...؟"

"آپ کو ہونا چاہئے.... کچھ دنوں کے بعد آپ کو بھی بال بچے دار ہوتا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا....؟"

"میری بات کا مطلب نہیں سمجھے یا میرا....؟"

"میں بے حد پریشان ہوں جناب.... آپ کی خوش مزاجی سے محظوظ نہیں ہو سکتا۔"

"حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہے.... آپ کو ہم ہے کہ آپ پریشان ہیں۔....؟"

"کیا آپ مجھے خاموش رہنے کی اجازت دیں گے؟"

"ایسی صورت میں قطعی ناممکن ہے جب کہ قریب ہی کہیں کتے رور ہے ہوں....؟"

دفتارِ قدموں کی چاپ سنائی دی اور موریلی کے آفس سے ہاروٹے رہمنڈ بر آمد ہوں وہ چنان  
میں معلوم ہوتا تھا۔ قدم لاکھڑا رہے تھے۔ موریلی بھی غصہ میں بھری ہوئی آفس سے نکلی تھی۔  
جیسے ہی رہمنڈ کتوں کے قریب پہنچا انہوں نے پھر روانشروع کر دیا۔

دفتارِ رہمنڈ موریلی کی طرف مڑ کر بولا۔ "میں تھا نہیں پہنچتا ہوں میرے ساتھ یہ بھی پہ  
بیں۔ میں خود غرض نہیں ہوں سمجھیں...؟"

"بُس خیریت اسی میں ہے کہ یہاں سے چل جاؤ۔۔۔ ورنہ میں پولیس کو فون کر دوں گی۔"  
پولیس کیا بگاڑ لے گی میرا۔۔۔ اسے بھی پلاوں گا۔۔۔ رہمنڈ جھومتا ہوا بولا اور ایک  
آہنگ قہقہہ لگا کر لخت خاموش ہو گیا۔

اب وہ عمران کو گھور رہا تھا....!

وقتاً اس نے نائب مقائم سے کہا۔ "اس شریف آدمی کو بھی پلاو۔۔۔؟"  
"ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔؟" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ورنہ تمہاری قبر پر کون روئے گا کتنے  
زندگی کے ہی ساتھی ہوتے ہیں۔؟"

"مسٹر بیک پلیز۔۔۔؟" موریلی نے خفت آمیز لجھے میں کہا۔ "اس کے منہ نہ لگو یہ ہوش۔

نہیں ہے!"

"اس پر طرہ یہ کہ کتوں کو پلاوی ہے....؟" عمران سنجیدگی سے بولا۔ "کتنا اچھا ہو اگر اس  
وہ اس پولیس آفس کو یہاں بلاو۔۔۔ کیا نام تھا کیپشن فیاض.... ہاں.... ہاں....؟"

"نہیں میں بات بڑھانا نہیں چاہتی....؟"

ہاروٹے رہمنڈ اسی دیر میں خود بھی کتوں کی صفت میں اکڑوں بیٹھے چکا تھا۔

"خدا کی پناہ....؟" عمران اپنا سر سہلاتا ہوا بولا۔ "کیا اب یہ بھی روکر دکھائے گا۔ میں نے  
کتوں اور آدمیوں کو ایک ساتھ بھوکتے تو دیکھا ہے روتے نہیں دیکھا....؟"

"اے جہنم میں جھوکو۔۔۔ میرے ساتھ آؤ....؟" وہ آفس کی طرف مرتقی ہوئی  
بول۔ عمران بھی اس کے پیچے چلا یعنی مژہ مژہ کر رہمنڈ اور اس کے کتوں کو دیکھتا ہے۔

یک بیک کتوں نے پھر روانشروع کر دیا اور اس بارچے پنج اس میں رہمنڈ کی بھی آواز شامل تھی۔  
خدا کے لئے دروازہ بند کر دو مسٹر بیک....؟" موریلی نے دفتر میں داخل ہو کر کہا۔

"کیا میں اسے دھکے دے کر باہر نکال دوں....؟" عمران نے پوچھا۔  
"نہیں.... میں کسی قسم کا بھی پہنگاہ پند نہیں کرتی....؟"

"تو پھر وہ سب پتے نہیں کہ نکل زوتے رہیں....؟"  
"جہنم میں جائیں.... تم بیٹھو....؟"

"اس کی مجرم شپ کیوں نہیں ختم کر دیتیں....؟"

"میں نے چاہا تھا کہ ایسا کروں لیکن اس پولیس آفس نے معلوم نہیں کیوں مجھے اس سے باز رکھا؟"  
"ہوں.... تو وہ برا بر آ رہا ہے....؟"

"ہر شام.... پاندی سے.... کئی گھنٹے یہاں گزارتا ہے....؟"

"روپی مل ان ساتوں کی مجرم شپ ختم ہو جانے کے بعد یہاں آیا تھا یا نہیں....؟"

"میرا خیال ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے ابھی تک نہیں آیا۔ ختم کرو ان باتوں کو میں بھگ  
اگلی ہوں... بیزاری اس قدر بڑھ گئی ہے کہ کچھ دنوں کیلئے شہری سے باہر چلی جانا پاہتی ہوں۔؟"

"خیال اچھا ہے....؟"

"تم چلو گے میرے ساتھ....؟"

آٹھی بادل

عمران سوچ رہا تھا کہ شاید فیاض نے رحمڈ کی طرف سے توجہ ہٹالی ہے۔ ہوتا بھی بھی چاہئے ذکر دراپ کی کوئی والا دھماکا تو اس کو بیوی کی جانکنی کی طرف سے بھی ہٹا دیتا۔ اتفاق سے وہاں مرنے والوں کے چہرے قابل شاخت تھے اس لئے مکھ سراغ رسانی کو جلد ی ان کی شخصیتوں کا علم ہو جائے گا اور وہ بھی کسی اہم پروجیکٹ ہی سے متعلق ثابت ہوں گے۔ ان تینوں کی موت اور نویں ڈیوڈ کی گمشدگی مجھے میں شدید ترین افراتقری کا باعث بنتے گی۔ تجب ہے کہ فیاض ابھی تک ان لاشوں کی تصاویر کی شاخت کے لئے یہاں نہیں آیا۔ آیا ہوتا تو موریلی ضرور تذکرہ کرتی۔

ہاب مختظم دروازہ بولٹ کر کے پلانی تھا کہ کسی نے گھنٹی بھائی... وہ دانت پیتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔

”بھروسہ...!“ عمران ہاتھ اٹھا کر آہستہ سے بولا۔ وہ رک گیا۔ ... عمران آگے بڑھ کر قفل کے سوراخ سے باہر جھانکنے لگا۔ کوئی قریب ہی لکھا تھا... اس کے ہاتھ نظر آرہے تھے اور وہ ہاتھ ان مخصوص قسم کی انگشتیوں سمیت کیپن فیاض کے علاوہ اور کسی کے نہیں ہو سکتے تھے۔ خیال آتے ہیں پاک پڑا۔ عمران نے سوچا اور تیزی سے دفتر کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”میں مس فریاں سے پوچھ آؤں...!“

”بہت شکریہ جناب...!“ نائب مختظم بڑھ لیا۔

گھنٹی پھر بھی اور اس بار وقفہ پہلے سے طویل تھا۔

موریلی فون کارسیور اٹھا چکی تھی۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”بھروسہ خود ہی آگیا ہے... میں نے دروازہ کا بولٹ گردایا تھا...!“

”کون آگیا ہے...!“

”کیپن فیاض...!“

”اُوہ...!“ موریلی نے ریسیور رکھ دیا اور بولی۔ ”اب ہمیں کیا کرنا چاہئے...!“

”اُوہ کیا ہے...!“ عمران نے ایک دروازے کی جانب اشارہ کر کے پوچھا۔

”ریٹائرمنگ روم...!“

”تمہیں کوئی اعتراض تونہ ہو گا اگر میں فیاض کی موجودگی میں یہاں نہ بھروسیں۔!“

”میں... میں...!“

”ہاں... تم... پس نہیں کیوں میں تمہاری موجودگی میں بڑا سکون محسوس کرتی ہوں۔!“

عمران نے طویل سانس لی اور چھٹ کی طرف دیکھنے لگا۔

”ہاروے اس وقت کیوں آیا تھا...?“ اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”اس کا خیال ہے کہ میں اسے پسند کرنے لگی ہوں...!“ موریلی نے نہ اسامدہ ناکر کہا۔

”میرا بھی تبھی خیال ہے...!“

”کیا مطلب...?“

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ کوئی باہر سے دروازہ پیشے لگا۔ ... موریلی جھنجھلا کر اٹھی۔ بولٹ گرا کر دروازہ گھولा... اور عمران نے اس کے نائب مختظم کی آواز سنی۔

”مادام... مادام... وہ اپنے سارے کپڑے اتار کر بے ہوش ہو گیا ہے...!“

”اوہ...!“

”کیا بالکل ننگا ہے...!“ عمران نے پوچھا۔

”جی، ہاں جناب بالکل...!“

”اچھا تو مس فراہم... اب تم اس حلقة کے پولیس اسٹیشن کو فون کرو...!“

”یقیناً کروں گی... وہ جملہ کر مڑی... اور میز پر زکھی ہوئی میں فون ڈائریکٹری اٹھاتی ہوئی۔

نائب مختظم سے یوں۔ ”تم صدر دروازہ پر بھروسہ اور کسی کو بھی اندر نہ آنے دو... اس کے

بچے کی وجہ سے کلب کی ساکھ تباہ ہو رہی ہے۔!“

وہ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں حلقة کے تھانے کے نمبر تلاش کرنے لگی۔

عمران ڈائیننگ ہال میں چلا آیا۔ ... ہاروے رہمنڈ چیخ نگ دھرمگ پڑا تھا اور کہے اس کے گرد

حلقة کے میٹھے تھے۔!

”اب ہے مقام روئے کا اور ان نالا نکلوں نے چپ سادھلی ہے...!“ عمران نے نائب مختنظم

کو متوجہ کر کے کہا۔ ”اس پر کوئی چادر و اور ڈالن دو... اور صدر دروازے کو تو مغلل ہی کرو!“

نائب مختظم بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی ہدایات پر عمل کر رہا تھا۔

کہے اب کچھ بالکل خاموش ہو گئے تھے۔

عمران طویل سانس لے کر منہ چلانے لگا۔ دوسرا کمرے میں مکمل سکوت تھا۔  
تھوڑی دیر بعد موریلی کی کپکپائی ہوئی آواز سنائی دی۔  
”یہ دونوں.... میں انہیں پہچانتی ہوں.... عورت کو کبھی نہیں دیکھا.... لیکن یہ کسی  
ہماری ہیں؟ انہیں کیا ہوا....؟“

”اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو یہ دونوں انہیں آٹھوں میں سے ہیں....!“  
”آپ کا خیال درست ہے.... یہ ولیم رسل ہے.... اور یہ فن وک چارلس....!“  
”تو میکل ڈیوڈ کے علاوہ جن سات آدمیوں نے کلب کی مجری تک کی تھی ان میں ان کی کیا  
پوزیشن تھی!؟“  
”میں نے اس پر کبھی غور نہیں کیا.... یہ آٹھوں عموماً ساتھ ہی بیٹھا کرتے تھے۔ اسی بناء پر  
ان کے سلسلے میں ایک گروپ کا ہی تصور قائم ہوتا تھا!“  
”قدرتی بات ہے....!“

”ان تصویریوں کے بازارے میں آپ نے کچھ نہیں بتایا.... دونوں ہی کی آنکھیں بند ہیں!“  
”یہ دونوں برقے ہیں....!“  
”خداؤ کی پناہ....!“

”شہر میں کچھلی رات جو دھاکہ ہوا تھا اس سے انکا بھی تعلق ہو سکتا ہے۔ یہ اسی عمارت میں تھے!“  
”لل... لیکن....!“  
”پہنچ نہیں کیا چکر ہے؟ اوہ.... دیکھئے شاید.... تھانے کا انچارچ آگیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں!“  
پھر عمران نے قدموں کی چاپ سنی شاید فیاض دروازہ کھول کر ہال میں گیا تھا۔ اس نے قفل  
کے سوراخ سے آفس میں جھانکا۔ موریلی تھا تینھیں تھی اور اس کے چہرے پر گہری تشویش  
کے آثار تھے اور وہ ریٹائرمنگ روم کے بند دروازے کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔  
دفعہ فیاض پھر اندر آیا۔

”لیکن ان کتوں کے لئے کیا کیا جائے!“ اس نے پر تشویش لجھ میں کہا۔  
”یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں....؟“ موریلی جھنجھلا گئی۔  
”واقعی یہ کیا حماقت ہے....؟“ فیاض نے جھپٹی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔ چند لمحے خاموش۔

”لک... کیوں....!“  
”میں تمہیں اپنے بارے میں پہلے ہی بتاچکا ہوں....!“  
”اچھی بات ہے.... جاؤ.... لیکن.... میں....!“  
”تم.... ہال میں جا سکتی ہو....! میں نے اس پر چادر ڈالوادی ہے!“  
موریلی نے آگے بڑھ کر اس کے لئے ریٹائرمنگ روم کا دروازہ کھولا اور خود ہال میں جانے کے  
لئے مرجانی۔

عمران نے اندر پہنچ کر دروازہ بند کر دیا اور کسی کھینچ کر دروازے کے قریب بیٹھ گیا۔  
وہ فیاض کے سامنے نہیں آتا چاہتا تھا.... کیونکہ وہ موریلی سے اس کے بازارے میں ضرر  
استفار کرتا اور اُس کے جو ایامات جو غیر تلقی بخش ہوتے اُسے شبہات میں بتلا کر دیتے۔  
کچھ دیر بعد اس نے آفس میں فیاض کی آواز سنی۔

”میں حلقت کے تھانے کے انچارچ کو فون کئے دیتا ہوں!“ وہ کہہ رہا تھا۔ ”آخر آپ اُتھ  
سر ایسہ کیوں ہیں اگر سے حوالات میں ہوش آیا تو پھر کبھی ادھر کارخ نہ کرے گا!“  
”میری تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے!“

”فکر نہ کیجھے.... بیٹھ جائے....!“ فیاض نے کہا ساتھ ہی فون پر نمبر ڈائیل کرنے کی آواز  
آئی اور وہ متعلقہ تھانے کے انچارچ کو اس بد مست شرابی کے بازارے میں احکامات دیتا ہا جو فریڈ  
اے برڈ کلب میں بے ہوش پڑا تھا۔

میں فون کا سلسلہ منقطع ہونے کے تھوڑی دیر بعد فیاض کی آواز سنائی دی۔ ”ارے آپ خو  
خواہ پریشان ہیں.... یہ ایسی کوئی اہم بات تو نہیں۔ کچھ دونوں کے لئے آپ کو اس سے اور اس  
کے کتوں سے نجات مل جائے گی۔ لیکن اس بناء پر اس کی ممبر شپ ختم نہ کر دیجئے گا!“

”آخر آپ اس کی ممبر شپ برقرار رکھنے پر کیوں مصر ہیں....؟“ موریلی کی آواز آئی۔  
”یوں ہی بس.... کسی وجہ سے میرا محکمہ اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔!“

”اوہ....!“  
”ہاں.... دیکھئے.... میں اس وقت ایک کام سے آیا ہوں.... ذرا یہ تصویریں دیکھئے۔  
آپ ان میں سے کسی کی شاخت کر سکتی ہیں۔!“

پیاس سے... ہاروے رہمنڈ سے مجھے کوئی ذاتی بغض نہیں تھا....!“  
”کتنے بھی تو معلوم کرنے کیلئے رک گئے ہیں کہ آخر تمہیں ان سے ذاتی بغض کیوں ہے۔!  
”مسٹر بیک میں اس وقت خوش مزاجی کے مظاہرے کے موڑ میں نہیں ہوں.... سمجھ میں  
نہیں آتا کہ اب اس بلاسے کیسے جان چھڑائی جائے۔!  
”جب تک کہ ان کا نشانہ نہ اتر جائے.... یہ نہیں ہمیں گے اپنی جگہ سے.... بہترین قسم کے  
زیندگتے ہیں.... مالک سے جو حکم مل پکا ہے.... اس پر اٹے رہیں گے....!  
”پھر میں کیا کروں....؟“  
”بیر اخیال ہے کہ انہیں اور پلائی جائے....!  
”کیا مطلب....؟“  
”اتقی زیادہ کہ وہ مالک کا حکم قطعی فراموش کر دیں....!  
”اور پھر بھنجبوڑنا شروع کر دیں ہم سب کو....!“ وہ بیر اسمنہ بنا کر بولی۔  
”اب یہ ان کی لیاقت کی بات ہے....!  
”نہیں کچھ اور سوچو.... تھوڑی دیر بعد سے لوگوں کی آمد شروع ہو جائے گی۔!  
”اب مجھے ایک مضمون لکھنا پڑے گا.... مغل آرٹ سے کتوں کی ناز برداری تک....!  
”مسٹر بیک.... پلیز.... کچھ سوچو....!  
”اگر مجھے ہپتال تک پہنچانے کا ذمہ لو تو انہالوں ڈنڈا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ  
نہیں.... یا پھر میں کسی مصلح قوم کو بلالاں.... جوانہیں یہ سمجھانے کی کوشش کرے کہ اول تو  
ثراب بیٹا ہی بہت بڑا کتا پن ہے اگر پی بھی تھی تو اس کا خیال رکھا ہوتا کہ تم درحقیقت کے ہو۔ پی  
کراؤ میوں کی سی حرکتیں تو نہ کرو....!  
”مسٹر بیک....!  
”میں کیا کر سکتا ہوں.... جب کتے ثراب پی کر آدمیت کی حدود میں داخل ہونے کی  
کوشش کرنے لگیں....!  
دفعہ ہاں میں کچھ اس قسم کا شور سنائی دیا کہ وہ اپنی گفتگو جاری نہ رکھ سکے اور انہیں وہاں سے  
الٹکرہاں میں آتا پڑا۔ پولیس والے کہیں سے ایک برا سا جال اٹھا لائے تھے اور اسے کتوں پر

رہا پھر بولا۔ ”اُنہیں بھی سرکاری تحویل میں دیئے دیتا ہوں۔!  
”میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر یہ ہاروے رہمنڈ ہے کیا....?  
”کیلیفورنیا کا ایک بہت برا سرمایہ دار... یہاں سرمایہ کاری کے امکانات کا جائزہ لینے آیا ہے۔  
”کتوں کی افزائش کا کوئی ادارہ قائم کرنا چاہتا ہے....?  
”موریلی نے ہنس کر پوچھا۔  
”خدا جانے....!  
”میا آپ کو اس کی دیکھ بھال کے لئے سرکاری طور پر بدایتی ملی ہے۔!  
”نہیں.... اچھا ہاں.... ایک بات تو تھوڑی تھی گیا.... لوہہ بات پھر ذہن سے نکل گی۔ کوئی  
ضروری بات تھی....!  
”خیر... خیر.... میں کوئی ایسی بات نہیں پوچھوں گی جس کا جواب آپ دینا پسند نہ کریں۔!  
”میا پوچھا تھا آپ نے....?  
”کچھ نہیں.... ختم کیجئے.... میں بہت پریشان ہوں.... آپ کیا بیس گے....?  
”مکریہ....! اس وقت نہیں.... پھر سہی.... اب میں بھی جاؤ گا۔!  
”میا وہ اسے اٹھا لے گئے....!  
”جی ہاں.... لیکن کتے.... خیر میں انہیں بھی ہٹوانے کا انتظام کرتا ہوں....!  
ویسے یہ حقیقت ہے فیاض فوری طور پر انہیں وہاں سے ہٹوانے کا کوئی انتظام نہ کر سکا وہ تو انہیں  
بیٹھے تھے۔ اس وقت بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے جب ان کے مالک کو وہاں سے اٹھوا کر پولیس کی دین  
میں پہنچا جا رہا تھا۔  
پٹوں پر ہاتھ ڈالے جاتے تو وہ اس طرح غراتے جیسے چھاڑ کھائیں گے....!  
فیاض تھوڑی دیر تک تو وہاں ٹھہرا تھا پھر دوسروں کو ان کے بارے میں ہدایات دے کر چلا  
گیا تھا۔  
عمران ریٹائرمنگ روم سے باہر آیا۔!  
موریلی دو فوٹو ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھی تھی۔ عمران کی آہٹ پر چونک کہ اس کی طرف  
دیکھنے لگی۔  
”اب دیکھو....!“ اس نے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”مصیبت کی جڑ تو ہی نہیں

پھینک کر انہیں بھائیں لیا تھا... اور پھر جب وہ اس جاں کو سچھنے ہوئے باہر لے جانے کی کوشش کر رہے تھے توں نے بھوکنا اور غرما شروع کر دیا تھا۔

کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ عمران نے سر ہلاکر کہا۔ ”آدمی بہر حال آدمی ہے!“

کافی دیر بعد وہ لوگ ان کتوں کو باہر نکال بسکے.... وہ سب آپس میں گلڈ مہ ہون گئے تھے لہذا جاں دروازے میں پھنس کر رہ گیا تھا۔... بدقت تمام دروازے سے انہیں گذار اجاگلے

”خدایا شکر ہے تیرا۔“ موریلی طویل سانس لے کر بولی اور عمران کا ہاتھ پکڑ کر اسے آفس کی

طرف سچھنے ہوئے کہا۔ ”آواں مصیبت پے تو نجات ملی... لیکن ایک دوسری نمری خبر!“

اور وہ نمری خربی تھی کہ پچھلی رات کے دھاکے کا شکار ہونے والوں میں دو آدمی نوئل ڈیوٹ کے ساتھی تھے۔

عمران حیرت کے اظہار کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔

”کیپٹن فیاض ان کی تصاویر شناخت کے لئے لایا تھا...!“ موریلی نے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔

موریلی نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہا۔ ”میں کچھ دونوں کے لئے شہر سے باہر جانا چاہتا

ہوں کیا تم میرے ساتھ جل سکو گے.... مشربیک...!“

”کیپٹن فیاض تمہیں کہیں نہ جانے دے گا!“

”کیوں...?“

”اگر تم یہاں نہ ہو تم تو وہ ان تصاویر کی شناخت کس سے کرتا۔.... ابھی مرید چھ آدمیں،“

مسئلہ باقی ہے!“

”اڑے تو کیا میں اس کی پابند ہو کر بیٹھوں گی....!“

”ہوتا ہی پڑے گا.... ہو سکتا ہے شام تک تمہیں سرکاری طور پر نوٹس مل جائے کہ تم پولیس

کے علم میں لاے بغیر شہر کو نہیں چھوڑ سکتیں!“

”پھر میں کیا کروں.... یہاں تو پاگل ہو جاؤں گی!“

”خدا کے لئے مجھے خوف زدہ تر کرو...!“ عمران گھمکھیا۔

”کیوں... کیا مطلب....?“

”کسی عورت کے پاگل ہو جانے کے تصور ہی سے میری روح فنا ہو جاتی ہے!“

”کیوں...؟“ وہ نہ پڑی۔

”عورت میں دیے ہی کیا کم ہوتی ہیں.... پھر اگر پاگل بھی ہو جائیں۔!“

”ہوں تو آپ عورتوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے!“

”رکھتا ہوں.... رکتا ہوں....!“ عمران جلدی سے بولا۔ ”صرف ان عورتوں کے بارے میں جو میرے دکھ درزوں کو سمجھ سکتیں!“

”کیا ہے تمہارا دکھ درزو...؟“

”آج تک کسی عورت نے مجھ سے محبت نہیں کی....!“

”زبردستی کرتی...؟“ موریلی نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

”کیوں نہیں.... ہر عورت کا فرض ہے کہ مجھ چیز دکھی لوگوں کی تلاش میں رہے۔!“

”کیوں بکواس کر رہے ہو.... بھلا کسی کو کیا پڑی ہے....!“

”سویڈن کی عورت بھی ایسی ہی نکلی...!“ عمران نے ماوسانہ لمحہ میں کہا۔

”میں یا مطلب.... تم مجھے کیا سمجھتے ہو...!“

”ایک رحم دل خاتون سمجھتا تھا....!“

”ہوں.... سمجھتے تھے.... لیکن....!“

”ابھی تک تو کسی قسم کی رحم دلی ظاہر نہیں ہوئی۔!“

”تم کیا چاہتے ہو...?“

”میں کہ اپنے آپ پر رحم کرو....!“

”صف صاف کہو.... اس وقت میں ذہن پر مزید زور دینے کے لئے تیار نہیں!“

”کچھ دونوں کے لئے کلب کو قطعی طور پر بند کرو....!“

”کیوں...?“

”میں نہیں کہہ سکتا کہ یہاں ابھی اور کتنے ہیں جن کی ضرورت پولیس کو ہو گی۔!“

”لیکن میں تو نہیں جانتی کہ پولیس کو ان کی ضرورت کیوں ہو سکتی ہے کلب کے قواعدوں

فواہیں جو بھی ان کی پابندی کر سکے کلب کا ممبر ہو سکتا ہے میں اس کی اصلیت کے بارے میں

چھان میں کرنے کی اہلیت تو نہیں رکھتی۔!

”تم جانو....!“ عمران المحتا ہوا بولا۔

”نہیں....!“ نہیں تم نے بات تالی ہے.... کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔!

”نہیں تو....!“

”بپر دنیا کی ہر عورت پر انہا حق کیوں جھڑا ہے تھے۔!

”اس لئے کہ ایک عورت ہی سے جنا گیا ہوں....!“

”پھر فلسفیوں کی سی باتیں کرنے لگے۔!

”بد نصیبی بیچن ہی سے ساتھ گلی ہوئی ہے اور والدین بیچن ہی سے میرے رحمات کو ٹھیک

کرنے پر تھے رہے ہیں۔!

”میں ابھی تک تمہیں نہیں سمجھ سکی....!“

”حالانکہ کمی فلسفیوں کا قول ہے کہ عورت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔!

”سید ہی سادھی باتیں کرو.... ورنہ چلے جاؤ....!“

”فلسفیوں کا قول درست معلوم ہوتا ہے....!“ عمران عقیدت مندانہ لمحے میں بولا۔

”مجھے بہت جلد غصہ آ جاتا ہے.... سمجھے....!“

عمران نے اثبات میں سر ہلا کر اس کے بیان کی تائید کی....!

”اور میں قطعی بھول جاتی ہوں کہ مخاطب کون ہے....!“

”عورت ہی تھیں....!“

”خاموش رہو....!“

”اب چلتا چاہئے.... ورنہ اگر میرے سامنے ہی پاگل ہو گئیں تو میں کیا کروں گا۔“ وہ اٹھ کر دروازہ کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔!

”تھہر و.... تھہر و....!“

”ٹانا....!“ عمران ہاتھ ہلا کر آفس سے باہر نکل آیا۔



کیچن خاور نے زریش کی گمراہی شروع کر دی تھی۔ سر شام وہ اپنی جھوپڑی سے نکلا.... اس

کے جم پر ایک غائب قمیض اور پونڈ لگی کی پتوں تھی.... کریم پورہ کے بس اشاب پر پہنچ کر وہ  
ی خاص روٹ کی بس کا انتظار کرنے لگا۔

کیچن خاور اُس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا....! کچھ دیر بعد اُس نے اُسے ایک بس پر سوار  
ہوتے دیکھا۔

وہ بھی اس کے بعد ہی اس بس پر پہنچا تھا.... نہ سفر زیادہ لمبا ثابت نہ ہوا۔

وہ گرین اسکوڑ کے پہلے بن اشاب پر اتر گیا۔ خاور بھی اترا... زریش اب پھر پیدل ہی چل رہا تھا۔

بالآخر وہ اُسی عمارت کے پھانک تک آپنچا جس کی کپاڈ میں صدر کا اسکوڑ کھڑا تھا۔

آج صبح ہی کچھ دیر کے لئے صدر کی ڈیوٹی بہاں بھی رہی تھی۔ اُس نے زریش کو کپاڈ میں  
رافل ہوتے دیکھا۔

ابھی اتنا جالا تھا کہ وہ اپنے ان دو ساتھیوں کو دور سے بھی دیکھ سکتا جو مختلف جگہوں سے

مارت کی گمراہی کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی اس کو دیکھ کر مخصوص قسم کے اشارے کئے تھے۔

لیکن وہ سب الگ ہی الگ رہے۔ پھر شاید آدھے گھنٹے بعد خاور نے ایک بندوں نیں پھانک سے  
ٹکنی دیکھی تھی۔ اسٹریٹ گل پر نریش ہی تھا۔

سر ہرک پر اتنی روشنی تھی کہ وہ پہلی ہی جھلک سے زریش کو پہچان سکتا تھا۔ وین سڑک پر نکلی  
اور بائیں جانب مڑ گئی.... خاور تیری سے اپنے اس ساتھی کی طرف چھپا جس کے پاس اسکوڑ کا  
ہوتا لازمی تھا۔

ساتھی نے اسکوڑ تھوڑے فاصلے پر کھڑا کیا تھا۔

”تم دیکھتے رہنا گاڑی کس طرف مڑتی ہے....!“ خاور نے اُس سے کہا اور روٹ تا ہوا اُس جگہ

بپچا جہاں اسکوڑ کھڑا کیا گیا تھا۔

وہ اپنی پر ساتھی نے بتایا کہ گاڑی الگے چورا ہے پر بائیں جانب مڑتی ہے۔

خاور جانتا تھا کہ اس طرف سے کئی تر مکیں مختلف ستون کو جاتی ہیں لہذا اُس نے بڑی

بڑھا سی کے ساتھ اگلے موڑ تک کارستہ طے کیا.... اب اتنا نہ ہیرا پھیل گیا تھا کہ زیادہ فاصلے

سے اس گاڑی کی شاخت نہیں ہو سکتی تھی۔

خاور اندھا دھندا اسکوڑ روٹ اتارتا ہے.... بالآخر وہ دین نظر آئی گئی۔

تعاقب جاری رہا۔ پھر چھوڑی دیر بعد وہ گاڑی بندرگاہ کے علاقے میں داخل ہوتی نظر آئی۔ خاور نے محبوس کیا کہ گاڑی کی منزل مقصود بندرگاہ تھیں بلکہ وہ اسے اس راستے سے ماہی کیڑی کے ساحل کی طرف لے جا رہا ہے۔

پھر دیر بعد وہ اس ویران سڑک پر آنکلا جس پر صرف ہاتھی گیری کی کپینیوں سے تعلق رکھنے والی گاڑیاں گذرتی تھیں۔

دفعتوں کی رفتار کم ہو گئی اور اسے باسیں جانب والی ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے روک دیا گیا۔

خاور اپنا اسکوڑ آگے بڑھا لے گیا!



ٹھیک تو بجے شب کو بیک زیر و فون پر کیشپن خاور کی روپورٹ سن رہا تھا۔ ”وہ پانچ آدمی تھے۔“ خاور کہہ رہا تھا۔ ”زیشن کے علاوہ اندر ہیرا ہونے کی وجہ سے میں ان کی شکلیں نہیں دیکھ سکا۔۔۔ بہر حال ہاتھی گیری کے گھاٹ ہی پر پہنچ کر مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ دین میں زیشن کے علاوہ بھی کچھ لوگ تھے۔ پھر میں نے ان پانچوں کو ہاتھی گیری کے ایک بڑے لائچ پر سوار ہوتے دیکھا میرے دیکھتے ہی دیکھتے لائچ نے گھاٹ کو چھوڑ بھی دیا تھا۔ پھر زیشن تھا وابس ہوا تھا اور گاڑی کو گرین اسکوڑ کی اسی عمارت کے سامنے چھوڑ کر خود جس طرح آیا تھا اسی طرح اپنی جھونپڑی میں واپس چلا گیا۔

”لائچ پر پہنچنے والوں کی تعداد کے بارے میں تمہیں یقین ہے۔“ بیک زیر و فون ایکس ٹوکی سی بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”جی ہاں۔۔۔ وہ پانچ تھے۔۔۔ مجھے یقین ہے۔۔۔!“

”اور وہ وین اب کہاں ہے۔۔۔؟“

”میں نے تو اسے اسی عمارت کے سامنے دیکھا تھا۔۔۔ اور پھر زیشن کے پیچے چل پڑا تھا۔ لیکن اس سے پہلے میں نے لیفٹینٹ صدیقی کو سمجھا دیا تھا کہ وہ اس وین پر خاص طور پر نظر رکھے اُس کی ضرورت یوں پیش آئی تھی کہ وہ عمارت کے باہر سڑک پر ہی چھوڑ دی گئی تھی۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ اب آرام کرو۔۔۔!“

”مگر یہ جناب۔۔۔!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

بیک زیر و فریور کہ کبذر یہہ ٹرانس میٹر عمران سے رابط قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ پسند رہا یا میں منٹ بعد کامیابی ہوئی اور خاور کی روپورٹ کے اختتام پر عمران کی آواز آئی۔ ”پانچ بانی پچھے تھے وہ بھی گھنے ہاتھ سے۔۔۔!“

”میں نہیں سمجھا جناب۔۔۔!“ بیک زیر و بولا۔

”ہمیا کر دے گے۔۔۔ سمجھ کر۔۔۔ پہنچ کدھر گئی ہو۔۔۔ کس کی ہو۔۔۔!“

”میرا خیال ہے کہ وہ روپی مل فرشیز ہی کی ہو سکتی ہے کیونکہ گھاٹ پر پہنچنے سے پہلے زیشن نے دین روپی مل فرشیز کے سرد خانے کے پاس روکی تھی اور خود اتر کر عمارت میں گیا تھا۔“

”یہ خراچی ہے۔۔۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”اب مجھے اس وین کے متعلق بھی روپورٹ لئی چاہئے۔“

”اُسکی روپورٹ صدیقی سے ملے گی۔۔۔ خاور نے اسے اسکی طرف خاص طور پر متوجہ کیا تھا۔!“

”بہر حال کام میری پسند کے مطابق نہیں ہو رہا۔!“

”مجھے افسوس ہے جناب۔۔۔!“

”ان آٹھوں میں سے صرف ایک ہمارے ہاتھ لگا ہے۔۔۔ اور وہ بھی اس اسٹک پر ہمارے لئے قطیلی پیدا ہے۔۔۔ اس عمارت میں اب کوئی بھی نہ ہو گا۔!“

”صدر کا اسکوڑ کمپاؤنڈ میں اب بھی موجود ہے۔۔۔!“

”صدر سے کہو کہ وہ اپنا اسکوڑ حاصل کرنے کیلئے کل گرزوڈ سے ضرور ملے اس کے بعد بھی اگر وہ اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کرے تو انکار نہ کیا جائے۔۔۔ اب صرف وہی رہ گئی ہے۔!“

”بہت بہتر جناب۔۔۔!“

”اوور اینڈ آل۔۔۔!“

بیک زیر و فون سوچ آف کر کے طویل سانس لی۔

گیارہ بجے صدیقی نے روپورٹ دی کہ ایک گاڑی اُس وین کے قریب آگر کی تھی۔ اس پر ایک آدمی اتر کر دین کا انجن دیکھنے لگا خاور گاڑی چل گئی تھی۔ انجن میں شاید کوئی خرابی واقع

خانیے کوئی پھوٹ پھوٹ کر رہا ہو۔ آواز قریب تھی کے ایک کمرے سے آتی معلوم ہو رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ اب اسے یاد آیا کہ یہ تو اسی نوجوان کا کمرہ ہے جو آج صبح زینوں سے رہکا ہوا دوسرا منزل پر جا گرا تھا۔ وہ غیر ارادی طور پر اس کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ سکھے ہوئے دروازے کے سامنے رک کر اس نے دیکھا۔ وہ میز پر سزاوندھائے بہ آواز بلدر دوئے جا رہا تھا۔ پشت دروازے کی طرف تھی۔

رافیہ سوچنے لگی اُسے کیا کرنا چاہئے۔

ذفتا وہ خود ہی خاموش ہو کر کری سے اٹھ گیا۔ دروازے کی طرف مڑا اور رافیہ پر نظر پڑتے ہی جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ رافیہ نے محسوس کیا کہ وہ کچھ بد حواس سا ہو گیا۔  
”تہاری چوٹ اب کیسی ہے....!“ رافیہ نے پوچھا۔  
”بٹ....ٹھیک ہے.... شکریہ....!“ وہ ہکلایا۔  
”تم روکیوں رہے تھے....؟“

”رو رہا تھا....!“ اس نے حرث سے کہا۔ جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں پھر جھپٹی ہوئی  
سکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”میں نہیں.... میں تو گراہا تھا....!  
”اوہ.... معاف کرنا....!“

”قدیم یونان کی دیوی زہرہ کا بھن تھا... کیا تو مجھ اسکی لے رونے سے مشاہدہ رکھتی ہے۔!  
”مہت زیادہ....!“ رافیہ مسکرائی۔

”وراصل میں اپنے گھنٹوں کی تکلیف کا احساس کرنے کے لئے گانے لگا تھا۔ آپ ایک بہت  
عمر حمد خاتون ہیں.... لیکن مجھے آپ کی صورت صاف دکھائی نہیں دیتی۔!  
”کیوں....؟“

”میری عینک پھر گم ہو گئی.... غالباً آپ کو وہ دوسرا منزل پر ملی تھی.... اور آپ نے اسے  
اخالا تھا....!  
”مجی ہاں....!“

”اوہ.... معاف کیجئے گا میں نے آپ سے اندر آنے کو بھی نہیں کہا....!  
”کوئی بات نہیں....!“ رافیہ نے غیر ارادی طور پر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

ہو جانے کی وجہ سے وہ آدمی آدھے گھنٹے تک کام کرتا رہا تھا:... اس کے بعد وہ اسے اسٹارٹ کر کے وکٹوریہ لین کی کوئی نمبر یا لہیں تک لے گیا تھا اور پھر وہ وین عمارت سے باہر نہیں آئی تھی۔ بلیک زیر و نے اس کی اطلاع عمران کو دی۔

”یہ بھی بڑی اچھی خبر ہے....!“ عمران نے دوسرا جانب سے کہا۔ ”جانستہ ہو یا لہیں وکٹوریہ لین میں کون رہتا ہے۔!  
”نہیں جتاب....!“

”روپی مل....!“

”اوہ... تب تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ روپی مل فخر یہی کی لائچ رہی ہو گی۔!  
”لیکن ان لوگوں سے کچھ اگلوالینا آسان نہ ہو گا.... خیر تو تم نے صدر تک میری ہدایت پہنچ دی ہے یا نہیں....!“

”اُبھی اُسے بھی دکھاتا ہوں جتاب....!  
”ڈیوڈ کا کیا حال ہے....?  
”زیادہ تر خاموش رہتا ہے....!  
”اوور اینڈ آل....؟“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔ بلیک زیر و نے سوچ آف کر دیا۔

Rafiye سہناف بڑی طرح تھک گئی تھی۔ شام کو ہوٹل آنے پر صدیقی کو اپنا منتظر پیلا تھا۔ سخت کوفت ہوئی تھی لیکن کہ بھی کیا سکتی تھی وعدہ کرنا پڑا تھا وہ اسکے ساتھ وہ رائی شود کھنے جائے گی۔ لیکن وزرائی شوحد درجہ بور ثابت ہوا تھا.... بوریت کی اصل وجہ یہ تھی کہ رافیہ اردو نہیں سمجھ سکتی تھی۔ لہذا ہنی تھکن کے ساتھ ہی جسمانی تھکن کا احساس لازمی تھا۔ دس بجے ہوٹل واپس آئی تھی صدیقی ساتھ آیا تھا.... اور غالباً متوقع تھا کہ وہ اس سے اپنے کمرے تک چلنے کے لئے کہے گی لیکن رافیہ مزید بوریت مول لینے کے لئے تیار نہیں تھی۔ اس لئے اخلاقاً بھی اس سے کچھ دیر ٹھہر کر چائے وغیرہ پینے کو نہ کہا۔

عجج وہا تھی ہی تھکن محسوس کر رہی تھی کہ تیسری منزل تک پہنچنا و بھر ہو گیا۔ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ عجیب طرح کی آوازیں سنائی دیں.... رک گئی ایسا لگا

”خوب....!“ نوجوان کے لمحے میں بے اعتباری تھی۔  
”وہ روح عام اجسام میں میری ہم شکل تھی!“

”بہت خوب....!“  
”تم غلط سمجھ رہے ہو....!“ رافیہ جھنجھٹا گئی۔

”بات نہیں بڑھاتا کیونکہ آج تم نے میری جان پچائی تھی۔ یہ چون وجہ اسلام کے لیتا ہوں!“  
”اوہ.... اس بنا پر تسلیم کر رہے ہو.... اچھا تو پھر میں بھی تمہیں جھوپنا بھتھتی ہوں۔ تم مجھے مردوب کرنے کی کوشش کر رہے ہو....!“  
”میں ثبوت پیش کر سکتا ہوں تم کوئی ثبوت پیش نہ کر سکو گی!“  
”میاں ثبوت پیش کرو گے....!“ رافیہ کو تاؤ آگیا۔  
”اُبھی کچھ دیر پہلے میں جو سمجھن گارہ تھا تمہیں زہرہ کے معبد کی پیچارنوں کی آواز میں سنوا کتا ہوں!“

رافیہ نہ پڑی.... اور وہ آگے بڑھ کر دروازہ بند کرنے لگا۔  
”لک.... کیون....؟“ رافیہ یک یہک بوکھلا گئی۔

”وہ نہیں“ وہ نرم لمحے میں بولا۔ ”تم مجھے کچوے کی طرح بے ضرر پاؤ گی۔ میں کمرے میں انہیرا کرنے جا رہا ہوں!“ ساتھ تھی انہیرا ہو بھی گیا۔ اس نے روشنی کا سوچ آف کر دیا تھا۔ رافیہ کی کھنکھنی بندھ گئی۔ پھر زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہ ہو سکا۔ نوجوان عجیب سے لمحے میں کچھ بڑھ رہا تھا۔ سردی ایک لہر رافیہ کی ریڑھ کی بڑی میں دوڑ گئی۔ پھر عجیب قسم کے ساز مدمم سروں میں گونجنے لگے.... آواز چاروں طرف سے آتی معلوم ہوئی تھیں.... جیسے انہیرا مو سیقی کی لہروں میں تبدیل ہو گیا ہو۔

اس کے بعد گانے والیوں کی آوازیں ابھریں.... لے دی تھی جسے کچھ دیر قبل وہ روئے سے تبیر کر چکی تھی.... لیکن ان آوازوں میں اتنی مٹھاں تھی کہ آہستہ آہستہ اس کا ذہن مو سیقی کے اس منڈٹے ہوئے سمندر میں اس طرح ڈوبتا چلا گیا کہ پھر احساس ہی نہ رہا کہ وہ کچھ دیر پہلے خاک تھی۔

دفعاً نہیں آوازوں کے درمیان ایک مردانہ آواز ابھری۔

”تشریف رکھے.... تشریف رکھے نیک دل خاتون میں دراصل اس دنیا میں صدی کا ادنی  
نہیں رہ گیا.... قدیم یوتان کے عشق نے مجھے کہیں کانہ رکھا۔ اب میں اپنے گھر میں بھی نہیں رو  
سکتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید میں پاگل ہو گیا ہوں یا مجھ پر کسی جن کا سایہ ہو گیا اب سمجھی دیکھنے کے اس وقت بھی دھوکہ کھا گیں۔ میں سمجھن گارہ تھا آپ سمجھیں کہ شاید رو رہا ہوں!“

”مجھے نہ مدامت ہے اپنی غلط فہمی پر....!“

”آپ کو نہ مامت نہ ہونی چاہئے.... کیونکہ غلط فہمی ہی کی بناء پر دنیا ایسی عہد مک آپنگا ہے  
چاند پر جا پہنچنا آدمیت کی معراج قرار پایا ہے.... حالانکہ آدمیت کی معراج صرف باٹ کر کھانے  
میں مضر ہے!“

”اوہ تو تم کیونست ہو....!“

”نہیں میں جھانپکسٹ ہوں....!“

”یہ کیا بلاہے....?“

”جھانپکسٹ ہی سکتی ہوئی انسانیت کا واحد علاج ہے....!“

”میں نے اس ازم کا نام پہلے بھی نہیں سنا....!“

”آدھے تیڑ اور آدھے بیٹھ کو جھانپکسٹ کہتے ہیں....!“

”غائب اسی بناء پر تمہیں اپنا گھر چھوڑنا پڑا ہے....!“

”نہیں وہ دوسرا معاملہ ہے.... میرے گھروالے اسے پند نہیں کرتے کہ وہاں روحوں کی  
یخار ہو....!“

”میں نہیں سمجھی....!“

”مجھ سے رو جیں گفتگو کرتی ہیں....!“

”اوہ یہاں بھی وہی چکر....“ رافیہ آہستہ سے بڑھ رہی۔

”کیا فرمایا....؟“

”کچھ نہیں....!“

”آپ شاید غلط سمجھی ہیں....!“ نوجوان کا لمحہ ناخوش گوار تھا۔

”میں کیوں غلط سمجھوں گی جب کہ خود مجھ سے قدیم مصر کی ایک روح گفتگو کرتی ہے!“

ری تھیں جیسے کسی نے مٹھی بھرنگ ان میں جھوک دیا ہو۔  
رسیور اٹھا کر جھائی ہوئی نند اسی آواز میں ”ہیلو“ کہی۔  
”میں صدقی ہوں.... گذارنگ....!“

”گذارنگ....!“ وہ اب پڑی۔ ”مسٹر صدقی آپ کافون نمبر میرے پاس محفوظ ہے۔ جب بھی پروفسر نے آپ کو وقت دیا مطلع کروں گی اس کے لئے ذاتی طور پر مزید ملاقاتیں چند اس ضروری نہیں!“

پھر اس نے جواب کا انتظار کئے بغیر کھٹاک سے رسیور کریڈل پر دے مارا اور چادر کھینچ کر دوبارہ لیٹ گئی۔

کافوں میں سینیاں کی نجی گئی تھیں۔ کنپیاں اس بُری طرح تھیں جیسے سر میں مغز کی بجائے سیسے کا ڈال رکھا ہوا ہو۔۔۔ پچھلی رات تین بجے سے پہلے نہیں سو سکی تھی۔ اس وقت بھی آگئے کھلتے ہی وہی پر اسرار آواز پھر کافوں میں گونجنے لگی تھی۔ تم فریب خودہ ہو پروفیسر ویلانی فراز ہے۔۔۔ یہ نوجوان آخر کون ہے؟ عجیب سی آنکھیں میں۔۔۔ انہیں دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے ذہن اور جسم میں کوئی لگاؤ نہ ہو۔!

کیا یہ محض اتفاق تھا کہ اس سے اس طرح ملاقات ہو گئی اور ویلانی کے بارے میں تو وہ اسی وقت سے شے میں بٹلا ہو گئی تھی جب پھو اور جوزف والا واقعہ سامنے آیا تھا۔ کیا اوٹو ویلانی تجھے فراز ہے۔۔۔ اگر ہے تو خود اس کی کیا پوری یہیں ہے۔۔۔ وہ اس سے کیا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ کس قسم کا فراز ہوا ہے یا کیا جا رہا ہے۔ لیکن وہ روح جو اس سے سر گوشیاں کرتی تھی خوت شدہ لاش کی قد آدم تصویر جو خود اس سے مشابہت رکھتی تھی یہ سب کیا تھا۔۔۔ اگر یہ سب فراز ہی تھا تو اس کا مقصد کیا ہو سکتا تھا۔۔۔؟

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی کنپیاں تھپکنے لگی۔

کیا اس پر اسرار نوجوان سے پھر ملتا چاہے۔ لیکن اس نے تو وہ آواز سی ہی نہیں تھی اس کے بیان کے مطابق اس نے تو بھجن کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں سنا تھا۔

وہ کوشش کرتی رہی کہ اسے دوبارہ نیند آجائے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔  
بالآخر اٹھنا ہی پڑا۔

”تم ایک فریب خودہ ہستی ہو رافیہ سو ناف۔۔۔! اوٹو ویلانی فراز ہے۔۔۔ اگر تم اس کی رو�انی قتوں کی قائل ہو تو اس واقعہ کے بارے میں ضرور استفسار کرنا۔ اگر اس کا زابطہ قدم روحوں سے ہے تو یہ لحاظ اس پر ضرور اظہر من الشس ہوں گے۔۔۔ تم دیکھا کہ وہ اس کے بارے میں تم سے کیا کہتا ہے۔۔۔!“

پھر اچاک نہ صرف سنا تھا طاری ہو گیا بلکہ کمرے میں روشنی بھی ہو گئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے اچاک کوئی لبران آوازوں کو ساعت کی دس تر سے دور بھالے گئی ہو۔ نوجوان سامنے کھڑا احتقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔۔۔ رافیہ نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن نہ تو ہوتھوں نے جنمیں کی اور نہ الفاظ ہی مل سکے۔

”کیا خیال ہے۔۔۔؟“ نوجوان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ست۔۔۔ تم نے۔۔۔ میرے نجی معاملات کے بارے میں کچھ کہا تھا۔۔۔!“

”میں نے۔۔۔ وہ متین رانجے میں بولا۔“ نہیں تو۔۔۔ میں نے تو اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا اور پھر میرا خیال ہے کہ میں نے بھجن کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں سن تھی۔۔۔

”وہ کسی مرد کی آواز تھی۔۔۔!“

”وہم ہے تمہارا۔۔۔ ایسی کوئی آواز میں نہیں سنی۔۔۔!“

رافیہ کے چہرے پر پیسے کی نہجی بوندیں پھوٹ آئیں تھیں۔

بدقت تمام وہ دینی بیگ سے رویاں نکال سکی۔

نوجوان پہلے ہی کی طرح چند ہیلے ہوئے انداز میں پلکیں جھپکا تارہ۔ رافیہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا یا کہنا چاہئے۔

دفعتاً ضطرابی طور پر اس نے جھپٹ کر دروازہ کھوڑا اور باہر نکل آئی۔

مردانہ آواز کا کہا ہوا ایک ایک لفظ اس کے کافوں میں گونج رہا تھا۔

پتہ نہیں کس طرح اس نے اپنے کمرے کے دروازے کے قفل میں کنجی لگائی تھی۔

دوسری صبح میلی فون کی سمجھنی ہی نے اسے بیدار کیا تھا اور اس کا جی چاہا کہ ان شروع میٹ کو فرش پر اس وقت تک پہنچتی رہے۔۔۔ جب تک کہ وہ نکلنے نکلنے بنے ہو جائے۔۔۔ انکھیں اس طرح جل

وہ اس نوجوان سے پھر ملنا چاہتی تھی... مگر اسکی یہ خواہش پوری نہ ہو سنگی اسکا کمرہ مغلول تھا! پھر کچھ دیر بعد ذیوٹی پر تجاہانی پڑا تھا۔ اوندو یلانی بہت اچھے مودع میں نظر آیا۔

”تم نے توکال کر دیا بے بنی....!“ وہ اسے دیکھ کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

”میں نہیں سمجھ پروفیسر....!“ رافیہ کا ہجہ بے حد خنک تھا۔

”صدیقی کے ساتھ تمہارا بر تاؤ بہت مناسب رہا....!“

”رات کے بر تاؤ کے بارے میں کہہ رہے ہیں یا ٹھیک دالے بر تاؤ کے بارے میں....!“

”صحیح والا بر تاؤ.... میں نہیں سمجھا....!“

”ہاں صحیح میں نے فون پر اُسے ڈائنس دیا تھا....!“

”قچ.... قچ.... یہ کیا کیا تم نے.... لیکن کیوں....؟“

”محبی تین بجے سے پہلے نیند نہیں آئی تھی۔ صحیح فون کی گھنٹی نے جگا دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے خواہ نخواہ بورنہ کرے جب بھی آپ اس کے لئے وقت نکال کے فون پر مطلع کر دیا جائے گا۔!“

”اوہ....!“ پروفیسر نے ہونٹ بھینچ لئے.... تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔

”یہ تو اچھی بات نہیں ہوئی.... چھپلی رات تم نے اُسے بڑی اچھی طرح بیٹھل کیا تھا۔!“

”لیکن آپ کیا جانیں....!“

”اوہ.... بے بنی.... جان بوجھ کرنی ہو.... کیا تم میری روحاںی قوتوں سے واقف نہیں؟“ رافیہ نے طویل سائبی اور ایک بار پھر اسی پرسا را آواز کے سارے الفاظ اس کے کافلوں میں گوئنچے لگے۔

جی تو چاہا کہ وہ اسی کے سلسلے میں پروفیسر کی روحاںی قوتوں کا امتحان کر دالے لیکن پھر عاقبت اندریشی اڑے آئی اور اس نے اس ٹھمن میں خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا۔

وہ لباس تبدیل کر کے اس کمرے میں آبیٹھی جہاں کام کرتی تھی۔ آج اس نے حنوط شدہ لالش کی تصویر کو بڑی کینہ تو ز نظروں سے دیکھا تھا۔

پھر بیٹھ کر ڈاک دیکھنے لگی تھی.... ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ سخت غصہ تھا اوندو یلانی پر کہ ”

انے اپنی مقصد براہی کے لئے صدیقی سے الجھانا چاہتا تھا۔ رافیہ بھی شے سے نفرت کرتی آئی نہیں اس طرز زندگی سے.... اگر وہ مستقبل کے لئے اسے سود مند سمجھتی تو لبنان ہی کیا تر اھا۔ وہاں تو بہت زیادہ موقع تھے.... محض اس نے اتنا لباس فر کیا تھا کہ وہ اچھے ذرائع سے روزی کمائنا چاہتی تھی۔

وفقاً اس نے حنوط شدہ لالش کی تصویر کی طرف غصیل نظروں سے دیکھا۔ اور غرائی....!

”لے روح اگر تم مقدس ہو تو مجھے بتاؤ کیا کل رات میں راستی پر تھی۔ بولو خاموش کیوں ہو؟“

”ہاں....!“ طویل سرگوشی میں جواب ملا۔ ”تم راستی پر تھیں....!“

”لیکن وہ آدمی مجھے کوئی مقدس ہستی نہیں سمجھتا.... آخر اس نے مجھے دراٹی شوکی دعوت کیوں دی تھی؟“

”ہاں.... یہ تو اس کی درندگی ہی تھی۔ لیکن تمہیں حراساں نہ ہونا چاہئے۔ میں تمہاری حماضر

ہوں۔ اس کا کوئی بھی غلط قدم اُسے موت ہی کی طرف لے جائے گا۔“

”تم ہر طرح کی قوت رکھتی ہو.... اے مقدس روح پھر اتنا گھماڈا پھر او والا راستہ کیوں اختیار کیا گیا تم چاہو تو یوں بھی پروفیسر کی سماں ہوئی رقم اسٹرلنگ میں تبدیل ہو سکتی ہے؟“

”ہاں! ایسا ممکن ہے۔ لیکن یہ قانون قدرت کے منافی ہو گا.... اور میں بھی اپنی قوتیں اس

کے بعد کھو بیٹھوں گی۔!“

”میں نہیں سمجھی اے مقدس روح....!“

”یہ بھی میرے قبضہ قدرت میں ہے کہ میں اس ملک میں پائے جانے والے ایک ایک اسٹرلنگ کو اپنی تحویل میں لے لوں لیکن ایسا کرنا قانون قدرت کے منافی ہو گا اور میری آزادی بھی ختم ہو جائے گی۔ آزادوں میں اگر قانون قدرت میں خلل اندماز ہونے لگیں تو ان کا بھی حشر ہوتا ہے۔!“

”اچھا اے مقدس روح پھپلی رات میرا کوئی فعل تمہارے لئے ناپسندیدہ تو نہیں تھا۔!“

”ہرگز نہیں....!“

”اور میرا یہ فعل کہ میں نے اُسے فون پر ڈائنس دیا۔!“

”سب ٹھیک ہے.... میں اس کے دل میں تمہاری لگن بڑھا دوں گی۔!“

رافیہ نے سوچا یہ روح بھی فرما دی ہے۔ اس کا علم نہ ہو سکا کہ وہ کسی دوسرا روح کی زبانی

ایک بار بھر اس کا سر چکرا گیا.... اوپری منزل پر بھی کمرے تھے لیکن ان تک پہنچنے کا کیا  
ذریعہ تھا کوئی ایسی جگہ بھی نہ ملی جہاں پوشیدہ لفٹ کی موجودگی کا امکان ہوتا۔  
کس بہوت خانے میں آپھنی اُس نے سوچا۔  
تھک ہار کر پھر اسی کمرے میں آبیٹھی۔

اور کچھ ہی دیر بعد پاگلوں کی طرح چختا شروع کر دیا۔ "اے مقدس روح! میری مدد کرو...  
ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گی.... آؤ.... خدا کے لئے میری سنو....!"

لیکن کوئی جواب نہ ملا.... بدستور خاموشی طاری رہی۔  
"اور یہ بزری....!" وہ دانت پیش کر پڑا۔ "یہ سب بھی فراڈ ہے.... اس کا جی چاہا کہ اپنا  
بزر لبادہ فوج کر پھیک دے.... اور کمرے کی ساری بزر چیزوں کو آگ لگادے۔"

پروفیسر نے ایک بار کہا تھا کہ اس کمرے میں بزر کے علاوہ اور کسی رینگ کی کوئی چیز لائی گئی تو  
خت تباہی پھیلے گی۔

ہوں تو اسے بھی دیکھ لیا جائے۔ اس نے سوچا اور انھوں کر پھر باہر آئی ایک جگہ کیا ریوں میں  
سرخ گلب کھلے ہوئے تھے۔ اس نے ایک پھول توڑا اور اسے رووال میں چھپا کر اس کے کمرے  
میں لاٹی چند لمحے خاموش کھڑی رہی پھر اس کو میر کی دراز میں بند کر دیا۔  
اب وہ اس تباہی کی منتظر تھی جس کا تذکرہ پروفیسر نے کیا تھا۔

لیکن کچھ بھی نہ ہوا.... چھت اپنی جگہ قائم رہی اور فرش اپنی جگہ۔  
پھر اسے نہیں آگئی.... بے تحاشا بہتی رہی.... لیکن جلد ہی اس ذہنی کیفیت کا بھی خاتمہ  
ہو گیا۔ نئنے پھر کے اور اس نے میز پر سر اونڈا کر رونا شروع کر دیا۔



گڑوڑ نے صدر کو دیکھ کر قہقہہ لگایا اور انگلی اٹھا کر بولی۔  
"میں جانتی تھی کہ تم ضرور آؤ گے۔"

"مجھے جلدی ہے....!" صدر نے خنک لجھ میں کہا۔ "اسکوڑا چاہئے۔"  
"میں ڈیوٹی ختم کئے بغیر نہیں چل سکوں گی.... ابھی میں منت باقی ہیں.... تم برآمد نہے  
میں بیٹھ کر میر انتظار کرو....!" گڑوڑ نے کہا اور ڈاکٹر کے کمرے میں چل گئی۔

اس کے بچاری سے متعلق بڑے الفاظ سن پچھلی تھی۔!  
"کچھ اور پوچھنا ہے جسمیں....!" سرگوشی پھر ابھری۔  
"نہیں....!" اے مقدس روح میں مطمئن ہوں....!  
اس کے بعد پھر پہلے ہی کاسا تھا سانا طاری ہو گیا۔

"یہ روح بھی فراڈ ہے....!" رافی کے ذہن نے پھر دہر لیا۔

وہ سوچ رہی تھی کہ دیلائی چھپی رات ان دونوں کی گمراہی کرتا تھا ہو گا اور یہ گمراہی اس وقت  
تک برقرار رہی جب تک صدیقی کا ساتھ رہا۔ ہوٹی میں داخل ہو جانے کے بعد گمراہی کرنے  
والے نے اپنی راہی ہو گی۔ ورنہ دیلائی یا یہ سرگوشی نوجوان سے ملاقات کا تذکرہ ضرور کرتی۔

"اوہ.... یہ سرگوشی.... آخر وہ اتنی حقیقی کیوں ہو گئی ہے.... اگر اس بڑے فریم کے پیچے  
کسی ماٹیک کا پیکر پوشیدہ ہو تو.... وہ اچھل پڑی۔ دوران خون تیز ہو گیا تھا.... اسے پہلے کبھی  
اس کا خیال کیوں نہ آیا.... لیکن ایک بار جب وہ رونے کو مخاطب کرنے کا رادہ کر رہی تھی روح  
نے خود پوچھا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔

وہ پھر الجھن میں پڑ گئی۔ سرچ کرانے لگا۔ بھلا تصویر کے پیچے چھپے ہوئے اپیکر کو اس کا  
"احساس" کیسے ہو سکتا ہے.... کہ وہ کچھ پوچھنا چاہتی ہے۔ اس کا اندازہ تو چرخے کے تاثرات ہی  
سے ہو سکتا ہے.... کہ کوئی پچھے کہنا چاہتا ہے!

وہ سوچتی اور بحثی رہی آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ آج اسے کام میں ہاتھ نہ لگانا چاہئے پھر  
رات وہ سو بھی تو نہ سکی تھی۔ اسے آرام کرنا چاہئے۔

وہ کمرے سے نکل کر دوسرے کردوں میں پروفیسر کو تلاش کرنے لگی۔ ایک بار آواز بھی دی۔  
لیکن جواب ندارد.... پروفیسر کا کہیں پتہ نہ تھا۔

اس سے قبل اس نے کبھی اسے باہر جاتے بھی نہیں دیکھا تھا۔

اس نے سوچا ہو سکتا ہے اوپری منزل پر ہو.... وہ خود آج تک اوپری منزل پر نہیں گئی تھی۔  
اسے نہیں معلوم تھا کہ سیر ہیاں کس طرف ہیں.... عمارت کے اندر رہی سے ہیں یا باہر سے۔  
عمارت کے اندر سیر ہیوں کی تلاش بے سود ثابت ہونے پر وہ باہر نکل آئی۔ پوری عمارت  
کے گرد پھری لیکن باہر بھی کہیں زینے نہ دکھائی دیئے۔

صفدر نے برآمدے کا رخ کیا۔ وہ کچھ ہی دیر پہلے مشن ہسپتال پینچا تھا اور پھر گرثروڈ مکن پینچے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

زس کے لباس میں بھی وہ اتنی ہی شوخ نظر آئی تھی حتیٰ پہلے دن نجی لباس میں دکھائی دی تھی بیس منٹ کی بجائے وہ پون کھٹتے بعد واپس آئی۔ لیکن اب اس کے جسم پر یوں بیفارم نہیں تھا سیاہ رنگ کے اسکرت اور شوخ نارنجی رنگ کے بلاوز میں ملبوس تھی اپ اسک بھی بلاوز کے رنگ سے مطابقت رکھتی تھی۔

”کیسی لگتی ہوں...!“ اس نے صدر سے پوچھا اور صدر نہ اسامنہ بنا کر بولا۔ ”یوں بیفارم ہی میں اچھی تھیں۔ یہ تو نیکیوں کی کلراکسیم ہے...!“

”بکومت....! میرے ساتھ آؤ...!“ وہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔  
گاڑی ہسپتال کی کپاؤٹھیں موجود تھیں۔

”تم ہی ڈرائیور کرو گے!“ گرثروڈ نے گاڑی کے قریب پہنچ کر کہا۔ ”میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔“  
صدر چپ چاپ اسٹریز مگ کے سامنے جا بیٹھا۔ گرثروڈ دوسری طرف کے دروازے سے ان کے قریب آئی۔

”گرینڈ ہوٹل....!“ وہ آہستہ سے بولی۔

”کیا مطلب.... نہیں ہرگز نہیں.... میرے پاس بر باد کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔“  
”تم آدمی ہو یا...!“

”نہیں میں آدمی نہیں ہوں....!“

”چیج چنگلی ہی ہو.... ارے مجھے بھوک لگ رہی ہے۔“

”اس شرط پر چل سکوں گا کہ میں باہر ہی ٹھہر ووں....!“

”وہ اسے غصیلی نظروں سے گھوڑتی رہی.... پھر بولی۔“ یچے اتر جاؤ...!“

”کیوں....?“

”میں کہتی ہوں یچے اتر جاؤ...!“

صدر دروازہ کھوٹ کر یچے اتر گیا اور وہ اسٹریز مگ کی طرف ہکستی ہوئی بولی۔

”اب میں تمہیں جہنم میں لے جاؤں گی!“

”پیلے اسکوڑا!“ صدر نے دوسری طرف کا دروازہ کھوٹ کر اس کے قریب بیٹھے ہوئے کہا۔  
انجمن اشارت ہوا اور گاڑی کپاؤٹھ کے چھانک سے گزر کر سڑک پر نکل آئی۔

”میں اس وقت تمہارے گھر چل رہی ہوں۔!“ گرثروڈ نے غصیلی لمحے میں کہا۔ ”تمہارے اپ سے پوچھوں گی تم نے اپنے لڑکوں کو لا کیوں سے بدتر کیوں بنار کھا ہے۔!“  
صدر نے قہقہہ لگایا۔

”کیوں....؟ تم نفس کیوں رہے ہو....!“

”میرا باب تمہیں یہاں کہاں ملے گا....؟“

”پھر کہاں ملے گا....!“

”وہ تو جا گیر پڑیں.... میں یہاں تمہارہتا ہوں....!“

”تب پھر تم جھوٹے ہو....! کل سے جھوٹ بول رہے ہو....!“

”یہ تم نے کیسے کہا....!“

”ایسا سخت گیر باب تمہیں تمہاں نہیں چھوڑ سکتا۔!“

”بجوری ہے.... میں سول سروس کے امتحانات کی تیاری کر رہا ہوں.... اور یہ جا گیر پر رہ کر ملک نہیں.... چند بھگڑوں کی بنا پر فی الحال وہ جا گیر نہیں چھوڑ سکتے۔!“

”بہر حال میں تمہارے گھر چلوں گی۔!“

”دارے نہیں....! سید ہی گرینڈ چلو.... اب تو مجھے بھی بھوک لگ آئی ہے۔!“

”نہیں.... تمہارے گھر چلوں گی....!“ وہ دانت پیس کر بولی۔

”لیکن تمہیں تو بھوک لگ رہی ہے.... وہاں کھانے کو کچھ نہیں ملے گا۔ میں تمہارہتا ہوں ہوٹل میں کھانا کھاتا ہوں۔!“

”کچھ پرواہ نہیں.... مجھے راستہ بتاؤ....!“

”میں کہہ رہا ہوں....!“

”خاموش رہو....!“

”اچھا....!“ صدر مردہ سی آواز میں بولا۔ ”اگلے چورا ہے پر بائیں جانب موڑ لیتا!“ پھر وہ یچھے اپنی قیام گاہ پر لایا۔

تمن کروں کا خوبصورت سائنس لے تھا.... مختصر سایاغ بھی تھا۔  
”بڑی بُر فضا جگہ ہے....!“ گرژوڈ چاروں طرف دیکھ کر بولتے  
پھر وہ عمارت میں آئے۔

”تمہاراٹیسٹ تو بہت اچھا ہے.... لیکن بذاتِ خود اتنے نامعقول کیوں ہو۔“ گرژوڈ نے کہا  
صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ اس وقت بوکھلائے ہوئے انداز کی بڑی کامیاب ایکنینگ کر رہا تھا۔  
”ارے ازے.... تمہیں کیا ہو گیا ہے....!“ گرژوڈ نے ہنس کر کہا۔ ”تم کوئی لڑکی ہوا وہ  
نہ میں کوئی آوارہ مرد....!“

”تم.... مم.... میرا.... مم.... مذاق.... مم.... مت.... ازاو....!“ صدر ہکلایا۔  
وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

”اب تم....!“  
”جانے دو.... جانے دو....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

وہ آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی اور صدر کھڑا بغلیں جھانک رہا تھا۔ ساتھ ہی سوچ رہا  
تھا کہ وہ اتنی کامیاب ایکنینگ پھر کسی موقع پر بھی کر سکے گا انہیں۔!

”ناشہ تو تم خود ہی تیار کرتے ہو گے....!“ گرژوڈ نے کچھ دری بعد پوچھا۔

”ہاں.... آں.... یقیناً.... صح ہی صح کون باہر دوڑا جائے گا۔“  
”انٹے یقیناً ہوں گے.... کچھ سلاکس بھی شاید پڑے ہوں کیوں....?“ گرژوڈ نے پوچھا۔  
”فرتی میں ایسی بہت سی چیزیں تمہیں مل جائیں گی۔!“

”بس تو پھر ٹھیک ہے.... انڈوں کے سینڈوچ بنائے لیتی ہوں.... کافی اور سینڈوچ کیوں؟“  
”ہوں.... اوں....!“ وہ بے دل سے بولا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ذہن کہیں اور ہو۔!

”چلو مجھے کچن دکھاؤ....!“

”چلو....!“ وہ ڈھلنی سی آواز میں بولا۔  
کچن میں آکر اس نے فریچ کھولا اور قلقاری ماری ہوئی آواز میں بولی۔ ”ارے یہاں تو بہت  
کچھ ہے شاند اپنا کھانا بھی خود ہی لپکاتے ہو۔!“

”کیا نہ آئی ہے.... اس میں....!“ صدر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں.... کچھ نہیں.... نہتھے بچے.... کافی جزوں معلوم ہوتے ہو....!“  
”اب ختم کر دیہ انداز گنتگو ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔“  
”میا کر دے گے تم....?“ وہ مڑی اور تن کر کھڑی ہو گئی۔  
”تمہیں اٹھا کر باہر پھیک دوں گا۔!“  
”آؤ.... اٹھاؤ....!“  
صفدر دوسری طرف منہ پھیر کر غصیلے انداز میں کچھ بدبدانے لگا۔  
”نہیں.... میں سنجید گی سے کہہ رہی ہوں.... تمہاری قوت کا بھی امتحان ہو جائے گا۔!  
”اگر مرد ہو تم تو بتاتا....!“  
”مرد ہی سمجھ لو تھوڑی دیر کے لئے....!“  
”تم کیوں میرے پیچے پڑ گئی ہو....!“ صدر پیریٹھ کر بولا۔  
”اب یا تو تم شہر چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے یا میں....!“  
”ارے تم ہو کیا لالا....!“  
”لب اب یا یا لگلی تھاڑے....!“  
”مم.... میں.... گلگ.... گولی بار دیا کرتا ہوں....!“  
”چلو یہ بھی سکی.... لا اور انفل یا زیوں اور جو بھی رکھتے ہو....!“  
”او.... خدا میں کیا کروں....!“ صدر اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔  
”ارے.... ارے....!“ اس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔  
”مجھے تھا چھوڑو.... ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔!“  
”اچھا بکچھ نہ کہوں گی.... چلو میرا ہاتھ بٹاٹا کہ ہم جلدی کچھ کھاپی سکیں۔!“  
بیڈروم میں فون کی گھنٹی نج رہی تھی۔ صدر اس سے ہاتھ چھڑا کر اور جھپٹا اور وہ پھر ہنس پڑی۔  
صدر اپنی اداکارانہ صلاحیتوں پر عشق کر رہا تھا۔  
فون پر دوسری طرف سے ایکس ٹوکی آواز آئی۔  
”وہ کیا جا، تھی ہے....?“  
”یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔!“

”اور... ایک بات اور بتاؤ... بالائی منزل کے زینے کہاں ہیں...!“  
”پروفیسر بالائی منزل کا کرایہ ادا نہیں کرتا... صرف غلی ہی منزل اس نے کرایہ پر حاصل ہے!“

”لیکن بالائی منزل کے زینے...!“

”صرف انہیں باتوں سے سروکار رکھو جو تمہارے لئے ضروری ہوں...!“

”مجھے جرت ہے کہ زینوں کے بغیر بالائی منزل کا مصرف کیا ہے...؟“

”عمارت کامالک ہی بتائے گا... دوسروں کے راز کھولنا میرے بس سے باہر ہے!“

”اس کرے میں سب کچھ بزر کیوں ہے...!“

”آج پہلی بار تمہیں اس قسم کے سوالات کی ضرورت کیوں پیش آئی...!“

”میں سب کچھ جانتا چاہتی ہوں... مقدس روح...!“

”مجھے بزر کے علاوہ سارے رنگوں سے نفرت ہے...!“

”اگر غلطی سے کبھی کوئی دوسرا رنگ یہاں آجائے تو...!“

”قصان... تباہی... لانے والا زندہ نہیں رہ سکے گا!“

”میں حتی الامکان احتیاط کرتی ہوں... مقدس روح...!“

”تم سے ایسی کوئی غلطی نہیں ہوگی... میں جانتی ہوں...!“

”میں خود کو تمہارے حوالے کرتی ہوں... مقدس روح تم ہی میری حفاظت کرو گی!“

”میں یقیناً تمہاری حفاظت کروں گی!“

”مگر مجھے اس آدمی صدیقی سے وحشت ہوتی ہے...!“

”اچھی بات ہے... اب تم اس سے گریز کرنا... میں اپنے پیاری اوٹو دیالانی کے ذہن میں یہ بات ڈال دوں گی کہ وہ خود ہی تم سے اس کے لئے کہے!“

”بہت بہت شکریہ... مقدس روح...!“

”اس کے بعد پھر وہ سرگوشی نہ سنائی دی۔“

رافیہ تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت بیٹھی رہی پھر وہ بیٹھی بیک سے بزر رنگ کاروں میں نکلا۔ چند لمحے اسے اپنے چہرے پر پھیرتی رہی پھر اسے میز کی دراز میں ڈال کر سرخ گلب کو

”ٹھیک ہے اُسے بددل نہ کرنا خواہ وہ تمہاری چھٹ کے نیچے رات ہی کیوں نہ ببر کرنا چاہے!“  
”بہت بہتر جتاب...!“

دوسری طرف سے سلسلہ مقطوع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی رسیور رکھ دیا۔



رافیہ نے کئی بار پروفیسر کو عمارت میں تلاش کیا لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ آج پروفیسر نے خطوط کے جوابات کے لئے بھی اسے کوئی ہدایت نہیں دی تھی۔ لہذا اس نے ڈاک کو جوں کا توں رہنے والے اور میز پر سرٹکے اور ٹھیکری ہی۔

پھر ایک بار شاند گہری تیند بھی سوگی۔ لیکن ہوش آنے پر خود کو ایسے ہی احساس سے دچا دیا جیسے کسی تیز اور گوئی آواز کی بنا پر جاگی ہو۔!

سارا جسم نری طرح کانپ رہا تھا اور سوچنے سمجھنے کی ملاحت کسی دیسے کی لوکی طرح قمر تراہی تھی۔

دفعتہ روح کی سرگوشی سنائے میں گوئی... ”میں نے تمہیں جھکایا ہے!“ رافیہ اپنا نچلا ہونک چبا کر رہے گئی۔

”کیا تم ڈر گئیں...!“ سرگوشی پھر سنائی دی۔

”نہیں...!“ رافیہ نے حلقت کے مل کہا اور اس ایک لفظ کو ادا کرنے کے لئے اُسے اپنا ساری جسمانی طاقت صرف کرنی پڑی تھی۔

”کیا تم کچھ علیل ہو...؟“

”تم مجھ سے بہتر جان سکتی ہو....!“ رافیہ نے جواب دیا۔

”رات کی تھیکن ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن تم اس طرح پہلے کبھی یہاں اس کرے میں نہیں سوئیں!“

”میں خود کو پیار محسوس کر رہی ہوں... وقت سے پہلے واپس جانا چاہتی تھی... پروفیسر کو تلاش کیا... وہ نہیں ملے!“

”گھر اُو نہیں... کچھ دیر بعد طبیعت سنبھل جائے گی!“

”پروفیسر کہاں ہیں...؟ میں جانا چاہتی ہوں...!“

”وہ اپنے کرے میں ہے...!“

اس میں بیٹ لیا ب وہ رومال میز کی دراز سے وینی بیک میں منتقل ہو چکا تھا۔  
اس نے گھڑی دیکھی...: کام کے اختتام کا وقت ہو چکا تھا... نہ جانے کیوں وہ پروفیسر  
ملے بغیر باہر نکل آئی۔

ذہن سوچتے سوچتے تھک گیا تھا اور اب وہ کچھ نہیں سوچنا چاہتی تھی.... وہ سوچنا نہیں چاہتی  
تھی لیکن خیالات کی رو خواہشات کی پاند نہیں ہوتی۔

ہوٹل پہنچی تو صدقی کو اپنا منتظر پیا۔... دیکھتے ہی آگ لگ گئی... اور اس نے بے حد تلے بجھ  
میں کہا۔ ”مسٹر صدقی! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں خاموشی سے آرام کرنا چاہتی ہوں!“

”ضرور... ضرور!“ اس نے بے حیائی سے دانت نکال دیے۔ ”میں تو صرف خیریت  
دریافت کرنے آیا تھا... صح فون پر تمہاری آواز کچھ بھاری سی لگی تھی میں نے سوچا ممکن ہے...!“

”ہاں بالکل... میں پچھلی رات ہی سے سردی کا اثر محسوس کر رہی ہوں...!“  
”اگر کوئی حرج نہ ہو تو کسی اچھے ڈاکٹر کو لاوں...!“

”نہیں شکریہ... دوائیں میرے بیگ میں موجود ہیں...!“ رافیہ نے کہا اور اسے لادن  
میں چھوڑ کر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

دروازہ بند کر کے لباس تبدیل کئے بغیر بستر پر ڈھیر ہو گئی۔  
پتہ نہیں کب تک اسی طرح بے دم پڑی رہی... کچھ ہوش آنے پر محسوس ہوا کہ ”  
اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہی ہے۔

کسی نہ کسی طرح انھوں کر لائیں آن کی... گھڑی دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ تقریباً تین گھنٹے ک  
گھری نیند میں رہی تھی۔

باتھ روم سے پانی کا گلاس بھر کر وہ پھر بستر پر آبیٹھی اور پانی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی رہی۔  
کچھ دیر بعد اوٹو دیلانی والے الجھاوے ذہن کی چولیں ہلانے لگے۔ اس نے سوچا کہ اس  
نو جوان سے پھر ملنا چاہئے... وہ اسے سب کچھ بتا کر اپنی اجھنوں کا حل طلب کرے گی!

فون پر کاؤنٹر گلرک سے رابطہ قائم کر کے اس نے گرم کافی کے لئے کہا اور رسیور رکھ کر  
ویران آنکھوں سے خلاء میں گھومنے لگی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس دلدل سے کس طرح  
نکل سکے گی نہ صرف اوٹو دیلانی بلکہ وہ سرگوشی بھی فراہم ہی تھی۔ اگر وہ حقیقت کسی روح کی آوار تھی

ذہنے یہ کیوں نہ معلوم ہو سکا کہ اس وقت بھی کمرے میں ایک سرخ گلاب موجود ہے۔!  
وہ اس وقت بھی کسی دوسرے رنگ کی تباہ کاریوں کا خوف دلاتی رہی تھی۔

فرماں سو فیصد فراہم... پتہ نہیں اٹو دیلانی اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے کہیں اس کا مستقبل کج  
عنظرے میں نہ پڑ جائے۔

کچھ دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔  
اس نے انھوں کر دروازہ کھولا...!  
ویژہ کافی لایا تھا۔



”کیا تم سورہ ہی ہو!“ صدر نے جھلا کر اسے مخاطب کیا۔... وہ انہوں کے کئی سینہ ووج کھانے  
اور دو کپ کافی پینے کے بعد اوٹکھنے لگی تھی۔

”اویں...!“ گرڑو نے چوک کر آنکھیں کھولیں ایک خواب ناک سی مسکراہٹ اس کے  
ہوتلوں پر پھیل گئی اور وہ نیلی آنکھوں سے صدر کی طرف دیکھ کر منتابی۔

”سوئے دوئا...!“

”یہاں.... اپنی چھت کے نیچے...!“ صدر غرما تاہوں والہ گیا۔

”کیوں...؟ تم آپے سے کیوں باہر ہو رہے ہو...!“

صدر کچھ نہ بولا۔ کچھ اس قسم کی ایٹنگ کر رہا تھا جیسے مزید کچھ کہنے کے لئے مناسب الفاظ نہ  
مل رہے ہوں۔

”تم بھی سوچاؤ...!“ وہ دوبارہ صونے کی پشت گاہ سے نکلنی ہوئی بولی۔

”تم آخر چاہتی کیا ہو...?“

”سکون... میں بہت تھک گئی ہوں میرا کام اکتا دیئے والا ہے.... دن رات مر یضوں کی  
جنیں اور کر ایں سننے رہو...!“

”یعنی... تو پھر...!“

”میں سوچ رہی ہوں کہ ایک بفتہ کی چھٹی لے کر یہاں تمہارے ساتھ قیام کروں...!“  
”اُسے میرے خدا... میں کیا کروں...!“ صدر اپنی پیشانی پر تھکیاں دیتا ہوا برپا ہیا۔

”خیر... خیر... تم مجھے میری لاش سمیت بیٹیں چھوڑ جاؤ...“ گر نہیں میں اپنے اسکوڑ کے لئے تمہارے ساتھ چلوں گا!“

وچکھے نہ ہوںی... پلکیں جھپکائے بغیر کتابوں کے ریک کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

دنخواں نے کہا۔ ”تم جاسوںی ناول زیادہ تر پڑھتے ہو...!“

”کیوں...؟ کیا یہ بھی میرے مردہ ہونے کی دلیل ہے...!“

”نہیں... یہاں کچھ کچھ جان نظر آتی ہے... تم میں...!“

صادر نے اسمانہ بتائے ہوئے دوسرا طرف دیکھتا رہا۔

”مجھے بھی جاسوںی ناول پسند ہیں... فلشن میں صرف بھی پڑھتی ہوں... یہی نہیں بلکہ علی طور پر بھی مجھے سراغ رسانی سے لچکی ہے۔ اکثر لوگوں کا تعاقب کرتی ہوں ان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے باقاعدہ روپورٹیں ترتیب دیتی ہوں... کیا یہ زندگی کی یکسانیت دور کرنے کا ایک دلچسپ طریقہ نہیں ہے...!“

”مجھے صرف پڑھنے کی حد تک دلچسپی ہے...!“ صادر بولا۔

”بھی کوشش کرو... پھر دیکھنا کتنا لائف آتا ہے...!“

”یعنی میں یو نبی خواہ خواہ کسی شریف آدمی کا تعاقب شروع کر دوں...!“

”کیا تباہت ہے اس میں... تم اس کی جیب تو کافوگے نہیں!“

”پھر بھی وقت کیوں بر باد کیا جائے...!“

”میں کہہ رہی تھی کہ یہ آتائے ہوئے ذہنوں کے لئے ایک بہترین تفریح ہے...!“

صادر نے اپنے چہرے پر کچھ ایسے آثار طاری کئے جیسے سنجیدگی سے اس ملے پر غور کر رہا ہو۔ بلاز کھکھار کر بولا۔

”ہاں یہ چیز خاصی دلچسپ ثابت ہو سکتی ہے...!“

”ثابت ہو چکی ہے...!“ گرڑوڈاپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولی۔ ”میں ذاتی تجربے کی بنا پر کہہ رکھیں ہوں!“

”کوئی ایسا واقعہ تباہ کجب تم نے کسی کا تعاقب کر کے دلچسپ تباہ حاصل کئے ہوں!“

”اگری حال ہی میں ایک عجیب و غریب آدمی کا تعاقب کرتی رہی ہوں لیکن اب وہ دکھائی۔

”تم بڑے بد اخلاق ہو...!“ یک بیک وہ سید ہی ہو کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

”صادر اسے گھوڑا اور دہ کہتی رہی۔ ”در منے ہو تم... مکمل وحشی... تمہیں اس کا بھی سلے نہیں کہ لڑکیوں سے کیا سر تاؤ کرتے ہیں۔ میری قوم کا کوئی آدمی اس آفر پر مجھے سر پر بٹھایا کر!“

”میرا سر اتنا مضبوط نہیں ہے...!“ صادر نے کہا۔ ... وہاں سے انھا اور خواب گاہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس اینٹنگ کا خاتمه کس نقطے پر ہو گا۔ پھر یہ کیا حقیقت ہے کہ وہ اتفاقاً عمل بیٹھی ہے.... کہیں عمران کے سلے میں چھان میں کرتے وقت وہ بھی ان کی

نظروں میں نہ آگیا ہو۔ وہ اکثر عمران سے ملتا رہتا تھا۔ ان دونوں بھی وہ ایک آدھ بار اس کے قیام میں گیا تھا جب کسی نے اس کے گال پر سوزش پیدا کرنے والا کوئی سیال لگا دیا تھا۔ تو پھر کیا ہے عمران تک پہنچنے کی ایک اور کوشش تھی۔

وفتناؤ بہر سے دروازہ پینے لگی۔

”تنھے بچے باہر آ جاؤ... میں جا رہی ہوں... اسکوڑ بھی تمہارے گھر تی بھنچ جائے گو تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔!“

”نہیں... میں خود اسے یہاں لاوں گا...!“ صادر نے کہتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔

”بآہر آؤ...!“ گرڑوڈنے سخت لمحے میں کہا۔

”کیا مطلب...! اب اللہ دھونس جاؤ گی...!“

”ڈور انگ روم میں چلو... میں تمہیں آدمی بناوں گی...!“ بھی ابھی عہد کیا ہے میں نے۔“

”تم مجھے آدمی بناؤ گی!“ صادر خواتی سے ہنا اور اس کے پیچے چلتا ہوا ذرا انٹنگ روم مک آیا۔

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر تم جیسے سنجیدہ لوگ زندہ کیوں کر رہتے ہیں۔!“

”میں مردہ تو نہیں ہوں...!“

”میں انہیں مردہ ہی سمجھتی ہوں جو بندھے نکلے اصولوں کے تحت زندگی بر کرتے ہیں۔“

”خیال ہے... اپنا اپنا...!“

”میں توہر لحطہ زندگی میں متے پن کی متلاشی رہتی ہوں...!“

”تم ذہنی طور پر صحت مند نہیں معلوم ہوتی۔!“

”تم سے زیادہ صحت مند ہوں... بلکہ تم تو مرہ ہی چکے ہو۔!“

”بس تو پھر چلو... میں ابھی تمہیں اس کامکان دکھائے دیتے ہوں!“



رانیہ نے اس پراسرار نوجوان کو اپنی رام کہانی سنا دی تھی اور اب وہ خاموش بیٹھا تفکرانہ انداز میں رہ رہ کر سر ہلا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ”تو یہ دو طرح کے خطوط ہوتے ہیں.... اذرا تفصیل پھر تو بتانا!“

”ایک تو وہ ہوتے ہیں جن میں کسی ایک جانور کا نام اور نام تحریر کرنے کا وقت درج ہوتا ہے۔ دوسری قسم کے خطوط میں صرف جانوروں کے نام ہوتے ہیں!“

”شروع سے آخر تک صرف جانوروں کے نام...!“ نوجوان نے پوچھا۔ ”اور کچھ نہیں ہوتا ان میں!“

”تفہی نہیں.... میں ان کا بغور مطالعہ کرتی ہوں.... ان میں جانوروں کے بے شمار ناموں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا!“

”اچھا تو پھر تم نے اس پر بھی ضرور غور کیا ہو گا کہ مختلف جانوروں کے نام ہوتے ہیں یا بعض جانوروں کے نام دوہرائے بھی جاتے ہیں!“

”دوہرائے بھی جاتے ہیں!“

”اور پھر وہ خطوط نوٹ لگا کر جواب ناپ کرنے کے لئے تمہارے پاس واپس نہیں آتے!“ ”بھی واپس نہیں آتے.... پروفیسر انہیں اپنے ہی پاس رکھتا ہے.... اور کہتا ہے کہ وہ تلاف روحوں کے موکلوں کی حرکت ہے!“

نوجوان کسی سوچ میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ”یہ بھی ممکن ہے یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا.... ان خطوط کو دیکھے بغیر کسی فیصلے پر پہنچنا مشکل ہے.... ہوں.... اچھا یک گھنی کام کرو.... تم ان خطوط کی نقل تو لا ہی سکو گی.... میرا مطلب ہے کہ اگر ایسے خطوط پھر آئیں.... لفافوں پر ڈالنے کی مہریں پڑھنے کی کوشش کرو اور ہر خط کی نقل کے ساتھ اس کی رواگنگی کے مقام کا حوالہ بھی دو، یہ تو جانتی ہی ہو گی کہ رواگنگی کے مقام کی مہر نکلوں پر لگتی ہے!“

”میں کوشش کروں گی کہ نقل لاسکوں...!“

”خاص ہدایت سنو....! کوئی ایسی غلطی تم سے سرزدہ ہونے پائے جس کی بناء پر زولماں کو

نہیں دیتا۔ میں نے اس کی جائے قیام تک کا پچھہ لگایا تھا.... عجیب آدمی تھا۔ راہ چلتے ایسی کرکس کرتا تھا کہ بے اختیار نہیں آجائے۔ دراصل اس چیز نے مجھے اس کا تعاقب کرنے پر مجرور کیا تھا۔ تمہیں بتاؤں میرے پاس ایک ایسا پی کیسرہ بھی ہے اس سے میں نے ایک بار اس کی تصویر بھی لے لی تھی لیکن اسے خبر بھی نہ ہو سکی۔ یہ کیسرہ دیکھنے میں سگریٹ لائز معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت یہک وقت سگریٹ لائز بھی ہے اور کیسرہ بھی.... بس سگریٹ جلاتے وقت میں دبایے.... تصویر کھنگ گئی.... جس کی تصویری گئی وہ لا علم ہی رہا!“

”اوہ.... اوہ....!“ صدر مصطفیٰ انداز میں ہاتھ مٹا ہوا بولा۔ ”مجھے بھی دکھانا دے کیسرہ!“

اب وہ ایسا بچہ لگ رہا تھا جسے پرستان کی کہانیاں سنائی جا رہی ہوں۔ ”میں دکھاؤں گی....!“ گرژوڑ بولی۔ ”اگر تم سراغِ رسانی کرنا چاہو تو میں تمہیں اپنا یہ کسی ادھار دے سکتی ہوں مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں اس آدمی کا گھر دکھادوں.... اس کی تصویر بھی تمہارے حوالے کروں اور تم اس پر نظر رکھو۔... قصہ دراصل یہ ہے کہ وہ کئی دنوں سے ظہر نہیں آیا.... اپنے گھر میں بھی موجود نہیں ہے.... بس جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوتا دکھلا دے.... اس کی نگرانی شروع کر دو....!“

”لاو.... مجھے دو اس کی تصویری.... میں دیکھوں گا....!“

”شاید.... ہاں....!“ وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”یقیناً وہ میرے پر سہی میں ہو گی۔“ اس نے میز پر رکھا ہوا پرس اٹھایا اسے کھول کر کچھ ملاش کرتی رہی پھر ایک چھوٹی سی تصویر نکال کر صدر کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ ”یہ رہی....!“

اور صدر کی کھوپڑی ناچ کر رہا گئی.... یہ عمران کی تصویر تھی۔

”تو یہ بات ہے....!“ اس نے سوچاں عمران کو دوہنڈ نکالنے کے لئے یہ طریق کار اختیار کر جا رہا ہے۔ غیر ملکیوں کو اس کے قلیٹ کے آس پاس سے ہٹا لیا گیا ہے.... اجنبیوں اور اندازوں کا آلہ کار بنا لیا جا رہا ہے۔ بہت خوب....!“

”یہ تو صورت ہی سے احمد معلوم ہوتا ہے....!“ صدر نے کہا۔

”ہبھی چیز تو توجہ کا باعث نہیں تھی!“

”میں ضرور.... اس کی نگرانی کروں گا....!“

تمہاری مخصوصیت اور لا علی پر شہر ہو۔ اس کے سارے احکامات کی تعمیل کان دبا کر کرتی رہو۔  
”میں نجک آگئی ہوں...!“

”پچھے دن اور سہی.... مجھے یہ کوئی برا فراہ معلوم ہوتا ہے۔ خیر... ہاں تو اب رہا صدیقی والا معاملہ.... اس کے لئے بھی پروفیسر کے احکامات کی پابند رہو۔ مطلب یہ کہ پروفیسر اور اس میں روح کے احکامات میں اختلاف توہن نہیں سکتا۔ اس نے یہی تو کہا تھا تم سے کہ فی الحال صدیقی کو نالقی رہو۔ ٹھیک ہے!“

”مجھے وہ آدمی سخت ناپسند ہے....!“

”اس کے باوجود بھی فی الحال وہی کرو جو کہا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ پچھے دونوں کے بھی تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ صدیقی سے لئے کی ہدایت کیوں ہی تھی اور پھر اس سے گرفتار کرنے کو کیوں کہا گیا۔ بن اب جاؤ.... یہ میری عبادت کا وقت ہے!“

”تمہیں یہ سب کچھ بتا کر میں بڑا سکون محسوس کر رہی ہوں!“

”اور کسی سے تذکرہ مت کرنا....!“

”ہر گز نہیں....!“

”یا کبوتر.... یا مرغ تخت نشین.... یا گربہ فراق زدہ آفت رسیدہ....!“

”کیا کہہ رہے ہو.... میں نہیں سمجھی!“

نوجوان نے ہاتھ ہلا کر چلے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی بڑا ہست جاری رکھی۔  
رافیہ چپ چاپ کرے سے نکل گئی۔



بلیک زیر اس رپورٹ پر نظر نہیں کر رہا تھا جو سیکریٹ سروس کے مختلف ممبروں کی فراہم کر اطلاعات پر مشتمل تھی۔  
رپورٹ کے مختصر پوائنٹس یہ تھے۔

• وہ عمارت جس سے نریش پانچ آدمیوں کو لے گیا تھا اب خالی تھی سیکریٹ سروس کے آئندہ ممبر نے بے ضابط طور پر عمارت میں داخل ہو کر اس کی تلاشی بھی لی تھی لیکن کوئی ایسا نہیں مل تھی جس سے ان واقعات پر مزید روشنی پر سکتی۔

• پانچوں غیر ملکیوں کو روپی مل فخریز کی ایک لائچ کسی نامعلوم منزل کی طرف لے گئی تھی اور وین جس میں وہ ساحل تک لے جائے گئے تھے روپی مل کی رہائشی عمارت میں واپس لے جائی گئی تھی۔

• ہاروے رہمند حوالات سے ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا تھا.... اس کی رہائی کے لئے وزارت تجارتی امور کے ایک ڈپٹی سیکریٹری بہ نس نیس تھا پہنچ تھے اس کے کئے سرکاری تحویل میں تھے۔

• فریڈرڈے براؤکلب کے سلسلے میں کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی تھی جس پر خاص طور پر دھیان دیا جاتا۔ پھر بھی مگر انی جاری ہے۔ موریلی فریاہم کلب کی عمارت سے باہر نہیں دیکھی گئی۔

• اوٹوویلانی کی رہائش گاہ کی مگر انی جاری تھی۔ ابھی تک کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا جس پر شہر کیا جائے کہ وہ اویلانی کی رہائش گاہ سے ہوٹل شیراز تک رافیہ سموناف کی مگر انی کرتا ہے۔ البتہ اب وہ اس خطی سے نوجوان کے کمرے میں اکثر دکھائی دیتی ہے جسے اُس نے چند دنوں پہلے دوسری منزل کے زینوں کے قریب بے ہوش پڑا لیا تھا۔

• گرڑوڈ نے صدر کو عمران کی تصویر دے کر اُسکی تلاش پر ابھارا ہے۔ دنوں زوزانہ مل رہے ہیں۔

گرڑوڈ کی شامیں عموماً صدر کے بیکلے پر گزرتی ہیں اور دو دنوں رات گئے تک ساتھ رہتے ہیں۔

• نریش کی مگر انی بد ستور جاری ہے۔ عمارت کے سامنے وین کھڑی کر کے اپنی جھونپڑی میں والپس گیا ہے تواب تک باہر نہیں نکلا۔ ایک بوڑھی عورت بازار سے اس کے لئے سودا سلف لاتی ہے۔

• ڈپٹی سیکریٹری صدیقی نے کئی بار رافیہ سموناف سے ملنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنچ میں نہیں آتی۔ وہ ہوٹل شیراز کے لاؤنچ خالے لفون پر اس سے گفتگو کرتا ہے۔

بلیک زیر و نے رپورٹ ایک طرف رکھ دی اور بجھا ہوا پاس سلانے لگا۔

استئے میں میلی فون کی گھنٹی بجی۔ بلیک زیر و نے رسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے یقینیت صدیقی تھا اس نے کہا۔ ”سوچ آن کر دیجئے!“

دوسری طرف سے سلسلہ مقطوع ہو جانے پر اُس نے رسیور رکھ دیا اور اٹھ کر آپریشن روم میں آیا۔

ٹرانس میٹر کا سوچ آن کر کے وہیں بیٹھ گیا۔  
پکھ دیر بعد آواز آئی۔ ”بیلو... ایکس ٹو... جیلو ایکس ٹو...!“

”بیلو...!“ بیک زیر واکس ٹو کی سی آواز میں غرایا۔  
کوڑوڑوڑ میں کہا گیا۔ ” عمران کے ملز میں جوزف اور سلیمان پر کمپن فیاض تشدید کر رہا ہے۔  
لیکن انہوں نے ابھی تک اسے نہیں بتایا کہ عمران کہاں مل سکے گا۔ اور“

”کیا وہ دونوں زیر حراست ہیں...?“ بیک زیرونے پوچھا۔

”جی ہاں... وہ زیر حراست ہیں!“

”کیا فیاض اس کے لئے کوئی قانونی جواز رکھتا ہے!“

”ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا...!“

”معلوم کرو... اور ایڈ آں...!“ بیک زیرونے کہا اور ٹرانس میٹر کا سوچ آف کر دیا۔

  
صدر نے مشن ہسپتال کے کپاٹنڈ میں اپنا اسکو ٹرزو کا... گرٹرزو اس وقت برآمدے سے گزر رہی تھی اسے دیکھ کر رک گئی... اور مخصوص انداز میں ہاتھوں کو جبکش دی۔

صدر کے چہرے سے دبی ہوئی گرم جوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چمکتی ہوئی آنکھوں سے خوش پھوٹی پڑ رہی ہو۔!

قریب پہنچے پر گرٹرزو نے کہا۔ ”بہت خوش نظر آرہے ہو...!“

”یقیناً گرٹرزو...!“ صدر پر جوش لجھے میں بولا۔ ”میں نے اس کا پتہ لگالیا!“

”کس کا...!“

”جس کی تصویر تم نے مجھے دی تھی!“

”تمہیں دھوکہ ہوا ہو گا...!“

”نہیں مجھے یقین ہے... میں نے بارہ میں تک اس کا تعاقب کیا ہے!“

”چلو... میرے کوارٹر میں... تفصیل سے باتمیں کریں گے... میں ڈیوٹی ختم کر پکھی ہوں!“

”تمہارے کوارٹر میں...!“

”ہاں... کیوں...?“

”کسی کو اعتراض نہ ہو گا...!“

”میں تمہارے ملک کی بیوی اور نبیں ہوں...!“ گرٹرزو نے حقارت سے کہا۔

”میا مطلب....?“

”چلو... چلو... آنکھیں نہ نکالو...!“

وہ اسے اپنے کوارٹر میں لائی۔

صدر کے چہرے پر کبیدگی کے آثار تھے... بُر اسامنہ بنائے ہوئے ایک کرسی کے ہتھے پر نک گیا۔

”یہ اتنا بُر اسامنہ کیوں بیمار کھا ہے...!“ گرٹرزو نے پوچھا۔

”تم بار بار ملک کا طعنہ دیتی ہو...!“

”ماش تم لڑکی ہوتے اور میں لڑکا...!“ گرٹرزو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”خدا کی قسم....!“

”بس... بس...!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”کوئی ایسی قسم نہ کھا بیٹھنا کہ بعد میں بچتا ناپڑے

خیر بتاؤ کیا رپورٹ ہے!“

”نہیں بتاتا...!“

”ہے... ہے...!“ وہ سینے پر ہاتھ مار کر بولی۔ ”ذرادھر تو دیکھنا...!“

”ش اپ...!“ صدر نے جھینپھے ہوئے انداز میں نظریں جھکائیں۔

”اب تم مجھے زندہ نہ رہنے دو گے!“

”میں جا رہا ہوں...!“ صدر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

وہ اس سے پہلے ہی دروازے کے قریب پہنچ گئی اور راستہ روکنے کیلئے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

”چلواب کچھ نہیں کہوں گی... ہم دونوں اچھے دوست ہیں۔ اب تم اپنی کہانی سناؤ۔!“

صدر بُر اسامنہ بنائے ہوئے پھر کرسی کی طرف پلٹ گیا۔

ٹھوڑی دیر تک وہ اسی طرح خاموش بیٹھا رہا جیسے موڑ بہتر بنانے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر کھکھار

کر بولا۔ ”میں نے شپ ناٹ کلب میں دیکھا تھا... وہ شیخ کے کمرے سے نکل رہا تھا۔!“

”کب کی بات ہے...!“

”دو گھنٹے پہلے کی...!“

صفرو دھم سے صوف پر بیٹھ گیا... چہرے پر بلا کی بے نبی طاری تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ابھی ابھی بیتیم ہو جانے کی اطلاع ملی ہو!

گرڑو ڈھنس پڑی۔ پھر بولی۔ ”اچھا چلو... اپنی ہی گاڑی لے چلوں گی!“

کچھ دیر بعد اس کی چھوٹی سی فیاٹ ہسپتال کی کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی۔ صدر ہی ڈرائیور کر رہا تھا۔

گرڑو ڈھنے کہا۔ ”میرا تو خیال ہے کہ تم اپنے یہاں کی لاکیوں کی طرح نقاب ڈال کر میرے ساتھ کہیں چلا کرو!...!“

”میں اب تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گا!“

”پھر تمہیں بہت کچھ سنا پڑے گا... میری زبان رکنا نہیں جانتی!“

”صفرو کچھ نہ ہوا۔ گرڑو کہتی رہی۔“ میں بعض اوقات دیواروں سے گفتگو کرتی ہوں!“

”یہی اچھا ہے... کیونکہ دیواریں ہاتھ نہیں رکھتیں!“

”سنو... ایک بار ایک عورت نے مجھے بہت پیٹا تھا۔ ازندگی میں ہر لحظہ نے پن کی ملاش اکثر بڑے بڑے خطرات کا سامنا کر دیتی ہے۔ کئی سال پہلے جب میں زیر تعلیم تھی ایک شام ایک میال بیوی سے مدد بھیڑ ہو گئی۔ میں تھا ایک پارک میں ٹھیل رہی تھی دیرے کے کوئی ایسا نہیں ملا تھا جس سے گفتگو کی جاتی۔ لہذا زبان میں کھلی ہو رہی تھی... وہ دونوں ایک بیٹھ پر بیٹھے اونگ رہے تھے میں قریب پہنچی... اور بڑی بے تکلفی سے مرد کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی ہو ڈیڑھ اُس رات تو تم ایسے غائب ہوئے تھے کہ بس... عورت نے آنکھیں چلا کر مجھے دیکھا اور مرد کی پہلے تو گھنکھی بندھ گئی پھر جی کڑا کر کے ہکلانے لگا۔ پتہ نہیں کیا کہا تھا اس نے غاباً یہی کہا ہو گا کہ مجھے غلط فتحی ہوئی ہے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھنچنی ہوئی بولی۔ اٹھو یہاں اکیلے بیٹھ کیا کر رہے ہو.... چلو میرے ساتھ کہیں اور چل کر بیٹھیں گے۔ بس پھر کیا تھا عورت بھڑک انھی اس طرح نوٹ پڑی، تم دونوں کے ہاتھوں پر کہ مجھے اس کا ہاتھ چھوڑ دینا پڑا۔ چیخ کر بولی۔ کیا کہتی ہے اکیلہ بیٹھا ہے۔ ارے میں اس کی بیوی ہوں.... میں نے کہا تھا پھر یہ خود جھوٹا ہو گا.... اُس نے تو مجھ سے کہا تھا کہ اس کی شادی ہی نہیں ہوئی.... وہ کم بجت اتفاق سے ٹھوڑا سا زاد ہیں بھی تھا۔ فوراً انی اپنی بوکھلاہٹ پر قابو پا کر پوچھ بیٹھا۔ چلو میں تعلیم کرتا ہوں کہ تم مجھے اتنے قریب سے

”پھر تم نے کیا کیا...!“

”تعاقب شروع کر دیا... پھر اس نے نزومنی بیچ کے ایک ہٹ کے سامنے گاڑی روکی تھی۔ اندر چلا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اسی ہٹ میں ہے... کیونکہ کچھ دیر بعد اس نے باہر آکر بہت سا گھر یہ سامان گاڑی سے اتارا تھا اور اسے ہٹ کے اندر لے گیا تھا۔“

”تمہیں یقین ہے کہ وہ آدمی وہی تھا جس کی تصویر میں نے تمہیں دی تھی!“

”مجھے سو فیصد یقین ہے... تمہیں یقین نہ ہو تو چلو میرے ساتھ...!“

”کہاں چلوں...!“

”نزومنی بیچ...!“

وہ ٹھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”میں چلوں گی نزومنی بیچ تو بڑی پڑھا جگہ ہے۔ میں ایک بار وہاں گئی تھی... کیا نام ہے اس خوبصورت سے ریسٹوران کا...!“

”وہاں کی ریسٹوران ہیں...!“

وہ بس تبدیل کرنے کے لئے دوسرے کمرے میں چل گئی۔

صفرو سگریٹ سلاگا کر صوف پر نہیں دراز ہو گیا تھا۔

پندرہ یا نیص منٹ بعد وہ واپس آئی۔

”ارے تم اوٹھ رہے ہو...!“ اس نے چھک کر پوچھا۔

صفرو چوک پا پھر اٹھ بیٹھا۔ گرڑو ڈھنے بڑے شوخ رنگ کی لپ اسٹک استعمال کی تھی اور روزاتنا کیا تھا کہ گال تھماۓ سے لگ رہے تھے۔

”اور ہاں...!“ وہ باتھ اٹھا کر بولی۔ ”اسکوڑے چلیں گے...!“

”بالکل غلط... یہ ناممکن ہے...!“

”کیوں...?“

”میں اس طرح کبھی شہر میں نہیں نکلا... میرے بس سے باہر ہے!“

”بیچ کہتی ہوں بے حد تکلیف دہ ثابت ہو رہے ہو...!“

”جہنم میں جاؤ... میں یہ چلا...!“ صدر اٹھتا ہوا بولा۔

”باہر قدم نکال کر دیکھو... چور چور... چلاتی ہوئی پیچھے دوڑوں گی...!“

جانی ہو.... ذرا میر امام تو بتانا.... یہ جملہ اتنا اپاک تھا کہ میں سپنا گئی۔ ابھی کوئی جواب بھی نہ دینے پائی تھی کہ اس کی بیوی کا تھپٹر میرے گال پر پڑا اور ساتھ ہی وہ چنچائی، بولی حرف اور... نام بتا۔... ظاہر ہے کیا نام بتاں پھر تو اس نے مجھے دونوں ہاتھوں سے پیٹنا شروع کیا ہے۔ تو آنکھوں میں کہکشاں تیرتی چل گئی۔

صدر نہ پڑا اور وہ کہتی رہی۔ ”بھیر اکٹھی ہو گئی۔... جان بچانا مشکل ہو گیا۔... بیوی برابر چینے جا رہی تھی۔... یہ حرف ای پیشہ ور میرے شوہر کو ترغیب دے رہی تھی۔ بلااؤ پولیس کو کروز اسے۔... میں نے دیکھا بات بگڑ جائے گی اس کے شہر پر ٹوٹ پڑی۔ دونوں ہاتھوں سے پیٹ ڈالا اور چینخے گئی اس حرام زاوے نے مجھے اشارہ کیا تھا۔ کیا سمجھتا ہے ہم्र حال کچھ لوگوں کے شیخ چھوڑ کر انے پر میری گلو خلاصی ہو سکی تھی!“

”بہت خطرناک ہو:...!“ صدر بولا۔

”اور یہاں تمہارے ملک میں تو اگر راہ چلتے کسی کی طرف اشارہ بھی کر دوں تو اس کی ٹھیکار پسلیاں برابر ہو جائیں گی۔... تم لوگ اس سلسلے میں بہت زیادہ حساس واقع ہوئے ہو!“

”بلاشبہ اگر سر را کوئی مرد کسی عورت کو تھپٹر دے تو ہم اسے اپنی دانست میں تو اہمی ڈالتے ہیں!“  
”لہذا چاپ چاپ میری مرضی کے پابند ہو جاؤ۔... میرے ہمدردوں کی تعداد زیادہ ہی ہوگی کیونکہ میں غیر ملکی ہوں۔!“

اس وقت گاڑی شہر سے نکل کر ایک سنان سڑک پر چل رہی تھی۔ صدر نے کہا۔ ”چھ بات ہے میں اس سے پہلے ہی کیوں نہ اپنا حساب برابر کر دوں....!“  
ساتھ ہی اس نے گاڑی کی رفتار کم کر دی اور اسے باسیں جانب کچے میں اتازنے لگا۔

”یہ کیا کر رہے ہو....؟“ گرٹروٹ نے بوکھلا کر پوچھا۔  
”یہاں سناٹا ہے.... تمہیں ہمدرد نہ مل سکیں گے۔!“  
”کیا مطلب....؟“

”پیوں گا تمہیں.... اس وقت تک پیٹھاڑ ہوں گا جب تک بے ہوش نہ ہو جاؤ....!“  
گاڑی رک گئی۔... انہیں بند کر دیا گیا۔

”داغ خراب ہوا ہے۔“  
”پیٹے سے پہلے تمہیں حق حاصل ہے کہ میرے بارے میں اپنی رائے ظاہر کر سکو!“

”یعنی....!“

”بھی کہ میرا دماغ خراب ہے.... اور کسی کو خواہ مخواہ پیٹ ڈالا ہی سخت مندی کی علامت نہیں سکتی۔!“

”سیاچ چھ.... یعنی کہ....!“ وہ صدر کے بے حد گھمیں چہرے کا جائزہ لیتی ہوئی ہکلائی۔

”بلاشہ....!“ صدر نے اس طرح ہاتھ بڑھایا جیسے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لینے کا ارادہ رکھتا ہو۔

”ارے.... ارے....!“ وہ پیچھے کھکی۔

”خاموش رہو....!“ صدر غرایا۔... وہ پلکیں جھپکائے بغیر اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔  
”یعنی کہ تم....!“

”شٹ اپ....!“ وہ اتنے زور سے دھاڑا کہ گرٹروٹ جبک پڑی۔... ساتھ ہی اس نے جب سے بڑا ساچا تو نکال کر گھوٹا۔ چاقو کر کراہٹ کے ساتھ کھلا ہوا ذیہ کر کراہٹ گرٹروٹ کے جسم کی فرقہ ری کے متوازی معلوم ہوئی تھی۔

”پاروں وال اپنے منہ میں ٹھوٹنے تو ناکہ چھیننے نکل سکیں۔!“ وہ ساپ کی طرح ہمچکی کارا۔  
”ارے تم یہ کیا کر رہے ہو....!“ وہ روہانی آواز میں منٹا۔

”ارے.... ارے.... ہو ہو ہو....!“ وہ بُری طرح کاٹ رہی تھی۔ اور ڈری ڈری لا لیتی آوازیں اس کے حلق سے نکلنے لگی تھیں۔

صدر نے چاقو کا پھل اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا اور ایک بے ساختہ قدم کی طویل جیج نکلیں میں دور نکل تیرتی چل گئی۔

صدر کی طرح بھی اپنی ہنگی نہ برداشت کر۔

”بل وہری رہ گئی ساری اکڑ فون....!“

”اوہ.... اوہ....!“ وہ ہمپتی ہوئی بولی۔ ہونٹوں پر سہی ہوئی سی مسکراہٹ نظر آئی اور پھر کیک بیک اس کے منہ سے گالیوں کا طوفان امنڈ پڑا۔

صدر بے تحاشہ نہیں جا رہا تھا۔... اور وہ بے سر و پا الفاظ میں اُسے نہ ابھلا کرہ رہی تھی۔ جب تک گئی تو کھڑکی پر ماقاہیک کر سکیاں لینے لگی۔

پھر جب وہ ہستیل پہنچ کر وہاں سے رواگی کے لئے اپنا اسکوڑ اسٹارٹ کر رہا تھا بھی گرفروڈ  
نے اس سے کچھ نہ کہا اس ویران ویران سی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی تھی۔  
گھر واپس آکر صدر نے فون پر راتاپیلس کے نمبر ڈائل کئے اور ایکس ٹو کو اطلاع دی کہ وہ اس  
کی اسکیم کو عملی جامہ پہنچا کرے ہے!



رافیہ سوتا حسب دستور اپنے فرائض انجام دے رہی تھی کہ کمرے میں روح کی سرگوشی گوئی۔  
”شہر جاؤ....!“

اس کے ہاتھ ناپ رائز پر رک گئے۔

”باہر صدقی کھڑا ہے....!“

”وہ یہاں... کہاں....؟“ رافیہ پوچک کر بولی۔ ”میں نے اسے یہاں کاپتا تو نہیں بتایا تھا۔!“

”اس نے پوٹ آفس سے معلوم کیا ہے۔!“

”تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے....؟“

”ھنٹی کی آواز سن کر اسے ذرا نیگ رومن میں رسیو کرو.... پروفیسر کے بارے میں کہہ دینا  
کہ وہ موجود نہیں ہے۔!“

رافیہ نے طویل سانس لی۔

وہ کئی دن سے صدقی کو ٹال رہی تھی۔ قطعی نہیں ملی تھی۔ اپنے کمرے سے فون پر اس سے  
کہہ دیتی تھی کہ اس کی طبیعت اچھی نہیں ہے نہیں مل سکے گی لیکن اب تو ملنا ہی پڑے گا.... اس  
نے سوچا دفتہ ھنٹی کی آواز پر چوک پڑی اٹھ کر باہر آئی صدقی سامنے برآمدے میں کھڑا تھا۔

”اوہ....!“ اس کے لہجے میں تحریر تھا....!“ یہ تم ہو....!“

وہ اس کے عجیب و غریب بزرگ کے لباس کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

وہ زبردستی مکاری اور بولی۔ ”خوش آمدید....!“

”لیکن یہ کیسے کپڑے پہن رکھے ہیں....؟“

”مجبوری ہے.... آؤ.... اندر بیٹھو.... لیکن پروفیسر تو اس وقت موجود نہیں۔!“

وہ اس کے ساتھ ذرا نیگ رومن میں آیا۔

”اب ہم نزواني بیچ کی طرف جا رہے ہیں۔!“ صدر نے چکتی ہوئی آواز میں کہا اور انہیں  
اسٹارٹ کر دیا۔ لیکن وہ اسی طرح سر اندھائے سکیاں لیتی رہی۔

گاڑی نزواني بیچ کی طرف بڑھتی رہی اور رفتہ رفتہ اس کی سکیاں مجدوم ہوتی گئیں۔ بلاخڑی  
بالکل ہی پر سکون ہو گئی لیکن سراب بھی اسی طرح کھڑکی پر نکلا ہوا تھا۔

صدر بھی خاموش ہی رہا۔.... فی الحال اسے نہیں چھیڑتا چاہتا تھا۔

پکھ دی بعد گاڑی نزواني بیچ کی حدود میں داخل ہوئی۔ صدر اب بھی پکھ نہ بولا۔ وہ بدستوری  
طرح بیٹھی ہوئی تھی۔

ایک جگہ اس نے گاڑی روک دی۔.... اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر مضطربانہ انداز میں  
کہا۔ ”دیکھو.... دیکھو.... وہ رہا....!“

وہ چوک پڑی۔.... سر اٹھا کر خالی خالی نظروں سے صدر کی طرف دیکھا۔

”بائیں جانب... کھڑکی میں...!“ صدر نے وڈا اسکرین پر نظر جائے ہوئے آہستہ سے کہا  
اس نے سر گھلایا۔.... بتائی ہوئی کھڑکی پر نگاہ ڈالی پکھ دی دیکھتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں  
بولی۔ ”ہاں یہ دی ہے.... وہ اپس چلو.... میری طبیعت تھیک نہیں ہے۔!“

اس کے بعد پھر پہلی ہی پوزیشن میں آگئی۔ یعنی کھڑکی پر پیشانی لگادی۔  
”بس اتنی سی بات کے لئے....!“ صدر نے تلخ لمحے میں کہا۔ ”میں تو سمجھا تھا کچھ تفریخ  
رہے گی.... تم اپنے مخصوص انداز میں اس سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کرو گی۔ ادھ سمجھا۔.... تمہارا  
مود خراب ہو گیا ہے۔ مجھے ایسے لوگ پسند نہیں ہیں جو خود تو وہ سروں کو چھیڑتے رہیں پر بیٹھا  
کرتے رہیں لیکن جب کوئی انہیں چھیڑتے تو رہا مان جاتے ہیں۔!“

”یہ بات نہیں ہے.... صدر....!“ گاڑی جھکنے سے آنگے بڑھی اور وہ پھر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔  
صدر نے ایک سلیپر پر دباؤ ڈالا۔ گاڑی جھکنے سے آنگے بڑھی اور وہ پھر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

”کیا تم بیچ سمجھیں تھیں....؟“ صدر نے پکھ دی بعد پوچھا۔

”صدر.... میری طبیعت تھیک نہیں....!“

”اچھا.... اچھا....!“

صدر نے پھر خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا۔

”لیقین کرو.... اس بیاس میں تم قدیم مصر کی کوئی دیوی معلوم ہوتی ہو۔“ صدیق نے کہا۔ ”اوہ معاف کرنا.... تمہیں اس بیاس میں دیکھ کر کچھ ایسا مہبوت ہوا کہ تمہاری خیریت پوچھا جو بھول گیا۔“

”شکریہ....! اس وقت تو بہتر محسوس کر رہی ہوں....!“

”مجھے بے حد تشیش تھی.... اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہی تشویش مجھے یہاں تک لا لائی ہے۔ پروفیسر سے ملاقات کے خیال سے ہرگز نہیں آیا....!“

”بہت بہت شکریہ.... مسٹر صدیق.... اس ملک کے لوگ بہت اچھے ہیں۔!“

”ایک بات سمجھ میں نہیں آئی جب پروفیسر کسی سے ملتے ہی نہیں تو پھر تمہیں اس قسم کے بیاس میں کیوں رہنا پڑتا ہے۔!“

”میں نہیں جانتی.... پروفیسر کا حکم ہی ہے کہ اس مخصوص کمرے میں جہاں بیٹھ کر میں کام کرتی ہوں یہ بیاس پہنچنے بغیر داخل نہ ہوں.... اور میرے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کا رنگ سبز کے علاوہ کچھ اور ہو....!“

”بڑی عجیب بات ہے....!“

”بعض روحلیں.... کسی مخصوص رنگ کو پسند کرتی ہیں۔!“

”روحلیں....؟“

”جی ہاں....! پروفیسر روحانیات کے ماہر ہیں۔!“

”اوہ تو کیا حاضرات وغیرہ کا چکر بھی ہے....!“

”قیمتی ہے.... محض ستارہ شناسی سے کام نہیں چلتا.... ستاروں کے حسابات بعض اوقات غلط بھی ہو جاتے لیکن روحوں کے لگائے ہوئے احکامات سو فیصد درست ثابت ہوتے ہیں۔!“

”صدیقی اسے عجیب نظرلوں سے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔“

”سچ بتاؤ.... کیا تم بھی کوئی روح تو نہیں ہو....!“

”ظاہر ہے.... کہ میں ذری روح ہوں....!“ رافیہ نے بے دلی سے بس کر کہا۔

”یہ بات نہیں مس سکوناں.... پہنچ نہیں جانتا.... خدا کے لئے میرے بارے میں کوئی بڑی رائے کام نہ کرنا.... سو ناف.... میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں.... میں کیا کروں....!“

”اچھا مسٹر صدیقی.... اب تم جاؤ.... پروفیسر سے پسند نہیں کرتے کہ ان کا کوئی مؤکل ان مجھے ایسے دھنڈ لکوں کی بیاد دلاتی ہیں جن سے ہزارہا سال پہلے گزر اہوں.... مجھے ایسا لگتا ہے مجھے

میں نے کہی جنم لئے ہوں.... ایسی ایسی تصویریں ذہن میں ابھری ہیں جن سے یگانگت کا احساس ہوتا ہے لیکن میں انہیں واضح طور پر پہچان نہیں سکتا۔!“ رافیہ حرث سے منہ کھولے اُسے دیکھتی رہی.... اور وہ کہتا رہا۔ ”عجیب اسی خوبیوں میں ذہن ایسیں.... جونہ تو غیر باؤس ہیں اور نہ صاف پہچانی جاتی ہیں.... تم سے ملنے سے پہلے تو اپنے احساسات کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔!“ وہ خاموش ہو گیا۔

”بھلائیں اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں مسٹر صدیقی....!“

”آج کل عجیب سے خواب نظر آتے ہیں.... پچھلی رات دیکھا تھا جیسے یہ دونوں آنکھیں پھیل کر بیکراں خلاں پر محیط ہو گئیں.... پھر ایک ایسی بستی نظر آئی جس میں عجیب وضع کے نکات دکھائی دیئے بستی کے لوگوں کے ملبوات بھی میرے لئے نئے تھے لیکن وہ جانے کیوں اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا تھا.... میں نے تمہیں دیکھا۔.... تم بھی انہی لوگوں کے بیاس میں نہیں۔ پھر تمہارے قریب ہی ایک ایسا جانا پہچانا ساچہ نظر آیا کہ میں بنے ساختہ جنپڑا.... اور میری آنکھ کھل گئی.... جانتی ہو وہ چہرہ کس کا تھا.... میرا.... میرا....!“

”میرا.... میرا....!“ کہتے وقت اسکی آواز مضمحل ہو گئی تھی۔ گلارندھ گیا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بعد کے الفاظ آنسو بن کر آنکھوں سے چھلک پڑیں گے۔!

”بڑی عجیب باتیں کر رہے ہیں آپ مسٹر صدیقی....!“

”یہ حقیقت ہے کیا تم میری اس کیفیت کا تذکرہ پروفیسر سے نہ کرو گی؟“ ”ضرور کروں گی مسٹر صدیقی۔!“

”پھر میں نے دوبارہ سوتا چاہا تھا.... میں چاہتا تھا کہ وہی خواب اُسی جگہ سے پھر شروع ہو جائے جہاں سے ٹوٹا تھا....!“

”آپ نے ایسا کیوں چاہا تھا مسٹر صدیقی....!“ اس بار رافیہ کی آواز کسی قدر غصیل تھی۔

”میں نہیں جانتا.... میں کچھ نہیں جانتا.... خدا کے لئے میرے بارے میں کوئی بڑی رائے کام نہ کرنا.... سو ناف.... میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں.... میں کیا کروں....!“

”اچھا مسٹر صدیقی.... اب تم جاؤ.... پروفیسر سے پسند نہیں کرتے کہ ان کا کوئی مؤکل ان

”جیسی تمہاری مرضی.....بے بی.....میں تو....میں خدا کے لئے اس سے کہہ دینا کہ  
بھی معاف کر دے.....میں نہیں جانتا تھا کہ اب وہ براہ راست تمہیں ہی احکامات دے رہی ہے!“  
رافیہ کچھ کہے بغیر تیزی سے مژدی اور روح والے کرے میں چلی آئی۔ لیکن وہ اپنے پیچھے  
دموں کی چاپ سن رہی تھی۔  
دروازے کے پاس پہنچ کر مژدی پرو فیسر سامنے دم بخود کھڑا تھا۔ مسکپن صورت بنائے....  
وقت اس کا چہرہ خوفناک نظر آنے کے بجائے منظکھہ خیز لگ رہا تھا۔  
”پروفیسر ولانی، بعض اوقات تم بہک جاتے ہو.....!“ رافیہ نے سرد لمحے میں کہا۔  
”میں نہیں سمجھا.....!“ اس بار اس نے نظر اٹھائی اور تیور بھی کچھ بدلتے ہوئے سے لگے۔  
”ہمیں کیا ضرورت تھی کہ عمران وغیرہ کے معاملات میں پڑتے.....اس حد تک تو ٹھیک تھا  
لتم نے اسے ایک تکلیف سے نجات دلائی تھی۔ تمہارا یہ کام نہیں کہ دودشمنوں کے درمیان  
بھجوتا کراؤ!“

ولیانی کے چہرے کی رنگت بدل گئی اور وہ آہستہ سے بڑا بڑا۔ ”یہ براہ راست روح کی شرمنش  
ہے... یہ براہ راست....!“

”وہ تمہارے متعلق شہبات میں جتنا ہو سکتا ہے!“  
”ہاں.....میں سمجھتا ہوں.....بے بی.... اسی لئے میں نے اسے صاف جواب دے دیا ہے  
میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اپنے معاملات خود پنٹاو..... لیکن بے بی.... میں اسے بھی برداشت نہیں  
کر سکتا کہ جو زکوئی گزند پہنچے.... کیونکہ وہ روح کے خادموں کی اولاد ہے۔“

”ہمیں اس سلسلے میں روح کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھانا چاہئے!“

”ٹھیک ہے... تم معلوم کرو اور مجھے معاف کر دو....!“ ولیانی نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔



صودر شام کی چائے پی کر سگریٹ سلاگرہا تھا کہ پائیں باعث سے کسی گاڑی کی آواز آئی.... وہ  
الٹھکر کھڑکی کے قریب آیا۔  
”اوہ....!“ اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔ گرزوڈ کی فیاٹ تھی۔ اس نے اسے اترتے دیکھا۔  
پھر وہ اسے آوازیں دیتی ہوئی اندر آگئی۔ چہرے پر ہوانیاں اڑ رہی تھیں اور آنکھیں سرخ

کے طلب کے بغیر یہاں آئے!“

”میں چلا جاؤں گا.... لیکن..... لیکن....!“

”لیکن کیا....؟“ رافیہ کے لمحے میں سخت تھی۔

”کچھ نہیں....!“ وہ ہمراہی ہوئی آواز میں بولا اور کرے سے باہر نکل گیا۔

رافیہ جہاں تھی وہیں بیٹھی رہ گئی.... اسے رخصت کرنے برآمدے تک بھی نہ آئی۔ خون  
کھول رہا تھا.... آخر خود کو سمجھتا کیا ہے یہ احقیقی؟ کیا وہ ان باتوں کا مطلب نہیں کچھ سکتی۔ یہ  
سمجھت کسی کو بھی الگ تھلگ نہیں رہنے دیتے.... جو بھی ہے کسی نہ کسی کا مبتلا شی۔ جس نک  
رسائی ہو جائے وہی انہیں خواب دکھانے لگتی ہے۔ سور کا پچھہ.... وہ خیالات میں کھوئی رہی....  
کچھ دیر بعد قدموں کی چاپ سن کر چوٹکی۔  
پروفیسر کرے میں داخل ہو رہا تھا۔

”یہ یہاں کیوں آیا تھا....؟“

”میں نہیں جانتی.... آپ نے اس کی گفتگو تو سنی ہی ہو گی!“

”اسی لئے تو پوچھ رہا ہوں....!“

”میرا خیال ہے کہ اس کا جواب میرے پاس تو نہ ہونا چاہئے!“

”تم کس لمحے میں گفتگو کر رہی ہو....!“

”ہم دونوں پارٹر ہیں.... مسٹر ولانی....!“ وہ تن کر کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ ”کیا تم اس کے  
ہاتھوں غارت ہونا چاہتے ہو جو میری ہمہ کل تھی اور وہ جو ہر وقت میری مگر ان کرتی ہے!“

”بنن.... نہیں....!“ ولیانی کی آواز کا نپر رہی تھی۔ ”مجھے معاف کرنا بے بی.... میں مگر  
آخر تمہاری ہی طرح انسان ہوں.... بلاشبہ تمہارا درجہ مجھ سے بلند ہے.... میں صرف بچارہ  
ہوں اور تم اس کی ہم شیبیہ ہو مجھے معاف کر دو....!“

”کیا وہ مجھے گندگی کی طرف نہیں دھکلیتا چاہتا!“  
”روح جانے... روح جانے... بے بی.... تم خود ہی معلوم کر سکتی ہو.... میں تو ایک نہ  
سازدہ ہوں اُس کے سامنے!“

”بس تو پھر اب مجھے روح ہی کے مشوروں پر عمل کرنے دو....!“

”آخ کیما پکدے ہے....!“  
 ”میں ابھی تک تمہیں دھوکہ دیتی رہی ہوں.... میں نے ایک خاص مقصد کے تحت تمہیں اس آدمی کی خلاش پر اکسایا تھا.... تغیریا نہیں....!“  
 ”اوہ....!“ صدر نے اس طرح آنکھیں نکالیں جیسے اب کچھ کچھ عقل آپلی ہو۔!  
 ”ہاں.... یقین کرو.... میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گی.... لیکن تم پہلے اسے مطلع کر دو کسی طرح بھی۔!“  
 ”میں اس کا فون نمبر تو جانتا نہیں....!“  
 ”تمہیں اُس کے پاس جانا پڑے گا۔!“  
 ”تمہا۔!“  
 ”ہاں اس بار تو تمہاں جانا پڑے گا۔!“  
 ”لیکن میں کیسے سمجھ لوں کہ اس بار میں دھوکہ نہیں کھاؤں گا۔!“  
 ”یقین کرو.... یہ دھوکہ نہیں ہے.... میں نے تمہیں بتا دیا ہے پھر کسی قسم کا فریب ہوتا تو تمہیں بتائی کیوں....!“  
 ”ہوں.... اوں.... تو مجھے اس سے کیا کہنا ہو گا۔!“  
 ”یہی کہ اس کے دشمنوں کو علم ہو گیا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے لہذا اسے وہ جگہ فوراً چھوڑ دیں چاہئے۔!“  
 ”اُچھی بات ہے.... میں جا رہا ہوں....!“  
 ”لیکن تم میک اپ میں جاؤ گے....!“  
 صدر نے تھوہہ کیا۔  
 ”ہنسو نہیں....!“ وہ جھنجھلا گئی۔  
 ”تم شاید مجھے پورا جاؤں بنادیئے پر قتل گئی ہو.... میں کیا جانوں میک اپ کس چیزیا کاتام ہے۔!“  
 ”میں تو جانتی ہوں.... سامان بھی ساتھ لائی ہوں۔!“ اس نے اپنے ویٹی بیک کو تھکتے ہوئے کہا۔  
 ”مجھے اسی ڈراموں سے دلچسپی رہی ہے.... خود بھی ان میں حصہ لیتی رہی ہوں۔ اسی زمانے

تھیں۔ پلکیں بھی کچھ متورم سی نظر آئیں ایسا الگ تھا جیسے کچھ دیر پسلہ روئی رہی ہو۔  
 ”وہ خطرے میں ہے... صدر اسے بچاؤ... خدا کیلئے بچاؤ.... وہ اسے زندہ نہ چھوڑیں گے۔!“  
 ”کون.... کس کی باتیں کر رہی ہو....!“ صدر کے لمحے میں حیرت خدا سے بھی تحریر کر دے زہی تھی۔!  
 ”عمران.... علی عمران کی....!“  
 ”کون علی عمران....!“  
 ”وہی جسے تم نے مجھے زوافی بیج کے ہٹ میں دکھایا تھا....!“  
 ”میں کچھ نہیں سمجھا.... تم کیا کہہ رہی ہو.... اسے کون مارڈا لے گا۔!“  
 ”اوہ.... میں.... تمہیں کیسے بتاؤں... میں کہتی ہوں جلدی کرو... ورنہ وہ خشم کر دیا جائے گا۔!  
 ”تمکا ہے میں اُس سے کیا کہوں گا کیسے کہوں گا۔ میری اُس سے جان پیچان تو نہیں۔!“  
 ”اچھا جاؤ.... باہر دیکھو.... آس پاس کوئی ایسا آدمی تو موجود نہیں جو میرا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا ہو....!“  
 صدر نہیں پڑا.... پھر بولا۔ ”یہ آخری منزل ہے جا سوئی نادلوں کے شا لقین کی....!“  
 ”نہیں میں سمجھیدہ ہوں.... مذاق نہ سمجھو.... میں اطمینان کر لینا چاہتی ہوں۔!“  
 ”کیا واقعی سمجھیدہ ہو....!“  
 ”یقین کرو صدر.... جلدی کرو....!“ وہ گھکھیا۔  
 ”صدر کو اس اچاک تبدیلی پر حیرت تھی۔ وہ باہر نکل آیا.... دور دور تک کسی کا پتہ نہیں قد کئی منت تک گرد و پیش کا جائزہ لیتا رہا پھر گرڑو کے پاس لوٹ آیا۔  
 ”کوئی نہیں.... مجھے تو ایسا کوئی بھی نہیں نظر آیا جس پر شہید کیا جاسکے۔!  
 ”لیکن تمہیں میرے ساتھ ضرور دیکھا گیا ہو گا۔!  
 ”کیا بات ہوئی.... لاکھوں نے ہمیں دیکھا ہو گا۔!  
 ”مطلوب یہ کہ ان لوگوں نے ضرور دیکھا ہو گا جو اس معاملے سے تعلق رکھتے ہیں۔!  
 ”آخر تم کس نادل کے پلاٹ کار پر سل کر رہی ہوئے مجھے بھی بتاؤ....!“  
 ”صدر اسے بچاؤ.... خدا کیلئے.... ورنہ میں مرنے کے بعد بھی سکون نہ پاسکوں گی۔!

میں کئی قسم کے میک اپ کے طریقے سمجھتے تھے.... چلو سگمار میز کی طرف۔  
تحوڑی ہی دیر بعد صدر نے اپنے چہرے پر فرق کٹ ڈاڑھی اور گھنی موچھیں دیکھیں جو اتنی  
گھنی تھیں کہ اوپری ہوت بالکل چھپ گیا تھا۔

”اب دھوپ کی عینک لگالو.... تمہیں کوئی نہ پہچان سکے گا۔“ گرثروڈ نے کہا۔

”لیکن میک اپ میں جانا کیوں ضروری ہے....!“

”میں کہہ پچکی ہوں تاکہ کسی تیرے کو بھی آہ کار بننے کا علم ہو چکا ہے.... ہو سکتا ہے اس نے  
تمہاری بھی نگرانی کرائی ہو۔ اس لئے تمہیں دوبارہ ادھر جاتے دیکھ کر وہ شہبے میں بیٹلا ہو سکتا ہے۔“

”لیکن وہ تیرا کون ہے....!“

”اب جا بھی چکو کسی صورت سے... والپی پر بتاؤں گی۔ میں سینیں تمہاری منتظر رہوں گی۔“  
صدر چند لمحے کچھ سوچتا ہا پھر سر ہلا کر بولا۔

”میں سمجھ گیا....!“

”کیا سمجھ گئے....!“

”تم کی طرح مجھ سے ان حرکت کا انقام لینے کی کوشش کر رہی ہو....!“

”نہیں صدر ہرگز نہیں.... معصوم مریم کی قسم.... یوں کی قسم.... اسی کوئی بات نہیں  
تمہاری اسی حرکت نے تو مجھے راہ راست پر لگایا ہے۔ میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گی....!“

”میں تمہاری قسم پر اعتبار کر کے جا رہا ہوں....!“

”تم مجھے جھوٹا پاؤ گے....!“

صدر نے باہر نکل کر اسی بیت کذائی میں اسکوٹر سنگالا.... اور کسی ایسے ٹیلی فون کی ملاش  
میں روان ہو گیا جہاں سے ایکس نو کواس نئے ڈیوپلمنٹ سے آگاہ کر سکے۔

ایک جگہ ایسا ٹیلی فون بو تھا میں گیا جو بالکل غالی تھا.... صدر نے اندر داخل ہو کر  
دو روازہ بنڈ کر دیا اور سکھ ڈال کر رانا پیلس کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

اس نے مختصر ائے حالات کے بارے میں بتاتے ہوئے مشورہ طلب کیا۔

دوسری طرف سے ایکس نو کی آواز آئی۔ ”تم اتنا وقت ادھر گزار دھجتے میں نیچے  
جا کر واپس آ سکتے ہو۔ پھر اس سے جا کر کہہ دینا کہ اسکی مرضی کے مطابق سب کچھ کر آئے ہو۔“

”بہت بہتر جناب....!“

”بس فی الحال خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتے رہو....!“

صدر نے دوسری طرف سے سلمہ منقطع ہونے کی آواز سن کر رسیور ہک سے لگادی۔

اب کچھ وقت باہر ہی گزارنا تھا جو گذر تارہ۔ ویسے جب وہ دوبارہ گھر پہنچا تو گرثروڈ حسب وعدہ اس کی منتظر نہیں تھی۔ لیکن جاتے جاتے اس نے ضروری سمجھا تھا کہ اس وعدہ خلافی کے جواز  
میں ایک تحریر چھوڑ جاتی۔ اس نے لکھا تھا۔ ”صدر ڈیر میری ذہنی حالت نہیں ہے اس لئے  
مناسب نہیں سمجھتی کہ اس وقت ہپتال کی کپڑاٹ سے باہر پائی جاؤں....“ توقع ہے کہ تم مجھے  
معاف کر دو گے.... اگر حالات سنبھلی رہی تو جلد ہی پھر ملوں گی۔“

صدر نے اس کی اطلاع بھی ایکس نو ٹیک پہنچا دی۔ اور ادھر سے ہدایت میں کہ وہ بھی گھر  
نیک محدود رہے۔



صدر کی جانب سے تیز اور خلک ہوا بہر رہی تھی۔

عمران نے طولیں انگرائی لی اور کھڑکی کے پاس نے ہٹ آیا۔ باہر انہیں ہیرا پھیل گیا تھا۔ وہ کسی  
گھری سوچ میں معلوم ہوتا تھا.... کچھ دری بعد اس نے فون پر رانا پیلس کے نمبر ڈائل کئے اور  
دوسری طرف سے بلیک زیر و کی آواز سن کر کوڈور ڈسی میں کہا ”ڈیوڈ کو سانپ سے ڈسوکر پلری ہال  
کی سڑک کے قریب والی جہاڑیوں پر ڈلوادو۔ اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہونے چاہئے جیسے اس  
نے غائب ہو جانے کے بعد سے جگن ہی میں زندگی بسر کی ہو....!“

”مل.... لیکن....!“ بلیک زیر و دوسری طرف سے ہکلایا۔

”جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کے خلاف نہ ہونا چاہئے۔ ان میں سے جو بھی ہاتھ لگائے ہوں ہر حال  
کیا نہ کسی بہانے مرتا ہی ہو گا۔ حالات کا تقاضہ ہی ہے۔“

”ایسا آپ کسی خاص نتیجے پر پہنچ چکے ہیں....!“

”ہاں....!“ عمران غرایا۔ ”ہر حال اسے جہاڑیوں میں ڈلوانے کے بعد کسی بھی تھانے کو  
فون کر دینا کہ فلاں جگہ ایک اگریز مرپڑا ہے.... لفظ اگریز ہی استعمال ہونا چاہئے کیونکہ عام  
آدمی ہر سفید فام کو انگریز ہی کہتا ہے.... بس....!“

عمران نے ایک سوچ آن کیا کمرے میں تیز قسم کی روشنی پھیل گئی اور تب معلوم ہوا کہ یہ رپچھ نہیں بلکہ دو آدمی ہیں جو ایک جال میں چھنے ہوئے اس سے نکل جانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔!

"میرے ہاتھ میں ریو الور ہے....!" "عمران غرایا" بے حس و حرکت ہو جاؤ۔۔۔ تھمارے ہاتھ مجھے نظر آنے چاہیں.... ورنہ کوئی مار دوں گا!"

انہوں نے بے چوں و چرا تمیل کی.... یہ دیکی ہی تھے۔

"اوہو.... تو یہ تم ہو نریش.... بہت اچھے....!" عمران نے کہا۔ "بڑی زیادتی ہو گی۔ اگر میں اس ملاقات کو ایک اعزازی دعوت میں نہ تبدیل کر سکا۔۔۔ تو اسے اپنی بد نصیبی سمجھوں گا۔۔۔ مجھے تو قع ہے کہ تم بھی مجھے جانتے ہی ہو گے!"

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔۔۔ عمران کھڑا کھٹاہا۔۔۔ "کیا تم مجھے اتنا ہی احتم سمجھتے ہو کہ میں اتنا بارا روشنداں یونہی کھلا رہے ہوں گا جس سے گزر کر کوئی میرا خاتمه کر سکے۔۔۔ دو آدمی بیک وقت اس روشنداں سے گذر سکتے ہیں۔۔۔ میرا یہ اندازہ بھی درست ہی تکاکہ تھمارے آقا اب اپنے سفید ساتھیوں کو ایسے کاموں پر نہیں لگائیں گے۔!" وہ دونوں اب بھی خاموش رہے۔



دوسری صبح.... محلہ پولیس و سراغ رسانی کے لئے بہت بڑے درود سر کی حامل تھی۔ انہیں نو تسلیل ڈیوڈ کی لاش مل گئی تھی۔۔۔ غلتہ حال ڈیوڈ کی لاش۔۔۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور جسم پر منوں خاک تھی۔

ابتدائی طبق رپورٹ کے مطابق وہ مار گزیدگی کا کیس تھا۔ پھر پوسٹ مارٹم سے بھی اسکی تائید ہو گئی۔۔۔ کسی بہت زیادہ زہر یا سانپ نے اسے کانا تھا۔ بہر حال یہ مسئلہ پولیس کے لئے معذہ بنا ہوا تھا۔۔۔ کہ وہ اچاک غائب کیوں ہوا تھا اور جنگل میں کیوں روپوٹھی اختیار کی تھی۔

پھر دو لاٹھیں اور ملین۔۔۔ یہ نریش اور روپی مل کے سکریٹری کی تھیں۔ ان کی وین ایک کھڑی میں الٹی پڑی پائی گئی تھی۔ ایک کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔۔۔ دوسرے کی ریڑھ کی ہڈی۔۔۔ دوسری اطلاع سے کہیں غاضب کو سرد کار نہیں تھا۔۔۔ وہ تو نو تسلیل ڈیوڈ کے سلسلے میں پریشان

اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔۔۔ اور فون کے پاس سے ہتا ہوا بڑا بڑا لای۔ "بائز ڈس...!" اس نے ساری کھڑکیاں بند کر دیں۔۔۔ دروازے بولٹ کے حتیٰ کہ روشنداں کے ششہ بھی کھلے نہ رہنے دیئے۔

اور پھر وہ مسہری پر لیٹ گیا۔۔۔ سکنے کے نیچے ہاتھ ڈال کر ریو الور کو ٹوٹا اور بائیں کروٹ ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

زوہنی بیج کے ہٹوں کی اس بستی میں آہستہ آہستہ سکوت طاری ہوتا جا رہا تھا۔ ہٹوں کے روشنداں میں کہیں وہندی روشنی نظر آرہی تھی اور کہیں تیز روشنی۔

ساحل سے نکرانے والی لہروں کا شور کبھی کبھی تیز ہو جاتا۔۔۔! تقریباً گیارہ بجے ہٹ کے کسی گوشے سے تیز قسم کی گھنٹی کی آواز آئی اور عمران اچھل پڑا۔ گھنٹی بد ستور نجح رہی تھی۔ وہ آواز کی طرف جھپٹتا۔

جب جہاں رکا تھا اس کرے کا دروازہ بند تھا۔۔۔ اور اسی کرے سے گھنٹی کی آواز آرہی تھی۔ قفل کے سوراخ سے اندر جھاکتے ہی اندازہ ہو گیا کہ اس کی اسکیں کامیاب ہوئی ہے لیکن ضروری نہیں تھا کہ اس وقت بھی ہٹ کے پاہر بھی کسی قسم کا خطہ موجود نہ ہوتا۔!

پھر اس نے دیوار سے لگے ہوئے ایک سوچ بورڈ پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ گھنٹی کی آواز ختم ہو گئی۔ اب وہ دبے پاؤں پاہر جا رہا تھا۔۔۔ پہلے ایک کھڑکی کھوئی۔۔۔ چند لمحے اندر ہیرے میں آنکھیں

چھاڑتا رہا پھر باہر نکل آیا۔۔۔ لہروں کے شور کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ ہٹ کی پشت پر ایک بڑی سی وین کھڑی دکھائی دی۔ اتنا گہر اندر ہیرا بھی نہیں تھا کہ وہ وین کی موجودگی یاد م موجودگی کا اندازہ بنہ کر سکتا۔

اگلی سیٹ بالکل خالی تھی۔ قریب بیچ کر یونٹ پر ہاتھ رکھ دیا۔۔۔ انجمن گرم تھا۔۔۔ وین کا چھپلا حصہ خالی تھا۔

وہ تیزی سے واپس ہوا۔۔۔ ہٹ میں داخل ہو کر پھر اسی کرے کے سامنے پہنچا جہاں گھنٹی کی آواز آئی تھی۔

جب سے کنجی نکال کر دروازے کا قفل کھولا۔۔۔ کرے میں وہندی سی روشنی تھی۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے فرش پر کئی رپچھ ایک دوسرے سے گھتے ہوئے قلابازیاں کھارے ہوں۔

دنخانوں کی گھنٹی بھی اور اس نے بُرا سامنہ بنایا کریمیور اٹھالیا۔

”بیلو...!“  
 ”کون بول رہا ہے....؟“  
 ”فیاض....!“  
 ”میں عمران ہوں....!“  
 ”میں نے آواز پہچان لی تھی....!“ فیاض نے تنخ بجھ میں کہا اور میز پر رکھی ہوئی گھنٹی<sup>تھا۔</sup>  
 ”بجائی.... فورائی اردوی کرے میں آیا۔“  
 ”تم نے جوزف اور سلیمان کو کیوں پکڑا ہے۔!“  
 ”تاکہ ان سے تمہارا پتہ معلوم کیا جائے....!“ فیاض نے سامنے پڑے ہوئے پیدا پر پسل سے جلدی جلدی کچھ لکھتے ہوئے کہا۔  
 ”وہ نہیں جانتے....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔  
 ”پچھے بھی ہو....!“ فیاض نے کاغذ پیڈ سے الگ کرتے ہوئے اردوی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اردوی نے اسے لے کر دیکھا اور تیزی سے باہر چلا گیا۔  
 ”میں نے سنایا کہ تم عدالت سے ان کا ریمازن لینے والے ہوں....!“  
 ”ہاں.... درست ہے....!“  
 ”تنخ بازار میں تمہیں نہ کروں گا فیاض اگر تم نے ایسی کوئی حرکت کی.... میں یہاں سے تمہارا تباولہ کرادیئے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔!“  
 ”بکومت.... تم میرا کچھ نہیں بلکہ سکتے.... تم ایک بہت بڑے معاملے میں الجھ گئے ہو۔ تمہیں اس کی جواب دی کرنی ہے.... خیریت اسی میں ہے کہ فوراً مجھ سے ملو....!“  
 ”اُس بڑے معاملے کی نوعیت....؟“  
 ”ایک ایسی عمارت میں تمہاری انگلیوں کے نشانات ملے ہیں جس کا کچھ حصہ کسی قسم کے دھا کے کی وجہ سے اڑ گیا ہے اور وہاں سے تین لاشیں برآمد ہوئی ہیں جن میں سے تین غیر ملکی تھے ایک رخنی دلی کی تھا جو یہاں دینے سے پہلے ہی پل بسا....!“  
 ”جوزف یا سلیمان کی انگلیوں کے نشانات ضرور ملے ہوں گے....!“ عمران غریا۔

لیکن اس کی پریشانی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ اس کے ماتھوں کی ٹیم جو پلہی نال کے جگل میں چھان میں کر رہی تھی۔ بلا خراب ایک چھوٹا سا سوت کیس بھی پانے میں کامیاب ہو گئی۔ اس میں کچھ کاغذات تھے ایک شراب کی خالی بوتل تھی.... اور دو تین رومال.... انہیں کاغذات میں ایک نوٹ بک بھی ہی۔ جس پر نوٹکل ڈیوٹ کا نام اور پتہ تحریر تھا۔  
 ”وہ نوٹ بک کی ورق گردانی کرنے لگا۔“  
 اور پھر ایک جگہ اسے پوری طرح متوجہ ہو جانا پڑا۔ یہ ایک ایسی کہانی تھی جس نے نہ صرف نوٹکل ڈیوٹ کے بارے میں کچھ ظاہر کیا بلکہ ایک حادثے پر بھی روشنی ڈالی۔ یہ حادث اونچی بگلیا والی پہاڑی سے تعلق رکھتا تھا۔ شاید نوٹکل ہی نے واحد مسئلہ میں یہ کہانی لکھی تھی۔ .... وہ اس خوبصورت عورت کو اس پہاڑی پر لے گیا تھا لیکن وہ اس پر تیار نہ تھی جو کچھ وہ چاہتا تھا۔ زبردستی پر آمادہ ہوا تو بھاگ نکلی۔ اس طرح وہ پہاڑی سے نیچے گری۔  
 اس کے بعد نوٹکل کے اپنے تاثرات تھے.... وہ خاکہ تھا اس کا ضمیر ملامت کر رہا تھا۔ وہ کسی ایسی جگہ بھاگ جانا چاہتا تھا جہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہ ہو....! وہ اپنے ہی جیسے کسی دوسرے آدمی کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وغیرہ.... وغیرہ....  
 اس تحریر نے آگے پل کر کچھ ایسی شکل اختیار کر لی تھی۔ جس سے صاف پتہ چلتا تھا کہ لکھنے والا ذہنی طور پر غیر متوازن ہوتا جا رہا ہے۔!  
 بہر حال اس نے اکشاف کے بعد از سر نو بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔ نوٹکل ڈیوٹ کے دفتری کاموں کے فائل نکلوائے گئے.... اور شام تک طرز تحریر کے مابرین نے فیصلہ کر دیا کہ ڈائری کی تحریر نوٹکل ڈیوٹ کے ہاتھ کی تھی۔  
 فیاض نے اطمینان کا سانس لیا۔ یہ دونوں ہی کیس سلچ گئے تھے اور وہ ان کے ضمادات کے بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا۔ اونچی بگلیا میں پائے جانے والے نارے کے پچھے کو بھی اس نے ذہن سے نکال پھینکا۔  
 ”جنم میں جائے....!“ وہ برباراتا ہوا کرسی کی پشت سے نکل گیا اور جیب میں پڑے ہوئے سگریٹ کے پیکٹ کو مٹو لئے لگا۔

”نہیں... وہ تو اس لئے کچڑے گئے ہیں کہ تمہارا پتہ جانتے ہوئے بھی قانون کی مدد نہیں کر رہے ہیں!“

”میں کہتا ہوں... وہ نہیں جانتے... اگر ان پر ذرہ برابر بھی تشدید ہوا تو تمہارے ٹکڑے گلکر کر کے مل کھڑا ہونا پڑے گا!“

”بکوس بند کرو...!“

”فیاض میں نہیں چاہتا کہ تمہاری توہین ہو... اس لئے بہتر بیسی ہے کہ ان دونوں کو چھوڑو۔ اگر تم نے میرے مشورے پر عمل نہ کیا تو تمکے جاتی قسم کی پھٹکار پڑے گی تم پر اور تم کم از کم ایک ہفتہ تک منہ بورتے پھر و گے۔ صرف ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔“

دوسری طرف سے سلسلہ مقطوع ہو گیا۔ لیکن فیاض کے چہرے پر ناگواری کے آثار نہیں تھے۔ اس کے برخلاف اس کی آنکھیں چک رہی تھیں۔ ایسی ہی چک تھی جیسی کسی معاملے میں کامیابی کا لینیں ہو جانے کے بعد آنکھوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

چند لمحات کے بعد اس کا ایک ماتحت کرے میں داخل ہوا۔  
”کچھ نہیں معلوم ہو سکا جناب...!“ اس نے کہا۔

”کیا بکتے ہو...!“

”ایکس چیخ نے یہی اطلاع دی ہے جناب... آپ کے فون کا میٹر کال تو بتا رہا تھا لیکن اس نے اس نمبر کی طرف قطعی رہنمائی نہیں کی جہاں سے کال ہو رہی تھی۔“

”یہ کیسے ممکن ہے...!“

”آپ خود براہ راست ایکس چیخ سے معلوم کر لیجئے...!“

فیاض پیر ٹھکر کر کھڑا ہو گیا۔

”تم جاسکتے ہو...!“ اس نے کہا اور ماتحت چپ چاپ باہر نکل گیا۔

بہر حال فیاض نے ایکس چیخ سے براہ راست جو معلومات حاصل کیں وہ ان سے مختلف نہیں تھیں جو کچھ دیر پہلے ماتحت نے کہم پہنچائی تھیں۔

وہ کرسی کی پشت گاہ سے نکل کر پیشانی کا پسند خشک کرنے لگا۔

توہڑی ہی دیر بعد اسے دوسرے ذہنی حصے سے دوچار ہونا پڑا۔

اسنست ڈائریکٹر جزل کے آفس میں طلبی ہوئی تھی... وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اسے خصوص مشاورت کے کرے میں جاتا ہے۔

اے ڈی جزل تھا نہیں تھا... فیاض نے سر سلطان کے پر شل سکریٹری کو بیٹھے دیکھا... لے ڈی جزل نے فیاض سے کہا کہ وہ عمران کی قیکٹر پر نہیں والا فائل مع جدید ترین اطلاعات سر سلطان کے پر شل سکریٹری کے حوالے کر دے۔

کان دبا کر بھی کرتا پڑا۔

گھری دیکھی تو عمران کے دیئے وقت کے پورے ہونے میں صرف دس منٹ باقی رہ گئے تھے۔ اس نے جلدی جلدی متعلقہ ماتحت کے نام خوفز اور سلیمان کی رہائی کے لئے احکامات جاری کئے اور بھجھے ہوئے دل کے ساتھ اپنے آفس میں آبیٹا۔



عمران اب پھر داش منزل میں دکھائی دے رہا تھا۔ بلیک زیرو بھی رانا پلیس سے بیٹیں واپس آگیا تھا۔

عمران نے اس سے کہا۔ ”تم واقعی سمجھدار آدمی ہو... جو کچھ تم نے کیا ہے اس کا خیال مجھے بھی نہیں آیا تھا... اب چلو پولیس کے دو کیس تو نپٹ ہی گئے... اگر ڈائری کے بغیر اس کی لاش ملی ہوتی تو پولیس کو پھر اور ہر اور ہر بھلکنا پڑتا!“

”بس جتاب اچانک ہی خیال پیدا ہوا تھا کہ پولیس کی رہنمائی کے لئے بھی کچھ نہ کچھ ہوتا ہی چاہئے... بڑے داؤ پیچ استعمال کرنے پڑے تھے اس کہانی کے لئے ڈیوڈرات بہت بے چین نظر آ رہا تھا... میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنے ناشرات لکھ ڈالے اس طرح بھی اعصابی انتشار کم ہو جاتا ہے... بات اس کی سمجھ میں آگئی... اور اس نے خود بخوبی سب کچھ لکھ ڈالا جو میں اس سے لکھوانا چاہتا تھا... ظاہر ہے کہ قدرتی طور پر اپنی ڈائری ہی استعمال کرنی تھی کسی قدر نہ نہیں بھی تھا۔ بہر حال سب کچھ بہت آسانی سے ہو گیا!“

کچھ دیر خاموشی رہی... پھر بلیک زیرو ہی بولا۔ ”لیکن آپ نے اس سے پہلے کبھی ایسے آدمی کے ساتھ ایسا برداشت نہیں کیا ہے پوچھ گھم کے لئے روک رکھا گیا ہو!“

”میں اس پر مجبور تھا... اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا...!“

”میں نہیں سمجھا...!“

”دوستوں کی ڈھنکی چھپی دشمنی کا مقابلہ اسی طرح کرتے ہیں...!“

”میں نہیں سمجھا...!“

”فی الحال اتنا ہی کافی ہے بہر حال میں انہیں چن کر ختم کروں گا.... اور ان کے مقابی ایجنسیوں کا خاتمه بھی اسی طرح ہو گا!“

”اوہ ہو.... میں ان دونوں کے بارے میں تفصیل پوچھنا تو بھول ہی گیا تھا...!“

”میں نے صرف اس روشنیان کو کھلا جھوڑ دیا تھا.... جس سے ایک آدمی بے آسمانی گزر کر کے ہے.... اور روشنیان کے بینے جال لگادیا۔ انتظام یہ تھا کہ جیسے ہی کوئی جال میں پھنسنے لگتی کی آواز مجھے آگاہ کر دے۔ وہ کچھ ایسے بوکھلائے ہوئے تھے کہ ایک کے بعد دوسرا نے بھی کمرے میں کودنے کی مخان رکھی تھی.... لہذا دونوں ہی پھنسنے اور صرف وہی دونوں آئے بھی تھے کوئی تیرا موجود تھا.... بہر حال میں انہیں جال سے نکال کر اس کمرے میں لاایا جہاں ضیافت کا سامان پہلے ہی موجود تھا.... میں نے انہیں روی الورڈ کھا کر اتنی پلاٹی کہ بدست ہو گئے.... پھر انہیں گاڑی میں ڈال کر اس مقام تک لے گیا تھا جہاں سے گاڑی کو کھٹہ میں گرا تھا.... گاڑی گرائی اور پھر بیچ پہنچا۔ وہ دونوں اس وقت مرے نہیں تھے پھر ان میں سے ایک کی گردون تو زندگی پڑی تھی اور ایک کی ریڑھ کی پڑی!“

”اور یہ سب کچھ آپ نے تھا کیا تھا...!“

”بھیڑ بھاڑ سے کھیل بگڑ جاتے ہیں... خیر ختم کرو... گرٹوڈ کے بارے میں کیا پورٹ ہے؟“

”ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ملی...!“

”خیر.... نریش داصل براہ راست اسی کو جواب دھا.... نریش کو اسی نے وہاں میری موجودگی کی اطلاع دی تھی.... اور کہا تھا کہ وہ مزید مشوروں کے لئے روپی مل سے ملے!“

”لیکن پھر خود ہی صدر سے جا کر بتا بھی دیتا تھا کہ آپ خطرے میں ہیں....!“

”یہی چکر تو سمجھ میں نہیں آیا...!“

”تو یہ روپی مل بھی ان لوگوں کا ایجنسٹ ہے....!“

”یقیناً...!“

”پھر اس کے لئے کیا کریں گے آپ....؟“

”بس دیکھتے جاؤ.... ابھی تو سرفہرست قائم رخصت ہوئے ہیں یا مرے ہیں جو ہماری نظریوں میں آگئے تھے.... ویسے پتے نہیں ابھی اور کہتے ہوں.... اور کہاں کہاں ہوں....!“



صدر اپنے مکان ہی تک محدود ہو کر رہ گیا تھا.... گرٹوڈ اس رات سے نہ تoxid آئی تھی اور یہ فون ہی کے ذریعہ رابطہ قائم کیا تھا.... ویسے صدر کو اس نے پہلے منع کر دیا تھا کہ وہ اسے پہنچ کے فون پر بھی نہ مخاطب کرے۔

آج صحیح صدر نے سوچا تھا کہ خود ہی ایکس ٹو سے رابطہ قائم کر کے پوچھے گا کہ اب اسے کیا رہنا چاہئے۔

لیکن ٹھیک اس وقت جب دوپائیں باع کی کیاریوں میں پانی دے رہا تھا گرٹوڈ کی فیٹ چاٹک سے گزد کر کر اس کے قریب ہی واپسی روشن پر آر کی۔

صدر کی بنی رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ آج تو وہ دوسرے ہی رنگ میں نظر آئی.... یہنے یہ رنگ پھیکا تھا۔ ہونٹوں پر نہ تو لپ اسٹک تھی اور نہ گالوں پر روٹھ۔ شاید پاؤڑ بھی نہیں ستھان کیا گیا تھا۔

سفید اسکرٹ اور بالا اوزر میں تھی.... بالوں کے سوارنے میں اہتمام نظر نہ آیا۔

”تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے....!“ صدر نے قریب جا کر پوچھا۔

”اندر چلو....!“ وہ گاڑی سے اترتی ہوئی مضمحل آواز میں بولی۔

صدر اسے مکان کے اندر لے آیا.... وہ اس طرح صوفے پر گرگٹی جیسے تھکن سے چور ہو۔ ”کیا بات ہے....؟“ صدر نے پوچھا۔

”میں بہت پریشان ہوں صدر.... کوئی ایسا نہیں جس سے اپنی پریشانیوں کا تذکرہ رکھوں.... تم بھی ملے ہو تو ایسے ہی....!“

”ایسے ہی کا کیا مطلب ہے....!“

”اول جلوں.... جیسے تمہیں کسی بات کی پرواہ ہی نہ ہو....!“

”یہ تم نے کیسے کہہ دیا....!“

صفدر نے سگریٹ کا پیکٹ اس کی طرف بڑھایا۔  
”سلکا دو...!“ گر ٹروڈ یوں۔  
صفدر نے سگریٹ سلکائی اور وہ ہاتھ بڑھا کر اسے لیتی ہوئی یوں۔ ”اب اس زندگی سے جی بھر گیا ہے...!“

”بیکی ہوتا ہے جب شرارتوں کا اسٹاک ختم ہو جائے...! تفریحات میں بھی بجل ہی سے کام لینا چاہئے... ورنہ ایک دن سوچتا پڑتا ہے کہ اب کیا کیا جائے... اور پھر زندگی خشک ہذیوں کا رہانچہ معلوم ہونے لگتی ہے!“

”لیا تم اس لفظ شرارت کو کچھ دیر کے لئے ذہن سے محون نہیں کر سکو گے!“

صفدر ایسی ہی نظریوں سے اُسے دیکھتا رہا جیسے اس جملے کے مفہوم تک ذہن کی رسائی نہ ہو سکی ہو۔

”میں ایک مظلوم لڑکی ہوں... مجھے اس کام پر مامور کیا گیا تھا کہ میں اُس آدمی کا پتہ لگاؤں میں نے طریق کار کے لئے تجربہ کے طور پر تمہیں آلة کار بیانیا... میں نے سوچا تھا کہ تم جیسے تین چار جوانوں کو اسی طرح شویق سراغ رسانی کی راہ پر ڈال کر اس آدمی کو تلاش کراؤں گی... لیکن اتفاق سے صرف تم سے ہی کام چل گیا... اور وہ بھی بہت تھوڑے وقت میں!“

”تو کیا وہ حقیقت تھی...!“

”ہاں صدر ریعنیں کرو...!“

”تم مظلوم کیوں ہو...؟ اور تمہیں اس کام پر کس نے مامور کیا...؟“

”میں تمہیں صرف اپنی مظلومیت کی داستان سنائی ہوں یہ میرے فرشتے بھی نہ بتا سکیں گے کہ میں کس کے ظلم کا شکار ہوں...!“

”کیوں نہ بتا سکو گی...؟“

”میں نہیں جانتی کہ وہ کوئی فرد واحد ہے... یا کوئی تنظیم...!“ صدر کچھ نہ بولا۔  
”وہ کہتی رہی...! اس وقت کو یاد کرو...! جب تم مجھے زوافی نقشے لے جا رہے تھے اور تم نے چاقو نکالا تھا... میں نے تمہاری آنکھوں میں اپنی موت دیکھی تھی... اور مجھے پہلی بار احساس ہوا تھا کہ کاملے پیلے یا سفید جسموں میں دوڑنے والا خون ایک ہی رنگ رکھتا ہے۔ زمین پر بہت ہوئے خون کو جسموں کی رنگت کے اعتبار سے الگ نہیں کیا جاسکتا... ایک ایسے ذہنی جھلکے سے

”میں نے تم سے کیے کچے کام لئے ہیں...! لیکن تمہیں ان کی وجہ جاننے کی فکر نہ ہوئی  
تمہاری جگہ اور کوئی ہوتا تو خود ہی مجھ سے ملنے کی کوشش کرتا!“

”ارے یہ کیا...!“ صدر لاپرواں سے ہنسا۔ ”میاں نہیں جانتا کہ تم زندگی کی کیسا نیت سے آتا ہی ہوئی ایک شریر لڑکی ہو۔ ویسے مجھے اپنے میک اپ پر اب تک ہنسی آرہی ہے... اور وہ مفتر بڑا لچسپ تھا جب میں نے اس شریف آدمی کو آکاہ کیا تھا وہ خطرے میں ہے... اور اس کی موجودہ قیام گاہ کا علم دشمنوں کو ہو چکا ہے... وہ بے چارہ حیرت سے منہ چلاڑے سنا تھا پھر قبل اس کے وہ اس سلسلے میں کوئی سوال کرتا میں دہاں سے بھاگ نکلا تھا... آوازیں ہی دیوار گیا تھا بے چارہ!“

صفدر نے خاموش ہو کر قہقهہ لکھا پھر سر ہلا کر بولا۔

”میں خوب سمجھتا ہوں...!“

”کیا سمجھتے ہو...؟“

”نہ وہ خطرے میں تھا اور نہ کوئی اُس کا دشمن ہے... یہ بھی تمہاری ایک شرارت تھی تم یہ سوچ سوچ کر لطف لیتی رہی ہو گی کہ وہ اس واقعہ کی بنا پر شدید ترین الجھن میں پڑ گیا ہو گا۔“

”اوہ...!“

”شاید آج پھر کوئی نئی شرارت سوچ کر آئی ہو... چلو یہی سہی... میں بھی لفڑ اندوڑ ہونے لگا ہوں... وقت اچھا گزرتا ہے...!“  
”وہ ہونٹ بخپنچے اک بک اُسے دیکھتی رہی۔  
”ہاں... ہاں... کہو... اب کیا کرنا ہے...!“

”پچھے بھی نہیں... اُسے بھول جاؤ...!“ وہ طویل سانس لے کر بولی۔  
”ظاہر ہے...!“ صدر سر ہلا کر بولا۔ ”حماقتوں یاد رکھنے کی چیز تو ہوں نہیں!“  
”میں کبھی تھی کہ تم سے سب پچھے کہہ کر جی ہلکا کر لوں گی... لیکن تم غیر سنجیدہ ہو...!  
وہ پچھو دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”اور تمہاری اداکارانہ صلاحیتوں پر ایمان لے آیا ہوں...!“  
”غیر ختم کرو...! میں کافی بیوں گی... مسلسل دوراتوں سے جاگ رہی ہوں... ذہن پھر ہو کر رہ گیا... ایک سگریٹ دینا مجھے...!“

ہے حقیقتاً اس کے بر عکس ہے....!“  
”تو پھر اب میں کیا کروں....؟“ صدر نے کہا اور پھر اچھل پڑا۔ اب اس کی آنکھوں میں ذوف جماں رہتا۔۔۔ چند لمحے گرڑوڑ کے چہرے پر نظر جمائے رکھنے کے بعد مجھی بھی سی ہنی کے ساتھ بولا۔ ”نہیں تم مذاق کر رہی ہو....!“  
”میں سمجھدہ ہوں صدر....!“

”یعنی تم نے مجھے کسی ایسے چکر میں پھانس دیا ہے جو قابل دست اندازی پولیس ہے۔!“  
”ہاں ہے تو لیکن تم اس سے بے فکر ہو... کیونکہ پولیس اس حادثے کو اس روشنی میں لے رہی ہے جس کا خدشہ تمہیں لاحق ہے....!“

”پھر بھی.... یہ تم نے کیا کیا گرڑوڑ....!“

”میں اس پر بھی ناہم ہوں.... لیکن اس وقت میں کچھ اور تھی جب تم پر ڈورے ڈالے تھے اب کچھ اور ہوں.... ہوش میں ہوں.... اور یہ سوچ سکتی ہوں کہ کامل یا سافولے جسموں میں بنے والا خون ہمارے خون سے مختلف نہیں ہوتا۔!“

”بل بل.... خدا کے لئے.... اب مجھ سے نہ ملنا....!“

”میں اس لئے آئی تھی صدر کہ تم مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرو گے....!“

”اُرے میرے تو حواس غائب ہو گئے ہیں۔۔۔ یہ سب کچھ سن کر جنم میں گئی ہمدردی و مدردی۔“  
”اگر تم نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا تو پھر میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی.... وہ مجھے مار دالیں گے....?“

”کیوں....؟ کیا مطلب....؟“

”کسی بھی جوان آدمی سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی جوان اور حسین لاکی سے جو قابل حصول ہو اچاک قطع تعلق کر سکے گا۔!“

”اپنھا تو پھر....!“

”وہ بھی سمجھیں گے کہ تم حقیقت سے آگاہ ہو گئے.... اور یہ آگاہی میرے ہی توسط سے ہوئی ہو گی۔!“

”کچھ بھی ہو.... مجھے تو معاف ہی رکھو....!“

دوچار ہوئی تھی اس وقت جس نے میرے جسم سے وہ کمال اتنا دی جن پر رنگ و نسل کی مہربانی ہوئی تھیں۔ لیکن پھر بھی فیصلہ نہ کر پائی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے.... اسے دیکھ کر آئی اور اسی ذہنی انتشار کے عالم میں اس آدمی کو آگاہ کر دیا ہے تمہارے دکھائے ہوئے آدمی سے پٹنا تھا۔  
لیکن پھر وحشت اس قدر بڑھی کہ تمہارے پاس دوڑی آئی.... کہ تم کسی طرح اسے آگاہ کر دو.... اسے تباود کہ وہ خطرے میں ہے.... وہاں سے بھاگ جائے میں نہیں جانتی کہ اس کا یہ حشر ہوا۔ لیکن ان دونوں آدمیوں کا حشر میری آنکھوں کے سامنے ہے جو اس کے لئے گئے تھے۔  
”ان کو کیا ہوا....؟“

”میا تم نے آج کا اخبار نہیں دیکھا.... وہ تصویریں نہیں دیکھیں.... کھڈ میں الٹی ہوئی دین اور دولا شوں کی تصویریں.... ایک کی گردن ثوٹ گئی تھی اور ایک کی ریڑھ کی ہڈی۔....!“

”او... ہو... ہاں... میں نے خبر پڑھی تھی... پولیس کا خیال ہے کہ ان دونوں نے بہت زیادہ پر کھی تھی.... ڈرائیور نے والا اس مقام پر گاڑی کو سجنگاں نہ سکا اور وہ کھڈ میں جا پڑی۔....!“

”لیکن وہ مہم ایسی نہیں تھی کہ وہ دونوں اتنی زیادہ پی کروانے ہوتے انہیں ایک آدمی کو زبردستی قابو میں کر کے وہاں سے اٹھانا تھا۔!“

”لیکن سنو تو سہی.... ان مرنے والوں میں سے ایک تو بہت بڑا آدمی تھا....! خود پولیس کی رپورٹ میں اسے ایک چالاک اسمگلر اور قانون شکن لکھا گیا ہے۔ ایسے آدمیوں کا کیا ٹھیک....!“

”کچھ بھی ہو.... وہ ظالم اب یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ حادثہ کیونکر پیش آیا۔....!“  
”اُرے بھتی ایسے پیش آیا ہو گا جیسے پولیس نے بتایا ہے اخبار والوں کو....!“

”لیکن وہ لوگ اس سے مطمئن نہیں ہیں.... ان کا خیال ہے کہ یہ حرکت اسی آدمی علی عمران کی ہے اس نے کسی طرح انہیں قابو میں کر کے ختم کر دیا.... اور پولیس کو غلط راہ پر ڈالنے کے لئے گاڑی کھڈ میں گراوی گئی۔!“

”تو تمہارا یہ مطلب ہے کہ اُس نے انہیں پکڑنے کے بعد زبردستی شراب پلائی ہوگی۔!“  
”ہو سکتا ہے....!“

”اُرے.... جاؤ.... صورت سے بالکل چقدار ڈھیلاڈھالا آدمی معلوم ہوتا تھا۔!  
”وہ ایسا ہی ہے مجھے خاص طور پر ہدایت ملی تھی کہ بہت بچ پنج کر کام کروں جو کچھ وہ نظر آتا

”میں بھی سوچ رہا تھا.....!  
اس پکڑ میں بھی نہ پڑتا.... میرے خلاف کچھ بھی نہ ثابت کر سکو گے.....!  
”بھی سوچ کر تو خاموش رہ جانا پڑتا ہے!

”خاموشی ہی میں بہتری ہے.... کسی سے بھی ان واقعات کا تذکرہ مت کرنا....!  
صدر کچھ نہ بولا.... جوہ خلائیں گھور رہی تھی.... بار بار اس طرح آنکھیں چھاننے لگتی جیسے  
نیز کے دباؤ کے خلاف جدوجہد کر رہی ہو!

”توڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ”تمہیں میری خاطر ایک بار اور اُس ہٹک جانا پڑے گا.... یہ  
معلوم کرنے کے لئے کہ وہ آدمی اب بھی وہیں ہے یا نہیں.... بس دور ہی سے اندازہ کر کے  
واپس آ جانا....!

”آخر کیوں .....؟

”میں انہیں جواب دہوں صدر.... مجھے بھی حکم ملا ہے کہ تمہیں وہاں بھیج کر معلوم کراؤں  
کہ وہ اب بھی وہیں موجود ہے یا نہیں....!

”فرض کرو.... میں واپس آکر تمہیں کوئی غلط اطلاع دوں....!

”مجھے اس سے سروکار نہیں.... میں تو انہیں مطمئن کرنا چاہتی ہوں کہ تم میرے کہنے کے  
مطابق کام کر رہے ہو....!

”میری زندگی تو خطرے میں نہیں پڑے گی!

”ہرگز نہیں.... لیکن میرا خیال ہے کہ اس بار کوئی نہ کوئی تمہارا تعاقب کر کے یہ ضرور  
رکھے گا کہ تم وہاں جاتے بھی ہویا نہیں....!

”یعنی میں بہر حال خطرے میں ہوں گا....!

”تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں.... بس صرف ایک بار اور میرا کہا کر دو... دیکھو میں نے تمہیں  
بچھوچھی بتا دیا ہے.... اگر دل میں کھوٹ ہوتا تو تمہیں اصلیت کی ہوا بھی نہ لگنے پاتی!

”صدر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہا پھر بولا۔ ”ایک شرط پر جاؤں گا....!

”تباہ کیا شرط ہے....!

”تم میرے جانے کے بعد سو جاؤ گی!

”تمہیں اس وقت میرے ساتھ باہر چلانا پڑے گا!“  
”ابھی تو تم کافی پینے کو کہنا رہی تھیں....!  
”ہم کہیں باہر پیش گے....!  
”بخشو....! میں تمہارے ساتھ باہر نہیں جاؤں گا....!“ صدر اٹھتا ہوا بولا۔ ”تم یہیں کافی  
پیو گی....!

اس نے اسے ڈرائیور روم ہی میں چھوڑ کر کچن کارخ کیا۔  
ابھی کیتلی میں پانی بھی نہیں ڈالا تھا کہ وہ بھی موجود تھی۔

”تم آخر میری بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے!“

”پہلے کافی.... پھر باقی..... میں بھی ذہنی تھکن محسوس کر رہا ہوں....!  
پھر کافی کا دور خاموشی ہی سے چلا.... اور اس کے بعد وہ سکریٹ سلگا کر صوفون پر نیم دراز  
ہو گئے تھے۔

صدر نے محسوس کیا کہ گرٹرود کا ضمحلہ پہلے سے بھی کچھ زیادہ بڑھ گیا ہے۔

”میا تمہیں نیند آ رہی ہے....!“ اس نے اس سے پوچھا۔

”سر چکرا رہا ہے....!

”تم پہلے روم میں جا سکتی ہو....!  
”نہیں.... میں جا گئی رہنا چاہتی ہوں.... پتہ نہیں کیوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر آنکھ لگ

گی تو پھر دوبارہ بیدار نہ ہو سکوں گی!“

”اس دوران میں تم نے بہت زیادہ جاسوسی ناول پڑھ ڈالے ہیں شایدی.... میرا مشورہ ہے کہ

”تم آرام کرو.... لیکن تم نے مجھے ابھی تک اپنی مظلومیت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا!“

”لیکن یہ میری مظلومیت کی کہانی نہیں ہے کہ سونا چاہتی ہوں مگر سو نہیں سکتی....!  
یہ مظلومیت نہیں بلکہ تمہارا ہم ہے!“

”اوہام کے بھی کچھ اسباب ہوتے ہیں صدر.... یہ خود و تو نہیں ہوتے!“

”تم بتانا نہیں چاہتیں....!  
”کچھ دن تو اور جی لینے دو... مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم کسی پولیس والے سے سازبا نہ کر بیٹھو!“

”اوہ.... تمہیں اتنا خیال ہے میرا....!“  
 ”پپ.... پتہ نہیں.... لیکن میں بھی اس چاٹو والی حرکت پر کافی پیشان رہا ہوں۔!“  
 ”چھوڑو....!“ وہ پیکنی سی بھنی کے ساتھ یوں۔ ”اُسی حرکت نے تو مجھے نجات کا راستہ دکھایا ہے.... اچھا میں وعدہ کرتی ہوں کہ سو جاؤں گی۔!“

”یہ لو ایک کنجی تم اپنے پاس رکھو....! صدر دروازہ اندر سے مقفل کر لینا۔ واپسی پر میں دوسری کنجی سے قفل کھول لوں گا۔!“

صدر جاتے جاتے ٹیلی فون کی لائی ڈیڑ کرنا نہیں بھولا تھا۔ میں مکن تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں ایکس ٹوکی کال آجائی.... گھر میں اور ایسی کوئی دوسری چیز نہیں تھی جس کی بادا پر گرڑوڑا اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکتی۔!....!

وہ نزوںی نیچ کی طرف روانہ ہو گیا۔ چونکہ گرڑوڑ نے تعاقب کے امکانات کے بارے پہلے ہی بتا دیا تھا اس لئے اس باراں نے ایکس ٹوکو مطلع کرنے کے لئے کسی ٹیلی فون بوتھ کا رخ نہیں کیا۔ تین ہی چار میل طے کرنے کے بعد اسے اندازہ ہو گیا کہ ایک شکستہ حال سی پرانی گاڑی اس کے پیچے گئی ہوئی ہے۔ اس نے عقب نما آئینے کی پوزیشن ایسی کردی کہ گاڑی برابر نظر آئی رہے۔ بہر حال وہ گاڑی کچھ فاصلے پر برادر دیکھی جاتی رہی.... مزید یقین کے لئے صدر نے ایک جگہ اسکوڑوک دیا اور اسے فٹ پاٹھ سے لاگا کر ایک دکان سے سگریت خریدنے لگا۔

اس نے سکھیوں سے دیکھا تو وہ گاڑی کچھ آگے بڑھ گئی تھی.... لیکن پھر رکنی معلوم ہوئی سگریت لے کر وہ پھر اسکوڑ کی طرف آیا۔ تعاقب کرنے والی گاڑی تقریباً سو گز کے فاصلے پر رکی تھی اور ڈرائیور نیچے اتر کر پچھلے پہنچ پر ٹھوکریں مار رہا تھا.... صدر نے اسکوڑ اسارت کیا اور اس گاڑی کو پیچے چھوڑتا ہوا پھر نزوںی نیچ کی راہ پر لگ گیا۔

ڈرائیور کی دیر بعد وہ گاڑی پھر دکھائی دینے لگی.... وہ پہلے کی سی رفتار سے اس کے پیچے جلا آ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد صدر اس ہٹ تک پہنچ گیا.... لیکن اسکوڑوہاں سے بہت فاصلے پر جا کر رکا۔... انہیں بند کر دیا اور خود اتر کر تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا رہا۔ پھر نہ لہتا ہوا اس ہٹ کے سامنے آیا۔ صدر دروازے پر لٹکا ہوا بڑا سا قفل دور ہی سے دیکھا جا سکتا تھا اس نے باسیں جانب والا

ڈھلان پر وہ گاڑی بھی کھڑی دیکھی جو اس کا تعاقب کرتی رہی تھی۔ ڈرائیور اسٹریگ کے سامنے بیٹھا سگریت پی رہا تھا۔  
 صدر چند لمحے ہٹ کے سامنے کھڑا رہا پھر اپنے اسکوڑ کی طرف چل پڑا۔  
 واپسی کے سفر میں اُسے وہ گاڑی نہ دکھائی دی اور وہ سوچتا رہا کہ گرڑوڑ نے اُسے کسی دوسرے جال میں چھاننے کے لئے تو یہ سب کچھ نہیں کیا۔

ہر چند کہ وہ گاڑی اب نہیں دکھائی دیتی تھی لیکن صدر نے اب بھی مناسب نہ سمجھا کہ راستے ہی میں کہیں رک کر بذریعہ فون ایکس ٹوکو اس واقعہ سے مطلع کر دے۔  
 گھر پہنچا تو صدر دروازہ مقفل ہی ملا۔.... قفل کھول کر اندر آیا۔.... خواب گاہ میں جھانکا۔.... گرڑوڑ اس کی سہری پر بے خبر سورہی تھی۔

موریلی فرہام عمران سے کہہ رہی تھی۔ ”مسٹر بیک.... کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں اس وقت کیا جا رہتی ہوں۔!“

”تم جا رہتی ہو۔.... جا رہتی ہو۔!“ عمران ناک بھوں پر زور دیتا ہوا بڑا بڑا۔ ”غالبًا یہ جا رہتی ہو کہ انھوں کر چلا جاؤں۔!“

”قطٹی غلط۔۔۔ میں کبھی نہ چاہوں گی۔ حقیقتاً میری خواہش ہے کہ تم میری ایک تجویزمان لو۔!“  
 ”تجویز۔....!“ عمران نے حیرت سے آنکھیں بھاڑا دیں۔

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔!“ موریلی نے آہستہ سے کہا۔ ”میں بہت تھک گئی ہوں مجھے ایک مد گار کی ضرورت ہے۔!“

”اچھا تو پھر۔....!“

”تم کیا نہ بے رہو گے۔....!“

”ہمارے یہاں کے خاندانی لوگ کسی کی ملازمت نہیں کرتے۔!“ عمران نے تاخوں گوار لجھ میں کہل دیا۔

”میں نہیں سمجھی۔....!“  
 ”میں نو اب مرزا قلندر بیک کا نواسا اور نواب خلیل الملک کا پوتا ہوں۔!“

”لاش.... کس کی لاش....؟“  
 ”میں جاؤ.... اسی بھی کیا فکر مندی....!“ موریلی نے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے....!“ ایک کری ٹھنچ کر بیٹھتا ہوا بولا۔  
 ”مر نے والا.... کلب ہی کا ایک ممبر تھا.... نوئیل ڈیوڈ....!“  
 ”ہاں تو اسے کیا ہوا...؟“  
 ”پتہ نہیں.... میں نے اس کی لاش دیکھی تھی مردہ خانے میں.... اور پولیس آفیسر کو بتایا  
 تھا کہ وہ نوئیل ڈیوڈ ہی ہے!“  
 ”میں سمجھتا تھا.... شاید اور کوئی بات ہے....!“  
 ”اور کیا بات ہو سکتی ہے.... مسٹر روپی مل....!“  
 ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ پولیس تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہے!“  
 ” غالباً یہی وجہ ہے کہ پولیس کا ایک بڑا آفیسر اپنی شامیں عموماً نہیں لگارتا ہے!“  
 ”کون ہے....؟“ روپی مل نے تحقیر آمیز لمحے میں پوچھا۔  
 دفتار عمران کھکار اور روپی مل جوک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔  
 موریلی اس کے سوال کے جواب میں کہہ رہی تھی۔ ”کیپشن فیاض... پرنسپل آف  
 سی آئی بی۔“  
 ”اوہ....!“ وہ پھر موریلی کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
 موریلی ایسے انداز میں مسکرا رہی تھی جیسے اُس نے اسکو کسی معاملے میں ٹکست دے دی ہو۔  
 دفتار عمران نے موریلی سے کہنا شروع کیا۔ ”تو میں فرمایاں آپ نے کوئی واضح جواب نہیں دیا  
 تھا اسال میرے پاس چھ باکل نئی رقص اڑکیاں ہیں۔!“  
 موریلی نے تحریر انداز میں پلکنیں جھپکائیں پھر فوراً ہی سنپھل گئی۔  
 ”مسٹر بیگ مجھے افسوس ہے.... کلب کے سارے ہی ممبر آرٹسٹک ٹیٹھ نہیں رکھتے....  
 اس نے مشرقی طرز کے رقص ہمارے بیہاں کامیاب نہیں ہوتے۔!“  
 ”یہ تو زبردستی کی بات ہے....!“ روپی مل بول اخدا۔ ”بیہاں ایسے ممبر بھی ہیں جو صرف  
 مشرقی رقص پسند کرتے ہیں....!“

”لیکن وہ ذریعہ معاشر کہاں بیک تمہارے شیلیں شان ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے تم پولیس  
 والوں کا سامنا کرنے سے کتراتے ہو....!“  
 ”وہ مجھے اس نے سوت کرتا ہے کہ سپاہی زادہ بھی ہوں.... پیشہ آبائیہ گری تھا۔!  
 ”فضول باقیں چھوڑو.... سبیڈگی سے غور کرو اس پر....!“  
 ”زندگی پڑی ہے غور کرنے کو.... ابھی اسی وقت کیا ضروری ہے.... میں دراصل یہ معلوم  
 کرنا چاہتا ہوں کہ تم اتنی پریشان کیوں ہو.... صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تم ادھر ادھر کی باقی  
 کر کے کسی خاص چیز کو اپنے ذہن سے نکال بھکلتا چاہتی ہو!“  
 ”وہ کچھ نہ یوں.... پھر خفیہ سی مسکراہست ہو نہیں پر غودار ہوئی اور اس نے کہا۔  
 ”ہاں.... میں پریشان ہوں.... کل مجھے ایک لاش شاخت کرنی پڑی تھی۔!  
 ”لاش....؟“  
 ”ہاں.... اُن آٹھوں میں سے ایک آدمی نوئیل ڈیوڈ کی لاش....!“  
 ”اوہ.... تو میرا یہ خیال درست نکلا کہ بقیہ سات اس کے قاتل تھے!“  
 ”نہیں اسے قتل نہیں کیا گیا.... کیپشن فیاض نے مجھے بتایا تھا کہ اس کی موت سانپ کے  
 کاٹنے سے واقع ہوئی تھی۔!  
 ”لاش کہاں ملی تھی....؟“  
 ”کسی جنگل میں.... مجھے نام یاد نہیں رہا۔....!“  
 ”بڑی عجیب بات ہے....!“  
 دفتار ملازم نے آفس میں داخل ہو کر کسی کا کارڈ پیش کیا۔....!  
 ”اوہ....!“ وہ آہستہ سے بڑا کی۔ ”روپی مل....!“  
 ”آنے دو....!“ عمران نے کہا۔  
 روپی مل.... ایک طویل القامت اور گھٹلیے جسم کا آدمی تھا.... آنکھوں پر بھکی ہوئی بھنوں  
 اس کی طبیعت کی سخت گیری کا پتہ دیتی تھیں.... جبڑے بھاری تھے۔  
 ”سناء پولیس تمہیں لے گئی تھی۔!“ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔  
 ”مجھے لے نہیں گئی تھی بلکہ مجھے ایک لاش کو شاخت کرنے کی درخواست کی تھی۔!  
 ”

”اکثریت میں نہیں ہیں....!“ موریلی نے لاپرواں سے کہا۔  
روپی مل اب پوری طرح عمران کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اس نے اس سے پوچھا۔  
”آپ کی کوئی ڈانگ پارٹی ہے....!“  
”جی ہاں....!“

”پرانیویہ شپارٹیوں کے لئے بھی آپ کچھ کر سکتے ہیں....!“  
”جی ہاں ہو جاتا ہے....!“ عمران نے بے اعتمانی سے کہا اور موریلی ہی کی طرف دیکھا رہا۔  
”میں اس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں....!“ روپی مل نے جلا کر کہا۔  
”معاف کیجئے گا....!“ عمران کا لمحہ خلک تھا۔ ”میں نہیں جانتا آپ کون ہیں....!“  
روپی مل نے اپنا کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”تم اچھا بزرگ کر سکو گے!“  
عمران نے کارڈ پر نظر ڈالی اور پھر جسم اخلاق دکھائی دینے لگا۔  
”مجھ سے میرے آفس میں ضرور ملتا....!“ روپی مل اٹھتا ہوا بولا اور اس نے موریلی سے کہا  
”میں سمجھتا تھا شاید تم کسی دشواری میں پڑ گئی ہو.... بہر حال کسی بھی کٹھن منزل میں تم مجھ پر  
اعتماد کر سکتی ہو۔!“

اُس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ پر معنی انداز میں سر ہلاتا ہوا  
باہر چلا گیا۔  
یہ دونوں خاموش بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے.... تھوڑی دیر بعد موریلی نے کہا۔  
”میں نہیں سمجھی کہ تم نے وہ تذکرہ کیوں چھیڑا تھا۔!“

”بُرنس....!“  
”کیا مطلب....؟“  
”اس سے تعارف حاصل کرنے کا بہترین موقع تھا.... اب میں دیکھوں گا کہ کتنے عرصہ  
تک وہ میرے لئے کار آمد ثابت ہو سکتا ہے....!“  
”یعنی تم لڑکیوں کا بیوپار کر دو گے....!“  
”یہیں ایک گھٹیا کام شاید بھی نہ کر سکوں....!“  
”پھر....!“

”ختم کرو.... تمہیں اس سے کیا سروکار۔!“  
”مجھے اس سے کیا سروکار....!“ موریلی نے غصیل آواز میں کہا۔  
”اچھا باب میں چلا....!“  
”آئے کیوں تھے....؟“  
”جس توقع پر عموم آیا کہ تھا وہ پوری ہو گئی....!“  
”کیا مطلب....؟ کیسی توقع....!“  
”روپی مل سے ملاقات کی خواہش ہی ان دونوں مجھے یہاں لاتی رہی ہے۔!“  
”تم میری توہین کر رہے ہو....!“  
”تمہاری توہین کیوں....؟“  
”کچھ نہیں.... بس جاؤ....!“  
”مطلوب یہ کر....!“  
”نہیں! امیر امود خراب ہو گیا ہے۔ بس اب جاؤ۔ پھر میں گے۔“ موریلی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔



”روپی مل....!“ اگرڑوڑ آہستہ سے بڑھا۔ ”وہ روپی مل تھا....!“  
”میں نے تمہیں اس کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا تھا....!“ صدر نے یہ اسامنہ  
بنا کر کہا۔  
”ہماری سوسائٹی میں اُسے قابل اعتراض نہیں کہتے....!“ اگرڑوڑ بولی۔  
”بہر حال تمہیں روپی مل ہی سے احکامات ملتے ہیں....!“  
”نہیں.... وہ میرے احکامات کا پابند ہے....!“  
”پھر تمہیں کس سے احکامات ملتے ہیں....!“  
”میں نہیں جانتی وہ کون ہے....!“  
”کس طرح بتتے ہیں.... ذریعہ کیا ہے....؟“  
”تم بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہو....!“  
”یہ سب کچھ بہت زیادہ سنسنی خیز ہے.... بالکل ایسا ہی محسوس ہوتا ہے جیسے میں بھی اس

کہانی کا کوئی کردار بن کر رہ گیا ہوں....!"  
اب مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ تمہیں اور زیادہ کار آمد بنانے کی کوشش کروں۔!"  
"یعنی مجھے بھی اپنے گروہ میں شامل کرو...!"  
یہ شمولیت اس قسم کی نہ ہوگی... صدر جیسے عام طور پر ہوتی ہے۔ یعنی کچھ جرام پیش لوگ بعض سمجھوتوں کے تحت آپس میں مل بیٹھتے ہیں.... اور مال غیمت ان میں تقسیم ہوتا رہتا ہے.... اس تنظیم کا تعلق کسی قسم کی لوث گھوٹ سے نہیں ہے۔!  
"پھر کیا پلاٹ ہے یہ....!"  
"چند سال پہلے میں افریقہ کے ایک ملک میں تھی وہاں اس تنظیم نے حکومت کا تحفہ الٹ دیا تھا.... اور ایک مخصوص قسم کے انقلاب کی بیاندہی تھی!"  
"اوہ....!" صدر سید حافظہ بیانی ہوں کہ تم تھارے جاں میں نہ پھنس کو۔! مختار ہو!

"میں تمہیں یہ سب کچھ اسلئے بتا رہی ہوں کہ تم تھارے جاں میں نہ پھنس کو۔! مختار ہو!"  
"میں بالکل نہیں سمجھا.... تم کیا کہہ رہی ہو....!"  
"ایسے حالات سے دچار ہونے سے بچوں جن کے تحت تمہیں بیک میں کیا جائے؟"  
"یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"  
"کیسے سمجھاؤں....!" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔  
تمہوزی دیر تک خاموشی رہی اور پھر وہ طویل سانس لے کر کہنے لگی۔  
"میں تمہیں اپنی کہانی ساوس گی.... شاید تم اندازہ کر سکو.... میں بہت چھوٹی عمر میں تم ہو گئی تھی۔ ماں کھاتے پینے گھروں میں کام کر کے روزی کماٹی تھی۔ میں نے ابتدائی تعلیم ایک پیک سکول میں حاصل کی۔ اس کے بعد خود ہی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک میشن اسکوں میں داخلہ لیا۔.... وہاں اچھے لوگوں کا ساتھ نہ ہوا۔.... بہر حال اٹھارہ سال کی عمر میں اس حال کو پہنچ گئی کہ ایک بیک کے ڈاکے میں عملی حصہ لیا۔.... ہم تین تھے دوڑ کے اور ایک میں۔ الٹ کے نای گن اور ریوالو سے ملختے۔.... بہت کامیاب ڈاکہ تھا، ہم ایک کار میں بیٹھ کر فرار ہو رہے تھے اور ہمارے پاس بیک نوٹوں سے لمبی دھیلے تھے۔ پولیس کی ایک کار ہمارے تعاقب میں تھی۔.... لڑکوں نے نای گن سے فارٹگ کر کے اسے بے کار کر دیا۔.... اب ایک

سنناں ہائی وے تھا اور ہم.... ہمیں ایک ایسے آدمی کی پناہ میں پہنچا تھا جو خود بھی کسی زمانے میں ایک مانا ہوا تھا۔.... اور اب ریٹائرمنٹ کی زندگی پس کر رہا تھا۔.... ہم وہاں پہنچ گئے تو احساس ہوا کہ بہت بڑی ولد میں پھنس گئے ہیں۔ وہاں آٹھ دس مسلسل آدمی پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے لوٹی ہوئی رقم ہم سے چھین لی اور ہم سے اس ڈاکے کے متعلق اعتراف نہ لکھوائے۔ لوٹ کی رقم کے ساتھ ہماری تصویریں لیں۔.... اور ہمیں صرف سو سو ڈالر دے کر وہاں سے بھاگ دیا۔ یہ سب کچھ انہوں نے ریو اور کے زور پر کیا تھا۔.... ہم چپ چاپ پھر شہر واپس آگئے اور عرصہ سک چھٹے پھرے۔.... پہنچنیں کیا پکڑ تھا کہ پولیس سے بھی ملاقات نہ ہو سکی لیکن وہ بوڑھا لٹیرا جسے ہمارے تعاقب میں تھا۔.... جہاں بھی جاتے اس سے ملاقات ضرور ہوتی۔ تیتوں کے اعتراف نے اسی کے قبیلے میں تھے ہم نے فیصلہ کیا کہ اس بلاسے نجات پانے کی اور کوئی صورت نہیں کہ ہم اکٹھے نہ رہیں۔ جدھر جس کے سینگ سامنے نکل بھاگے بوڑھا بھی شاید یہی چاہتا تھا۔.... وہ بدجھت برابر صرف میرے ہی پیچھے لگا رہا۔ ہمیشہ دھمکیاں دیتا رہتا تھا۔ بالآخر مجھے کچھ دنوں تک اس کی داشتہ بن کر رہنا پڑا۔.... اسی کے مشورے پر کورس مکمل کرنے کے بعد ایک طی میں پر مجھے زریں گا کورس کرنا پڑا۔.... اسی کے مشورے پر ترتیب دیا گیا تھا اور سب سے پہلے افریقہ کے ایک ملک میں جانا پڑا۔ وہاں دو سال تک مجھے کام کرنا پڑا تھا۔.... اور وہاں جب بڑے پیانے پر کشت و خون کا بازار گرم ہوا تو میں اس نتیجے پر پہنچ کر نادانستہ طور پر میں بھی وہاں کے انقلاب کا ایک ذریعہ بنی تھی۔.... اب یہاں بھی غالباً یہی چکر ہے۔....!"

وہ خاموش ہو گئی اور کچھ دری بدلی۔ "اب بھی سمجھے یا نہیں۔....؟"  
"س۔۔۔ سمجھ رہا ہوں۔۔۔!" صدر نے بھراں ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے حقیقتاً اس کام پر مأمور کیا گیا ہے کہ مقامی آدمیوں کو چافیز پھانس کر انہیں تنظیم کے لئے کام کرنے کے قابل بناوں۔.... افریقہ کے اس ملک میں بھی ہمیں ایسے لوگ حاصل کرنے پڑے تھے۔"

"تو یعنی کہ.... جس.... تم مجھے.... چافیز رہی ہو۔....!"  
صدر کی ہکلاہٹ پر وہ بے تھا شاہنش پڑی۔

”ت... تم نہتی ہو....!“  
”بہت زیادہ اثر لیا ہے تم نے میری کہانی سے.... کہیں بوكلاہٹ میں پولیس کو مطلع کرنے نے  
دوڑ جاتا!“

”پھر بتاؤ.... میں کیا کروں.... تم مجھے پھانے پر مجبور ہو.... اور.... اور.... میں!“  
”تمہیں کیا مجبوری ہے.... یہ شہر ہی چھوڑ دو.... میں نے اس سلسلے میں جو بھی کمروری  
دکھائی وہ قتی تھی.... اب میں نے اپنے اعصاب پر قابو پالیا ہے.... کتنے کی موت میرا مقدر ہے  
اور میں اس کی منتظر ہوں!“

”یعنی.... یعنی.... تم اب بھی.... ان کے لئے کام کرتی رہو گی....!“  
”ہاں.... میں مجبور ہوں....!“

”تم خود ہی پولیس کے پاس کیوں نہیں چل جاتی....!“

”میرا تعلق ایک طبی مشن سے ہے اور مشن نے تعلق رکھنے والا ہر آدمی اس تنظیم سے بھی  
تعلق نہیں رکھتا.... اس لئے وہ مجھے پاگل قرار دے کر پھر میرے ملک میں بھجوادیں گے اور پھر  
وہاں جو حشر میرا اس تنظیم کے ہاتھوں ہو گا تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے!“

”پولیس تمہاری مدد نہیں کرے گی....!“

”ہرگز نہیں.... مشن کے سربراہ کی بات مانی جائے گی اور وہ ایک سیدھا سادہ شریف آدمی  
ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ ایک کالی بھیڑ بھی اس نیک مقدار رکھنے والے مشن میں شامل ہے۔“

”پھر تو تمہاری گلوغلاصی مشکل ہے....!“  
”ناممکن کہو....!“

”تھوڑی ذیرتیک خاموشی رہی پھر صدر بولا۔ ایک تدبیر سمجھ میں آئی ہے۔!  
”میا....؟“

”تم اس آدمی کا پتہ لگاؤ جس سے تمہیں احکامات ملتے ہیں۔ اسے ختم کر دیں گے۔!  
”احمق....!“ وہ ہنس پڑی۔ ”اول تو پتہ لگاتا ہی دشوار ہے.... پھر یہ کیا ضروری ہے وہی اس  
تنظیم کا حقیقی سربراہ ہو....!“  
”اچھا تو سیکی بتاؤ کہ وہ پیغامات تم تک کیسے پہنچاتا ہے.... شاید پیغام رسائل کا ذریعہ ہی اس تک  
کہاں ہے۔“

”پہنچ کا سبب ہن سکے....!“  
”فضول نہ الجھاؤ دماغ کو.... یہ بالکل ناممکن ہے....!“  
”تم نہیں بتانا چاہتیں....!“ صدر نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔  
”ج....!“ وہ ہنس کر بولی۔ ”ساری ادائیں لڑکیوں کی سی ہیں.... مجھے اس کے پیغامات  
ڑانس میٹر پر موصول ہوتے ہیں....!“  
”تب مجھے حیرت ہے کہ ہمارے یہاں کا حکمہ سراج رسائل کیا کر رہا ہے.... اس کے پاس یقیناً  
ایسے ذراائع موجود ہوں گے جن سے ڈانس میٹروں کی آوازیں سنی جاسکتیں!“  
”ہونہمہ.... کیا تم اور تمہاری پولیس.... دنیا کے ترقی یافتہ ترین ممالک میں بھی ہمارے  
مخصوص ترین ساخت کے ڈانس میٹروں کی آوازیں کوئی دوسرا ڈانس میٹر نہیں کیجھ کر سکتا!“  
”یہی بات ہے ورنہ اب تک ہمارا حکمہ سراج رسائل تم لوگوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا تھکن یہ تو  
تباذ.... کیا تم ہر وقت اپنے ڈانس میٹر کا سوچ آن رکھتی ہو!“  
”اس کی ضرورت ہی نہیں.... پیغام موصول ہونے سے پہلے فون کال آتی ہے.... میرے  
نام کی کال ہے تو میں ایک مخصوص قسم کا اشارہ پاؤں گی.... ویسے تو فون پر ہونے والی گفتگو  
دریافت حال ہی تک محدود ہو گی.... اور تمہارے ٹیلی فون ایکس چینچ میں سے جانے کے باوجود  
بھی کسی تم کے شہبے میں بڑاں سکے گی لیکن میں اس کے بعد ہی فوراً اپنے ڈانس میٹر کا سوچ آن  
کر کے پیغام وصول کر لیوں گی.... فرض کرو میں ہپتال کے کسی وارڈ میں کام کر رہی ہوں۔  
میری کال آئی مجھے بلویا گیا۔.... میں نے کال رسیوو کی.... وہ میری آواز سنتے ہی کہے گا۔ ہیلو  
گرڈی میں ہوں.... تم کیسی ہو.... میں اپنی خیریت بتاؤں گی.... اور وہ شام کو ملنے کا وعدہ کر کے  
سلسلہ منقطع کر دے گا۔ دراصل لفظ ”گرڈی“ ہی سے مجھے معلوم ہو گا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا  
ہے.... اس کے علاوہ کوئی مجھے گرڈی نہیں کہتا.... بہر حال اس کے بعد ہی ڈانس میٹر پر اس کا  
پیغام وصول کر لیوں گی!“

”صدر اس کے خاموش ہو جانے پر کچھ نہ بولا۔ وہ اس کی آنکھوں میں ویکھتی رہی۔  
”لیکن ایک بات ہے....!“ صدر نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”اگر کسی طرح وہ روپی مل پولیس کی  
گرفت میں آجائے اور خود ہی اگل دے کہ وہ تمہارے لئے کام کرتا ہا ہے تو پھر کیا ہو گا!“

”اس صورت میں یقیناً وہر لی جاؤں گی.... لیکن یہ بات مجھ تک ہی ختم ہو جائے گی۔ پویس اس تک نہیں پہنچ سکتی جو مجھ سے کام لے رہا ہے!“

”یہ بھی ٹھیک ہے....!“ صدر نے مایوسانہ انداز میں سر کو جبکش دی۔

”لیکن روپی مل جیسا درندہ بھی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ اُسے روپے پیسے کیوں نہیں ہے۔ بہت برا سر ما یہ دار ہے.... وہ تو میرے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے.... سفید قام لڑکیاں اُس کی کمزوری ہیں!“

”وتم... یعنی کہ تم... بھی!“ صدر کے لمحے میں بے حد اضطراب تھا۔ وہ جملہ پورا نہ کر سکا۔ ”ہاں.... میں بھی....!“ گرزوڈ سر ہلا کر بولی۔ ”میرے اور تمہارے معاشرے میں خوبی کروار اور پاکیزگی کے معیار الگ الگ ہیں.... تم لوگ کسی ایسی عورت کو برداشت نہیں کر سکتے جس کے تعلقات کسی دوسرے مرد سے صرف دوستی ہی کی حد تک کیوں نہ ہوں!“

”بالکل.... بالکل....!“

”خیر ختم کرو.... ان باتوں سے.... میں تو تمہیں صرف یہ سمجھانا چاہتی تھی کہ یا تو کچھ دنوں کے لئے اس شہر ہی سے چلے جاؤ.... یا بہت مختاطر ہو!“



عمران اور بیک زیرو دانش منزل کے آپریشن روم میں بیٹھے سیکٹ سروس کے ممبروں میں کسی کی رپورٹ کا انتظار کر رہے تھے.... فرانس میٹر کا سونچ آن کر رکھا تھا۔

کچھ دیر کے بعد آواز آئی۔ ”ہیلو... ایکس تو... ایکس توسر... زیرو تھری... اسپینگ!“

”لیں.... اٹ از ایکس تو....!“ عمران نے ماٹھ پیس میں کہا۔ ”ہیلو ہیلو....!“

”وہ اسے لارہی ہے.... مجھے یقین ہے کہ کوئی انکا تعاقب نہیں کر رہا.... اورور....!“

”ٹھیک ہے.... اور ایڈ آل....!“ عمران نے کہا اور فرانس میٹر کا سونچ آف کر دیا۔

”کون کے لارہی ہے....؟“ بیک زیرو نے تحریر انہے لمحے میں پوچھا۔

”جو لیانا فنٹر والٹ.... روپی مل کو یہاں لارہی ہے.... میں نے تمہیں روپی مل سے ملاقات کے بارے میں بتایا تھا....!“

”جی ہاں....! آپ نے تذکرہ کیا تھا.... اور آپ کی یقینیت مرزا نیم بیک کی تھی!“

”جو لیا اس سے میری سیکریٹری کی حیثیت سے ملی ہو گی۔ صدر کی رپورٹ تو تم سن ہی پچھے ہو گے۔ اُس کے بارے میں کہ سفید قام لڑکیاں اس کی کمزوری ہیں۔ اللہ اجلیا نے اس سے بُرنیں کی باتیں کی ہوں گی اور اب اسے مال دکھانے یہاں لارہی ہے!“

”یہاں....؟“ بیک زیرو کے لمحے میں حیرت تھی۔

”ظاہر ہے کہ اب وہ یہاں سے زندہ تووابیں جانیں سکتا۔ اس نے گرد کیجھ لینے میں کوئی مفاہم نہیں۔“

”میں نے آپ کو اس طرح کبھی کشت و خون پر آمادہ نہیں دیکھا....!“

”ملک کا منقاد اسی میں ہے....!“

بیک زیرو کچھ نہ بولا۔ ان دونوں اُسے عمران کے چہرے پر حماقت کے ”جلوے“ نہیں دکھائی دے رہے تھے اور وہ بہت زیادہ محتاط نظر آتا تھا۔ طریق کار میں اوٹ پلینگ پن محسوس نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ہر قدم پاتلا اٹھتا۔

”وہ اُسے ڈرائیگ روم میں بھاکر کھکھ جائے گی....! میں نے خاص طور پر ہدایت دی تھی کہ وہ روپی مل سے میک اپ ہی میں ملے!“

”لیکن روپی مل کی اہمیت کیا رہ جاتی ہے جب کہ وہ گرزوڈ کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتا!“

”اس بساط کے سارے مہرے پیٹھے کے بعد ہی دیکھوں گا کہ اب بادشاہ کس قلعے میں پناہ لیتا ہے!“

بیک زیرو خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ ”کیا آپ اس سے نیم بیک ہی کے میک اپ میں ملیں گے!“

”یہاں اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی....!“ عمران بولا۔ ”اُسے بھی میری تلاش تھی۔ اس کے پاس بھی میری تصویر تھی.... اس نے اپنے بعض ملازمین کو بھی میری تلاش پر مامور کیا تھا۔“

”بھی ضروری نہیں گرزوڈ نے اُس کے بارے میں سب کچھ صدر کو بتا دیا ہو.... چونکہ صدر نے اس کے ساتھ دیکھا تھا نہ کہ آیا تو اُسے کچھ نہ کچھ بتانا ہی پڑا!“

”دفعتائی سے خاموش ہو جاتا پڑا.... شاید یہ اطلاعی گھنٹی ہی کی آواز تھی۔“

”وہ اٹھتا ہوا بولا۔ ”کام بن گیا.... روپی مل ڈرائیگ روم میں موجود ہے....!“

”پھر صرف عمران وہاں سے اٹھ کر ڈرائیگ روم میں داخل ہوا۔“

”تم ہو کیا بلا...!“ روپی مل اٹھتا ہوا بولا۔ ”اب میں ایسا بھی چھہ نہیں ہوں کہ تم جیسے لفتوں کی دھمکی میں آجائیں!“

پھر اس کامکا اٹھا ہی رہ گیا اور اسکے گریبان پر ایک ہی جھکاؤ سے منہ کے بل فرش پر لے آیا۔ ابھی وہ اٹھنے نہیں پایا تھا کہ اسکے باہم عمران کی گرفت میں آگئے اور اُس نے اُسے اس طرح جھکا دیا کہ وہ بھرا اسی صوفے میں جا پڑا... لیکن دم خم دھی تھے۔ پھر اٹھا اور عمران پر جھپٹ پڑا۔ اس بارہ عمران کا ہاتھ اس کی گدی پر پڑا تھا۔ روپی مل نے کوشش کی تھی اس بارز میں نہ دیکھنی پڑے لیکن یہ کوشش اُسے کمی قدم آگے بڑھا لے گئی اور اُس کا سر دیوار سے جا لکر یا۔

”میں تمہیں گفتگو کرنے کے قابل رکھنا چاہتا تھا!“ عمران نے اُس کے دوبارہ اٹھنے سے قبل ہی پر سکون لجھ میں کھل۔ ”لیکن اگر تم چند گھنٹے بے ہوش ہی رہنا چاہتے ہو تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے!“

روپی مل کچھ نہ بولا۔ اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا تھا مری طرح ہانپر رہا تھا اور خون خوار نظر وہ سے عمران کو گھورے چاہا تھا۔

”وہ عورت کہاں ہے...!“ بالآخر کچھ دیر بعد ہاتھ پتا ہوا بولا۔ ”وہ آدمی کہاں ہے جس نے فریڈر زے براؤ میں مجھ سے گفتگو کی تھی!“

”اُنہیں بھول جاؤ... میز اکارو بار بہت وسیع ہے.... تم بتاؤ ان پانچوں کو تمہاری لاٹ کہاں لے گئی ہے!“

”پپ... پانچوں... کو...!“ وہ ہکلا کر رہ گیا۔ ”میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے.... گرٹوڈ کی طرف سے تمہیں ان کے بارے میں کیا بدایات میں تھیں!“

روپی مل کی حالت میں کافی تبدیلی نظر آرہی تھی... غیض و غضب آہستہ رخصت ہو گیا تھا اور اب آنکھوں میں حیثوت اور خوف کے ملے ملے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔

”میری بات کا جواب دو...!“ عمران پھر غریا۔ ”اس نے کہا تھا کہ وہ سامل سے نہیں میل دور ایک جہاز تک پہنچنا چاہتے ہیں.... اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتا!“

روپی مل سامنے ہی صوفے پر نیم دراز تھا.... عمران پر نظر پڑتے ہی چوٹکا۔ دروازہ عمران اپت پر بند ہو چکا تھا۔

روپی مل اس طرح اٹھ گیا جیسے صوفے کے اپر تنگرے اچھال دیا ہو!

”تت... تم... میں شاید تمہیں پہچانتا ہوں...!“ اس نے بوکھلائے ہوئے لجھے میں کھل۔ پچھرے پر ایسے آئا نظر آئے جیسے خود اُسے اپنی یہ جلد بازی یا اضطراری کیفیت پہنچنے آئی ہو۔

”اسی لئے تو تم پہاں نظر آرہے ہو....!“ عمران نے غراہٹ نما آواز میں حواب دیا۔

”کیا مطلب....!“

”بیٹھ جاؤ....!“

”میں تم سے کمزور نہیں پڑوں گا سمجھے!“

”زیش اور تمہارے سیکریٹری کو میں نے ہی ٹھکانے لگایا تھا اور میں بالکل تھا تھا!“

”تت.... تو.... وہ.... تم تک پہنچ گئے تھے!“

”پہنچ نہ گئے ہوتے تو اس حال کو کیسے پہنچتے...!“

”یعنی کہ پھر وہ تمہارا ہی آدمی ہو سکتا ہے جس نے گرٹوڈ کو تمہارے بارے میں مطلع کیا تھا!“

”تمہارا یہ خیال بھی درست ہے...!“

”لل... لیکن مجھے یہاں اس طرح کیوں بلوایا گیا ہے!“

”صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ تم اب تک اس لڑکی کے لئے کیا کچھ کرتے رہے ہو!“

وہ کچھ نہ بولا... لیکن عمران کا اندازہ تھا کہ وہ خود کو لڑکہ کر نکل جانے کیلئے تیار کر رہا ہے۔

”کیا خیال ہے....! آسانی سے بتادو گے یا نہیں....؟“ اس نے اُسے پھر مخاطب کیا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو.... جس بے جا میں رکھ کر مجھے دھکیا دے رہے ہو.... یہ قانوناً بہت برا جرم ہے!“

”بشر طیکہ قانون کے علم میں آسکے کہ روپی مل کی لاش کہاں وفن ہے...!“

”اوہ.... قتل کر دینے کی دھمکی...!“

”دھمکی نہیں بلکہ یہ ایک اٹل ارادہ ہے.... یہ بات دوسرا ہے کہ تمہارے زبان کھولنے میں فیصلہ تبدیل کر دوں....!“

”مطلوب یہ کہ تم جسمانی قوت میں مجھ سے کم ہو...!“ عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا۔ ”تم سے جیسا برناو مناسب سمجھوں کر سکتا ہوں!“

”تم آخر چاہتے کیا ہو...?“

”پندرہ معلومات....!“

”ہاں.... ہاں.... میں نے موریلی فراہم کو دھمکی دی تھی کہ اس کے گندے بیوپار کے متعلق پولیس کو اطلاع دے دوں گا!“

”اچاک ہی اس دھمکی کی کیوں سو بھی تھی!“

”گرڑوڑ نے مجھ سے ایسا کرنے کو کہا تھا.... میں نے وجہ بھی نہیں پوچھی تھی۔“

”اب ہارونے رحمنڈ کی طرف آؤ...!“ عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”تم ہبتال میں اُسے دیکھنے گئے تھے!“

”ہاں ہاں کیا تھا.... پھر....!“

”کیوں گئے تھے؟“

”بس میں اُس کی عیادت کو گیا تھا....!“

”اور اُس کے لئے بھی تم سے گرڑوڑ ہی نے کہا تھا....!“

”جب تم سب کچھ جانتے ہی ہو تو پھر اس طرح اعتراف کرنے کی کیا ضرورت ہے....!“

”جب وہ یہاں آیا تھا تو اس کے ساتھ ایک بھی کتاب نہیں تھا....!“

”تو پھر کیا کروں...!“

”سلا خیں سرخ ہو گئیں ہوں گی....!“

”میں کہتا ہوں مجھے جانے دو.... ورنہ اچھا نہیں ہو گا!“

”میں نے اتنی محنت بلاوجہ نہیں کی.... روپی مل.... تمہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ وہ کہتے بھی تم نے ہی فراہم کئے تھے.... میں جانتا ہوں تمہیں کتوں کا شوق ہے.... اور تمہارے پاس درجنوں کتے ہیں....!“

”ارے تو تم میرا کیا بگاؤ لو گے اعتراف کرائے.... ہاں وہ میرے ہی کتے ہیں!“

”اس کے خواں کیوں کر دیئے تھے....?“

”لاجخ انہیں پہنچا کر واپس آئی تھی....!“

”ہاں.... واپس آگئی تھی....!“

”جہاز کا نام بتاؤ....!“

”میں نے معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی!“

”حالانکہ تم جانتے ہو کہ تم نے ایک خلاف قانون حرکت کی ہے!“

”اب جو کچھ بھی ہو...!“ روپی مل نے لاپرواں کا انداز اختیار کرنے کی کوشش کی!“

”اس کی سزا جانتے ہو....!“

”اوہ.... تم اس کی پرواہ نہ کرو.... قانون میری جیب میں رکھا رہتا ہے....!“

”تم نے موریلی فراہم کو کیوں دھمکیاں دی تھیں....!“

”اوہ.... اب سمجھا.... تو یہ سب کچھ تم اس کی ہمدردی میں کر رہے ہو....!“

”میری بات کا جواب دو....!“

”کیا میں تمہارا پابند ہوں....?“

”پھر بیکنے لے گے....!“

”اوہ.... تم ہو کیا چیز... میں جانتا ہوں کہ پولیس سے چھتے پھر رہے ہو....!“

”لیکن تم پولیس سے فریاد کرنے کے لئے زندہ نہ رہ سکو گے.... اگر میری باقتوں کے صحیح جواب نہ دیئے....!“

”یہ دھمکی ہے.... جان سے مار دینے کی دھمکی.... کیا یہ غیر قانونی....!“

”قانون کے محافظوں کو کبھی کبھی اپنی عقل بھی استعمال کرنی پڑتی ہے....!“

”تم قانون کے محافظ....!“

”میں تم سے جو کچھ پوچھ رہا ہوں اُس کا جواب دو....!“

”روپی مل تھتی سے ہونٹ سکھنے اسے گھورتا رہا....!“

”عمران نے فون کے کریڈل سے ریسیور اٹھا کر ماڈ تھہ بیس میں کہا۔ ”ہیلو... ہیلو... دیکھو کوئی نہ دھکاؤ... اور تین چار سخن تپاؤ لو....!“

”کیا مطلب....?“ روپی مل بول چا۔

”میری مرضی....! میری خوشی....!“

”بہت ہی عمدگی سے انہیں ٹریننگ دی گئی ہے.... تھہاری اس صلاحیت کا معرف ہوں کمال ہے بھی.... شراب پلاکر جوبات ان کی کھوپڑی میں اتار دی نشہ اتنے تک مجھی رہی۔!“  
روپی مل پکھنے بولا۔.... عمران اُسے تھوڑی دیر تک گھورتے رہنے کے بعد پھر بولا۔ ”غائب اس کے لئے گرثروڈی نے کہا ہوگا۔ لیکن روپی مل میں اسے تعلیم نہیں کر سکتا کہ تم نے مسئلہ خیز اسکیم کا مقصد معلوم کرنے کی کوشش نہ کی.... ہو.... کیوں....؟“  
”اس نے مجھے مقصد سے آگاہ نہیں کیا تھا....!“

”تو وہ لڑکی یونی ٹھہیں انگلیوں پر نچاتی رہی ہے....!“

”اپنی سیکریٹری کو بلاو۔.... میں اُس کی انگلیوں پر بھی ناچنے کو تیار ہوں۔....!“  
”میں غریب آدمی بھلا اتنی عمدہ سیکریٹری کہاں سے رکھ سکتا ہوں وہ تو بس ادھار آئی تھی تھوڑی دیر کے لئے.... میں جانتا ہوں کہ کوئی خوبصورت لڑکی ٹھہیں جہنم میں بھی چھالاگ لگا دینے پر آمادہ کر سکتی ہے۔!“  
”میں اچھی طرح جانتا ہوں یہ سب کچھ موریلی فراہم کی طرف سے ہو رہا ہے.... تم اس کے اجھت ہو....!“

”بہت بُرا کیا تم نے جو اس سے انجھے۔!“ عمران اسے ٹوٹنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

”جب وہ دوسروں سے کاروبار کرتی ہے تو پھر مجھ میں کون سے کیڑے پڑے ہیں۔!“  
”اور یہ بات بھی تمہارے ذہن میں گرثروڈی نے بھائی تھی کہ وہ اس قسم کا کاروبار کرتی ہے۔!  
”اُس کی معلومات بہت وسیع ہیں....!“

”گرثروڈ سے کب سے جان پیچان ہے....!“

”جب سے وہ بیہاں آئی ہے....!“

”اس کے لئے.... تم نے اور بہت سے ایسے ہی کام کئے ہوں گے....!“

”محھے یاد نہیں....!“ روپی مل نے لاپرواں سے شانوں کو جنبش دی۔

”ٹھہیں اپنی یادداشت پر زور دے کر پوری داستان مکمل کرنی ہے.... لکھ ڈالو.... اشیشوری میں مہما کر دوں گا۔!“

”ایسا مطلب....؟“

”وہی جو کچھ کہہ رہا ہوں.... تمہیں تیکیں رہ کر پوری روئیداد مرتب کرنی ہے اس میں خواہ دس سال لگ جائیں۔!“

”تم ایسا نہیں کر سکتے....!“

”یہی ہو گا.... روپی مل....!“ عمران نے اٹھ کو سوچ بورڈ کے ایک پیش بن پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔



صفر نے گرثروڈ کے مشورے کے مطابق اپنے بیٹگے کی رہائش ترک کر دی تھی۔ دوسری طرف سے ایکس ٹوکی ہدایت بھی یہی تھی کہ وہ اس بیٹگے سے ہٹ کر کسی ہوٹ میں رہائش کا انتظام کر لے۔

گرثروڈ کی باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھیں۔ کبھی ایسا لگتا ہیے وہ اپنی موجودہ طرز زندگی سے تنفس ہو.... اور کبھی وہ اسی کے بارے میں شیخیاں بگھارتی ہوئی کہتی کہ بہترے مرد بھی اس کی طرح اپنی زندگی کو ایسے جھمیلوں میں ڈالنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔

لیکن آخر اس نے صفر کو اپنے بارے میں سب کچھ کیوں بتا دیا تھا....؟ اپنی دانست میں اسے دھوکے ہی میں رکھ کر حسب منہا کام نکالی رہتی۔ یہی سوال صفر کو الجھن میں ڈالے ہوئے تھا۔ اس نے متوسط درجہ کے ہوٹ میں زہائش اختیار تو کری تھی لیکن ایکس ٹوکی کے حکم کے مطابق گرثروڈ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اب کہاں مقیم ہے۔ فون پر گفتگو ہوتی اور وہ ملاقات کے لئے کوئی جگہ مقرر کر لیتے۔ صفر ہی اُسے رنگ کرتا۔

اس وقت رات کے نوبجع تھے اور صدر ساحلی علاقے کے ایک ریٹائرمن میں اس کا منتظر تھا۔ دس منٹ بعد وہ وہاں پہنچ گئی۔! لیکن چہرے پر ہوا یاں اڑ رہی تھیں.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی درندہ اُسے یہاں تک دوڑاتا ہوا لایا ہو....!

”کیوں....؟ تمہیں کیا ہوا....؟“ صفر نے پوچھا۔  
”باتی ہوں....!“ وہ ایک کرسی میز کے قریب کھٹکا کر بیٹھتی ہوئی بولی۔ ”پہلے حلقت رکرنے کے لئے کچھ مانگواؤ۔!“

”اسی کا اندازہ کرنا تھا کہ میرے علاوہ اور کوئی بھی باقی بچا ہے یا نہیں....!“

”بھلا اس سے کس طرح اندازہ کیا جا سکتا ہے....!“

”پہلے وہ بہت باخبر رہتا تھا.... میں خصوصیت سے اپنے بارے میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ میری ذرا ذرا اسی بات کا علم رکھتا تھا.... لیکن آج کل اسے علم نہیں کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ اگر فی الحال میرے علاوہ کوئی اور بھی اس کا تابع فرمان ہوتا تو کم از کم اس نے علیحدہ سے تمہاری نگرانی ضرور کرائی ہوتی۔ وہ محض اس پر مطمئن نہیں ہو جاتا کہ میں نے جسے الجھایا ہے وہ سچ ہے اس کے لئے کار آمد ثابت ہو گا۔ اپنے طور پر بھی اُسے دیکھتا پر کھٹا ہے۔!“

”بس تو پھر کیا ہے.... تم بہ آسانی اس کے پنجے سے رہائی حاصل کر سکتی ہو....!“

”یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں....!“

”میں دوسرا حیثیت میں بھی آزاد نہیں مشن کی پابند ہوں.... مشن کے سربراہ کی اجازت کے بغیر میں ملک سے باہر نہیں جا سکتی.... نہیں صدر.... میری گلو خلاصی ہر حال میں ناممکن ہے.... تم غالباً یہ بھی سوچتے ہو گے کہ میں نے تم پر اپناراز کیوں ظاہر کر دیا۔... بس کیا بتاؤں کوئی ایسا بھی تو ہونا چاہئے جس کے سامنے دل کا بخار نکالا جاسکے اگر تم نہ ملتے مجھے تو میں پاگل ہو جاتی۔ تم بہت اچھے ہو....!“

”میں یقیناً بہت اچھا ہوں.... اگر تمہاری لغات میں اچھا.... الو کے پٹھے کو کہتے ہیں۔!“

”غفا ہو....؟ آخڑ کیوں....؟“

”آخڑ کیوں....؟“ صدر نے طنزیہ لمحے میں کہا۔ ”گھر چھوٹا۔... اور اب ہوش کے لئے چوڑے اخراجات.... میرا باپ اتنا برا جاگیر دار نہیں ہے....!“

”اس قسم کے سارے اخراجات کا ذمہ میں لیتی ہوں.... ویسے تمہارا قیام کہاں ہے۔!“

”یہ تو میں ہر گز نہ بتاؤں گا.... پتہ نہیں کہ تمہاری کوئی مجبوری میری بھی گروں کٹوا دے۔ بہر حال آج میں نے تمہیں اسی لئے بیایا ہے کہ میں اس صورتحال سے نک آگیا ہوں۔!“

”کیا مطلب....؟“

”ہمیں اب پھر ایک دوسرے کے لئے اچھی ہو جانا چاہئے۔!“

”یہ ناممکن ہے.... میں مر جاؤں گی صدر.... اس بھری دنیا میں تمہارے علاوہ اور کوئی

”سکانی....!“

”نہیں کوئی ٹھنڈی چیز....!“

”صدر نے ویٹر سے کوئی ٹھنڈا مشروب لانے کو کہا۔ نہ جانے کیوں وہ اس سے نظر نہیں ملا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ویٹر سیوں اپ کی بوتل لایا۔ گڑوڑنے اُسے چھو کر غالباً اندازہ کیا تھا کہ وہ ٹھنڈی ہے بھی یا نہیں۔ جلد ہی بوتل ختم کر کے اس نے رومال سے ہونٹ نشک کئے.... اور آہستہ سے بوی۔

”روپی مل تین دن سے غائب ہے....!“

”اوہ تو یہی ہے تمہاری پریشانی کا سبب....!“ صدر نے برا اسمانہ بنا کر کہا۔

”اس کی ذات سے مجھے کوئی سروکار نہیں.... لیکن اس کی گشادگی ہمارے سربراہ کی سر ایمکن کا باعث بن گئی ہے.... جن لوگوں سے میں واقف تھی ان میں سے وہ آخری آدمی تھا۔ اب کوئی ایسا میرے سامنے نہیں جھے میں اس تنظیم سے متعلق کہہ سکوں....!“

”بقیہ لوگ کہاں گئے....؟“

”بقیہ لوگ.... کوئی کسی حادثہ میں مر ا..... کسی کو سانپ نے کالتا۔... کچھ یہاں سے بھا دیئے گئے اور کوئی لاپتہ ہو گیا۔!“

”تو اب تمہارے جانے والوں میں سے کوئی نظر نہیں آتا....!“

”کوئی بھی نہیں....!“ گڑوڑ طویل سانس لے کر بولی۔ ”اور اب مجھ سے کہا جا رہا ہے اس آدمی سے کام لوں جس نے علی عمران کا پتہ لگایا تھا۔!“

”یعنی.... میں....!“

گڑوڑ کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ”میں جو کوئی بھی ہوں....!“

”یہاں کیکڑے کے سوپ یا جھینکوں کے علاوہ اور کوئی ڈھنک کی چیز نہ ملے گی۔!“

”جھیلے منگوں لو....!“

صدر نے جھینکوں کے لئے ویٹر سے کہا اور خاموشی سے گڑوڑ کا جائزہ لیتا رہا۔!

”کیا ویٹر ہے ہو....؟“ گڑوڑ بولی۔

”آخر مجھے میرے مکان سے ہٹا دینے کا کیا مقصد ہے....!“

ہمدرد مجھے نہیں دکھائی دیتا۔!  
”لیکن یہ ہمدردی مجھے بہت مہنگی پڑی ہے....!  
”تم جو کچھ چاہو میں تمہارے لئے کر سکتی ہوں....!  
”بُن مجھے بخش دو.... اس قسم کی زندگی میرے مزاج سے مناسب نہیں رکھتی۔ شروع میں تفریخ اس مشتعلے میں پڑا تھا لیکن اب حالات کا علم ہو جانے کے بعد مجھے سوچنا پڑتا ہے کہ کہیں میرا مستقبل تباہت ہو جائے۔ پتہ نہیں تم لوگ کس چکر میں ہو....!  
گرڑوڈ کچھ نہ بولی۔! اتنے میں ویٹر جھینگے کی پلٹیں لایا اور وہ دونوں خاموشی سے کھاتے رہے۔  
گرڑوڈ بہت زیادہ فکر مند نظر آ رہی تھی۔

جھینگے ختم کر کے اس نے صدر سے سکریٹ مانگی۔... سکریٹ کے ہلکے ہلکے دو تین کش لے کر بولی۔ ”تو تم نے اسی لئے مجھے بلا یا تھا....؟“  
”ہاں....!  
”میں پھر کہتی ہوں کہ یہ ناممکن ہے.... ویسے میں حتی الاماکن کو شش کروں گی کہ تمہیں کوئی گز غذہ پکنے...! تمہیں ایسا کوئی کام نہ کرنا پڑے گا جس کے لئے تمہیں اپنے ملک کے قوانین کو جواب دہ ہونا پڑے۔!  
”سوال یہ ہے کہ تم زبردستی میرے گلے کیوں پڑو....!  
”اب تو گلے پڑی گئی ہوں....!  
”اچھی بات ہے... آئندہ تمہیں رنگ ہی نہ کرو نگا۔ تم نہیں جانتیں میں کہاں رہتا ہوں۔!  
”اگر تم نے ایسی کوئی حرکت کی تو میں تمہاری ہلاکت کا باعث بن جاؤں گی۔!  
”میں اب تمہاری کسی بات کا جواب نہ دوں گا...!“ صدر بولا اور ویٹر کو بلکر بل لانے کو کہا۔  
گرڑوڈ اسے گھورتی رہی۔  
بل کی اداگی کے بعد صدر اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ گرڑوڈ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دی۔

”بیکار ہے... تقطیع ناممکن...!“ صدر غصیلے انداز میں بڑا یا۔  
”صرف ایک بات سن لو.... آخری بار.... صرف ایک کام.... مجھ میں اب... اب اتنی سکت نہیں کہ اس کے لئے کسی دوسرے کو ہموار کر سکوں۔!  
”ہوں....!“ صدر اس کی طرف دیکھے بغیر سر ہلاکر بولا۔ ”تو اس وقت تمہیں فون کر کے میں نے خود ہی یہ مصیبت مولی ہے... ضرورت ہی کیا تھی۔!  
”ویکھو....! میں جب بھی چاہوں گی تمہاری قیام گاہ کا پتہ لگاؤں گی.... جب مجھے یہاں تک معلوم ہے کہ کوئی تمہاری نگرانی نہیں کر رہا تو قیام گاہ کا پتہ لگانا کیا مشکل ہے۔!  
”صدر خاموش ہی رہا۔... اب اس کے چہرے پر احساس بے نی کی جھلکیاں نظر آ رہی تھیں۔  
گرڑوڈ چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتی رہنے کے بعد بولی۔ ”کل شام کو تم میرے ساتھ رہو گے.... میں نہیں کہہ سکتی کہ کتنی دیر ہو جائے بہر حال تمہیں میری مدد کرنی ہو گی۔!  
”کس سلسلے میں....?  
”یہ میں کل ملنے کے بعد ہی بتاؤں گی....!  
”صدر تھوڑی دیر تک چپ رہا پھر بولا۔ ”میں سمجھ سکتا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے....!  
”کیا مطلب....?  
”تم سے پچھا چھڑانا چاہتا ہوں لیکن نہیں چھڑا سکتا....!  
”کوئی نہیں چھڑا سکتے....!  
”میں خود بھی نہیں جانتا.... اگر میں تم سے نہ ملنا چاہوں تو شاید ملک الموت بھی مجھے اس پر آمادہ نہ کر سکے.... لیکن.... لیکن....!  
”ہاں.... ہاں.... کہو.... کہو....!  
آگے جھک آئی۔  
”میں نہیں جانتا.... میں تمہیں ناپسند بھی کرتا ہوں.... لیکن تمہاری کوئی بات ناتھ ہوئے دکھ بھی ہوتا ہے.... اور دن میں کم از کم ایک بار ملنا بھی چاہتا ہوں....!  
”تم مجھے ناپسند نہیں کرتے.... مجھے یقین ہے....!  
”اوہ تو کیا میں خود کو سمجھ نہیں سکتا....!  
”اس معاملے میں بچے ہو....! یقین کرو.... مجھے تمہاری مخصوصیت پر پیار آتا ہے....!  
”آہستہ بولو....!“ صدر نے اور ہر دیکھ کر سبھے ہوئے انداز میں کہا اور وہ نہ پڑی۔  
صدر نے جھینپنے کی کامیاب ایکٹنگ کی تھی۔

”تم ہے بس بھی باتیں تو...!“ گرڑوڈ جملہ پورا کئے بغیر پھر نہ پڑی۔  
”میں جا رہا ہوں...!“ صفردار اٹھ گیا۔  
”میں بھی چل رہی ہوں...!“ وہ بھی ساتھ ہی اٹھتی ہوئی بولی۔

پکر تھا۔ آخر وہ کس جنگل میں پھنس گئی ہے۔ پہلے تو پروفیسر میں بھی اُسے کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی تھی جسے اپنے لئے مخدوش تھہرا سکتی.... لیکن پھر کیا ہوا تھا۔  
کیا وہ روز بروز فریب کار نہیں ثابت ہو رہا۔

در اصل خود اُسے عجی رو حانیت سے لگا تھا.... بچپن ہی سے عجیب و غریب خوابوں میں ڈوبی رہتی تھی.... رائیز رہنگرڈ کے سارے نادل پڑھ ڈالے تھے اور اُس کی تہبا یاں عموماً ویسے ہی خوابوں سے دوچار رہتی تھیں.... جنہیں وہ ماہر فنِ مصنف حقیقت بنا کر پیش کرنے میں ید طولی رکھتا تھا!

بہر حال یہ اس کی افاد طبع ہی تھی جس نے اُسے پروفیسر کی ملازمت پر آمادہ کیا.... اور بعد کی باتیں تو پھر اس کے خوابوں سے ہم آہنگ ہی ہوتی چلی گئی تھیں۔

وہ اب بھی کرسی کے بیٹھے ہی پر لگی ہوئی خیالات میں غرق تھی.... اور یہ پراسرار نوجوان یہ کیا چاہتا ہے.... وہ آج کل اس کے لئے ان خلطوں کی نقلیں لارہی تھی جن میں سرے سے صرف جانوروں ہی کے نام لکھے ہوتے تھے۔ آج بھی ایسے تین خط تھے آخر یہ کیا چکر ہے.... پتہ نہیں پروفیسر جھوٹا ہے یا یہ خود.... دفعتائے پروفیسر کی یاد آئی اُس نے ایک بار اس سے ان خلطوں کے بارے میں پوچھا تھا.... جس پروفیسر نے کہا تھا کہ وہ مختلف روحوں کی حرکت ہے۔

تو کیا وہ نوجوان مختلف روحوں کا پیچاری ہے.... اور.... سب کو اس ہے.... اسی روحلی صرف کہانیوں اور نادلوں میں پائی جاتی ہیں.... اگر وہ آواز کسی روح کی ہے تو پھر اس روح کو اس کا علم کیوں نہ ہو سکا کہ میں نے ایک سرخ گلاب اس کمرے میں رکھ چھوڑا ہے.... جہاں بزرگ کے علاوہ اور کوئی رنگ نہیں آسکتا.... کون سی قیامت آگئی تھی اس کے بعد....!  
اسے پتہ ہی نہ چل سکا۔

گھنٹوں وہ پھول اس میز کی وراث میں بندرا ہاتھا اور اس وقت بھی اس کمرے میں موجود تھا جب وہاں اس کی سر گوشیاں گوئی رہی تھیں۔!

”اوہ جہنم میں جائے میں تو اس نوجوان سے رابطہ رکھوں گی.... ہو سکتا ہے پروفیسر کے مقابلے میں کم فراؤ ثابت ہو....!“

وہ اٹھی اور دیوار سے لگا ہوا سوچ آن کر کے کمرے میں روشنی کر دی....! لکھتے کی میز پر

رافیہ سوتاں اب باقاعدگی سے اس سے مل رہی تھی۔ ادن بھر کے تجربات بیان کرتی اور وہ اسے تسلیاں دیتا۔ اب وہ دن رات اُسی کے متعلق سوچتی رہتی۔ وہ تو اُسے پروفیسر اوٹو میلانی سے بھی زیادہ پراسرار معلوم ہونے لگا تھا۔

آج جب وہ اپنے کام پر سے ہوٹل واپس آئی تو اُس نے اُس کا کمرہ مقفل پایا۔ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

اپنے کمرے کا دروازہ کھولا۔ سامنے ہی فرش پر ایک لفافہ پڑا کھائی دیا۔ لفافے پر اُسی کا نام تحریر تھا۔

دروازہ بند کر کے لفافہ چاک کیا۔ اس میں سے سرخ رنگ کا کاغذ برآمد ہوا جس پر تحریر تھا۔ ”مجھ سے براہ راست کوئی تعلق نہ رکھو۔۔۔ مجھے شہہر ہے کہ ہوٹل کا ایک ویژہ تھہرا ی گرانی کرتا ہے.... اب ہم اسی طرح تحریروں کے ذریعہ ایک دوسرا تک اپنے بیگانات پہنچاتے رہیں گے.... تمہیں جو کچھ کہنا ہو لکھ کر میرے کمرے میں ڈال دیا کرو لیکن اس سے قبل اچھی طرح اطمینان کر لینا کہ آس پاس کوئی ایسا آدمی تو موجود نہیں جو مشتبہ ہو۔ جس ویژہ پر تھہرا ی گرانی کرنے کا شہہر ہے.... اس کی ٹھوڑی پربائیں جانب ابھرا ہوا سیاہ تل ہے جو خاصے فاصلے سے بھی نظر آتا ہے....!

### تھہرا پڑو دی

رافیہ نے خط ختم کر کے طویل سانس لی اور کرسی کے بیٹھے پر نکل گئی.... تو اب اُس کی بھی گرانی ہو رہی ہے.... ظاہر ہے کہ وہ پروفیسر ہی کا کوئی آدمی ہو گا۔ ہو سکتا ہے اسی دوران اس کے رویے میں اس نے کسی قسم کی تجدیلی محسوس کی ہو۔ وہ لاکھ سنجل سنجل کر رہے لیکن جب اس کے خلاف اس کے دل میں بُرائی آگئی ہے تو کسی نہ کسی طرح اس کا اظہار ہوتا ہی ہو گا۔  
لیکن یہ پس پر اسرا نوجوان.... اس سے ملاقات محض اتفاقی تھی۔ لیکن اُدھر بھی وہی روحوں کا

آپنی اور ایک سادہ کاغذ اٹھا کر لکھنے لگی۔

”ڈیز مسٹر گنام....!“

”تین خطوط کی نقلیں حاضر ہیں.... آج معقول کے خلاف کوئی بات نہیں ہوتی سارا دن کام کرتی رہی.... پروفیسر سے بھی کسی خاص موضوع پر کوئی بات نہیں ہوتی۔... البتہ کل مجھے مسٹر ایچ صدیقی سے ملتا ہے! پروفیسر اس کی ترقی کے لئے کوئی خاص ”عمل“ کر رہا ہے! پروفیسر اس سے براہ راست ابھی تک نہیں ملا۔ سارے کام ٹوٹنے سے ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر پروفیسر نے آج مجھے ایک سادہ کاغذ دیا ہے اس کے لئے ہدایت یہ ہے کہ میں اُسے اپنے پاس رکھوں اور آج کل ایچ صدیقی جو سب سے زیادہ اہم کام کر رہا ہے.... اس کا فائل لائے اور میں پروفیسر کے دیے ہوئے سادہ کاغذ کو اُس سے مس کر کے سادہ کاغذ پروفیسر کو واپس کر دوں۔ کل شام سات بجے وہ ریالٹو میں مجھ سے ملے گا.... اور وہ فائل اُس کے ساتھ ہو گا یہ ساری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں.... اب میں اس دیڑ کا خیال رکھوں گی۔ کل چونکہ مجھے یہ اہم کام سرانجام دیتا ہے اس لئے کل دن بھر بیکم اپنے کمرے میں آرام کروں گی.... اور کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے.... جس کا تذکرہ ضروری ہو....!“

خط ختم کر کے اُس نے ایک سادہ لفافہ اٹھایا اور اس خط سیت متذکرہ تینوں خطوط کی نقلیں اُس میں رکھ کر قلیپ چپا دیا۔... کمرے سے باہر آئی.... راہب اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیران تھی.... پھر وہ احتیاط اڑا زینوں تک گئی اور جب اٹھیان ہو گیا کہ اُس پاس کوئی موجود نہیں ہے اس نے وہ لفافہ دروازے اور فرش کے درمیانی خلاء میں ڈال کر اندر کھکھا دی۔ پھر سید ہمی ہو کر دوبارہ گرد و پیش نظر دوڑائی اور اپنے کمرے میں واپس آگئی۔



پانچ بجے شام کو نہیں ملنا تھا....!

گرٹرڈ نے جگہ تجویز کی تھی.... صدر دوہیں پہنچ کر اس کا منتظر رہا۔... وہ ٹھیک وقت پر پہنچ تھی۔ آج اس نے میک اپ پر شاید کافی وقت صرف کیا تھا۔ بڑی دلکش لگ رہی تھی۔ بڑی دیر تک وہ شہر کی مختلف سڑکوں پر چکراتے پھرے۔ پھر ساڑھے چھ بجے گرٹرڈ نے ریالٹو کے سامنے گاڑی روک دی۔

”میااب میں کسی دوسرا مصیبت میں پہنسوں گا....!“

”آؤ.... اترو.... اندر چلو....!“

صدر نے اسامنہ بنائے گاڑی سے اترا۔... اور وہ دونوں ریالٹو کی عمارت میں داخل ہو گئے۔



ٹھیک سات بجے رافیہ سموناف ریالٹو میں داخل ہوئی۔... ڈائینگ ہال میں کہیں کہیں خالی میزیں بھی نظر آ رہی تھیں۔... اُسے اُنچ۔ صدیقی کہیں نہ دکھائی دیا۔ وہ نرود ہو گئی۔... اس ارادے سے تو آئی نہیں تھی کہ صدیقی کی عدم موجودگی میں تھا ہی میٹھے گی۔ اس قسم کی نشتوں سے اُسے کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی۔

سوچ رہی تھی کہ اب کیا کرے دععتا بائیں جانب سے صدیقی آتا دکھائی دیا۔!

”یہاں نہیں.... اور فینلی روم میں بیٹھیں گے.... میز پہلے سے مخصوص ہے....!“ اس نے کہا اور رافیہ اس کے پیچھے چلے گئی۔ اور فینلی روم میں زیادہ بھیڑ نہیں تھی صرف تین میزیں آباد نظر آئیں۔... ایک خالی میز پر ریز روشن کارڈ پڑا تھا۔... صدیقی نے اسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ گئے.... رافیہ کچھ بوکھلائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ صدیقی ہی نگتوں میں پہل کرے تو اچھا ہے خود اس کے پاس تو کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔

”غایہر ہے کہ ہم رات کا کھانا بھی بیٹھیں کھائیں گے....!“ صدیقی نے کہا۔

”نہیں مسٹر صدیقی.... میں اس وقت چھٹی پر نہیں ہوں۔... ہماری یہ ملاقات کاروباری ہے میں اس کا غذہ کو فائل سے مس کر کے واپس جاؤں گی۔!“

صدیقی ہٹنے لگا۔... اور وہ حیرت سے اُسے دیکھتی کیونکہ ہٹنے کا انداز مضبوط تھا۔

”مخفی تمہاری وجہ سے ان محاوقتوں میں پڑا ہوں۔!“ صدیقی نے بھی روکتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھی....!"

"بھی سب کہ فائیل سے کاغذ مس کیا جائے... اور پروفیسر اس پر کوئی عمل کرے۔ کیا آج کی دنیا میں یہ سب کچھ مضکلہ خیز نہیں معلوم ہوتا!"

"تو تم وہ فائیل نہیں لائے....!"

"لایا ہوں.... بیبی تو کہتا ہے کہ تمہاری وجہ سے یہ خطرہ بھی مول لینا پڑا ہے.... انہی کو فقیدِ نسل فائیل ہے.... آفس کی حدود سے باہر نہیں لائی جاسکتی.... لیکن تمہاری وجہ سے... کوئی بہانہ توہاتھ آئے ملاقات کا.... رافیہ تم سمجھ نہیں سکتیں کہ تم میرے لئے کیا ہو گئی ہو.... مجھے بچپن ہی سے ایسا محسوس ہوتا رہا ہے جیسے مجھے کسی کا انتشار ہو.... تم سے ملنے سے قبل تک بھی احساس برقرار رہا ہے.... ذرا سوچو تو میں نے عرصہ تک اس احساس کی پرورش کی ہے.... پھر اچانک تم سامنے آتی ہو اور وہ ذہنی کیفیت رفع ہو جاتی ہے۔"

"مسٹر صدیقی.... مجھے افسوس ہے کہ آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ اب فائیل نکالنے میں اس سے کاغذ مس کروں... اور اسے پروفیسر تک پہنچاؤں....!"

"تو یہ خطرہ میں نے خواہ خواہ مول لیا...!" صدیقی نے کھیانی بھی کے ساتھ کہا۔

"یقین کرو...! اگر کسی کو معلوم ہو جائے تو مجھے نہ صرف اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑیں بلکہ شائد جبل بھی چلا جاؤں....!"

"تب تو مجھے کچھ اور ہی سوچنا چاہئے۔"

"کیا سوچنا چاہئے....!"

"جب ان چیزوں پر تمہیں یقین ہی نہیں ہے تو تم نے اس کا خطرہ مول ہی نہ لیا ہو گا۔ یعنی کوئی غیر اہم فائیل لائے ہو گے.... ظاہر ہے کہ اصل مقصد تو مجھ سے ملنا ہی تھا۔"

"یہی تو نہیں کر سکا... رافیہ خدا کی قسم میں تمہیں دھوکا نہیں دے سکتا....!"

"مجھے اس سے کیا سوچا کار... یہ دھوکا تو پروفیسر کے ساتھ ہوتا!"

"تمہارے توسط سے میں کسی کو بھی دھوکا نہیں دے سکتا! میں ایسی ہی ذہنی کیفیت سے دوچار ہوں.... بخدا میں دوسرا فائیل لاسکتا تھا لیکن نہیں لاسکا.... مجھے خود بھی حیرت ہے کہ میں نے اتنا برا خطرہ کیسے مول لے لیا!"

"خیر.... خیر.... اب اُسے نکالو.... میں اپنا کام کروں.... اس کے بعد میں یہاں نہیں  
ٹھہر ہوں گی تم پھر کبھی مجھ سے مل سکتے ہو....!"  
"وعدہ کرتی ہو....!"

"ہاں.... میں طوں گی.... لیکن اس وقت اصول کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔!"  
"لیکن میں نے تو دو آدمیوں کے کھانے کے لئے کہہ رکھا ہے....!"  
"میری خاطر.... مجھے اس وقت جانے دو.... پروفیسر نے خاص طور پر ہدایت کی ہے کہ کام  
کر کے فوراً میرے پاس پہنچ جانا....!"  
"اچھی بات ہے....!" صدیقی نے طویل سانس لی۔



"یہ کیا چکر ہے....?" صدر نے گرڑوڈ سے کہا۔ "اُس نے سبز رنگ کا ایک فائیل پینڈ بیک سے نکالا تھا.... لڑکی اپنے پرس سے ایک کاغذ نکال کر اُس پر رکھتی رہی اور پھر کاغذ کو اپنے پرس میں دوبارہ رکھ لیا.... اور لو.... اب شاید وہ جارہی ہے۔!"

گرڑوڈ سر ہلاکر ہوئی۔ "حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے اس لڑکی کو آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا.... واقعی بہت خوبصورت ہے.... مجھ سے بھی زیادہ.... کیسی خواب ناک آنکھیں ہیں.... چلو.... وہ تو گئی....!"

"مجھے بیو تو قوف بیمار ہی ہو.... پہنچنے نہیں تم کیا کرنا چاہتی ہو....!"  
"کیا لڑکی پند نہیں آئی....!"

"بکواس مت کرو...!"

فیلی روم میں اب صرف تین آدمی تھے... ایک میز پر یہ دونوں... اور جس میز سے لڑکی اٹھی تھی اُس پر ایک مزدوج سبز رنگ کا فائیل بریف کیس میں رکھ رہا تھا.... بریف کیس کے تھے کس کر اُس نے اُسے میز کے ایک گوشے میں سر کا دیا.... اور پاپے میں تمباکو بھرنے لگا اس کے پیچھے پر کچھ ایسے ہی آنکھ تھے جیسے بڑی تھکن محسوس کر رہا ہو....!

کچھ دیر بعد صدر نے کہا۔

"ہم یہاں کیا کر رہے ہیں....!"

گرژوڈ کی کار بھی وہاں نہ دکھائی دی جہاں چھوڑی گئی تھی.... صدر نے سوچا وہ اسی طرف گئی ہو گی جس رخ پر گاڑی کھڑی تھی۔

اتفاق سے ایک خالی نیکی فوراً ہی مل گئی۔  
اور صدر بھی اسی جانب روشنہ ہو گیا۔

زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ ٹرینک رکا ہوا نظر آیا... اس کی نیکی بھی رک گئی۔  
سامنے کچھ فاصلے پر اتنی بھیڑ نظر آئی کہ راستہ ہی بند ہو کر رہ گیا تھا...!

”شاید ایکیدنٹ ہو گیا...!“ نیکی ڈرائیور بڑبوالا اور دروازہ کھول کر اتر گیا۔  
صدر نے بھی اس کی تلقید کی... اسے خدا شناخت کیں یہ ایکیدنٹ گرژوڈ کی ہی ذات سے نہ تعلق رکھتا ہو۔

خدشہ بے بنیاد بھی نہیں تھا... اگر وہ بریف کیس لے کر بھاگی تھی تو اس نے بدحواسی کے عالم میں ڈرائیور کی ہو گی۔

بھیڑ کے درمیان ایک چھوٹی سی گاڑی الٹی ہوئی نظر آئی۔  
یہ سو فیصد گرژوڈ ہی کی فیٹ تھی اور کچھ لوگ اُسے گاڑی سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہے تھے  
صدر نے اس کے سرخ کوٹ کی جھلک دیکھی... اور مضطربانہ انداز میں بھیڑ کو چیرتا ہوا آنگے بڑھتا چلا گیا۔

”ختم ہو گئی...!“ کسی نے کہا۔

”کالی گاڑی سے ریس کر رہی تھی...!“ کوئی دوسرا بولا۔ ”میں نے صاف دیکھا تھا کالی گاڑی کی سائیڈ لگی تھی... اور یہ گاڑی الٹ گئی...!“



رافیہ نیکی میں تھی اور اس نے دور ہی سے دیکھا تھا کہ ایک گاڑی پروفیسر کی کوئی کپاڈ میں داخل ہو رہی ہے اس کے پیچے ہی ایک اسکوٹر بھی داخل ہو تاد کھائی دیا۔ اس نے نیکی پھانک کے باہر رکوائی اور کرایہ ادا کر کے عمارت کی طرف پڑی۔  
اندر داخل ہونے والی گاڑیوں کے انجن بند ہو گئے تھے... کپاڈ میں گہر انداز ہیرا تھا۔  
دفعہ اس نے پروفیسر کی غراہت سنی۔ ”تم کون ہو اور یہاں کس کی جاگز سے گھس آئے ہو!“

”ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتی... جب تک یہاں بیٹھا ہے ہمیں بھی بیٹھنا پڑے گا!“  
”یہ کون ہے...?“

”میں نہیں جانتی...!“

”لیکن اس لڑکی کو جانتی ہو... کیوں...?“

”پچھہ دیر خاموش بھی رہو...!“ وہ جھنگلا کر بولی۔  
سامنے والی میرپر تھا آدمی اب کچھ کھویا سا نظر آنے لگتا۔  
دفعاتوہ اٹھ گیا۔

”ویکھو...! یہ غالباً باتھ روم کی طرف جائے گا!“

”تم کیا جانو...?“

”مجھے معلوم ہے... جلدی جلدی پیشab کرنے جاتا ہے...!“

”صدر کچھ نہ بولا۔“

وہ اسے باہمیں جانب والی راہداری میں مرتے دیکھ رہا تھا۔  
”ذراد کھوتا... باتھ روم ہی میں جاتا ہے یا نہیں...“ گرژوڈ نے کچھ ایسے لمحے میں کہا کہ  
صدر بے اختیار کری سے اٹھ گیا... اب وہ بھی راہداری کی طرف جا رہا تھا... جب وہ فیملی روم  
سے راہداری کی طرف مڑا... تو اس نے اسے کچھ باتھ روم میں ہی داخل ہوتے دیکھا۔  
دفعہ اسے خیال آیا کہ وہ بھی دیر سے حاجت محسوس کر رہا تھا... لہذا وہ اس کے برادر والے  
باتھ روم میں ہی داخل ہو گیا۔

وہاں سے نکل کر فیملی روم میں واپس آیا تو گرژوڈ نہ دکھائی دی۔

میر خالی تھی... تیری سے ایک خیال شعور کی سطح پر ابھرا... اس آدمی کا بریف کیس میں  
پر موجود نہیں تھا جبکہ پاپک اب بھی وہیں پڑا تھا۔

صدر زینوں کی طرف لپکا۔

”کیا وہ بریف کیس لے اڑی...?“ یہ سوال کچھ اس انداز سے اس کاڑہن دہرائے چلا جا رہا تھا جیسے کانوں کے قریب کوئی لاڈا پیکر جی خر ہا ہو۔

اسے یاد نہیں وہ کس طرح ڈائینگ ہال سے گذر کر باہر لکھا تھا۔

مجھے قتل نہ کر دیں گے۔!

”اوہ....!“ پروفیسر نے ہلکے تھبھے کے ساتھ کہا۔ ”بیٹھ جاؤ...!“ اور خود بھی بیٹھ گیا۔ رافیہ کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔۔۔ حل میں کانے پڑے جا رہے تھے۔ کوئی بڑا حادثہ ہونے والا ہے نہ جانے کیوں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ کوئی بہت بڑا حادثہ....!

”تم کیا جاہنے ہو....!“ پروفیسر نے پوچھا۔

”سب سے پہلے تو تم مشرٹی ایچ سڈلیقی کا بریف کیس میرے حوالے کر دو....!“  
”کیا مطلب....?“ پروفیسر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

اب رافیہ کو وہ بریف کیس بھی نظر آیا جو پروفیسر کے ہاتھ میں تھا۔

اس نے صاف پہچانا۔۔۔ یہ وہی بریف کیس تھا جسے وہ کچھ دیر پہلے صدیقی کے پاس دیکھ چکی تھی۔  
دل کی دھڑکن کچھ اور تیز ہو گئی۔

”یہ بریف کیس پروفیسر....!“ عمران نے سخت لمحہ میں کہا۔ ”اس میں جو کچھ بھی ہے تمہیں اس کی تفصیل نہ معلوم ہوئی چاہئے۔!

”اوہ.... تو تم.... مستقل طور پر میری نوہ میں رہے ہو....!“

”میں نے آج تک تو اسے زندہ نہیں چھوڑا جس نے میرا سستہ کا ناہو!“ عمران مسکرا کر بولا۔  
پتہ نہیں کیوں رافیہ کو اس کی مسکراہٹ میں خون کی سرخی دکھائی دی۔

”ہوں....!“ پروفیسر غریبا۔

”یہ بریف کیس گڑڑہ ولیمز ریالٹی سے نہ بھاگی تھی.... تم اپنی گاڑی دوڑا کر اس کی گاڑی کے برابر پہنچ دنوں گاڑیاں اتنی قریب تھیں کہ اس نے تمہیں بریف کیس تھا دیا.... اور پھر تمہاری گاڑی کی سائینڈ اس کی گاڑی سے لگی.... اور اس کی گاڑی الٹ گئی۔ ہو سکتا ہے کہ تم نے دیدہ دانتہ ایسا کیا ہو کیونکہ اس وقت جب اس نے بریف کیس اڑایا تھا ایک مقامی آدمی بھی اس کے ساتھ تھا.... یہ اور بات ہے کہ وہ میرا ہی آدمی رہا ہو۔!

”تمہارا آدمی....!“ پروفیسر کے لمحے میں حرمت تھی۔

”ہاں پروفیسر۔۔۔ تم جیسے لوگوں کی دیکھ بھال یہاں عمران کے سپرد ہے اور وہ الحکمہ سراج سنانی کے آفسروں کی طرح ہاروے رچمنڈ جیسے لوگوں کے پیچھے نہیں لگ جاتا۔!

”م..... میں..... عمران ہوں..... پروفیسر....!“

”اوہ.... اجھے وقت پر آئے.... میں تمہیں یاد ہی کر رہا تھا.... میرے ساتھ آؤ....!  
رافیہ نے اندر ہیرے میں تبدیلوں کی چاپ سنی اور برآمدہ روشن ہو گیا۔۔۔ وہ بھی تمیزی سے آگے بڑھی....!

برآمدے میں دو آدمی نظر آئے ایک تو طویل القامت پروفیسر تھا اور دوسرا کوئی اور ان کی شکلیں نہیں دکھائی دے رہی تھیں کیونکہ دونوں نے اپنے اوور کوٹوں کے کالر اخخار کھے تھے اور فیلٹ پٹوں کے گوشے پیشانیوں پر جھکے ہوئے تھے۔

قبل اس کے کہ رافیہ برآمدے تک پہنچتی وہ راہداری میں داخل ہو کر باہمیں جانب والے کر رہے میں داخل ہو گئے اور اس نے دروازہ بند ہونے کی آواز بھی سنی۔

وہ دبے پاؤں راہداری میں داخل ہوئی اور صدر دروازے کو اتنی آہنگی سے بند کیا کہ ذرا سی بھی آواز نہ ہوئی۔

اب وہ ٹھیک اسی کر رہے کے دروازے پر کھڑی تھی جس میں وہ دونوں داخل ہوئے تھے۔ دروازہ نہ صرف بند تھا بلکہ اندر سے بولٹ بھی کر دیا گیا تھا۔

رافیہ قتل کے سوراخ پر جھک گئی۔  
وہ دونوں اندر موجود تھے... پروفیسر کی پشت دروازے کی طرف تھی اور عمران سامنے ہی کھڑا تھا لیکن وہ اسکی شکل نہ دیکھ سکی کیونکہ کوٹ کے کالر اور فیلٹ ہیٹ کی پوزیشن اب بھی نہیں بدی تھی۔

دفعتا اس نے کوٹ کا کالر نیچے گرا دیا.... اور فیلٹ ہیٹ بھی اور اخہادی.... رافیہ کے ذہن کو جھکا سا لگا.... وہ عمران تو نہیں تھا.... وہ تو.... وہ تو.... وہی خطی نوجوان تھا اس کا ہوٹ والا پڑو سی.... جس سے وہ اپناد کھڑا روا یا کرتی تھی۔

”کیا مطلب....!“ پروفیسر غریبا۔۔۔ ”تم کون ہو....?“

”میں عمران ہوں....!“

”یہ بکواس ہے.... عمران یہاں آچکا ہے.... میں اسے دیکھ چکا ہوں....!  
لیکن میں تمہیں دیکھنے کا شرف آج ہی حاصل کر رہا ہوں.... میں میک اپ میں ہوں پروفیسر.... تم خود سوچوں میں اپنی اصل شکل میں کیوں نکر آسمان سے نیچے آسکتا ہوں.... کیا وہ لوگ

دیکھے اور نہ حیرت کے.... بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے ریو الور پر اس کی نظر نہ پڑی ہو۔  
اس نے بُش کر کہا۔

”شکریہ....! اس انعام کی میرے دل میں بڑی وقعت ہے.... لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں  
ابھی اسے قبول نہ کر سکوں گا!“

رافیہ نے فائز کی آواز سنی.... اور اچھل کر پیچھے ہٹ گئی.... اب وہ مختلف سمت والی دیوار  
سے گلی ہوئی تھی طرح کانپ رہی تھی اور آس پاس بالکل سننا تھا.... اچانک پھر فائز ہوا.... اور  
پھر تو ہوتے ہی چلے گئے.... پے در پے پانچ فائزوں کے بعد پھر سکوت طاری ہو گیا۔  
ذرا ہی دیر بعد وہ پھر چوکی۔

لیکن یہ قہقہے کی آواز تھی.... دیے یہ پروفیسر کا قہقہہ تو نہیں ہو سکتا تھا.... اس نے پھر  
بچھت کر قفل کے سوراخ سے آنکھ لگادی۔  
عمران سامنے کھڑا بُش رہا تھا۔

”اب اس کی مہلت نہ پاؤ گے... کہ ریو الور کو دوبارہ لوڈ کر سکو!“ اس نے پروفیسر سے کہا۔  
پروفیسر نے جلا ہٹ میں ریو الور ہی اس پر گھنٹھنگ مارا.... لیکن وہ دیوار سے ٹکرا کر فرش پر آ رہا  
کیونکہ عمران تو اتنی پھرتی سے بیٹھ کر دوبارہ کھڑا ہوا تھا کہ ریو الور کے فرش پر گرنے اور اس کے  
اثھ کھڑے ہونے میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی تھی۔

پھر رافیہ نے اُسے پروفیسر پر چھلانگ لگاتے دیکھا.... دونوں ہی فرش پر آ رہے لیکن پروفیسر  
نے اُسے دوسری طرف اچھال پھینکا.... عمران پھر چھپتا.... رافیہ محسوس کر رہی تھی کہ دیو یہ کل  
اوٹو ویلائی جسمانی قوت میں عمران سے کہیں زیادہ ہے.... اس کے باوجود بھی عمران گویا اس سے  
بھڑکی طرح چھٹ گیا تھا۔

ذرا ہی کی دیر میں اس نے یہ بھی محسوس کیا جیسے پروفیسر کسی نہ کسی طرح اس سے پیچھا چھڑا  
کر نکل جھاگنا چاہتا ہے۔ یہی ہوا بھی.... ایک بار خود کو عمران کی گرفت سے چھڑا لینے کے بعد وہ  
باکیں جانب والے دروازے میں بڑی پھرتی سے داخل ہو کر نظرؤں سے او جمل ہو گیا۔

ادھرو ہی کرہ تھا جہاں داخل ہونے کے بعد وہ عموماً دوبارہ نہیں ملا کرتا تھا.... اور رافیہ سے  
ساری عمارت میں ڈھونٹتی ہی رہ جاتی تھی۔

”تو تم سب کچھ جانتے ہو....!“ پروفیسر نے پر سکون لجھے میں کہا۔

”یہاں تک جانتا ہوں کہ اس ملک میں اس کاٹی تنظیم کے سربراہ تم ہی ہو....!“  
”اور یہ بہت بُر اے....!“

”جس تار کے ٹکڑے کے لئے تم میرے خون کے پیاسے ہو....! اس میں پوشیدہ پیغام بھی  
سن چکا ہوں.... مجھے زبانی یاد ہے.... سنو۔ انیمیل کوڈ کوڈ.... لاست لیٹر.... چیف پورٹ....  
پی او.... بی.... این تھری سکس ایٹھ فائیو.... پر دوی ٹھٹ ڈیلی پیلسٹری.... انیمیل کوڈ.... لاست  
لیٹر یعنی جانوروں کے ناموں کے آخر حروف.... ان آخری حروف کے بلانے سے باعثی جعل  
بنتے ہیں اور انہیں جلوں کے ذریعہ پیغامات تم تک آتے تھے.... چیف پورٹ بھی ہے جہاں ہم  
اور تم مقیم ہیں اور پست پوسٹ بکس نمبر چھ سو بیجا سی پر دوی ٹھٹ ڈیلی.... پیلسٹری کا مطلب یہ ہوا  
کہ چیف پورٹ کے مشہور روزنامے کے پاس جانے والا تھا.... کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں!“  
پروفیسر کچھ نہ بولا۔

عمران کہتا ہے۔ ”تمہیں یہاں محلہ خارجہ سے کچھ اہم کاغذات حاصل کرنے تھے۔ اتفاقیاً محلہ  
خارجہ ہی میں پائے جانے والے کسی غدار کی اسکیم کے تحت ایسچ صدیقی اس ضعیف الاعتقادی کی  
بناء پر تم سے آنکرایا.... محلہ خارجہ کا وہ شعبد جس کا وہ کرتا دھرتا ہے یہیں قائم ہے.... تمہیں  
پچھلے دنوں تمہارے دار الحکومت والے ایجنت نے اسی انیمیل کوڈ میں اطلاع دی کہ جن کاغذات کی  
تمہیں تلاش ہے وہ آج کل ایسچ صدیقی کے پاس ہیں اور وہ ان پر کام کر رہا ہے....!“

”تمہیں یہ سب کچھ معلوم کیسے ہوا....!“ پروفیسر نے پوچھا۔ اس کا لہجہ اب بھی بے حد  
پر سکون تھا!

”میرے اپنے ذرائع....!“

”میں سمجھ گیا.... تم رافیہ سوتا ف سے ملتے رہے ہو....! اس نے تمہیں جو کچھ بتا دیا ہو گا اس  
سے تم نے اپنے طور پر نتائج اخذ کئے ہوں گے.... واقعی بہت ذہین ہو.... جیسا ساتھ تمہیں دیا  
ہی پایا.... لہذا لو.... یہ رہا تمہارا انعام....!“

رافیہ نے دیکھا کہ اس نے بڑی پھرتی سے ریو الور نکال لیا ہے۔  
ریو الور کا رخ عمران کی طرف تھا.... لیکن رافیہ نے اس کے چہرے پر نہ تو خوف کے آثار

رافیہ چل گئی.... عمران ویں کھڑا لفت والے خلاء کو پر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔ دفعٹا اُسے محسوس ہوا جیسے اُسی خلاء سے گرم ہوا کا ایک جھونک آیا ہو۔

”یہ لو....!“ اُس نے رافیہ کی آواز سنی اور وہ اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔  
اس سے بریف کیس لے ہی را تھا کہ وہ جنچ پڑی۔ ”ارے یہ کیا....!“  
”اوہ....!“

لفٹ والے خلاء سے گھرے سرخ رنگ کا کٹیف بادل سارہ آمد ہو کر کمرے کی فضا پر یلغار کر رہا تھا.... پھر دفعٹا ایسا محسوس ہوا جیسے جہنم کا دروازہ کھل گیا ہو۔  
وہ آتشی بادل تیزی سے اپنا جنم بڑھا رہا تھا۔

”بھاگو....!“ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ ”چلو کھلے میں نکل چلو.... باہر....!“

وہ بیرونی برآمدے میں آپنچے....!

”یہاں سے بھی چلو....!“ عمران نے اُسے پائیں باغ کی طرف دھکلتے ہوئے کہا.... اور وہ روشن پر کھڑی ہوئی سیاہ رنگ کی گاڑی تک آپنچے.... ذرا ہی سی دیر بعد انہوں نے اس گاڑی کی اوٹ سے دیکھا کہ سرخ رنگ کا دھواں صدر دروازے سے گزر کر برآمدے تک آپنچا ہے.... لیکن اب وہ اتنا کٹیف نہیں تھا.... البتہ بیرونی فضائیں اس کے منتشر ہونے پر کچھ دیر بعد رافیہ اپنی ناک کے نھنوں اور آنکھوں میں ہلکی سی جلن محسوس کرنے لگی تھی۔  
اوپری منزل کی ساری کھڑکیوں کے شیشے روشن نظر آرہے تھے۔  
”وہ دیکھو.... اوپر....!“ رافیہ اس کا شاند دبا کر بولی۔

ایک کھڑکی آہستہ آہستہ کھل رہی تھی۔

”پچھے نہیں اوپر کتنی بلائیں ہوں....!“ عمران آہستہ سے بڑھا۔ ”اس لئے....!  
رافیہ نے دیکھا.... کہ اس کا ہاتھ کوٹ کے اندر گیا ہے پھر برآمد ہوا تو اس میں بی نال والا اعشار یہ چار پانچ کار بیو اوز نظر آیا۔

”لک.... کیا....!“ رافیہ کی کپکپاتی ہوئی سی آواز اس سے آگے نہ بڑھ سکی۔  
کھڑکی پوری طرح کھل پچھی تھی.... اور پروفیسر آڈھے دھڑ سے باہر جھک آیا تھا۔ غالباً وہ

عمران بھی اس کے پیچے چھپتا تھا.... لیکن جب ایک منٹ گذر جانے کے بعد پھر کسی تم کی آواز سنائی نہ دی تو رافیہ نے دروازہ پیٹ پیٹ کر چینا شروع کر دیا۔ ”دروازہ کھلو.... یہاں کون ہے دروازہ کھلو....!“

دروازہ کھلے میں دیرینہ گلی عمران ہی نے دروازہ کھولا تھا۔

”وہ کہاں ہے....؟“ رافیہ نے ہامپتے ہوئے پوچھا۔

”پچھے نہیں....!“ عمران نے لاپرواٹی سے شانوں کو جنتش دی۔

”اسی کمرے میں داخل ہونے کے بعد غالب ہو جایا کرتا ہے....!“ رافیہ نے اپنی چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”چبو میں تمہیں دکھاؤں وہ کہاں گیا....؟“ عمران پیچھے ہٹا ہوا بول۔

وہاں سے اپنے ساتھ دوسرے کمرے میں لایا۔

”یہاں کوئی تبدیلی دیکھ رہی ہو....!“ عمران نے اُس سے پوچھا۔

رافیہ نے چاروں طرف نظر دروازی۔

”اوہ.... وہ.... دروازہ.... ارے وہ.... اس کے بعد تو کافی فاصلے پر دیوار ہے.... الماری.... وہ تو الماری تھی....!“

”الماری نہیں لفٹ تھی.... اس وقت وہ جلدی میں دروازہ بند نہ کر سکا۔ ورنہ تم اس وقت بھی اسے الماری ہی سمجھتیں.... لفٹ اُسے اوپر لے گئی اور اب نیچے سے اوپر تک صرف ایک خلاء باقی رہ گیا ہے....!“

رافیہ آگے بڑھی اور دروازے میں سر ڈال کر نیچے اوپر دیکھا.... اور عمران کے قول کی تصدیق ہو گئی۔

پھر وہ پیچھے ہٹ گئی.... اُس نے عمران سے پوچھا۔ ”اب کیا ہو گا....؟“

”بیل کو پڑ کر ذریعے جھٹ پر اتروں گا....!“ وہ احتمانہ انداز میں بولا۔

”تم نے مجھے بتا کیوں نہیں دیا تھا کہ تم عمران ہو....!“

عمران نے اس سوال کا جواب دینے کی بجائے اس سے کہا۔ ”وہ بریف کیس اسی کمرے میں پا رہ گیا.... اُسے اخلاقو....!“

معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پوزیشن کیا ہے عمران کاریوالا والا ہاتھ سیاہ گاڑی کی کھڑکی میں داخل ہو چکا تھا۔  
ٹیکھے... سائینس لگے ہوئے روپا اور سے ہلکی سی آواز نکلی اور پروفیسر اچھل کر اور آگے جھک آیا۔... اُس کے دونوں ہاتھ خلاء میں جھول رہے تھے۔... پھر وہ حم سے نیچے آگرا۔  
ساتھ ہی عمران کا ایک ہاتھ سختی سے رافیہ کے ہونٹوں پر جم گیا۔ ورنہ وہ تو اپنی چین کسی طرح بھی نہ روک سکتی۔

سارا جسم نری طرح کا نپ رہا تھا۔... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب کھڑی نہ رہ سکے گی۔  
”اب تم جاؤ۔۔۔!“ عمران اُس کے ہونٹوں پر ہاتھ ہٹاتا ہوا بولا۔

”سید ہی ہوٹل جاتا۔۔۔ اور اُس وقت تک کمرے سے باہر نہ لکنا جب تک میری فون کال رسیو نہ کرو۔۔۔!“



دوسری صبح کے اخبارات نے دو بڑے حادثات کی خبریں چھپائی تھیں۔۔۔ ایک تو زرس گرڑوڈ کی کارائیں کی خبر تھی اور دوسرا ٹیکھے صدیقی کی خود کشی کی۔۔۔ نرنس گرڑوڈ ولیمز کی کار کسی نامعلوم آدمی کی گاڑی کی سائینڈ سے ٹکرایکرالٹ گئی تھی۔۔۔ گرڑوڈ جان بردن ہو سکی۔۔۔ اس کی گردان کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

صدیقی کی لاش اس کی کار میں پائی گئی تھی۔ کاریاٹو کے سامنے کھڑی تھی۔ اُس کے قریب سے گذرنے والوں نے فائر کی آواز سنی۔۔۔ پھر انہوں نے ٹیکھے صدیقی کو گاڑی میں تڑپتے دیکھا۔۔۔ اس کی کپٹی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔۔۔ بعد کو روپا اور اس کے قریب ہی پایا گیا تھا۔

عمران نے طویل سانس لی۔۔۔ اور بیک زیر و سے بولا۔ ”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔۔۔ بھلاوہ کس طرح کہہ سکتا تھا کہ اُس فائل کو اپنے ساتھ کہیں باہر لے گیا تھا اور وہ اس کی غفلت کے نتیجے میں شائع ہو گئی۔!“

”گرڑوڈ!“ بیک زیر و بولا۔ ”کیا خیال ہے آپ کا پروفیسر نے دیدہ دانستہ سائینڈ ماری ہو گی۔!“  
”کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے۔۔۔ کیونکہ فائل کے خاص ہو جانے کا علم ایک

ایسے آدمی کو بھی تھا جس کو گرڑوڈ پوری طرح راہ پر نہیں لاسکی تھی۔ بہر حال اس کے حالات کی بناء پر مجھے اس سے ہمدردی تھی۔ زندہ رہتی تو میں اُسے بھی اس دلدل سے نکالنے کی کوشش کرتا۔ صدر کافی مفہوم دکھائی دیتا ہے۔۔۔ بہر حال ختم کرو اس قصے کو۔۔۔ اب مجھے پروفیسر کا روپ ادا کر کے اُن انجینٹوں کو قابو میں کرتا ہے جو دارالحکومت میں موجود ہیں۔۔۔ رافیہ بدستور ہوٹل سے پروفیسر کی کوئی میں جاتی رہے گی اور پروفیسر کے بزرگی کے اشتہارات شائع ہوتے رہیں گے۔۔۔ اس کو بھی میں کچھ ایسے کاغذات ملے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بیہاں ایک تباہ کن انقلاب کے لئے راہ ہموار کر رہا تھا۔!

”ہاروے رہمنڈ کا کیا ہوا۔۔۔!“

”وہ واپس چلا گیا۔۔۔ وہ تو محض اس نے منظر عام پر لایا گیا تھا کہ فیاض کو غلط راہ پر لگایا جاسکے۔۔۔ اگر اُس عورت کی ڈاکٹری فیاض کے ہاتھ میں لگتی تو ہاروے بھی نہ دکھائی دیتا۔!

”مورٹی فرہام کی کیا پوزیشن ہے۔۔۔!“

”ابھی تک تو اس کے خلاف کوئی ثبوت ہاتھ نہیں آیا۔۔۔ اس کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔!

”روپی مل کے بارے میں کیا سوچا ہے۔۔۔!“

”دیوالی کا بخشن۔۔۔ ایکس آرسی۔۔۔!“

”وہ تو ہبیشہ کے لئے وہ ماغ خراب کر دے گا۔!

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔۔۔!“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جبکش دی۔

بلیک زیر و تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر اس نے پوچھا۔ ”آخر کس قسم کا کھڑاگ پھیلایا تھا اونو دیلانی نے۔۔۔!“

”در اصل یہ احمد بیسویں صدی میں بھی قصور کہانیوں کے اوہاں پرست مشرق کا تصور لے رہیاں آتے ہیں۔۔۔ اور بالآخر مذہب کی کھاتے ہیں۔ رافیہ خوابوں میں ڈوبی رہنے والی لڑکی ہے اس نے اس کے فریب میں آگئی تھی۔۔۔ پچھلی رات جب میں باہر سے بانس کی سیر ہی لگا کر اوپر پہنچا تو سارے بھید کھل گئے۔۔۔ عمارت کے سارے کرتوں میں چھوٹے چھوٹے لاوڑا سیکر اور سلی ویژن کیسرے پوشیدہ ہیں جنہیں اور پری منزل سے کٹرول کیا جاتا تھا۔۔۔ میرا خیال ہے وہ

علمدارت عرصہ سے اسی تنظیم کے قبضے میں رہی ہے۔ ویلانی سے پہلے وہاں اور کوئی رہتا تھا!“  
”ویلانی کی لاش کا کیا ہو گا...؟“  
”ٹھکانے لگادو...!“

”لیکن.... اس کے کاغذات.... جس سفارت خانے کے توسط سے وہ یہاں آیا تھا.... اسے کیا جواب دیا جائے گا!“

”ابھی تو بھے ہی ویلانی کا روں ادا کرتا ہے.... جب اطیمان ہو جائے گا کہ اس کے اجنبیوں میں سبھی ٹھکانے لگ پکے تو رانیہ سوناف کی طرف سے ایک روپرٹ درج کرادی جائے گی کہ ویلانی اسے کوئی ہدایت دیئے بغیر اچانک غائب ہو گیا ہے.... پکھ دن پولیس ویلانی کی تلاش جاری رکھے گی ظاہر ہے کہ اسے ناکامی ہی ہو گی۔ پھر رافیہ کی واپسی کے لئے کاغذات تیار کروائیے جائیں گے اور وہ اپنے ملک میں واپس چلی جائے گی!“



اور پھر جب وہ واپس جا رہی تھی تو اس نے عمران سے کہا۔

”ساری زندگی اس الجھن میں کٹ جائے گی کہ آخر وہ سب کیا تھا...!“

”اسے بھول جاؤ.... بے بی.... مجھے تو قع ہے کہ تم کبھی ان تحریکات کو اپنی زبان پر نہیں لاؤ گی....!“ عمران نے کہا۔ ”اور دیکھو اب خواب دیکھنا چھوڑ دو.... ورنہ یہ جیتنی جاتی دنیا تمہارے لئے ہمیشہ بھیاںک بنی رہے گی!“

”تم مجھے بہت یاد آؤ گے....!“ وہ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ”تم نے بھی تو انہیں خوابوں کے چکر میں مجھے چھانا تھا...!“

”مجبوری تھی.... اگر میں آسمیں چکر چلانے بغیر تم سے فرازوں سے متاثر نہیں ہو سکتی!“  
”تم ہر گز نہ بتاتیں.... میں نے اندازہ کر لیا تھا کہ تم اس کے بارے میں شہہرات میں بنتا ہو پچکی ہو.... اس لئے میں نے تمہاری اس ذہنی کیفیت کو مزید پچھلی دینے کے لئے وہ طریقہ اختیار کیا تھا اور اسی کہتا ہوں رافیہ سوناف اگر تم ہی وسیلہ نہ بن گئی ہو تو میں کسی دوسرے ذریعے سے پروفیسر تک پہنچتا تو تم آج باعزت طور پر اپنے وطن واپس نہ جا رہی ہو تو۔ تمہارا بھی وہی انجام ہو تا جو پروفیسر کا ہوا تھا.... میں کیسے یقین کر لیتا کہ تم خود بھی فریب میں بنتا رہی ہی ہو.... ویدہ و

دانست اس کی معاون نہیں تھیں.... تم نہیں سمجھ سکتیں اسی صدقی والہا فائل اس کے ہاتھ گے جانے سے میرے ملک کو کتنا بڑا نقصان پہنچتا....!  
”بے چارہ.... صدقی....!“ رافیہ کی آواز میں کرب کی لہریں تھیں۔ ”میں اس کے لئے بے حد مغموم ہوں....!“

”اور میں ہر مرد کے لئے مغموم ہوں کیونکہ ایک عورت اُسے جنم دیتی ہے اور دوسرا عورت بھی میں پہنچا دیتی ہے....!“  
پکھ دیر خاموشی رہی پھر رافیہ نے کہا۔ ”ایک بات اور بتاؤ....!“ تم آخر اس کے پے در پے چھ فائزوں سے کیسے بچ گئے تھے!“  
عمران نے تھہبہ لگایا پھر سبیدگی سے بولا۔ ”قدیم یوتاں کی دیوی زہرہ میرے والد صاحب کی کلاس فیلو تھی....!“  
”وہ نہیں پڑی۔

”بچ کہتی ہوں....!“ تم مجھے پروفیسر سے بھی زیادہ پر اسرار اور بھیاںک معلوم ہوتے ہو!“  
”اچھا بس.... اب جاؤ.... میری عبادت کا وقت ہے.... یا مرغ تخت نشیں.... یا کریہ فراق زدہ آفت رسیدہ.... یا طفیل شیر خوار چنسی چشیدہ.... وغیرہ.... وغیرہ....!“  
”میں نہیں سمجھ تھا اپنی زبان میں کیا کہا ہے!“  
عمران نے ہاتھ ہلا کر چلے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی اوٹ پنگ بکواس جاری رکھی۔  
لیکن رافیہ اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں.... وہ نہیں رہی تھی۔ عمران خاموش ہو گیا اور احتجانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔

”میں اب ان عبادتوں اور روحانیت سے تعلق رکھنے والے فرازوں سے متاثر نہیں ہو سکتی!“  
”تمہاری کیا بات ہے....!“ تم اس لفٹ کو ملبے سات کی دیوار و وزماری سمجھتی رہی تھیں!“  
”میرا دعویٰ ہے کہ تم بھی یہی سمجھتے....!“ میں نے اکثر اس میں پروفیسر کے سوت لکھ کر دیکھتے تھے.... اور اچھا یہ تو بتاؤ کہ وہ سرخ دھواں کیسا تھا....! میرے خدا پوری عمارت جہنم کا نمودر بن کر رہی تھی!“  
”ایک قسم کی زبردی گیس جو ہوا میں مل کر رنگت اور حدت اختیار کر لیتی ہے.... صرف

”کم از کم ہنسنے ہی میں فراغ دلی کا ثبوت دیا کرو....!“  
 ”خیر.... خیر.... اب یہ بتائیے کہ اس ایجنت کے بارے میں ایکس ٹو کیا کرے گا جو  
 دارالحکومت میں کہیں ہے!“  
 ”کرچا جو کچھ کرتا تھا....!“  
 ”لیا....؟ مجھے علم نہیں....!“  
 ”ایک رات اتنی زیادہ پی ڈالی کہ ہارت فلیور ہو گیا....!“  
 ”لیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس فتنے کا سد باب ہو گیا....!“  
 ”ہرگز نہیں.... لیکن اب ہر وقت ہوشیار رہنا پڑے گا.... تم جانتے ہی ہو کہ وہ ملک جس  
 کے یہ جاؤں تھے کسی دوسرے ملک کو کسی قسم کی امداد دینے کے بعد اسے ہرگز پسند نہیں کرتا کہ  
 وہ اس کے مقابل ملکوں سے بھی کسی قسم کا تعلق رکھے۔ اپنایہ موقف کھل کر بیان نہیں کر سکتا۔  
 لیں ایسے ہی ہتھکنڈوں سے اس قسم کے انقلاب برپا کر دیتا ہے جو اس کی موافقت میں ہوں!“  
 صدر قیمی انداز میں سر ہلاتا رہا.... پھر بولا۔ ”تمہارا چیف اتنا بیدار مختصر ہوتا تو!“  
 ”ذریں چٹک.... دریں چٹک....!“ عمران سر ہلاتا رہا گیا۔  
 ”کیا آپ کو اس سے اختلاف ہے....؟“  
 ”ہرگز نہیں.... ہرگز نہیں.... تمہارا چیف واقعی بہت وہ ہے.... کیا کہتے ہیں اُسے!“  
 ”کچھ بھی کہتے ہوں.... لیکن آپ کو اس کی بڑائی تسلیم کرنی ہی پڑے گی!“  
 ”جی.... بہت بڑا.... بڑے سے بڑا تبوز بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا.... سبحان اللہ....!“  
 ”آپ سنجیدگی سے تعلیم پہنچے....!“  
 ”تو کیا میں سر پر ہاتھ رکھ کر رو نہیں رہا ہوں....!“ عمران نے جیرت سے کہا۔ ”اس سے  
 یادہ سنجیدگی کی صورت اور کیا ہو سکتی ہے....!“  
 ”لیا اس کام کا معاوضہ ابھی نہیں ملا....!“ صدر نے ہنس کر پوچھا۔  
 ”جی ہاں.... ہر سال معادضوں کا سود مل جائی کرتا ہے....!“ عمران نے بے حد خشک لمحے  
 مل کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔  
 ”کیا بات ہے.... آپ کچھ خفا سے لگ رہے ہیں....!“

ششے کے گلوں میں اسے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ اس نے کسی طرح افت وائل خاء میں ایک گولا  
 اوپر سے چھینک دیا۔ اوپری منزل پر دیے ہی تین گولے اور بھی ملے ہیں.... ان میں سے ایک  
 تحریک کی نظر ہو گیا۔... دواب بھی محفوظ ہیں.... انہیں اپنے میوزیم میں رکھوں گا!۔“  
 ”اور میں تمہیں کبھی نہ بھلا سکوں گی....! کیا تم مجھ سے خط و کتابت رکھنا پسند کرو گے!۔“  
 ”میں تمہیں اب دنیا میں کہاں ملوں گا....!“  
 ”کیا مطلب....؟“  
 ”دوبادہ جنت الفردوس کی راہ لوں گا.... وہاں ان دونوں کو کاکولا کی شارٹ مجھ ہو گئی تھی.... اس  
 لئے دنیا میں چلا آیا تھا....!“  
 ”خوب....! وہ مسکرائی۔“ تو تم بھی کسی کی روح ہو....!  
 ”ققراطیں کی.... اب سے کئی ہزار سال پہلے یونان میں پی ڈبلیوڈی کے ٹھیک لیا کرتا تھا!“  
 ”رانیہ نہیں دی۔

﴿

عمران کا خیال تھا کہ صدر کو تفریغ کی ضرورت ہے گرتوڑ کی موت نے اسے بے حد متعثر کیا  
 تھا۔ لہذا بحیثیت ایک ٹواں نے اسے ایک ماہ کی چھٹی دی تھی اور بحیثیت عمران اُسے ساتھ لئے  
 پھر تا تھا.... اس وقت ساحل کے اوپر ایسرا ہوٹل سی بریز میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔  
 ”وفعنا عمران یولا۔“ دیکھو یار.... اکیلے تم ہی نہیں ہو اس دنیا میں اور بھی ہیں.... وہ ادھر  
 دیکھو.... وہ غیر ملکی عورت ارے تم تو جانتے ہی ہو گے.... موریلی فرہام ہے.... اسے مرزا  
 نیم بیگ کا انتظار ہے.... ایک دن میں اس سے بیہاں ملا تھا.... آج وہ اسی خیال کے تحت بیہاں  
 آئی ہے کہ شاید آج پھر ملاقات ہو جائے.... لیکن مرزا نیم بیگ اب اسے کبھی نہ مل سکے گا!۔“  
 ”میں آپ کی طبیعت کو نہیں پہنچ سکتا....!“

”اچھا تو پھر کیا کرو گے....!“  
 ”کچھ بھی نہیں.... کروں گا کیا....؟“  
 ”تو پھر یہ کسی نو عروس یوہ کسی شلک کیوں بنائے بیٹھے ہو....!“  
 ”خواہ خواہ....!“ صدر بے دلی سے نہ دیا۔

”اُرے کوئی حد ہے جھوٹی تسلیوں کی.... آج تک پورا معاوضہ نہ ملا...!“

”تو آپ کو پواہ کب ہوگی.... خرچ ہی کتنا ہے آپ کا...! سگریٹ تک تو آپ پتے نہیں!“

”بس بس.... اب خاموش رہو.... ورنہ موڑ خراب ہو جائے گا۔ میرا اکیلا جوزف ہی چھ بو تسلیں یومیہ صاف کر دیتا ہے.... کس کے ذمہ ہے خرچ اس کا.... وہ بو تسلیں زمین سے نہیں اگتیں.... سلیمان روزانہ فلم دیکھتا ہے کس کی جیب تراشتا ہے....!“

”کیوں یہ زوگ پال رکھے ہیں....!“

عمران کچھ نہ بولا۔ بُر اسامنہ بنائے دوسرا طرف دیکھا رہا۔ اتنے میں سی بریز کے باہر سا حلی بار برداری کا ایک گدھا رکھنے لگا۔ ریکھتا ہی رہا.... عین دیوار کے نیچے ہی کھڑا تھا جہاں یہ دونوں تھے اس جگہ سے دکھائی بھی وے رہا تھا....!

و فٹا عمران اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

”اب خاموش بھی رہو.... اے شہنشاہ تنم ورنہ تمہیں شر مندہ ہونا پڑے گا۔!“

”اس بے زبان پر کیوں غصہ اتار رہے ہیں....!“ صدر رہس کر بولا۔

”تو کوئی اہل زبان ڈھونڈ لاؤ.... اگر بڑی ہمدردی ہے اس سے....!“

عمران صدر پرالٹ پڑا.... اور صدر بستارہ۔

(ختم شد)